ابن ماجہ اور علم حدیث

مؤلف
مولانا محمد عبد الرشید نعمانی

سمجھیے کہ یہ امام ابن ماجہ کی مختصر سوانح عمری ہی نہیں بلکہ درحقیقت تدوین حدیث کی تفصیلی تاریخ ہے اور سلف کی ان جانفشانیوں کا مرقع ہے جو انہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ایک ایک حرف کو محفوظ کرنے کیلئے اٹھائی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی دستاویز میں جو اس امت کے سپرد کی گئی تھی کسی قسم کا رخنہ نہ پڑنے پائے اور اللہ کی حجت تمام اہل ایمان پر تمام ہو جائے۔

میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام ابن ماجہؒ

اور

علمِ حدیث

عہدِ رسالت سے لیکر امام ابن ماجہؒ کے زمانہ تک کی تاریخ تدوینِ حدیث
اور امام ممدوح کی کتاب "سنن ابن ماجہ" پر تفصیلی نظر

مؤلفہ

مولانا محمد عبد الرشید نعمانی

ناشر

میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی

Marfat.com

135292

میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی

Marfat.com

فہرست مضامین اجمالی

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
امام ابن ماجہ کا نام ونسب	۱	دمشق	۷۴
ولادت	۸	حمص	۷۷
عہدِ طالب علمی	۹	عسقلان	۷۸
قزوین میں امام ابن ماجہ کے شیوخ	۱۱	رملہ	۷۸
طلبِ حدیث کے لئے رحلت	۱۳	ایلہ	۷۹
مجالس درسِ حدیث	۲۰	بیت المقدس	۷۹
تحصیلِ علم کے لئے مراکزِ دینیہ کا سفر اور شیوخ سے استفادہ ،	۲۸	بانیس	۷۹
		مصر	۷۹
مدینہ طیبہ	۲۹	تنیس	۸۳
مکہ معظمہ	۳۱	رقہ	۸۴
کوفہ	۳۶	حرّان	۸۵
بصرہ	۵۳	اہواز	۸۵
بغداد	۶۰	رَے	۸۵
واسط	۷۱	اصفہان	۱۰۱
سامرّا	۷۲	ہمدان	۱۰۲
جرجرایا	۷۳	دامغان	۱۰۲
حدیثہ	۷۳	سمنان	۱۰۲
باکسایا	۷۳	نیشاپور	۱۰۳

Marfat.com

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
مرد	۱۱۲	موطأ	۱۷۶
بلخ	۱۱۳	موطا کا زمانۂ تالیف	۱۸۳
ثلاثیات ابن ماجہ	۱۱۹	جامع سفیان ثوری	۱۸۴
عام حالاتِ زندگی	۱۲۲	اُس دَور کے بعض اور مصنفین	۱۸۷
وفات	۱۲۲	فنِ جرح وتعدیل کی ابتداء	۱۸۸
علماء کا آپ کی خدمت میں خراجِ تحسین	۱۲۴	اُس دَور میں علماء کا طرزِ عمل	۱۸۹
تصانیف	۱۲۵	امام ابوحنیفہ وامام مالک کے تلامذہ	۱۹۴
التفسیر	۱۲۵	اور علمِ حدیث	
التاریخ	۱۲۶	علمِ حدیث تیسری صدی میں	۱۹۸
السنن	۱۲۷	مسند اسحٰق بن راہویہ	۲۰۸
حدیث کیا ہے ؟	۱۲۸	مسند امام احمد	۲۰۸
حدیث کی دینی حیثیت	۱۲۹	صحاحِ ستہ کی تدوین	۲۱۱
کتابتِ حدیث	۱۳۱	صحیح بخاری	۲۱۲
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اِملا	۱۳۶	صحیح مسلم	۲۱۵
عہدِ رسالت میں صحابہ کرامؓ کے بعض نوشتے	۱۳۹	سُنن نسائی	۲۱۷
صحابۂ کرامؓ کے بعض اور نوشتے	۱۴۳	سُنن ابی داوٗد	۲۲۰
عہدِ صحابہ میں تابعین کے نوشتے	۱۴۵	جامع ترمذی	۲۲۶
حفظِ حدیث	۱۴۶	سُنن ابن ماجہ	۲۳۱
حفاظِ حدیث کے تذکرے	۱۴۸	سُنن ابن ماجہ کا صحاحِ ستہ میں شمار	۲۳۲
تدوینِ حدیث	۱۵۲	صحت کے اعتبار سے سنن ابن ماجہ کا درجہ	۲۳۸
دوسری صدی ہجری کی تصنیفات	۱۵۸	صحاحِ ستہ میں سنن ابن ماجہ کا درجہ	۲۴۱
کتاب الآثار	۱۵۸	تعدادِ ابواب واحادیث سنن ابن ماجہ	۲۴۴
ایک غلط فہمی کا ازالہ	۱۷۰	امام ابن ماجہ کے تلامذہ	۲۴۴
کتاب الآثار کے نسخے	۱۷۲	سنن ابن ماجہ پر شروح وتعلیقات	۲۴۵

Marfat.com

فہرست مضامین تفصیلی

موضوع	صفحہ
امام ابن ماجہ کا نام و نسب	۱
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا قول	۱
علامہ زبیدی شارح قاموس کا قول	۱
نواب صدیق حسن خان کی رائے	۱
محدث رافعی کی تحقیق	۲
علامہ ابن کثیر کا بیان	۲
حافظ ابوالحسن بن القطان کا بیان	۲
امام نووی کا بیان	۲
علامہ ابوالحسن سندی کی تصریح	۲
"ماجہ" نام کی اصل	۲
"ربعی" کی نسبت کا استعمال	۲
مورخ ابن خلکان کا بیان	۳
"مولیٰ" کا استعمال	۳
امام اعظم کی نسبت ولاء کے بارے میں مغالطہ کا ازالہ	۳
عبداللہ بن یزید معتری اور امام اعظم کے درمیان عقد موالات پر مختصر گفتگو	۳
شہر قزوین کا محل وقوع	۴
تواریخ قزوین	۴

موضوع	صفحہ
فتح قزوین	۴
اہل قزوین کا جوش جہاد	۵
ہارون الرشید کی قزوین میں آمد	۵
اہل قزوین پر سے خراج کی موقوفی	۵
فضائل قزوین	۵
فن حدیث میں قزوین کی شہرت کا آغاز	۶
تیسری صدی کے قزوین کے محدثین و فقہا	۶
امام ابن ماجہ عجمی النسل تھے	۶
اہل فارس کی فضیلت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد	۶
نواب صدیق حسن خان کی تشریح	۶
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نزدیک علماء اہل فارس،	۷
قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا بیان	۷
اصحاب صحاح ستہ میں اہل فارس کون ہیں!	۸
ولادت امام ابن ماجہ	۸
ارباب صحاح ستہ سے امام ابن ماجہ کی معاصرت	۹
عہد طالب علمی	۹
خلافت مامون عباسی	۹

Marfat.com

موضوع	صفحہ
مامون کی حکومت کا دائرہ	۹
مامون کا علمی درجہ	۹
مامون اور مرو کے محدثین کے درمیان بعض مسائل پر گفتگو	۱۰
دربارِ مامون میں علماء کی قدرشناسی	۱۱
وفات مامون اور خلافت معتصم باللہ	۱۱
معتصم باللہ کا رُعب ودبدبہ	۱۱
امام ابن ماجہ کا ابتدائی زمانۂ تعلیم	۱۱
شہر قزوین، علمِ حدیث کی درسگاہ	۱۱
قزوین کے مشائخ کا تذکرہ	۱۱
علی بن محمد، حافظ ابوالحسن طنافسی	۱۱
عمرو بن رافع، حافظ ابوحجر بجلی	۱۲
اسمٰعیل بن توبہ، حافظ ابوسہل قزوینی	۱۲
ہارون بن موسیٰ بن حبان تمیمی، ابوموسیٰ	۱۳
محمد بن ابی خالد، ابوبکر قزوینی	۱۳
طلبِ حدیث کے لئے رحلت	۱۳
تحصیلِ علم کے لئے رحلت کی ترغیب وتاکید	۱۳
طلب علم کے لئے صحابہؓ کی رحلت	۱۴
عبداللہ بن انیسؓ کا ایک حدیث کیلئے سفرِ شام	۱۴
ایک حدیث کے لئے ایک صحابی کا سفرِ مصر	۱۵
ابوایوب انصاریؓ کا ایک حدیث کیلئے سفرِ مصر	۱۵
عبیداللہ بن عدی (تابعی) کا ایک حدیث کے لئے سفرِ عراق	۱۵
ایک حدیث کیلئے ایک تابعی کا سفرِ دمشق	۱۶

موضوع	صفحہ
حدیث کی قدر وقیمت اور اصحاب سلف کا تحصیلِ علم کے لئے والہانہ اشتیاق	۱۶
امام مالکؒ طلب علم کیلئے مدینہ سے باہر تشریف نہیں لے گئے	۱۶
طلب علم کے لئے امام ابوحنیفہ کا سفر	۱۶
طلب علم کے لئے امام شافعی کا سفر	۱۷
طلب علم کے لئے امام احمد بن حنبل کا سفر	۱۷
طلب علم کے لئے امام ابویوسف کا سفر	۱۷
طلب علم کے لئے امام محمد کا سفر	۱۷
خلف بن ایوب، امام اہلِ بلخ	۱۷
جسے دین کا فکر ہو اس کے لئے بلخ تا کوفہ کوئی بعید مسافت نہیں	۱۸
رحلت سے گھبرانے والے کے بارے میں ابن معین کا قول	۱۸
ابراہیم بن ادہم، تلمیذ امام اعظمؒ	۱۸
طلبِ حدیث میں رحلت کیلئے چند ہدایات	۱۹
امام ابن ماجہ کی رحلتِ علمیہ کی صحیح تاریخ	۱۹
بلادِ اسلامیہ میں علمِ حدیث کا درس وشوق	۲۰
مسند عراق حافظ ابوالحسن علی بن عاصم واسطی اور ان کا حلقۂ درس	۲۰
امام ابوالحسین عاصم بن علی واسطی کی مجلسِ درس اور لوگوں کا اژدحام	۲۱
حافظ یزید بن ہارون، اور ان کے درس میں حاضرین کی تعداد	۲۱
حافظ سلیمان بن حرب کے درس میں مامون کی حاضری	۲۲

Marfat.com

موضوع	صفحہ
حافظ ابو مسلم کجی کے درسِ حدیث کا منظر	۲۲
حافظ جعفر فریابی کے درس میں حاضرین کی تعداد	۲۲
امام ابو محمد عبد اللہ حارثی بخاری اور انکی مجلسِ املاء	۲۳
حافظ عبد القادر قرشی	۲۳
کوفہ میں امام محمدؒ کا درسِ موطا	۲۴
موطا کا سماع اور اہلِ کوفہ	۲۵
امام شافعیؒ نے امام محمدؒ سے حدیث میں حجت پکڑی ہے	۲۵
فقہ میں امام شافعی پر امام محمد کا احسان	۲۵
امام مالک کے تلامذہ میں امام محمد کی خصوصیت	۲۵
حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ اور عثمان بن ابی شیبہ کے حلقۂ درس میں لوگوں کا اجتماع	۲۶
خلیفہ المتوکل کے عہد میں مجالسِ درس کا قیام	۲۶
تیسری صدی ہجری میں حفاظ حدیث کی کثرت	۲۶
ایک شہر میں ایکہزار شیوخ (اساتذہ حدیث)	۲۶
امام عبد اللہ بن مبارک کے شیوخ کی تعداد	۲۶
امام شافعی کے شیوخ کی تعداد	۲۷
امام ابو حنیفہ کے شیوخ کی تعداد	۲۷
حافظ ابو داؤد طیالسی کے شیوخ کی تعداد	۲۷
امام بخاری کے شیوخ کی تعداد	۲۷
حافظ ابو یوسف یعقوب بن سفیان کا عرصۂ رحلت اور شیوخ کی تعداد	۲۷
شمس الائمہ بکر بن محمد بن علی زرنجری ابو حنیفہ اصغر	۲۷
محدثوں کے شہر	۲۸
امام ابن [illegible] طلب حدیث میں کن کن شہروں کا سفر کیا	۲۸
علوم دینیہ کے مراکز	۲۹
مدینہ طیبہ، دار الہجرۃ	۲۹

موضوع	صفحہ
فقہاء سبعہ	۲۹
عبید اللہ بن عتبہ بن مسعود	۳۰
عروہ بن الزبیر بن عوام	۳۰
قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق	۳۰
سعید بن المسیب	۳۰
ابو بکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام	۳۰
سلیمان بن یسار	۳۰
خارجہ بن زید بن ثابت	۳۰
حافظ ابو مصعب زہری، شیخ اہلِ مدینہ	۳۱
حافظ ابراہیم بن المنذر	۳۱
حافظ اسحٰق بن موسیٰ الانصاری	۳۱
مدینہ کے بعض دیگر شیوخ	۳۱
مکہ معظمہ	۳۱
حرمین کے علم پر اعتماد	۳۲
اہلِ مدینہ کا تقدم علمی	۳۲
علماء مدینہ کا دوسرے شہروں میں قیام	۳۳
حافظ حلوانی، محدثِ مکہ	۳۴
حافظ زبیر بن بکار، قاضی مکہ	۳۴
حافظ سلمہ بن شبیب	۳۵
حافظ عدنی، شیخ الحرم	۳۵
حافظ یعقوب بن حمید بن کاسب	۳۵
مکہ کے بعض دیگر شیوخ	۳۵
کوفہ	۳۶
حضرت علیؓ نے کوفہ کو دار الخلافہ بنایا	۳۶

Marfat.com

موضوع	صفحہ

کوفہ، عہد فاروقی میں ۳۶
تحصیل علم حدیث میں فقہاء کوفہ کا خاص اہتمام ۳۷
کوفہ میں صحابہؓ کی آمد و قیام ۳۸
حافظ ابو بشر دولابی ۳۸
علماء کوفہ کا تحصیل علم کے لئے مدینہ کا سفر ۳۹
کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ ۴۰
کوفہ کے محدثین کا شمار ۴۰
قراء سبعہ ۴۱
۱ عبد اللہ بن کثیر ۴۱
۲ نافع بن عبد الرحمٰن ۴۱
۳ ابن عامر ۴۱
۴ ابو عمرو بن العلاء ۴۱
۵ عاصم بن ابی النجود ۴۱
۶ حمزہ بن حبیب ۴۱
۷ کسائی ۴۱
حدیث کی نشر و اشاعت میں کوفہ کا درجہ ۴۱
جب محدثین احادیث کی تعداد کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد متون احادیث نہیں بلکہ طرق و اسانید ہوتے ہیں ۴۲
طلب حدیث میں امام بخاری کے سفر ۴۳
تعداد احادیث کے بارے میں منکرین حدیث کا مغالطہ ۴۳
فقہ میں کوفہ کی خصوصیت ۴۴
کوفہ میں صحابہؓ کی درسگاہوں کے آثار ۴۴
کوفہ، امام ابن ماجہ کے زمانہ میں ۴۵
حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ ۴۵
حدیث کے چار بے نظیر علماء ۴۵
مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ اور اس کی ممتاز خصوصیات ۴۶
اجتہادی مسائل میں اختلاف ناگزیر ہے ۴۷
زمانہ سلف میں ائمہ کے درمیان اجتہادی مسائل پر اختلاف ۴۷
مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ اندلس میں ۴۹
مصنف کے قلمی نسخے ۵۰
شیخ الاسلام اشج ۵۰
حافظ کبیر عثمان بن ابی شیبہ ۵۰
حافظ محمد بن عبد اللہ بن نمیر، دُرّۃ العراق ۵۱
ابو کریب، محدث کوفہ ۵۱
ہنّاد، شیخ الکوفہ ۵۱
حافظ ولید بن شجاع ۵۲
حافظ ہارون بن اسحٰق ۵۲
کوفہ کے بعض دیگر محدثین ۵۲
بصرہ ۵۳
بصرہ میں محدثین کی کثرت ۵۴
حافظ طحان ۵۴
حافظ زید بن اخزم ۵۵
حافظ عباس عنبری ۵۵
حافظ عباس بحرانی ۵۵
حافظ بدعہ ۵۵
حافظ عقبہ ۵۶
امام ابو عاصم نبیل ۵۶
حافظ عبد الباقی بن قانع ۵۶

Marfat.com

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
حافظ عمر بن شبّہ	۵۷	حافظ ابو خیثمہ زہیر بن حرب	۶۷
حافظ عمرو بن علی فلاس	۵۷	حافظ زہیر بن محمد	۶۷
حافظ کبیر بندار	۵۷	حافظ عباس دوری	۶۸
حافظ محمد بن المثنیٰ	۵۸	حافظ ابو بکر بن ابی الدنیا	۶۸
حافظ محمد بحرانی	۵۸	حافظ ابو قلابہ	۶۸
حافظ نصر بن علی	۵۸	حافظ رخامی	۶۸
حافظ یحییٰ بن حکیم	۵۸	حافظ ابو بکر صاغانی	۶۹
بصرہ کے بعض دیگر محدثین	۵۹	حافظ محمد بن عبد الملک	۶۹
بغداد	۶۰	حافظ ابو الاحوص	۶۹
بغداد میں تابعین و تبع تابعین کی سکونت	۶۱	حافظ ہارون حمال	۶۹
حافظ ہشیم	۶۱	حافظ یعقوب دورقی	۶۹
امام احمد بن حنبل کا امام ابو یوسف سے تلمذ	۶۱	بغداد کے بعض دیگر محدثین	۶۹
امام اسد بن عمرو	۶۲	**واسط**	۷۱
بغداد میں علم حدیث و فقہ کی نشر و اشاعت	۶۳	حافظ احمد بن سنان	۷۱
بغداد، امام ابن ماجہ کے زمانہ میں	۶۳	واسط کے بعض دیگر محدثین	۷۱
واثق باللہ، مامون اصغر	۶۳	**سامرّا** (سُرّ مَن رأی)	۷۲
حافظ کبیر احمد دورقی	۶۴	حافظ احمد بن عیسیٰ	۷۲
حافظ رمادی	۶۴	سامرّا کے بعض دیگر محدثین	۷۲
حافظ احمد بن منیع	۶۴	**جرجرایا**	۷۳
امام ابو ثور	۶۵	جرجرایا کے محدثین	۷۳
حافظ جوہری	۶۶	**حدیثہ** (حدیثۃ النورہ)	۷۳
حافظ کبیر ابو اسحاق ہروی	۶۶	حافظ سوید بن سعید حدثانی	۷۳
فقیہ کبیر حافظ زعفرانی	۶۶	**باکسایا**	۷۳
حافظ رجاء بن مرجیٰ	۶۷	حافظ ابو محمد عباس بن عبد اللہ	۷۳

Marfat.com

موضوع	صفحہ
دمشق	۷۴
دمشق میں صحابہ کرامؓ کی آمد	۷۴
حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اہل شام کی دینی تعلیم و تربیت	۷۴
امام اوزاعی	۷۵
حافظ دحیم	۷۵
ہشام بن عمار، شیخ الاسلام	۷۶
دمشق کے بعض دیگر محدثین	۷۷
حمص	۷۷
حافظ عمرو بن عثمان	۷۷
حافظ محمد بن مصفیٰ	۷۷
حافظ ابوالتقی	۷۸
حمص کے بعض دیگر محدثین	۷۸
عسقلان	۷۸
عسقلان کے محدثین	۷۸
رملہ	۷۸
رملہ کے محدثین	۷۸
ایلہ	۷۹
ایلہ کے محدثین	۷۹
بیت المقدس	۷۹
ابراہیم بن محمد بن یوسف	۷۹
بالس	۷۹
مصر	۷۹
مصر میں صحابہ کرامؓ کی آمد	۷۹
مذہب شافعی کی تدوین	۸۰
امام لیث بن سعد	۸۰
حافظ ابن السرح	۸۱
مشائخ ائمہ مجتہدین کا امام اعظمؒ سے تلمذ	۸۱
حرملہ بن یحییٰ، فقیہ مصر	۸۲
ربیع مرادی، محدث مصر	۸۲
حافظ محمد بن رمح	۸۲
حافظ یحییٰ بن عثمان	۸۳
حافظ یونس بن عبدالاعلیٰ	۸۳
مصر کے بعض دیگر محدثین	۸۳
تنیس	۸۳
جعفر بن مسافر	۸۳
رقہ	۸۴
کتاب الرقیات کی املاء	۸۴
حافظ ابو یوسف صیدلانی	۸۴
حافظ محمد بن سماعہ	۸۴
رقہ کے بعض دیگر محدثین	۸۵
حران	۸۵
حران کے محدثین	۸۵
اہواز	۸۵
جمیل بن الحسن، ابوالحسن البصری	۸۵
رے	۸۵
حافظ سہل بن زنجلہ	۸۶
امام ابوزرعہ، حافظ عصر	۸۶
حافظ جریر بن عبدالحمید	۸۶

Marfat.com

موضوع	صفحہ
رَتے کے تین بے نظیر علماء	۸۸
حفظِ حدیث میں امام ابوزرعہ کا مرتبہ	۸۸
امام ابوزرعہ کی وفات کا واقعہ	۸۹
امام ابوحاتم رازی، حافظ کبیر	۹۰
طلبِ حدیث کے لئے امام ابوحاتم رازی کی حالت	۹۰
حفظِ حدیث میں امام ابوحاتم رازی کا درجہ	۹۱
امام ابوحاتم رازی اور تشیع	۹۲
امام بخاری، امام ابوزرعہ اور امام ابوحاتم کے درمیان تعلقات	۹۳
خلقِ قرآن کا مسئلہ	۹۳
امام بخاری کی کتاب التاریخ پر تنقید	۹۴
حافظ ابن حجر کی امام مسلم پر تنقید	۹۶
امام مسلم کا فنِ رجال میں درجہ	۹۹
حافظ محمد بن حماد الطہرانی	۱۰۰
حافظ محمد بن حمید	۱۰۰
رَتے کے بعض دیگر محدثین	۱۰۰
حافظ معلی بن منصور رازی	۱۰۱
اصفہان	۱۰۱
حافظ ابوالحسن رُستہ	۱۰۱
ہمدان	۱۰۲
مرار بن حمویہ، ابواحمد	۱۰۲
دامغان	۱۰۲
حسین بن جنید دامغانی	۱۰۲
سمنان	۱۰۲
محمد بن جعفر سمنانی	۱۰۲
نیشاپور	۱۰۳
خراسان کے چار بڑے شہر	۱۰۳
امام ابراہیم بن طہمان	۱۰۳
حافظ ابوالازہر نیشاپوری	۱۰۴
امام ابوجعفر دارمی	۱۰۵
حافظ حمدان نیشاپوری	۱۰۵
حافظ کوسج	۱۰۵
حافظ عبداللہ بن الجرّاح	۱۰۵
امام ذُہلی، حافظ نیشاپور	۱۰۶
"جس حدیث کو امام ذُہلی نہ جانیں اس کا اعتبار نہیں"	۱۰۶
امام ذُہلی اور امام بخاری کے درمیان اختلاف	۱۰۷
امام مسلم کا انصاف	۱۰۸
امام ابوحفص صغیر	۱۰۸
مسئلہ خلقِ قرآن اور مسئلہ ایمان و عمل	۱۰۹
امام بخاری کی امام ذُہلی سے روایت	۱۱۰
حافظ ابوبکر جارودی حنفی	۱۱۱
نیشاپور کے بعض دیگر محدثین	۱۱۲
مرو	۱۱۲
حافظ محمود بن غیلان مروزی	۱۱۳
مرو کے بعض دیگر محدثین	۱۱۳
بلخ	۱۱۳
حافظ مکی بن ابراہیم بلخی	۱۱۳
حافظ محمد بن ابان "محمدویہ"	۱۱۴

Marfat.com

موضوع	صفحہ
امام ابن ماجہ کے شیوخ کی تعداد	۱۱۵
علوِ اسناد	۱۱۵
امام ابو حنیفہ کی وحدانیات	۱۱۶
امام ابو حنیفہ کی ثنائیات	۱۱۸
امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کی ثلاثیات	۱۱۹
صحیح بخاری، سنن ابن ماجہ، سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی میں ثلاثیات کی تعداد	۱۱۹
ثلاثیاتِ ابن ماجہ	۱۱۹
حافظ جُبارہ بن المغلس	۱۲۱
امام ابن ماجہ کی زندگی کے عام حالات	۱۲۲
وفات امام ابن ماجہ	۱۲۲
یحییٰ بن زکریا طرائفی کا مرثیہ	۱۲۳
محمد بن الاسود قزوینی کا مرثیہ	۱۲۳
علماء کا امام ابن ماجہ کی خدمتمیں خراج تحسین	۱۲۴
امام ابن ماجہ کی تصانیف	۱۲۵
تفسیر قرآن	۱۲۵
مشہور مفسرین کا ذکر بحوالہ "الاتقان"	۱۲۵
تاریخ امام ابن ماجہ	۱۲۶
علم تاریخ و رجال کی اہمیت و افادیت	۱۲۶
سنن ابن ماجہ	۱۲۷
کتب احادیث میں سنن ابن ماجہ کا درجہ	۱۲۸
تاریخ فنِ حدیث پر ایک تفصیلی نظر	۱۲۸
حدیث کیا ہے؟	۱۲۸
لفظ "حدیث" کے معنی عربی زبان میں	۱۲۸

موضوع	صفحہ
لفظ "حدیث" کا استعمال قرآن پاک میں	۱۲۸
حدیث کی دینی حیثیت	۱۲۹
قرآن پاک میں رسول اللہ کی مخصوص حیثیات کی تصریح	۱۲۹
آپ مبلغ تھے	۱۲۹
آپ مرادِ الٰہی کے بیان کرنیوالے ہیں	۱۲۹
آپ معلمِ کتاب و حکمت ہیں	۱۲۹
تحلیل و تحریم آپ کے منصب میں داخل تھا	۱۳۰
آپ اُمت کے تمام معاملات اور فیصلوں میں قاضی ہیں	۱۳۰
آپ اُمت کے تمام جھگڑوں اور قضیوں میں حکم ہیں	۱۳۰
آپ کی ذات قدسی صفات میں ہر مومن کیلئے اسوۂ حسنہ ہے	۱۳۰
آپ کی اتباع سب پر فرض ہے	۱۳۰
جو کچھ آپ دیں اس کا لینا اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہنا ضروری ہے	۱۳۱
آپکی اطاعت تمام مسلمانوں پر فرض ہے	۱۳۱
ہدایت آپکی اطاعت سے وابستہ ہے	۱۳۱
آپکی اطاعت ہی حقیقت میں حق تعالیٰ کی اطاعت ہے	۱۳۱
کتابتِ حدیث	۱۳۱
اہلِ عرب کی قوتِ حافظہ	۱۳۲
رسول اللہ کے زمانہ میں حفظ و کتابتِ قرآن کا اہتمام	۱۳۲
حدیث اور قرآن میں فرق	۱۳۲
ابتدائے اسلام میں حدیث کی زبانی روایت کا حکم	۱۳۳
کتابتِ حدیث کی وقتی اور عارضی ممانعت کیوجہ	۱۳۳
احادیث فعلیہ	۱۳۴

Marfat.com

موضوع	صفحہ
احادیث تقریری	۱۳۴
کتابتِ حدیث کی اجازت	۱۳۵
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے احکام و ہدایات کی اِملا	۱۳۶
حرم محترم کی عظمت، حرمت اور قتل کے سلسلہ میں دیت، قصاص پر خطبہ اور اس کی تحریر	۱۳۶
عمرو بن حزم وغیرہ کے لئے صدقات، دیات، فرائض اور سنن کے متعلق کتاب کی تحریر	۱۳۶
زرعی پیداوار کی بابت زکوٰۃ کے احکام سے متعلق اہل یمن کے نام تحریر	۱۳۸
"کتاب الصدقہ" کی تحریر	۱۳۸
قبیلہ جہینہ کے نام تحریر	۱۳۹
عہد رسالت میں صحابہؓ کے بعض نوشتے	۱۳۹
"کتاب صادقہ"	۱۴۰
حضرت علیؓ کا صحیفہ	۱۴۲
صحیفہ علی کے احکام و مسائل	۱۴۲
حضرت رافعؓ بن خدیج کی تحریرات	۱۴۳
حضرت انسؓ کے لئے حضرت ابوبکرؓ کی تحریر	۱۴۳
صحیفہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ	۱۴۳
حضرت سمرہ بن جندبؓ کا مجموعہ احادیث	۱۴۴
حضرت ابو ہریرہؓ کی کتبِ احادیث	۱۴۴
حضرت ابن عباسؓ کی کتبِ احادیث	۱۴۴
حضرت عبد اللہ بن مسعود کا نوشتہ مجموعہ احادیث	۱۴۵
عہدِ صحابہ میں تابعین کے نوشتے	۱۴۵
بشیر بن نہیک سدوسی کی کتاب	۱۴۵
صحیفہ ہمام بن منبہ یمانی	۱۴۵
صحیفہ سعید بن جبیر	۱۴۵
حضرت زید بن ثابت اور مروان (امیر مدینہ)	۱۴۶
حفظِ حدیث	۱۴۶
پہلی صدی ہجری تک علماءؒ کتابت سے زیادہ حفظ پر کاربند تھے،	۱۴۶
حفاظِ حدیث کے تذکرے	۱۴۸
تدوینِ حدیث	۱۵۲
حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی طرف سے احادیث نبوی کی تلاش و جمع کا حکم	۱۵۳
صحیح بخاری میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے فرمان کا ذکر	۱۵۴
قاضی ابوبکر ابن حزم کی خدمات	۱۵۵
عمرہ بنت عبد الرحمٰن	۱۵۵
امام زہری کی تالیفات	۱۵۶
امام مکحول	۱۵۷
امام شعبی	۱۵۷
دوسری صدی ہجری کی تصنیفات	۱۵۸
کتاب الآثار	۱۵۸
فقہ میں رسول اللہؐ کی خلافت عبد اللہ بن مسعود کے حصہ میں آئی تھی	۱۵۸
امام ابو حنیفہ کی تصانیف سے امام مالک کا استفادہ	۱۶۱
امام ابو حنیفہ کا امام مالک سے تلمذ	۱۶۱
موطا کو کتاب الآثار سے وہی نسبت ہے جو مسلم کو صحیح بخاری سے ہے	۱۶۳

Marfat.com

موضوع	صفحہ
اسناد روایت کے اعتبار سے کتاب الآثار کی مرویات کا درجہ	۱۶۴
جمع احادیث میں امام اعظم کی احتیاط	۱۶۴
امام اعظم کی شان میں امام ابن المبارک کی نظم	۱۶۵
تحصیلِ علم میں امام اعظم کی توجہ و کوشش	۱۶۶
علمِ حدیث میں امام مسعر بن کدام کا درجہ	۱۶۶
امام اعظم کے نزدیک کسی حدیث کو روایت کرنے اور اس پر عمل کرنے کے شرائط	۱۶۷
حافظِ حدیث کی روایت کو غیر حافظ کی روایت پر ترجیح	۱۶۷
امام اعظم کی شرط "عمل بالحدیث"	۱۶۸
امام اعظم کا صرف صحیح احادیث سے استدلال	۱۶۸
کتاب الآثار کا موضوع	۱۶۹
کتاب الآثار کا نمایاں امتیاز	۱۶۹
ایک غلط فہمی کا ازالہ	۱۷۰
کیا حدیث میں امام اعظم کی کوئی کتاب موجود نہیں ہے؟	۱۷۰
کتاب الآثار کے نسخے	
بروایت امام زفر بن الہذیل	۱۷۲
امام زفر سے کتاب الآثار کی روایت	۱۷۲
بروایت امام ابو یوسف	۱۷۳
امام ابو یوسف سے کتاب الآثار کی روایت	۱۷۳
بروایت امام محمد بن حسن شیبانی	۱۷۴
امام محمد سے کتاب الآثار کی روایت	۱۷۴
بروایت امام حسن بن زیاد لؤلؤی	۱۷۴
امام حسن بن زیاد سے کتاب الآثار کی روایت	۱۷۵
امام اعظم سے کتاب الآثار کے بعض دیگر راوی	۱۷۶
موطا	۱۷۶
موطا کی ترتیب و تدوین میں کتاب الآثار کا تتبع کیا گیا ہے	۱۷۶
موطا کی مقبولیت	۱۷۷
موطا کی صحت کا درجہ	۱۷۷
موطا اور صحیح بخاری کا موازنہ	۱۷۸
موطا کو صحیحین پر ترجیح کی وجوہات	۱۸۰
امام عبداللہ بن ادریس	۱۸۲
موطا کا زمانۂ تالیف	۱۸۳
منصور اور امام مالک کے درمیان گفتگو	۱۸۳
فروعی اختلافی مسائل میں شدت برتنے والوں کو مشورہ	۱۸۳
جامع سفیان ثوری	۱۸۴
امام ابو حفص کبیر	۱۸۵
امام بخاری کا جامع سفیان کا سماع	۱۸۶
دوسری صدی کے بعض اور مصنفین	۱۸۷
فنِ جرح و تعدیل کی ابتداء	۱۸۸
احادیث کے بارے میں تابعین کے آخری دور میں علماء کا طرزِ عمل	۱۸۹
امام اعظم اور امام مالک کے تلامذہ اور علمِ حدیث	۱۹۴
فقہ حنفی کیا ہے؟	۱۹۵
صاحب ہدایہ کے متعلق غلط فہمی	۱۹۷

Marfat.com

موضوع	صفحہ
علمِ حدیث تیسری صدی میں	۱۹۸
فنِ اسماء الرجال کی تدوین	۱۹۹
"حدیثِ مرسل" کی تعریف	۱۹۹
اسی دور میں نادر نوشتوں بجز متداول صحیفوں کی تلاش	۲۰۰
قلتین کی حدیث پر بحث	۲۰۱
آمین بالجہر کی حدیث پر بحث	۲۰۳
حدیث "خیار مجلس" اور حدیث "مصراۃ"	۲۰۳
روایات کے بارے میں فقہاء اور اربابِ روایت کے نقطۂ نظر میں فرق	۲۰۳
فقہاء کا طرزِ عمل	۲۰۴
اربابِ روایت کا طرزِ عمل	۲۰۴
محققین کے نزدیک صدرِ اول کا فیصلہ معتبر ہے	۲۰۵
مسانید کی تصنیف کا آغاز	۲۰۶
ابواب و مسانید کا فرق	۲۰۶
مصنفینِ مسانید کا مقصد	۲۰۷
روایاتِ مسانید کی جانچ پڑتال	۲۰۷
مسند اسحٰق بن راہویہ	۲۰۸
مسند امام احمد	۲۰۸
مسند امام احمد میں کوئی موضوع روایت موجود ہے یا نہیں؟	۲۱۰
صحاحِ ستہ کی تدوین	۲۱۱
صحیح بخاری	۲۱۲
صحیح احادیث کے انتخاب میں امام بخاری کا کارنامہ	۲۱۳
امام بخاری کے تلامذہ	۲۱۴
حافظ ابراہیم بن معقل	۲۱۴
صحیح مسلم	۲۱۵
صحیح احادیث کے انتخاب میں امام مسلم کی محنت شاقہ	۲۱۵
علماء کے نزدیک صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا درجہ	۲۱۶
امام مسلم کے تلامذہ	۲۱۷
ابراہیم ابن سفیان نیشاپوری	۲۱۷
سننِ نسائی	۲۱۷
سنن نسائی کی بعض خصوصیات	۲۱۷
اہلِ مغرب کے نزدیک سنن نسائی کا درجہ	۲۱۸
ناقدینِ فن کے نزدیک امام نسائی کا مقام	۲۱۹
راویانِ سنن نسائی	۲۱۹
امام ابوالحسن طحاوی	۲۱۹
سنن صغریٰ	۲۲۰
سنن ابی داؤد	۲۲۰
امام ابوداؤد پر فقہی ذوق زیادہ غالب تھا	۲۲۰
سنن ابی داؤد کی خصوصیت	۲۲۰
سنن ابی داؤد کا تعارف خود امام ابوداؤد کی زبانی	۲۲۱
سنن ابی داؤد کی احادیث پر علماء کے اقوال	۲۲۳
راویانِ سنن ابی داؤد	۲۲۴
امام ابوبکر جصاص	۲۲۵
جامع ترمذی	۲۲۶
جامع ترمذی کی ممتاز خصوصیات	۲۲۶
امام بخاری کا امام ترمذی سے سماعِ حدیث	۲۲۸
احادیث کی تصحیح کے سلسلہ میں بعض مواقع پر امام ترمذی کا امام بخاری و امام مسلم سے اختلاف	۲۲۸

Marfat.com

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
راویانِ جامع ترمذی	۲۲۹	صحاح ستہ میں سنن ابن ماجہ کا درجہ	۲۳۸
جرح وتعدیل کے باب میں امام اعظم کا جابر جعفی اور زید بن عیاش کے متعلق فیصلہ	۲۳۰	سنن ابن ماجہ کی بعض احادیث جو صحت میں صحیح بخاری کی حدیثوں سے بھی اصح ہیں	۲۴۲
سنن ابن ماجہ	۲۳۱	تعداد ابواب واحادیث سنن ابن ماجہ	۲۴۴
سنن ابن ماجہ کی نمایاں خصوصیات	۲۳۱	امام ابن ماجہ کے تلامذہ	۲۴۴
سنن ابن ماجہ کا شمار، صحاح ستہ میں	۲۳۲	حافظ ابوالحسن قطان	۲۴۵
صحاح ستہ کی چھٹی کتاب موطا یا سنن ابن ماجہ	۲۳۴	سنن ابن ماجہ پر شروح وتعلیقات	۲۴۵
صحاح ستہ کی چھٹی کتاب سنن دارمی یا سنن ابن ماجہ	۲۳۵	سنن ابن ماجہ میں مختلف احادیث کے ذیل میں مندرج چند واقعات	۲۴۷
اس بحث کا نتیجہ	۲۳۷		
صحت کے اعتبار سے سنن ابن ماجہ کا درجہ	۲۳۸		

نظر کو بلند تر کیجئے۔ جس اُمت نے حُفّاظ حدیث کے حالات کو اس طرح محفوظ کیا ہو، اُس نے خود حدیث کے حفظ اور اس کی یادداشت میں کیا کچھ اہتمام نہ کیا ہوگا۔ آج جب کہ موجودہ نسل نے اپنی قوتِ حافظہ کو معطل کر کے اُسے بالکل بیکار اور مضمحل بنا دیا ہے، اور مطابع کے عالمِ وجود میں آجانے کے باعث جو علم کہ اگلے علماء کے دماغوں میں تھا وہ ہمارے کتب خانوں میں منتقل ہو چکا ہے، حفظِ حدیث کے واقعات کو کتنے ہی تعجب اور حیرت کی نظر سے کیوں نہ دیکھا جائے، مگر حقیقت بہر حال حقیقت ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یہی وہ زمانہ تھا جب "علم سینہ بہ از علم سفینہ" پر صحیح معنوں میں عملدرآمد تھا۔"

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔

اما بعد

نام ونسب محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، الربعی القزوینی نسبت، اور ابن ماجہ عرف ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے:
ابو عبد اللہ محمد بن یزید الربعی مولاہم بالولاء القزوینی الشہیر بابن ماجہ،

عام کتابوں میں دادا کا نام مذکور نہیں لیکن شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے بستان المحدثین میں شجرۂ نسب دادا تک پہنچایا ہے اور ان کا نام عبد اللہ لکھا ہے۔

"ماجہ" کے بارے میں سخت اختلاف ہے بعض اس کو دادا کا نام سمجھتے ہیں جو صحیح نہیں، بعض کا قول ہے کہ یہ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ہے۔ علامہ سید مرتضیٰ زبیدی نے بعض علماء سے اس قول کی تصحیح بھی نقل کی ہے، چنانچہ تاج العروس شرح قاموس میں لکھتے ہیں:

وھناک قول آخر وصححوہ وھو ان ماجۃ اسم لامہ واللہ اعلم

اور اس بارے میں ایک اور قول بھی ہے اور اس کی بھی علماء نے تصحیح کی ہے کہ ماجہ آپ کی والدہ کا نام تھا۔ واللہ اعلم۔

اور شاہ عبد العزیز صاحبؒ نے بھی بستان المحدثین میں اسی کو صحیح قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

وصحیح آنست کہ ماجہ بتخفیف جیم مادر او بود پس بالاء ابن الف باید نوشت تا معلوم شود کہ ابن ماجہ صفت محمد ست نہ صفت عبد اللہ بدستور عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ ازدی کہ صحابی مشہور است وبدستور اسمعیل بن ابراہیم ابن علیہ کہ معاصر امام شافعی بود۔[1]

اور صحیح یہی ہے کہ "ماجہ" (جس میں جیم پر تشدید نہیں ہے) آپ کی والدہ تھیں، لہٰذا "ابن" میں الف لکھنا چاہئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ابن ماجہ "محمد" کی صفت ہے نہ کہ عبد اللہ کی، جس طرح سے کہ عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ ازدی میں کہ جو مشہور صحابی ہیں اور اسمعیل بن ابراہیم ابن علیہ میں کہ جو امام شافعیؒ کے معاصر تھے لفظ "ابن" میں الف لکھنے کا دستور ہے۔

نواب صدیق حسن خاں نے بھی الحطہ بذکر الصحاح الستہ[2] اور اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء والمحدثین میں بعینہٖ یہی نقل کر دیا ہے۔

مگر خود شاہ صاحب موصوف کے عجالۂ نافعہ میں یہ الفاظ ہیں۔

وماجہ لقب پدر ابو عبد اللہ است نہ لقب جد او ونہ نام

ماجہ، ابو عبد اللہ کے والد کا لقب ہے دادا کا نہیں، اور ماں کا

---

[1] بستان المحدثین ص ۱۱۲ طبع محمدی لاہور۔ [2] ص ۱۲۸ طبع نظامی کانپور ۱۲۸۳ھ۔ [3] ص ۳۸۱ طبع نظامی ۱۲۹۸ھ۔ لطف یہ ہے کہ نواب صاحب موصوف نے اتحاف النبلاء میں بستان المحدثین کی عبارت تو بعینہٖ نقل کر دی مگر سلسلہ نسب میں عبد اللہ کا سرے سے نام نہیں لیا جس کی وجہ سے عبارت مذکورہ (ابن ماجہ صفت محمد ست نہ صفت عبد اللہ) سے پتہ ہی نہیں چل سکتا کہ عبد اللہ سے کون مراد ہے۔

Marfat.com

مادر، وتخفیف جیم باید خواند نہ بہ تشدید، ووقع فی ذلک اغلاط کثیرۃ۔ [1]

نام بھی نہیں ہے اس کو تخفیف جیم کے ساتھ پڑھنا چاہیے تشدید کے ساتھ نہیں۔ اور اس کے متعلق بہت سی غلطیاں ہوئی ہیں۔

شاہ صاحبؒ نے عجالۂ نافعہ میں جو لکھا ہے اکثر علماء کی تصریحات اسی کے مطابق ہیں۔ یاد رہے کہ اس بحث کے طے کرنے کا حق سب سے زیادہ مورخین قزوین کو ہے کہ اھل البیت ادری بما فیہ، اور ان حضرات کے بیانات حسب ذیل ہیں۔ محدث رافعی، تاریخ قزوین میں امام ابن ماجہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

"ان کا نام محمد بن یزید ہے اور ماجہ یزید کا لقب ہے، جس پر تشدید نہیں ہے، یہ فارسی نام ہے اور کبھی ان کا شجرہ نسب یوں بھی بیان کر دیا جاتا ہے محمد بن یزید بن ماجہ [2] لیکن پہلی بات زیادہ ثابت ہے۔" [3]

اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں حافظ خلیلی کے حوالے سے جو قزوین کے مشہور مورخ ہیں نقل کیا ہے کہ ماجہ یزید کا عرف تھا [4] سب سے بڑھ کر یہ کہ اس بارے میں خود امام ابن ماجہ کے مشہور ترین شاگرد حافظ ابوالحسن بن القطان کا بیان موجود ہے جس میں وہ نہایت جزم کے ساتھ تصریح کرتے ہیں کہ ماجہ آپ کے والد کا لقب تھا دادا کا نہیں۔ [5] ظاہر ہے کہ ان حضرات کی تصریحات کے ہوتے ہوئے اب اس بارے میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ ماجہ درحقیقت آپ کے والد ماجد ہی کا لقب تھا، اسی لئے امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں اور علامہ مجدالدین فیروز آبادی نے القاموس المحیط میں اور علامہ ابوالحسن سندی نے شرح ابن ماجہ میں صاف تصریح کی ہے کہ ماجہ آپ کے والد کا لقب تھا دادا کا نہیں۔" اور ایسی صورت میں قواعد املاء کے مطابق "ابن ماجہ" میں ابن کو الف کے ساتھ لکھنا چاہئے تاکہ اس کو محمد کی صفت سمجھا جائے، یزید یا عبداللہ کی نہیں۔

❋ ماجہ جیسا کہ محدث رافعی نے تصریح کی ہے فارسی نام ہے جو غالباً ماہ یا ماہچہ کا معرب ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ امام ابن ماجہ عجمی نژاد ہیں عربی النسل نہیں، اس لئے ربعی جو آپ کی نسبت ہے یہ نسلی نہیں بلکہ نسبت ولاء ہے۔ چنانچہ مورخ ابن خلکان نے صاف تصریح کی ہے "الربعی بالولاء" [6] اس زمانہ کا اسلامی دستور تھا کہ جب کوئی نو مسلم مشرف بہ اسلام ہوتا تو وہ جس قبیلہ کے کسی شخص سے عقد موالات یعنی دوستی کا عہد و پیمان کرتا اسی قبیلہ کی طرف منسوب ہو جاتا تھا اور اس کا حلیف اور مولیٰ کہلاتا تھا۔

❋ ربعی بفتح را، ربیعہ بن نزار کی طرف نسبت ہے۔ حافظ سمعانی نے کتاب الانساب میں لکھا ہے کہ عام طور پر یہ نسبت قلیل الاستعمال ہے کیونکہ بنو ربیعہ بن نزار ایک بہت بڑی قوم ہے جس میں بڑے بڑے قبیلے اور بہت سے خاندان اور شاخیں ہیں لہذا لوگ بجائے ربیعہ کے ان قبائل اور خاندانوں کی طرف

---

[1] ص ۲۸ طبع مجتبائی دہلی۔ [2] اس صورت میں چونکہ "بن" میں الف مذکور نہیں اس لئے وہ دادا کا نام قرار پائے گا کیونکہ اسوقت وہ یزید کی صفت ہوگا محمد کی نہیں۔ [3] حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں امام ابن ماجہ کے تذکرہ میں تاریخ قزوین کی یہ عبارت نقل کی ہے۔ [4] البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۵۲ طبع مصر۔ [5] علامہ سید مرتضی زبیدی تاج العروس میں اپنے شیخ ابوالطیب فاسی سے ناقل ہیں کہ

"مصنف (صاحب قاموس) جس طرف گئے ہیں اسی کو ابوالحسن ابن القطان نے جزم سے بیان کیا ہے اور ہبۃ اللہ بن زاذان وغیرہ نے ان کی رائے سے موافقت کی ہے۔"

[6] وفیات الاعیان تذکرہ ابن ماجہ۔ [7] گھر کی بات گھر والے ہی خوب جانتے ہیں۔

Marfat.com

منسوب ہو جاتے ہیں۔ علامہ سمعانی نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ جو لوگ قبیلہ ربیعۃ الازد کی طرف منسوب ہیں ان کو بھی ربعی کہا جاتا ہے۔ [۱]

امام ابن ماجہ کا انتساب عرب کے ربیعہ نامی کونسے قبیلے کی طرف ہے اس کے تعین سے تاریخ کے اوراق بالکل خاموش ہیں۔ چنانچہ مشہور مورخ قاضی شمس الدین ابن خلکان کے الفاظ اس سلسلے میں حسب ذیل ہیں:

هذه النسبة الی ربیعة وهی اسم لعدة قبائل لاادری الی ایها ینسب المذکور۔ [۲]

یہ ربیعہ کی طرف نسبت ہے جو متعدد قبائل کا نام ہے مجھے معلوم نہیں کہ امام ابن ماجہ ان میں سے کس قبیلہ کی طرف منسوب ہیں۔

بہر حال ابن ماجہ اگرچہ عجمی النسل ہیں لیکن قبیلہ ربیعہ سے نسبت ولاء کی بنا پر ان کو ربعی اور مولیٰ ربیعہ [۳]

---

[۱] کتاب الانساب ورق ۲۴۸ طبع لیڈن یورپ۔ [۲] وفیات الاعیان ج ۳ ص ۴۰۸ طبع مصر ۱۹۴۸ء۔ [۳] چنانچہ حافظ ابن الجوزی نے المنتظم (ج ۵ ص ۹۰ طبع دائرۃ المعارف) میں اور علامہ مورخ جمال الدین ابوالمحاسن ابن تغری بردی حنفی نے النجوم الزاہرہ (ج ۳ طبع مصر) میں ان کو مولیٰ ربیعہ اور علامہ ابن العماد حنبلی نے شذرات الذہب میں بحوالہ مورخ ابن ناصر الدین الربعی مولاہم القزوینی لکھا ہے۔

واضح رہے کہ مولیٰ کا لفظ جیسا کہ علامہ نووی نے تہذیب الاسماء واللغات کے مقدمہ میں تصریح کی ہے اگرچہ زیادہ تر حلیف اور "مولی الموالاۃ" ہی کے معنی میں مستعمل ہے۔ تاہم چونکہ مولیٰ غلام کو بھی کہتے ہیں اس لئے لفظی مشارکت کی بنا پر بعض وقت دھوکہ ہو جاتا ہے، امام ابن ماجہ کے متعلق چونکہ ہم مورخ ابن خلکان سے بصراحت نقل کر چکے ہیں کہ یہ "نسبت ولاء" ہے اس لئے اب یہاں دوسرے احتمال کی قطعاً گنجائش نہیں۔ امام اعظم رحمہ اللہ کے بارے میں بھی بعض لوگوں کو یہی مغالطہ ہوا ہے کہ وہ مولیٰ کے معنی غلام کے سمجھے لیکن خود امام اعظم رحمہ اللہ کی تصریح اس کے برخلاف موجود ہے۔ چنانچہ امام طحاوی رحمہ اللہ مشکل الآثار میں جو فن حدیث میں اپنے موضوع (یعنی مشکل احادیث کی تطبیق) پر ایک بے مثل کتاب ہے، عقد موالات پر بحث کرتے ہوئے امام اعظم رحمہ اللہ سے باسناد صحیح راوی ہیں:

قال عبد الله بن یزید المقری فیما سمعت بکار بن قتیبة یقول قال ابو عبد الرحمن المقری اتیت اباحنیفة فقال لی من الرجل فقلت رجل من الله علیه بالاسلام فقال لی لا تقل هکذا ولکن وال بعض هذه الاحیاء ثم انتم الیهم فانی کنت انا کذلک، قال ابو جعفر ولم یسمع بکار الحدیث من المقری ولکن حدثنی محمد بن جعفر بن محمد بن اعین قال سمعت احمد بن منصور الرمادی یقول سمعت المقری یقول ثم ذکر هذا الحدیث۔

(مشکل الآثار ج ۴ ص ۵۴ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن)

عبد اللہ بن یزید مقری کا بیان جیسا کہ میں نے بکار بن قتیبہ سے سنا ہے کہ ابو عبد الرحمن مقری (یہ عبد اللہ کی کنیت ہے) نے کہا کہ میں امام ابو حنیفہؒ کے پاس آیا تو وہ مجھ سے دریافت کرنے لگے تم کون ہو، میں نے عرض کیا ایک ایسا شخص کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے احسان فرمایا ہے (یعنی نومسلم) امام صاحب نے فرمایا یوں نہ کہو۔ بلکہ ان قبائل میں سے کسی سے موالات کر لو پھر تمہارا بھی انتساب انہی کی طرف ہونے لگے گا۔ کیونکہ خود میں بھی ایسا ہی تھا۔ ابو جعفر (یعنی امام طحاوی) کہتے ہیں بکار نے یہ بات خود مقری کی زبانی نہیں سنی مگر مجھ سے محمد بن جعفر بن محمد بن اعین نے بیان کیا کہ انھوں نے احمد بن منصور رمادی سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے مقری سے سنا پھر انھوں نے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ [۴]

عبد اللہ بن یزید ابو عبد الرحمن مقری، امام اعظمؒ کے خاص شاگرد ہیں۔ انھوں نے امام صاحب سے نو سو حدیثیں سنی ہیں بڑی جلالت شان کے مالک تھے۔ فن حدیث میں ان کا شمار امام بخاری کے اکابر شیوخ میں ہے۔

[۴] علامہ کردری لکھتے ہیں عبد اللہ بن یزید المقری المکی سمع من الامام تسع مائة حدیث (مناقب الامام الاعظم از کردری ج ۲ ص ۲۱۶ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن)

Marfat.com

کہا جاتا ہے، جس طرح سے کہ امام اعظم کو تیمی یا مولی بنی تیم اللہ اور امام بخاری کو جعفی یا الجعفی مولاہم کہا جاتا ہے۔ بالتصریح تو معلوم نہ ہو سکا کہ یہ عقد موالات کس نے کیا تھا لیکن قیاس چاہتا ہے کہ خاندان کے مورث اول نے جو پہلے پہل مسلمان ہوئے ہوں گے یہ تعلق قائم کیا ہوگا، اور چونکہ عام تاریخوں میں آپ کا سلسلۂ نسب باپ تک پہنچا کر ختم کر دیا جاتا ہے اس لئے ظن غالب یہی ہے کہ آپ کے پدر بزرگوار یزید نے جو ماجہ کے لقب سے مشہور ہیں، ربیعہ نامی قبیلہ کے کسی فرد سے دوستانہ تعلقات قائم کر کے عہدِ ولاء کیا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

قزوینی، قزوین کی طرف نسبت ہے جو عراق عجم کا مشہور شہر ہے اور جس کو امام ابن ماجہ کے وطنِ عزیز ہونے کا فخر حاصل ہے، یہ ایران کے صوبہ آذربائجان میں واقع ہے۔ علامہ یاقوت حموی، معجم البلدان میں جو عربی زبان میں قدیم جغرافیا پر مشہور ترین کتاب ہے رقمطراز ہیں:

"قزوین میں قاف پر زبر، زا پر سکون، واؤ پر زیر اور یا، ساکن ہے اور یہ مشہور شہر ہے، اس کے اور رے کے درمیان ستائیس[۲۷] فرسخ کی مسافت ہے اور ابہر اس کے بارہ[۱۲] فرسخ پر ہے، یہ شہر اقلیم چہارم میں پچھتر[۷۵] درجہ طول بلد اور سینتیس درجہ عرض بلد پر واقع ہے، ابن الفقیہ کا بیان ہے کہ سب سے پہلے جس نے اس شہر کی بنیاد ڈالی وہ شاہ پور ذوالاکتاف تھا۔"[ا]

امام ابن ماجہ، حافظ خلیلی اور محدث رافعی نے قزوین کی تاریخ پر مفصل کتابیں لکھی ہیں جن کا ذکر صاحب کشف الظنون نے تواریخ قزوین کے ضمن میں کیا ہے۔[۲] رافعی کی کتاب کا نام التدوین فی اخبار قزوین ہے، شیخ علاء بن خطیب الناصریہ کے کتب خانے میں اس کا ایک قابلِ اعتماد نسخہ موجود تھا جس کو حلب میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے انتخاب کیا تھا۔ حافظ صاحب کا یہ انتخاب چند کراسوں[۵] پر مشتمل تھا۔ بعد کو جب یہ نسخہ محب بن الشحنہ کے پاس آیا تو اس کی متعدد نقلیں لی گئیں۔[۳]

قزوین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں فتح ہوا ہے، آپ نے ۲۴ھ ہجری میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو رے کا والی مقرر کیا تھا انھوں نے اسی سنہ میں پہلے ابہر کو فتح کیا اور پھر قزوین پر آکر اپنی فوجیں ڈال دیں۔ اہلِ شہر نے صلح کی درخواست کی، حضرت براء رضی اللہ عنہ نے اہالی ابہر سے جن شرائط پر صلح ہوئی تھی وہی شرطیں ان کے سامنے رکھیں۔ قزوین والوں نے سب شرطیں منظور کیں مگر جزیہ دینے پر آمادہ نہ ہوئے لیکن جب حضرت براء رضی اللہ عنہ نے صاف کہہ دیا کہ اس کے بغیر کام نہیں چلے گا تو سب نے اسلام قبول کر لیا جس کی بدولت ان کی سابقہ حالت برقرار رہی اور قزوین کی سب اراضی عشری قرار پائیں۔ پھر حضرت براء رضی اللہ عنہ نے ان میں سے پانچ سو مسلمانوں کی ایک جماعت مرتب کی جن میں طلیحہ بن خویلد اسدی، میسرہ عائذی اور بنو تغلب کے بھی کچھ لوگ شامل تھے اور ان کو اراضی و قطعات کا

[ا] معجم البلدان ج ۷ ص ۸۰ طبع مصر۔ [۲] کشف الظنون ج ۱ ص ۳۰۰ طبع جدید ۱۳۶۰ھ۔ [۳] ملاحظہ ہو الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ از حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی ص ۱۲۸ طبع دمشق ۱۳۴۹ھ

[۵] کراسہ، جز، یا کاپی جو کتاب سے کم ہو۔

Marfat.com

وہ حصہ کہ جو کسی کی ملکیت میں نہ تھا بطور جاگیر عنایت فرمایا چنانچہ ان لوگوں نے ان زمینوں کو آباد کیا وہاں نہریں نکالیں کنوئیں کھودے اور وہیں کے باشندے کہلائے۔ ان لوگوں کی آبادکاری کی شرطیں وہی تھیں جو اساورہ(عہ) بصرہ کی تھیں کہ جس کے ساتھ چاہیں گے رہیں گے۔ چنانچہ ان میں سے کچھ لوگ وہاں سے کوفہ آگئے اور زہرہ بن حویہ کے حلیف ہوگئے۔ یہاں یہ حمراء الدیلم کہلاتے تھے مگر اکثر و بیشتر قزوین ہی میں مقیم رہے، بعد کو جب ولید بن عتبہ کے بعد سعید بن العاصی بن امیہ، کوفہ کے والی ہوئے اور جہاد میں دیلمیوں سے ان کے سخت خونریز معرکے ہوئے تو اس وقت انھوں نے قزوین آکر نئے سرے سے اسے آباد کیا اور جنگی ضرورتوں کے پیش نظر دیلمیوں کی روک تھام کے لئے اس کو اہل کوفہ کی چھاؤنی بنا دیا۔ چنانچہ صدیوں تک قزوین غازیوں کا پڑاؤ بنا رہا۔ یہاں کے لوگ عام طور پر بڑے مجاہد اور جانباز ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ہارون الرشید، خراسان کے ارادے سے ہمدان آیا ہوا تھا، اہالی قزوین نے موقع کو غنیمت جان کر دربارِ خلافت میں عرض کیا کہ امیر المومنین، ہمارا شہر دشمن کی سرحد پر واقع ہے ہر وقت جہاد کے لئے کمربستہ رہنا پڑتا ہے اس لئے آپ ہماری مشکلات پر نظر فرما کر عشر میں تخفیف فرمائیں، ہارون نے یہ سنا تو خود قزوین آیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے جامع مسجد تعمیر کرائی اور دروازہ مسجد پر اپنے نام کا کتبہ نصب کیا۔ بہت سی دکانیں اور جاگیریں خرید کر ان کو شہری ضروریات، شہر پناہ اور اس کے قبوں کی تعمیر کے لئے وقف کیا۔ ان ہی ایام میں ایک روز ہارون الرشید سیر کی غرض سے ایک قبہ پر چڑھا۔ یہ قبہ دروازۂ شہر پر بنا ہوا تھا اور نہایت بلند تھا۔ خلیفہ نے بازاروں کی طرف جو نظر ڈالی تو عجیب منظر دیکھا کہ نفیر عام ہے اور اہالی شہر دکانوں کو بند کئے ہوئے شمشیر و سپر ہاتھ میں ہتھیار بدن پر سجائے پرچم اڑاتے جوق در جوق تیزی سے نکلے چلے جا رہے ہیں۔ ہارون الرشید یہ پرجوش منظر دیکھ کر بڑا متاثر ہوا کہنے لگا یہ لوگ مجاہد ہیں اور ہم پر ان کی خبرگیری واجب ہے چنانچہ خواص اور ندیموں سے مشورہ کیا سب نے اپنی اپنی رائے بتائی۔ ہارون الرشید نے کہا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں پر سے خراج بالکل ہٹا دیا جائے البتہ شہری ضرورتوں کے لئے جو معمولی رقم مقرر ہے وہ رہنے دی جائے چنانچہ دس ہزار درم سالانہ بالاقساط مقرر کر کے سارا خراج یکقلم موقوف کر دیا۔ [1]

قزوین کے فضائل میں متعدد حدیثیں روایت کی جاتی ہیں، خود سنن ابن ماجہ میں بھی اس سلسلہ میں ایک روایت موجود ہے لیکن ناقدینِ فن کے نزدیک یہ تمام روایتیں پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔ چنانچہ علامہ یاقوت حموی المتوفی ۶۲۶ھ معجم البلدان میں ارقام فرماتے ہیں۔

وقد روى المحدثون في فضائل قزوين اخبارا لا تصح عند الحفاظ النقاد تتضمن الحث على المقام بها لكونها من الثغور

محدثین نے فضائل قزوین میں متعدد روایتیں نقل کی ہیں جو حفاظ حدیث اور ناقدین فن کے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔ قزوین چونکہ سرحد اسلام پر واقع ہے اس لئے ان روایتوں میں وہاں کے

[1] قزوین کے بارے میں یہ ساری تفصیلات معجم البلدان طبع مصر ج ۷، ص ۸۰ و ۸۱ سے لی گئی ہیں۔

عہ "اساورہ" وہ نومسلم عجمی جنھوں نے اس زمانے میں بصرہ میں توطن اختیار کر لیا تھا۔ یہ سوار کی عربی جمع ہے۔

Marfat.com

واما اشبه ذلك وقد ترکتھا کراھۃ للاطالۃ (ج ۷، ص ۸۱)	قیام کی ترغیب اور اسی قسم کی باتیں مذکور ہیں۔ چنانچہ میں نے ان روایات کو طوالت کے ناپسند ہونے کی بنا پر چھوڑ دیا ہے۔

فنِ حدیث میں قزوین کی شہرت کا آغاز تیسری صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے۔ اس صدی میں جو مشہور محدث یہاں کے باشندے یا نزیل تھے ان میں محمد بن سعید بن سابق ابو عبداللہ رازی المتوفی ۲۱۰ھ حافظ علی بن محمد ابوالحسن طنافسی المتوفی ۲۳۳ھ حافظ عمرو بن رافع ابو حجر بجلی المتوفی ۲۳۷ھ اسمعیل بن توبہ ابو سلیمان قزوینی حنفی المتوفی ۲۴۷ھ اور امام ابن ماجہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ بعد میں یہاں کی خاک سے بڑے بڑے محدثین اور فقہاء پیدا ہوئے جن کے ذکر سے "تواریخ قزوین" مالامال ہیں۔

❋ امام ابن ماجہ کا عجمی النسل ہونا قطعی ہے اور ماجہ چونکہ فارسی نام ہے اس لئے قیاس یہی چاہتا ہے کہ آپ نسل فارس سے ہوں۔ فارس کے بارے میں صحیحین اور جامع ترمذی میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے اسی اثناء میں سورۂ جمعہ نازل ہوئی اور جب آپ نے آیت وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ (اور اٹھایا اس رسول کو ایک دوسرے لوگوں کے واسطے بھی ان ہی میں سے جو ابھی ان میں نہیں ملے) کی تلاوت فرمائی تو حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں جو ابھی تک ہم سے نہ مل سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں خاموشی اختیار فرمائی۔ سائل نے مکرر سہ کرر دریافت کیا تب آپنے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر جو اسوقت حاضر خدمت تھے اپنا دستِ مبارک رکھ کر ارشاد فرمایا:

لوكان الايمان عند الثريا لناله رجال من هولاء ـ ؎۱	اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوا، تو ان میں کے کچھ لوگ اس کو پالیں گے۔

اور مسند امام احمد بن حنبل میں ایک اور اسناد کے ساتھ یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

لو كان العلم بالثريا لتناوله ناس من ابناء فارس۔ ؎۲	اگر علم ثریا کے پاس بھی ہوا تو نسلِ فارس کے کچھ لوگ اس کو حاصل کریں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کا مصداق عام طور پر علماء امام ابو حنیفہؒ اور دیگر ائمہ احناف کو قرار دیتے ہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ فارس وعجم میں جو قبولِ عام حنفی مذہب کو حاصل ہوا وہ دوسرے مذاہب کو نصیب نہ ہو سکا، لیکن سرخیلِ اہلِ حدیث نواب صدیق حسن خاں کے خیال میں اس حدیث کا مصداق مصنفین صحاح ستہ و دیگر محدثین ہیں چنانچہ وہ عون الباری لحل ادلۃ البخاری میں لکھتے ہیں۔

قلت وهولاء الرجال هم امثال البخاري و مسلم والترمذي وابي داؤد والنسائي وابن ماجة	میں کہتا ہوں اور یہ لوگ جیسے کہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ ہیں۔ نیز وہ اشخاص کہ جو ان کے ڈھنگ پر

؎۱ صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۂ جمعہ، صحیح مسلم باب فضل فارس۔ جامع ترمذی، کتاب التفسیر، سورۂ جمعہ اور ابواب المناقب فی فضل العجم۔ جامع ترمذی میں یہ روایت والذی نفسی بیدہ کے ساتھ موکد بہ قسم آئی ہے۔ ؎۲ مسند امام احمد ج ۲ ص ۴۲۲۔

ع؎ مشہور شارح ہے۔

Marfat.com

ومن تبعہم وحذا حذوہم۔ [1]

اور اتحاف النبلاء المتقین میں فرماتے ہیں:

جماعۂ محدثین مثل بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ و امثال ایشاں اولے تر و احق تر اند بمصداق بودن آں، زیراکہ ہمہ ایشاں از عجم و سرزمین فرس بودہ اند۔ (ص ۴۴۲)

رہے اور ان کے قدم بقدم چلے۔

بڑے بڑے محدثین جیسے کہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور ان جیسے حضرات اس کا مصداق بننے کے لئے زیادہ موزوں اور زیادہ حقدار ہیں کیونکہ یہ سب کے سب عجم اور سرزمین فارس سے ہوئے ہیں۔ [2]

نواب صاحب نے تو اس بشارت کو صرف محدثین تک محدود رکھا ہے لیکن شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اس میں محدثین کے ساتھ فقہاء کو بھی شامل کر لیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

خبر داد کہ از فارس رجال علماء پیدا خواہند شد، کبار محدثین بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و دارمی و دارقطنی و حاکم و بیہقی وغیر ایشاں ہمہ از فارس پیدا شدند، و از فقہاء ابوطیب و شیخ ابوحامد و شیخ ابواسحاق شیرازی و جوینی و امام الحرمین و امام غزالی وغیر ایشاں از فارس پیدا شدند۔

بلکہ امام ابوحنیفہ و یاران ماوراء النہر و خراسانی اویز از اہل فارس آمدہ در میان ایں بشارت داخل۔ [3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ فارس سے علماء پیدا ہوں گے، چنانچہ بڑے بڑے محدثین، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، دارقطنی، حاکم، بیہقی، وغیرہ سب فارس سے پیدا ہوئے اور فقہاء میں ابوطیب، شیخ ابوحامد، شیخ ابواسحق شیرازی، جوینی، امام الحرمین امام غزالی وغیرہ سب فارس ہی سے پیدا ہوئے۔

بلکہ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب ماوراء النہر و اصحاب خراسان بھی اہل فارس سے ہیں لہٰذا اس بشارت میں داخل ہیں۔

اور شاہ صاحب کے مشہور شاگرد بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے اس کو اور زیادہ عام کر کے فقہاء و محدثین کے ساتھ مشائخ صوفیہ کو بھی اس کا مصداق بتایا ہے، چنانچہ تفسیر مظہری میں ارقام فرماتے ہیں:

قلت ولعل فی ھذہ الاحادیث اشارۃ الی مشائخ ماوراء النہر بہاء الدین نقشبند وامثالہ فان ھولاء الکرام من الاعاجم توطنا وان کان اکثرھم من آل النبی

میں کہتا ہوں غالباً ان احادیث میں اشارہ مشائخ ماوراء النہر حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند اور ان جیسے بزرگوں کی طرف ہے کیونکہ یہ حضرات وطن کے اعتبار سے عجمی ہیں، مگر نسب کے لحاظ سے ان میں سے بیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] عون الباری ج ۱، ص ۵، طبع مصر بر حاشیہ نیل الاوطار۔ [2] نواب صاحب موصوف نے عون الباری میں تو اس پیشین گوئی کو صرف زمرۂ محدثین تک محدود رکھا ہے لیکن اتحاف النبلاء میں (امام سیوطی اور حافظ شامی مصنف سیرۃ شامیہ پر سخت برہمی کے باوجود کہ انہوں نے اس حدیث کا مصداق خاص امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو کیوں قرار دیا) بہت کچھ چوں چرا کے بعد آخر اقرار کر لیا ہے کہ

صواب آنست کہ ہم امام دراں داخل است وہم جملہ محدثین فرس باشارۃ النص واللہ اعلم (ص ۴۳۴)

سیدھی بات یہ ہے کہ اشارۃ النص کے اعتبار سے امام ابوحنیفہ بھی اس بشارت میں داخل ہیں اور فارس کے سارے محدثین بھی، واللہ اعلم

[3] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء از شاہ ولی اللہ صاحب ج ۱ ص ۲۷۱ طبع صدیقی بریلی۔

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ نسبا، قد احیوا سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد ما امیتت وما رضوا بالبدعۃ وان کانت حسنۃ ولنعم ما قال الجامی

سگ کہ دریثرب وبطحا زدند
نوبت آخر بجا را زدند

وایضا الی علماء ماوراء النہر مثل ابی عبداللہ البخاری وامثالہ من المحدثین والفقہاء واللہ اعلم۔ [1]

کی آل واصحاب کی اولاد ہیں۔ ان حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مٹ جانے کے بعد دوبارہ زندہ کیا اور بدعت سے چاہے وہ بدعت حسنہ ہی کیوں نہ ہو راضی نہ ہوئے عارف جامی نے بہت خوب کہا ہے

سگ کہ در یثرب و بطحا زدند [4]
نوبت آخر بہ بجا را زدند

نیز اس حدیث میں علماء ماوراء النہر امام بخاری اور ان کے ہم پایہ دیگر محدثین وفقہاء کی طرف بھی اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

بہر حال جبکہ حدیث میں رجال من ھؤلاء بصیغہ جمع آیا ہے تو ایسی صورت میں اگر اس کو علماء کے کسی خاص گروہ اور طبقہ کے ساتھ مخصوص نہ کیا جائے اور فقہاء محدثین اور صوفیہ سب کو داخل سمجھا جائے تو اس میں کیا حرج ہے، گو یہ ظاہر ہے کہ عجم کی خاک سے جتنے بھی بڑے لوگ پیدا ہوئے خواہ وہ اہل سیف ہوں یا اہل قلم صوفیہ ہوں یا علما ان میں اکثریت احناف ہی کی رہی ہے؛ "وللاکثر حکم الکل" ہاں یہ ضرور ہے کہ اس بشارت میں داخل ہونے کے لئے صرف توطن کافی نہیں جیسا کہ قاضی صاحب موصوف کا خیال ہے بلکہ نسلِ فارس سے ہونا ضروری ہے کیونکہ حدیث شریف میں ابناء فارس کی صاف تصریح موجود ہے اور ظاہر ہے کہ توطن سے نسل نہیں بدلا کرتی

تعجب ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور نواب صدیق حسن خاں نے مصنفین "صحاح ستہ" کو اہل فارس میں شمار کیا ہے حالانکہ تاریخ سے بجز امام بخاری یا امام ابن ماجہ کے اور کسی کا فارسی النسل ہونا ثابت نہیں، امام مسلم کے متعلق خود علامہ نووی کی تصریح موجود ہے "القشیری نسبا نیساپوری وطنا عربی صلبیۃ" [2] اور امام ابوداؤد ازدی ہیں۔ امام ترمذی، سلمی، اسی طرح محدث حاکم ضبی ہیں۔ اور امام دارمی منسوب ہیں بنی دارم کی طرف جو قبیلہ تمیم کی مشہور شاخ ہے۔ حافظ سمعانی نے کتاب الانساب میں ان کے متعلق صاف لکھا ہے "من بنی دارم بن مالک بن حنظلۃ" شاہ صاحب نے فقہا میں بھی جن لوگوں کے نام لے ہیں ان کے بارے میں بھی یقینی طور پر یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ سب فارسی نژاد ہیں۔

بہرحال امام ابن ماجہ کے شرف کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ بھی اس حدیث کے عموم میں داخل ہیں۔ [3]

فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا
بلبل ہمیں کہ قافیہ گل بود بس است

ولادت امام ابن ماجہ کی ولادت باسعادت جیسا کہ خود ان کی زبانی ان کے شاگرد جعفر بن ادریس نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے ۲۰۹ھ ہجری میں واقع ہوئی [5] جو ۸۲۴ء عیسوی کے مطابق ہے۔

[1] تفسیر مظہری ج ۳ ص ۲۵۸ سورۂ نساء طبع دہلی۔ [2] مقدمہ شرح صحیح مسلم از امام نووی، تذکرہ امام مسلمؒ۔ [3] معجم البلدان ج ۷ ص ۲۸۔ [4] عارف جامی کا یہ شعر ان کی مشہور مثنوی تحفۃ الاحرار کا ہے جو انھوں نے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری رحمہ اللہ کی منقبت میں کہا ہے۔

Marfat.com

اس اعتبار سے اگر چہ ارباب صحاح ستہ اور امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین سے آپ کی معاصرت کا حساب لگایا جائے تو حسب ذیل ہوتا ہے۔

امام یحییٰ بن معین المتوفی ۲۳۳ھ نے جب انتقال کیا تو اس وقت امام ابن ماجہ کی عمر ۳۴ سال تھی۔

امام احمد بن حنبل المتوفی ۲۴۱ھ " " ۳۲ "

امام محمد بن اسمٰعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ " " ۴۷ "

امام مسلم بن الحجاج المتوفی ۲۶۱ھ " " ۵۲ "

امام ابوداؤد المتوفی ۲۷۵ھ کی ولادت آپ سے سات سال پہلے ہوئی اور دو سال بعد انتقال کیا۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ کی وفات آپ سے چھ سال بعد ہوئی۔

امام احمد بن شعیب نسائی المتوفی ۳۰۳ھ آپ سے عمر میں چھ سال چھوٹے ہیں اور آپ سے تیس سال بعد قضا کی ہے۔

عہد طالب العلمی امام ابن ماجہ کے بچپن کا زمانہ علوم و فنون کے لئے باغ و بہار کا زمانہ تھا، اسوقت بنو عباس کا آفتاب اقبال نصف النہار پر تھا۔ اور دودمان عباسی کا گل سرسبد مامون عباسی سریرآرائے خلافت بغداد تھا۔ عہد مامونی خلافت عباسیہ کے اوج شباب کا زمانہ سمجھا جاتا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ علوم و فنون کی جیسی سرپرستی مامون نے اپنے دور حکومت میں کی مسلمان بادشاہوں میں سے کم کسی نے کی ہوگی۔ مامون کی حکومت کا دائرہ حجاز و عراق سے لیکر شام، افریقہ، ایشیائے کوچک، ترکستان، خراسان، ایران، افغانستان، اور سندھ تک پھیلا ہوا تھا اور ایک ایک شہر بلکہ ایک ایک قصبہ مختلف علوم و فنون کے لئے یونیورسٹی کا کام دیتا تھا۔ مامون خود بہت بڑا عالم اور علماء کا قدرشناس تھا۔ علوم مروجہ وقت میں سے ہر علم میں اس کو دستگاہ کامل حاصل تھی۔ خاص طور پر شعر و ادب، تاریخ، ایام عرب، فقہ اور حدیث میں وہ بڑے بڑے ماہرین فن کا ہمسر سمجھا جاتا تھا۔ علامہ تاج الدین سبکی، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں اس کے متعلق لکھتے ہیں؛

وذکر المورخون انہ کان بارعا فی الفقہ و العربیۃ وایام الناس (ج ۱ ص ۲۱۷ طبع مصر)	مورخین کا بیان ہے کہ وہ فقہ، عربیت اور ایام عرب میں ممتاز تھا۔

اور علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں تصریح کی ہے کہ

ولم یل الخلافۃ من بنی العباس اعلم منہ ؎	بنو عباس میں کوئی خلیفہ اس سے بڑھ کر عالم نہیں ہوا۔

اور ابو معشر منجم کہتے ہیں کہ

کان المامون اماراً بالعدل فقیہ النفس یعد من کبار العلماء۔ ؎	مامون انصاف کا بڑا حکم دینے والا تھا فقہ میں ذاتی طور پر ملکہ رکھتا تھا اور کبار علماء میں شمار کیا جاتا تھا۔

حدیث و فقہ کی تکمیل مامون نے اس عہد کے مشہور ائمہ فن سے کی تھی: امام مالکؒ سے موطا اور امام محمدؒ سے

؎ ۱ و ۲ ان دونوں حوالوں کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ الخلفاء ص ۲۱۲ طبع مجتبائی دہلی۔

Marfat.com

سپرِ کبیر بڑی تھی علمی مباحثہ میں بڑے بڑے علماء کو ساکت کر دیتا تھا۔ چنانچہ جس زمانہ میں وہ مرو میں قیام پذیر تھا بعض مشہور محدثین سے فقہ حنفی کے بعض مسائل پر جب اس کی گفتگو ہوئی تو ان کو اس کی وسعتِ معلومات کے سامنے سپر ڈالنی پڑی۔[1]

[1] مرو میں عرصہ سے فقہ حنفی کی حکمرانی تھی اور امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ کی ایک بڑی جماعت یہاں درس و افتا میں مشغول تھی۔ علامہ نضر بن شمیل جب بصرے سے مامون کی قدردانی کا شہرہ سن کر مرو آگئے ہیں تو چونکہ وہ اربابِ ظواہر میں سے تھے فقہ حنفی کا قبولِ عام برداشت نہ کر سکے اور بعض نوعمر محدثین کو اپنے ساتھ ملا کر مخالفت پر آمادہ ہوگئے چنانچہ صدر الائمہ مکی نوح بن عمرو وراق سے بسند ناقل ہیں کہ نضر بن شمیل جس زمانہ میں مرو میں مقیم تھے میں وہیں تھا۔ ان لوگوں نے امام ابو حنیفہؒ کی کتابوں کو آبِ رواں میں بھیجکر دھونا شروع کر دیا۔ خالد بن صبیح نے جو ان دنوں مرو کے قاضی تھے جب یہ واقعہ سنا تو وہ خود اور آلِ صبیح کے دیگر افراد سوار ہو کر فضل بن سہل کے پاس پہنچے (جو مامون کا وزیر اعظم تھا) وراق کا بیان ہے کہ لوگ بتاتے تھے اس زمانہ میں آلِ صبیح میں پچاس یا اس سے بھی زائد ایسے علماء موجود تھے جو قاضی بننے کی صلاحیت رکھتے تھے، خالد کے ساتھ ابراہیم بن رستم اور سہل بن مزاحم بھی سوار ہوئے۔ ان سب حضرات نے آکر فضل بن سہل سے اس امر کی شکایت کی۔ فضل نے کہا کہ میں جب تک خلیفہ کو جا کر صورتِ واقعہ نہ بتا دوں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ کہہ کر فضل، مامون کے پاس آیا اور اس سے سارا واقعہ بیان کیا۔ مامون نے دونوں فریقوں کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ فضل نے بتایا کہ یہ نوخیز۔ تو اسحٰق بن راہویہ اور احمد بن زہیر وغیرہ ہیں مگر نضر بن شمیل ان کے ساتھ ہیں۔ اور یہ لوگ خالد بن صبیح، سہل بن مزاحم اور ابراہیم بن رستم ہیں۔ مامون نے کہا اچھا پھر کل دونوں فریق کو حاضر کرنا تاکہ میں ان کے باہم فیصلہ کر سکوں اور دیکھوں کہ دلیل کس فریق کے ہاتھ میں ہے۔ اسحٰق اور ان کے رفقا نے مامون کی گفتگو سنی تو اسحٰق بولے کل مامون کے سامنے کون بحث کرے گا۔ ادھر نضر بن شمیل کا یہ حال تھا کہ وہ مامون کے مقابلہ میں نہ کلام میں ٹھہر سکتے تھے اور نہ حدیث میں۔ آخر سب کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ احمد بن زہیر مامون سے گفتگو کریں۔ چنانچہ دوسرے دن علی الصباح سب لوگ دربار میں جمع ہوئے۔ مامون نے آتے ہی سلام کیا اور نضر بن شمیل سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ امام ابو حنیفہؒ کی کتابوں کے متعلق آپ لوگوں نے یہ کیا رویہ اختیار کیا کہ انھیں آبِ رواں میں بھیج کر دھو ڈالا۔ نضر تو خاموش رہے کچھ جواب نہ دیا مگر احمد بن زہیر نے عرض کیا، امیر المومنین اگر اجازت دیں تو میں کچھ عرض کروں۔ مامون نے کہا اگر تم بہتر طریقہ پر گفتگو کر سکتے ہو تو تم ہی کرو۔ وہ کہنے لگے امیر المومنین ہم نے ان کتابوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پایا مامون نے کہا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کس طرح، اتنا کہہ کر خالد بن صبیح سے ایک مسئلہ دریافت کیا کہ اس کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ نے کیا کہا ہے۔ خالد نے امام ممدوح کے قول پر فتوی بتایا۔ احمد بن زہیر اس کے خلاف روایت بیان کرنے لگے مگر مامون نے امام ابو حنیفہؒ کی تائید میں وہ احادیث پیش کیں جو ان لوگوں کے علم میں بھی نہ تھیں۔ آخر اسی قسم کی باتیں جب ان لوگوں نے زیادہ بنائیں تو مامون کہنے لگا لو وجدناہ مخالفا لکتاب اللہ وسنۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ما استعملناہ۔ (اگر ہم ان کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پاتے تو ان پر عمل کرانے کے خواہشمند ہی کیوں ہوتے)
خبردار اب آئندہ ایسی حرکت کرنے سے باز رہنا۔ اگر یہ بڑے میاں (نضر بن
شمیل) تم میں نہ ہوتے تو میں تم کو ایسی سزا دیتا کہ یاد رکھتے

(مناقب امام الاعظم از صدر الائمہ

ج ۲ ص ۵۵ و ۵۶)

Marfat.com

اسی کے ساتھ علماء کی قدر شناسی کا یہ عالم تھا کہ اپنے عہدِ خلافت میں جب اس نے بغداد میں آکر قیام کیا ہے تو دو سو فقیہ اس کے دربار میں بیٹھتے تھے دستور تھا کہ اگر ان میں سے کوئی فوت ہو جاتا تو دوسرے کو بلا کر اس کی جگہ پُر کی جاتی تھی، مامون خود بھی ان سب میں فقہ و علم کے اعتبار سے ممتاز تھا۔ علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ مامون نے فقہاء آفاق کو جمع کر لیا تھا[۱] سیوطی نے حافظ ابن عساکر کی تاریخ کے حوالہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ سہ شنبہ کا دن خاص فقہی مباحثہ کے لئے مخصوص تھا اور مامون خود بہ نفس نفیس اس مباحثہ میں حصہ لیتا تھا۔[۲]

مامون نے پنجشنبہ ۱۲ رجب ۲۱۸ھ کو وفات پائی اور اس کا بھائی معتصم باللہ اس کی جگہ تخت خلافت پر متمکن ہوا، امام ابن ماجہ کا سن اس وقت نو سال کا تھا۔ معتصم اگرچہ علم سے بالکل عاری تھا لیکن ایسا شکوہ و دبدبہ رکھتا تھا کہ شاہانِ عالم کا اس کے سامنے زہرہ آب تھا۔ آذربائیجان، طبرستان، سیستان، اشباع، فرغانہ، طخارستان، صغد اور کابل ان تمام ممالک کے بادشاہ اس کے دربار میں گرفتار ہو کر آچکے تھے۔ معتصم نے ۸ سال ۸ ماہ ۸ دن حکومت کر کے ۱۸ ربیع الاول ۲۲۷ھ کو قضا کی۔ اب امام ابن ماجہ کی عمر ۱۸ سال کی ہو چکی تھی۔

امام ابن ماجہ کی زندگی کے عام حالات بالکل پردہ خفا میں ہیں اور خاص طور پر بچپن کے متعلق تو کچھ نہ معلوم ہو سکا۔ تاہم قیاس چاہتا ہے کہ عام دستور کے مطابق آپ نے لڑکپن ہی میں تعلیم کی ابتدا کی ہوگی اور شروع میں قرآن پاک پڑھا ہوگا، بعد کو سن تمیز پر پہنچ جانے اور ذرا سیانے ہو جانے پر حدیث کے سماع پر متوجہ ہوئے ہوں گے، اس لئے ہم آپ کی ابتدائی تعلیم کا زمانہ عہدِ مامون اور عہدِ معتصم کو قرار دیتے ہیں۔

❋ قزوین: جو امام ابن ماجہ کا مولد و مسکن تھا جب امام موصوف نے آنکھ کھولی ہے تو علمِ حدیث کی درسگاہ بن چکا تھا اور بڑے بڑے علما یہاں مسند درس و افتا پر جلوہ گر تھے۔ ظاہر ہے کہ امام موصوف نے علم حدیث کی تحصیل کا آغاز وطن مالوف ہی سے کیا ہوگا۔ امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں قزوین کے جن مشائخ سے احادیث روایت کی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

❋ **علی بن محمد ابو الحسن طنافسی** مشہور حافظ حدیث ہیں، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں آپ کا تذکرہ ان لفظوں سے کیا ہے محدث قزوین وعالمھا۔ اصل میں کوفہ کے رہنے والے تھے، بعد کو رے اور قزوین میں سکونت اختیار کر لی تھی، ان کا خاندان اہل علم کا خاندان تھا، آپ کے دونوں ماموں یعلی بن عبید اور محمد بن عبید بھی محدث تھے، حسن بن محمد آپ کے بھائی بھی بڑے عالم تھے اور آپ کے صاحبزادے حسین قزوین کے قاضی تھے، آپ نے اپنے دونوں ماموؤں سے نیز کوفہ اور دوسرے شہروں کے مشاہیر ائمہ حدیث عبداللہ بن ادریس، حفص بن غیاث، ابو معاویہ، وکیع، ابن عیینہ اور ابن وہب وغیرہ سے حدیثیں سنی تھیں اور آپ سے ابوزرعہ، ابوحاتم، ابن ماجہ اور آپ کے صاحبزادے حسین طنافسی وغیرہ بہت سے علما روایت کرتے

---

[۱] یہ بات بھی صدر الائمہ نے اسی واقعہ کے ذیل میں وراق کی زبانی نقل کی ہے۔ [۲] ان کے اصل الفاظ یہ ہیں وجمع الفقہاء من الآفاق۔ تاریخ الخلفاء، ص ۳۱۲۔ [۳] ایضاً ص ۲۲۸۔

Marfat.com

ہیں، حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں آپ کا ذکر کیا ہے، محدث خلیلی کہتے ہیں کہ "آپ اور آپ کے بھائی حسن دونوں قزوین کے امام ہیں اور دونوں بڑے بلند پایہ تھے، بڑے بڑے علما تحصیلِ علم کی خاطر ان حضرات کے پاس سفر کر کے آیا کرتے تھے"۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں،

كان ثقة صدوقا وهو احب الي من ابي بكر بن ابي شيبة في الفضل والصلاح وابو بكر اكثر حديثا وافهم.	آپ ثقہ اور صدوق تھے اور مجھے فضیلت اور صلاح میں آپ ابو بکر بن ابی شیبہ سے بھی زیادہ پیارے ہیں مگر ابو بکرہ آپ سے حدیث کے علم اور اس کی فہم میں زیادہ تھے۔

آپ کی وفات ۲۳۳ھ میں ہوئی ہے۔ امام نسائی آپ کے بیک واسطہ شاگرد ہیں، کیونکہ انھوں نے مسند علی میں زیاد بن ایوب طوسی کے واسطے سے آپ سے حدیثیں نقل کی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ و تہذیب التہذیب)

عمرو بن رافع ابو حجر بجلی، قزوین کے رہنے والے تھے، حفاظ حدیث میں آپ کا شمار ہے، عبداللہ بن مبارک، فضل بن موسیٰ اور ہشیم وغیرہ کے شاگرد ہیں اور آپ سے امام ابن ماجہ، ابو زرعہ اور ابو حاتم کو تلمذ حاصل ہے، ابو حاتم کا بیان ہے کہ ان سے زیادہ صادق اللہجہ اور صحیح الحدیث حضرات سے کم لکھنے کا اتفاق ہوا ہے، ابن حبان نے کتاب الثقات میں آپ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حدیث میں بڑے مستقیم ہیں، خلیلی نے آپ کا سنہ وفات ۲۳۷ نقل کیا ہے۔ (خلاصہ خزرجی اور تہذیب التہذیب)۔

اسمٰعیل بن توبہ ابو سہل قزوینی، مشہور فقیہ اور محدث ہیں۔ آپ کی کنیت ابو سہل بھی ہے۔ پہلے رے میں رہتے تھے پھر قزوین میں آ بسے، نسلاً آپ ثقفی ہیں اور آپ کے بزرگ طائف کے باشندے تھے۔ امام محمد، ہشیم، سفیان بن عیینہ، خلف بن خلیفہ اور اسمٰعیل بن جعفر وغیرہ سے فن حدیث کی تکمیل کی، اور آپ سے ابن ماجہ، ابو زرعہ، ابو حاتم، حسین بن اسحٰق تستری، علی بن سعید رازی، علی بن اسحاق کسائی اور محمد بن یونس اور دیگر علما کی ایک بڑی جماعت نے حدیثیں روایت کیں۔ ۲۴۷ھ میں وفات پائی۔ امام ابو حاتم نے آپ کو صدوق کہا ہے اور خلیلی کے آپ کے بارے میں یہ الفاظ ہیں؛

كان عالما كبيرا مشهورا رحل الى الحجاز والعراق،	یہ بڑے مشہور عالم تھے اور طلب علم میں انھوں نے حجاز و عراق کا سفر کیا تھا۔

حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں آپ کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ مستقیم الامر فی الحدیث یعنی فن حدیث میں آپ پختہ کار ہیں، آپ کے آخری شاگرد ابو بکر محمد بن حجاج مقری ہیں۔

آپ کا شمار کبار ائمہ حنفیہ میں سے ہے چنانچہ حافظ عبد القادر قرشی نے الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ میں آپ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام محمد کی مشہور کتاب السیر الکبیر کے آپ راوی ہیں۔ امام محمد ہارون الرشید کے شہزادگان کو جس زمانہ میں تعلیم دیتے تھے تو سیر کبیر کے درس میں یہ بھی ان کے ساتھ شریک رہتے تھے۔

واضح رہے کہ سیر کبیر کا شمار فقہ حنفی کی ان چھ کتابوں میں ہے کہ جو کتب "ظاہر الروایۃ" سے موسوم ہیں۔ (الجواہر المضیہ، تہذیب التہذیب)۔

Marfat.com

❁ ہارون بن موسیٰ بن حیان تمیمی، کنیت ابو موسیٰ ہے، قزوین کے رہنے والے تھے، بہت سے محدثوں سے حدیثیں سنی ہیں، اور آپ سے امام ابن ماجہ، ابو زرعہ، ابو حاتم اور آپ کے صاحبزادے موسیٰ نے حدیثیں نقل کی ہیں، ابن ابی حاتم نے آپ کو صدوق ثقہ کہا ہے اور خلیلی آپ کے متعلق لکھتے ہیں، ثقۃ کبیر المحل مشہور بالامانۃ والعلم والدیانۃ (ثقہ ہیں بڑے پایہ کے شخص ہیں، امانت، علم اور دیانت میں مشہور ہیں) ۲۵۵ھ میں انتقال کیا۔ (تہذیب التہذیب)۔

❁ محمد بن ابی خالد ابو بکر قزوینی، ان کے والد کا نام یزید ہے، آپ کو طبری بھی کہا جاتا ہے، فن حدیث میں عبد الرحمٰن بن مہدی، عبد الرزاق بن ہمام اور ابراہیم بن خالد کے شاگرد ہیں اور آپ سے امام ابن ماجہ اور موسیٰ بن ابراہیم بن حیان قزوینی نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ خلیلی نے تاریخ قزوین میں آپ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ قدیم الموت ہیں۔ (تہذیب التہذیب)۔

بہر حال امام ابن ماجہ کے پہلے اساتذہ کہ جن کے پاس آپ نے تحصیل فن کا آغاز کیا ہے یہی حضرات ہیں اور ان میں بھی محمد بن ابی خالد قزوینی جیسا کہ خلیلی نے ان کے قدیم الموت ہونے کی تصریح کی ہے شاید اور بھی پہلے ہوں۔

اس میں شک نہیں کہ اگرچہ ان بزرگوں کی درسگاہوں سے امام ابن ماجہ کو حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ ہاتھ آیا تاہم تکمیل فن کے لئے بلادِ اسلامیہ کی طرف رحلت ضروری تھی تاکہ ایک حافظِ حدیث کے لئے طرق واسانید کا جتنا سرمایہ درکار ہے وہ فراہم ہو جائے۔

طلبِ حدیث کیلئے رحلت

رحلت وہ مقدس سفر ہے جو علم دین کی تحصیل کے لئے کیا جاتا تھا۔ یہ وہ مبارک عہد تھا کہ اس میں علم نبوی کے لئے گھر چھوڑنا اور دور دراز ممالک کا سفر کرنا مسلمانوں کا خصوصی شعار تھا۔ علماء سلف کو اس سفر کے ساتھ جو غیر معمولی شغف تھا آج اس کا اندازہ لگانا بھی ہمارے لئے مشکل ہے۔ محدثین کے حالات پڑھنے سے لفظ "رحلت" بجائے خود ایک مقدس لفظ معلوم ہونے لگتا ہے۔ ہائے کیسا مقدس تھا وہ گروہ کہ جس نے سفر کرتے کرتے خود لفظ میں تقدس پیدا کر دیا اور کیسے نہ ہوتا جبکہ خود کتاب وسنت میں اس مبارک سفر کی ترغیب وتاکید موجود ہے۔ قرآن پاک میں ایک طرف حضرت موسیٰ علی نبیا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق مذکور ہے کہ آپ نے طلب علم کی خاطر "مجمع البحرین" تک سفر کیا تھا اور دوسری طرف دینی تفقہ کے حصول کے لئے یہ خصوصی تاکید ہے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔	اور یہ ٹھیک نہیں کہ مسلمان سب کے سب نکل کھڑے ہوں پھر کیوں نہ نکلے ان کی ہر جماعت میں سے چند لوگ تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور ڈرائیں اپنی قوم کو جب لوٹ آئیں ان کی جانب تاکہ وہ بچتے رہیں۔

اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک ارشاد منقول ہے:

Marfat.com

ومن سلك طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له طريقا الى الجنة (مشکوۃ کتاب العلم فصل اول)

جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستہ پر گامزن ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں اس کے لئے جنت کی راہ آسان فرما دیتے ہیں۔

اور جامع ترمذی اور سنن دارمی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من خرج فی طلب العلم فهو فی سبیل الله حتی یرجع (مشکوۃ کتاب العلم، فصل ثانی)

جو شخص طلب علم میں نکلا وہ جب تک لوٹ کر نہ آئے راہِ خدا میں ہے۔

عہدِ رسالت میں اطراف عرب سے مختلف قبائل کے لوگ حاضرِ خدمت ہوتے اور ضروری تعلیم حاصل کرکے واپس ہو جاتے تھے، اصحاب صفہ مستقل طور پر آستانِ رسالت پر مقیم رہتے اور ہر وقت کی تعلیمات سے باخبر ہوتے تھے، یہ تو عہدِ نبوی کا حال تھا اور آپ کی وفات کے بعد بارہا ایسے واقعات پیش آئے ہیں کہ ایک ایک حدیث کی خاطر صحابہ نے ایک ایک ماہ کی مسافت طے کر ڈالی ہے۔

محدثین نے تو اس عنوان پر اپنی تصانیف میں مستقل ابواب قائم کئے ہیں، چنانچہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب العلم کے اندر دو باب اسی مضمون کے باندھے ہیں، پہلا باب ہے باب الخروج فی طلب العلم اور ترجمۃ الباب میں ذکر کرتے ہیں کہ

ورحل جابر بن عبد الله مسیرة شهر الی عبد الله بن انیس فی حدیث واحد۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث سننے کی خاطر ایک ماہ کا سفر کیا تھا۔

اور دوسرے باب کا عنوان ہے باب الرحلة فی المسئلة النازلة یعنی جو مسئلہ پیش آجائے اس کے دریافت کرنے کے لئے سفر اختیار کرنا اور دارمی نے اپنی سنن میں باب باندھا ہے باب الرحلة فی طلب العلم والعناء فیه یعنی طلب علم کی غرض سے سفر کرنا اور اس میں مشقت اٹھانی۔

امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب[1] میں جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اس کی تفصیل خود امام موصوف نے اپنی مشہور کتاب الادب المفرد میں اور امام احمد اور ابو یعلیٰ نے اپنی اپنی مسند میں بواسطہ عبد اللہ بن محمد بن عقیل خود حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کی ہے کہ مجھے ایک صاحب کے متعلق اطلاع ملی کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے۔ میں نے فوراً اونٹ خریدا اس پر کجاوہ کسا اور ان صاحب کی طرف ایک ماہ کا سفر طے کرکے سیدھا ملکِ شام پہنچا۔ یہ صاحب عبد اللہ بن انیس تھے۔ میں نے ان کے دربان سے کہا جا کر کہو جابر دروازہ پر کھڑا ہے۔ انھوں نے سنتے کے ساتھ ہی پوچھا کیا ابن عبد اللہ۔ میں نے کہا جی ہاں۔ وہ فوراً باہر آئے گلے ملے۔ میں نے کہا مجھے ایک حدیث کے متعلق اطلاع ملی تھی کہ آپ نے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے میں ڈرا کہ کہیں مجھے موت آجائے اور اس حدیث مبارک کے سننے سے محروم رہ جاؤں۔ یہ سن کر حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے وہ حدیث بیان کر دی۔ یہ حدیث آخرت میں قصاص سے متعلق ہے اور امام بخاری نے اس کا ایک ٹکڑا صحیح بخاری، کتاب التوحید

[1] فتح الباری بشرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۵۸ و ۱۵۹ طبع میریہ مصر۔

Marfat.com

باب لا تنفع الشفاعة الا لمن اذن له میں بھی ذکر کیا ہے۔

امام دارمی نے اپنی سنن میں عبداللہ بن بریدہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک صحابی سفر کرکے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے پاس مصر پہنچے، یہ اس وقت اپنی اونٹنی کو چارہ کھلا رہے تھے ان کو دیکھتے ہی بولے مرحبا صحابی مذکور نے فضالہؓ سے کہا لم اٰتک زائرا میں آپ کی ملاقات کے لئے نہیں آیا بلکہ اس غرض سے آیا ہوں کہ میں نے اور آپ نے ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی مجھے امید ہے کہ وہ آپ کے علم میں ہوگی فضالہ نے پوچھا ما ھو وہ کونسی حدیث ہے؟ صحابی مذکور نے کہا کذا کذا جس میں یہ ہے۔[1]

اسی طرح کا ایک واقعہ محدث حاکم نے معرفت علوم الحدیث[2] میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا نقل کیا ہے کہ وہ بھی حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں صرف ایک حدیث کی خاطر سفر کرکے مصر تشریف لے گئے تھے چنانچہ جب وہ مسلمہ بن مخلد انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پہنچے جو اس وقت مصر کے گورنر تھے تو ان کو اطلاع دی مسلمہ جلدی سے باہر آئے معانقہ کیا، پوچھا کیسے تشریف آوری ہوئی، فرمایا ایک حدیث میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، اب سوائے میرے اور عقبہ کے اور کوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کا سننے والا باقی نہیں اس لئے کسی کو بھیجو جو مجھے ان کے مکان کا پتہ بتادے، مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فوراً آدمی ساتھ کردیا۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو جلدی سے نکل کر معانقہ کیا اور پوچھنے لگے اے ابوایوب کیسے آنا ہوا؟ جواب دیا مسلمان کی پردہ پوشی کے بارے میں ایک حدیث میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، اب میرے اور تمہارے سوا اور کوئی آپؐ سے اس کا سننے والا باقی نہیں ہے۔ عقبہ رضی اللہ عنہ بولے ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے:

من ستر علی مومن فی الدنیا علی خزیة ستره الله یوم القیامة۔	جو دنیا میں کسی رسوائی پر مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا تم نے سچ کہا۔ یہ کہہ کر سواری کا رُخ کیا اور سوار ہو کر مدینہ طیبہ کو واپس ہوگئے۔ واپسی میں اتنی جلدی کی کہ حضرت مسلمہ رضی اللہ عنہ نے جو نذرانہ ان کو بھیجا تھا وہ بھی عریش مصر میں ان کو ملا۔

یہ دورِ صحابہؓ کے چند واقعات تھے جو بطور نمونہ کے از گزارے ہدیہ ناظرین کئے گئے، تابعین کا دور آیا تو اس سلسلہ کو اور ترقی ہوئی۔ خطیب بغدادی نے عبیداللہ بن عدی سے جو کبار تابعین سے ہیں نقل کیا ہے کہ مجھے ایک حدیث کی بابت پتہ چلا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معلوم ہے۔ ساتھ ہی خدشہ گذرا کہ کہیں خدانخواستان کا انتقال ہوگیا تو پھر کسی اور سے وہ حدیث معلوم نہ ہو سکے گی۔ بس فوراً سفر شروع کردیا اور آپ کی خدمت میں عراق پہنچ کر دم لیا۔[3]

کثیر بن قیس کہتے ہیں میں مسجد دمشق میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا دفعتاً

---

[1] سنن دارمی ص ۵۰، طبع نظامی کانپور حافظ ابن حجر نے فتح الباری (ج ۱ ص ۱۵۹) میں اس کو بحوالہ ابوداؤد نقل کیا ہے۔
[2] ص ۷۰، ۸۰ طبع مصر۔ [3] فتح الباری ج ۱ ص ۱۵۹۔

Marfat.com

ایک شخص نے ان سے آکر عرض کیا ابو الدرداء! میں مدینۃ الرسول (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے چل کر تمہارے پاس آرہا ہوں اور کسی حاجت و ضرورت سے نہیں آیا صرف ایک حدیث کے لئے آیا ہوں جس کے متعلق مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کرتے ہیں۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو فضیلت علم کے بارے میں جو حدیث انھوں نے سنی تھی اس شخص سے بیان کی۔[۱]

صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ علامۃ التابعین عامر شعبی نے ایک بار ایک حدیث بیان کی اور پھر سائل سے (جو خراسان کا رہنے والا تھا) کہنے لگے کہ ہم نے تمہیں مفت بتا دیا ہے ورنہ اس سے بھی کم کے لئے تو مدینہ کا سفر کیا جاتا تھا۔[۲] دارمی نے بسند صحیح بسر بن عبید اللہ سے روایت کیا ہے کہ میں صرف ایک حدیث کی خاطر شہر شہر کا سفر کیا کرتا تھا۔ اور ابو العالیہ سے نقل کیا ہے کہ ہم بصرہ میں صحابہ کی روایات سنتے مگر جب تک مدینہ طیبہ جا کر خود ان کی زبانی نہ سن لیتے راضی نہ ہوتے۔[۳] سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ میں ایک ایک حدیث کی خاطر کئی کئی دن اور کئی کئی رات کا سفر کیا کرتا تھا۔[۴] امام احمد بن حنبل ؒ سے کسی نے پوچھا کہ اسناد عالی کی طلب کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمانے لگے اسناد عالی کا طلب کرنا سلف کی سنت ہے کیونکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ (آپ سے علم حاصل کرنے اور حدیثیں سن لینے کے باوجود) مدینہ کا سفر کرتے اور وہاں جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے علم سیکھتے اور حدیثیں سنتے تھے۔[۵]

ائمہ اربعہ میں بجز امام مالک کے کہ آپ نے کبھی طلب علم کے لئے مدینہ سے باہر قدم نہیں نکالا (کیونکہ اس وقت خود مدینہ دار العلم تھا اور تمام ممالک کے شیوخ و اساتذہ خود آستانۂ نبوی پر حاضر ہوتے تھے) بقیہ تمام ائمہ کے اسفار علمیہ ثابت ہیں، امام اعظم ابو حنیفہ کوفی ؒ نے طلب علم میں بیس مرتبہ سے زیادہ بصرہ کا سفر کیا تھا اور اکثر سال سال بھر کے قریب کم و بیش قیام رہتا تھا۔[۶] اس زمانے میں حج بھی افادہ و استفادہ کا بڑا ذریعہ تھا کیونکہ ممالک اسلامیہ کے گوشہ گوشہ سے بڑے بڑے اہل کمال حرمین میں آکر جمع ہو جاتے تھے اور درس و افتا کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا۔ امام ابو المحاسن مرغینانی نے بسند نقل کیا ہے کہ آپ نے پچپن[ع] حج کئے تھے۔[۷] علاوہ ازیں ۱۳۰ھ سے لے کر منصور عباسی کے زمانۂ خلافت تک جس کو چھ سال کا عرصہ ہوتا ہے آپ کا مستقل طور پر قیام مکہ معظمہ ہی میں رہا۔[۸]

---

[۱] یہ پوری حدیث مع اس واقعہ کی تفصیل کے مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم فصل ثانی میں بحوالہ احمد، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ اور دارمی مذکور ہے۔ [۲] باب تعلیم الرجل امتہ واہلہ۔ واضح رہے کہ امام شعبی کی طبیعت میں مزاح تھا۔ [۳] سنن دارمی ص ۷۲۔ [۴] معرفۃ علوم الحدیث ص ۸، [۵] مناقب الامام احمد ابن جوزی ص ۲۰۳ طبع مصر۔ [۶] مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ موفق بن احمد مکی ج ۱ ص ۵۹۔ [۷] ایضاً ج ۱ ص ۲۵۳۔ [۸] ایضاً ج ۲ ص ۲۲۔

[ع] ظاہر بینوں کو شاید امام اعظم کی فہرست کمالات میں حج کی یہ تعداد مبالغہ آمیز نظر آئے۔ مگر تاریخ اسلام میں یہ کوئی عجیب بات نہیں ہم متعدد شخصوں کے نام بتا سکتے ہیں کہ جن کے حج کی تعداد اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ امام ابن ماجہ نے اپنے شیخ علی بن منذر سے خود سنا ہے کہ انھوں نے اٹھاون حج کئے تھے اور ان میں بھی بیشتر پیادہ پا ہی تھے۔ (سنن ابن ماجہ باب صید الکلب) محدث ابن جوزی نے مناقب احمد (ص ۳۸۷) میں سعید بن سلیمان ابو عثمان واسطی معروف بہ سعدویہ کے متعلق لکھا ہے کہ انھوں نے ساٹھ حج کئے تھے۔ اور حافظ عبد القادر قرشی نے الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ میں سفیان بن عیینہ کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے کہ انھوں نے ستر حج کئے تھے۔

Marfat.com

امام شافعیؒ کے حدودِ سفر میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے حسبِ ذیل مقامات کے نام لئے ہیں۔ مدینہ، یمن، عراق اور مصر[1] امام احمد بن حنبلؒ نے طلبِ حدیث میں کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، یمن، شام اور جزیرہ کا سفر کیا تھا[2]۔ اسی طرح امام ابو یوسف نے عراق و حجاز اور دیگر ممالک کے بہت سے مشائخ سے حدیث کی تحصیل کی ہے[3]۔ اور امام محمد نے کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، شام اور بلادِ عراق میں جا کر حدیث کا سماع کیا تھا[4]، حافظ ذہبی نے مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ میں خود امام محمد کی زبانی نقل کیا ہے کہ میرے پدرِ بزرگوار نے تیس ہزار درہم چھوڑے تھے۔ میں نے ان میں سے پندرہ ہزار نحو اور شعر کی تحصیل پر صرف کئے اور پندرہ ہزار حدیث و فقہ کی تکمیل پر[5]۔

بہرحال علم کی دھن میں ملکوں ملکوں پھرنا سیکڑوں میل پاپیادہ طے کر لینا برِ اعظم اور سمندر کو پار کر لینا اس دور کے علماء کے نزدیک معمولی بات تھی۔ اسی عہد کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت خلف بن ایوبؒ[6] سے جو

---

[1] توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس از حافظ ابن حجر ص ۵۳ طبع میریہ مصر۔ [2] مناقب امام احمد از ابن جوزی ص ۲۲ طبع مصر ۱۳۴۹ھ۔ [3] ملاحظہ ہو حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی از محدث کوثری ص ۵۴ طبع مصر۔

[4] بلوغ الامانی فی سیرۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی۔ از محدث کوثری ص ۶ طبع مصر۔ [5] کتاب مذکور طبع مصر ص ۵۴۔

[6] اہلِ بلخ کے امام ہیں بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے آپ کا شمار اپنے وقت کے اکابر اولیاء اللہ میں ہے۔ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں آپ کا تذکرہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے، خلف بن ایوب العامری البلخی ابو سعید احد الفقہاء الاعلام بلخ، محدث حاکم کے الفاظ ہیں فقیہ اہل بلخ وزاہدھم، حافظ خلیلی لکھتے ہیں،

صدوق مشہور کان یوصف بالستر والصلاح والزھد وکان فقیھا علی رای الکوفیین۔	حدیث میں بڑے صادق اور مشہور ہیں، ستر و صلاح اور زہد سے موصوف تھے اور کوفیوں (احناف) کے مذہب پر فقیہ تھے۔

ذہبی فرماتے ہیں؛

کان ذا علم وعمل وتالہ، زارہ سلطان بلخ فاعرض عنہ۔	آپ صاحبِ علم و عمل اور اللہ والے تھے، سلطان بلخ آپ کی زیارت کے لئے آیا تو آپ نے منہ پھیر لیا۔

حاکم نے لکھا ہے کہ فقہ کی تعلیم آپ نے امام ابو یوسفؒ اور ابن ابی لیلی سے پائی اور زہد و تصوف حضرت ابراہیم بن ادہم سے اخذ کیا، حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ میں لکھا ہے کہ "آپ امام محمد اور امام زفر کے تلامذہ میں سے تھے۔ ایکبار کسی نے آپ سے کہا کہ حسن بن زیاد کے ساتھ آپ کو بڑی شیفتگی ہے حالانکہ وہ نماز میں تخفیف کرتے ہیں فرمایا تخفیف نہیں بلکہ انھوں نے نماز کو سبک کر دیا ہے یعنی رکوع اور سجدہ پورا پورا ادا کرتے ہیں اور حدیث میں بھی آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارکان کی پوری ادائیگی کے باوجود سب سے سبک تر نماز ادا فرماتے تھے"۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں آپ کا ذکر کیا ہے اور حاکم نے تاریخ نیشاپور میں آپ کا مبسوط تذکرہ لکھا ہے۔

حدیث کا سماع آپ کو امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر اور ابن ابی لیلی کے علاوہ عوف اعرابی، قیس بن الربیع، اسرائیل بن یونس، اسد بن عمرو بجلی، جریر بن عبدالحمید اور دیگر علماء کی ایک جماعت سے حاصل ہے۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ "آپ سے امام احمد ابو کریب اور ایک مخلوق نے حدیثیں روایت کی ہیں" حاکم لکھتے ہیں کہ "سنہ میں آپ نیشاپور تشریف لائے تھے تو ہمارے یہاں کے مشائخ نے آپ سے حدیثیں لکھی تھیں"۔ آپ کے شاگردوں میں امام احمد کے علاوہ امام یحیی بن معین اور مشہور فقیہ اور زاہد حضرت ایوب بن حسن حنفی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ امام ترمذی نے بھی اپنی جامع میں ابو کریب محمد بن العلاء کے واسطے سے آپ سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

Marfat.com

بلخ میں تھے آکر ایک مسئلہ دریافت کیا وہ کہنے لگے کہ مجھے تو معلوم نہیں۔ سائل نے کہا پھر کسی ایسے شخص کو بتائیے جسے یہ مسئلہ معلوم ہو۔ کہنے لگے ایسے تو حسن بن زیاد ہیں جو کوفہ میں ہیں۔ اس پر سائل نے کہا کوفہ تو بہت دور ہے۔ خلف نے کیا عمدہ جواب دیا۔

من همه الدين فالكوفة اليه قريبة	جسے دین کا فکر ہو اس کے لئے کوفہ قریب ہے۔

یہی وجہ تھی کہ جو اس زمانے میں طلب علم میں قطع منازل سے گھبراتا وہ طعن ملامت کا نشانہ بنتا تھا چنانچہ امام یحیی بن معین جو سید الحفاظ اور ناقد فن کہلاتے ہیں فرماتے ہیں "جو محدث اپنے ہی شہر میں حدیثیں لکھا کرے اور سفر نہ کرے اس میں تم کبھی بھلائی محسوس نہ کروگے[1]"۔ اس عہد میں یہ سفر کتنا مبارک سمجھا جاتا تھا اس کا اندازہ آپ اس سے لگائیے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم[2] جو اپنے وقت کے کبار اولیاء اللہ میں سے تھے یوں فرماتے ہیں کہ

ان الله تعالیٰ یدفع البلاء عن هذه الامة برحلة اصحاب الحدیث (مقدمہ ابن صلاح ص ۲۱۰ طبع حلب)	اللہ تعالیٰ محدثین کے سفر کی برکت سے اس امت کی بلاؤں کو دفع فرماتا رہتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ)

خصلتان لا تجتمعان فی منافق حسن سمت ولا فقه فی الدین (باب ما جاء فی فضل الفقه علی العبادة)	دو خصلتیں ہیں جو منافق میں جمع نہیں ہوتیں ایک اچھا رویہ اور دوسرے دین کی سمجھ۔

افسوس ہے کہ امام ترمذی کو حضرت خلف کے حالات پر اطلاع نہ ہو سکی چنانچہ وہ اس حدیث کو روایت کرکے لکھتے ہیں کہ "سوائے محمد بن العلاء کے اور کسی کو میں نے ان سے روایت کرتے نہیں دیکھا اور مجھے پتہ نہیں کہ وہ کیسے شخص تھے"۔ امام ذہبی، ترمذی کی مذکورہ بالا عبارت نقل کرکے فرماتے ہیں، حدث عنه جماعة (ان سے تو ایک جماعت نے حدیثیں بیان کی ہیں) صدر الائمہ لکھتے ہیں:

"آپ اپنے اہل عصر میں سب سے بڑے زاہد و عابد تھے، عبداللہ بن مبارک کی خدمت میں جب آپ پہنچے تو انھوں نے آپ سے معانقہ کیا اور بڑے اکرام سے پیش آئے اور جب اٹھ کر چلنے لگے تو فرمایا اس شخص کا طرز اہل جنت کے طرز سے کتنا ملتا جلتا ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ آپ حماد بن سلمہ سے حدیث کا سماع کر رہے تھے جب درس سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے تو حماد کی زبان سے نکلا اس شخص کا طور طریق کتنا اچھا ہے۔ خراسان سے کوئی شخص اس سے زیادہ بہتر ہمارے پاس نہیں آیا۔ ۲۰۵ھ میں وفات پائی۔ جب جنازہ اٹھایا جانے لگا تو نوح بن اسد والی بلخ نے بڑھ کر جنازہ کو کاندھا دیا اور مصلے (وہ جگہ جو نماز جنازہ کے لئے مخصوص ہوتی ہے) تک اٹھائے لئے چلا گیا اور خود ہی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ سلام پھیرا تو فضا سے آواز سنائی دی "اے نوح بن اسد تو نے روئے زمین کے بہترین شخص پر نماز پڑھی، تو نے خلف بن ایوب پر نماز پڑھی، تو فائز المرام ہے"۔ (مناقب الامام الاعظم ج ۲ ص ۶۱ و ۶۲)۔

حاکم نے تاریخ نیشاپور میں آپ کا سنہ وفات ۲۱۵ لکھا ہے اور ابن جوزی نے المنتظم میں ۲۲۰ھ ذکر کیا ہے مگر صدر الائمہ نے جو سنہ وفات بیان کیا ہے، ذہبی نے میزان الاعتدال میں اسی کی تصحیح کی ہے۔ (میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب، الجواہر المضیہ)

(حاشیہ صفحۂ ہذا) [1] معرفۃ علوم الحدیث از حاکم نیشاپوری ص ۹ طبع مصر

[2] آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے، ابراہیم بن ادہم بن منصور عجلی، بعض تیمی بتاتے ہیں، ابو اسحاق آپ کی کنیت ہے بلخ کے رہنے والے تھے۔ پھر کوفہ آکر رہے۔ امام ابو حنیفہؒ سے فقہ کی تحصیل کی، اور بعد کو ملک شام میں جاکر سکونت اختیار کرلی۔ امام کردری لکھتے ہیں صحب الامام وروی عنه ونصحه الامام (مناقب امام اعظم از کردری ج ۲ ص ۲۴۲) یعنی آپ امام ابو حنیفہ کی صحبت میں رہے ہیں اور آپ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ امام صاحب نے آپ کو نصیحت بھی کی تھی۔ امام صاحب کی نصیحت کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

(باقی حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)

Marfat.com

طلب حدیث میں رحلت کے لئے جو ہدایات اصولِ حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں وہ یہ ہیں:

واذا اخذ فیه فلیشمر عن ساق جده و اجتهاده ویبدأ بالسماع من اسند شیوخ مصره ومن الاولی فالاولی من حیث العلم او الشهرة او الشرف او غیر ذلك واذا فرغ من سماع العوالی والمهمات التی ببلده فلیرحل الی غیره۔ (مقدمہ ابن صلاح ص ۲۱۰)

جب فنِ حدیث کی تحصیل شروع کرے تو پھر پوری پوری سعی و کوشش کو کام میں لائے اور سب سے پہلے اپنے شہر کے شیوخ میں جو سب سے زیادہ علمِ روایت میں بڑھا ہوا ہو اس سے حدیث کا سماع شروع کرے اور علم یا شہرت یا شرف وغیرہ میں جو زیادہ سے زیادہ ممتاز ہوں پہلے ان ہی سے حاصل کرے اور جب اپنے شہر کی عالی اسانید اور مہمات کے سماع سے فارغ ہو جائے تو پھر دوسری جگہ کا سفر کرے۔

اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

وصفة الرحلة حیث یبتدئ بحدیث اهل بلده فیستوعبه ثم یرحل فیحصل فی الرحلة مالیس عنده۔ (شرح نخبہ)

اور رحلت کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے اہل شہر کی حدیثوں سے ابتدا کرے اور جب وہ پورے طور پر حاصل کر چکے تو پھر اور شہروں کا سفر کرے اور اس سفر میں ان روایات کو حاصل کرے جو اس کے پاس نہ ہوں۔

امام ابن ماجہ نے بھی جب فن حدیث پر توجہ کی تو اسی قاعدہ کے بموجب سب سے پہلے اپنے شہر کے اساتذۂ فن کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیا اور اکیس بائیس سال کی عمر تک وطن عزیز ہی میں تحصیل علم میں مصروف رہے پھر جب یہاں سے فارغ ہو لئے تو دوسرے ممالک کا سفر اختیار کیا۔ آپ کی رحلتِ علمیہ کی صحیح تاریخ تو معلوم نہ ہو سکی مگر علامہ صفی الدین خزرجی نے خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال میں اسمٰعیل بن عبداللہ بن زرارۃ ابوالحسن الرقی کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ

انما رحل ابن ماجة بعد الثلاثین (ص ۳۴ طبع مصر) — ابن ماجہ نے ۲۳۰ھ کے بعد سفر کیا ہے۔

جس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ غالباً عمر عزیز کے تیئیسویں (۲۳) سال آپ نے راہِ طلب میں وطن مالوف سے

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ)

یا ابراهیم انك قد رزقت من العبادة شیئا صالحا فلیكن العلم من بالك فانه راس العبادة وبه قوام الامور (مناقب صدر الائمہ ج ۲ ص ۹۱)

اے ابراہیم تمہیں عبادت کی تو بہت کچھ توفیق مل چکی ہے اس لئے علم کا بھی اہتمام چاہئے کیونکہ وہ عبادت کی اصل ہے اور اسی پر سارے کاموں کی درستی کا مدار ہے۔

صدر الائمہ نے لکھا ہے کہ آپ نے امام ابوحنیفہ، اعمش، محمد بن زیاد اور ان کے اقران سے حدیث کا سماع کیا ہے؟ (ج ۱ ص ۹۱) اور آپ سے امام اوزاعی (باوجودیکہ وہ عمر میں آپ سے بڑے تھے) سفیان ثوری، ابراہیم بن بشار، بقیہ بن الولید اور حضرت شقیق بلخی روایت کرتے ہیں، امام ترمذی نے اپنی سنن میں کتاب الطہارۃ کے اندر آپ سے ایک حدیث تعلیقاً نقل کی ہے۔ امام نسائی، دارقطنی، ابن معین، ابن نمیر نے آپ کو ثقہ کہا ہے اور ابن حبان کتاب الثقات میں آپ کے اوصاف کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔

كان صابرا علی الجهد والفقه والورع الدائم والسخاء الوافر الی ان مات۔

آپ مجاہدہ، فقہ، مسلسل تقوی شعاری اور بہت زیادہ سخاوت میں مرتے دم تک ثابت قدم رہے۔

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کان من خیار الافاضل۔ امام نسائی فرماتے ہیں ثقة مامون احد الزهاد ۱۶۱ھ یا ۱۶۲ھ میں بلاد روم میں آپ نے وفات پائی۔ رحمۃ اللہ ورضی عنہ (تہذیب التہذیب)

Marfat.com

قدم باہر نکالا ہے، یہ وہ زمانہ ہے کہ محدثین اطراف عالم میں پھیل چکے تھے اور جابجا اسناد و روایت کے دفتر کھلے ہوئے تھے تمام بلاد اسلامیہ میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں درس گاہیں قائم تھیں اور بڑے زور شور سے حدیث پاک کا درس جاری تھا۔ اس زمانہ میں عامہ مسلمین میں علم حدیث کا شوق اور رواج اس درجہ تھا کہ ایک ایک محدث کے حلقہ درس میں دس دس ہزار طلبہ کا شریک ہوجانا معمولی بات تھی۔ حافظ شمس الدین ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں آٹھویں طبقہ کے (جو امام ابن ماجہ کے شیوخ کا طبقہ ہے) ایک سو تیس اکابر حفاظ حدیث کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:

ولعل قد اهملنا طائفة من نظرائهم، فان المجلس الواحد فی هذا الوقت کان یجتمع فیه ازید من عشرة آلاف محبرة یکتبون الآثار النبویة ویعتنون بهذا الشان وبینهم نحو من مائتی امام قد برزوا وتاهلوا للفتیا (ج ۲ ص ۱۰۱ طبع جدید)

اور غالباً ہم سے ان ہی کے ہم پایہ حفاظِ حدیث کی ایک جماعت کا ذکر رہ گیا ہے کیونکہ اس عہد میں ایک ایک مجلس میں دس دس ہزار سے زائد دواتیں جمع ہوتی تھیں اور لوگ احادیث نبوی کی کتابت میں مصروف اور اس فن پر متوجہ تھے اور ان میں تقریباً دو سو امام ایسے تھے جو بالکل نمایاں تھے اور فتوے دینے کے اہل تھے۔

حافظ ذہبی نے دس ہزار طلبہ کی جو تعداد بتائی ہے یہ عام حلقہ ہائے درس کی ہے ورنہ خاص خاص ائمہ حفاظ کی مجلس املا میں یہ تعداد اس سے کئی کئی گنا زیادہ ہوتی تھی جو کبھی ایک لاکھ سے بھی اوپر پہنچ جاتی تھی، چنانچہ مسندِ عراق امام حافظ ابوالحسن علی بن عاصم واسطی جو امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگرد ہیں ان کے حلقہ درس میں تیس ہزار سے زیادہ کا اجتماع ہوتا تھا[1]، ان ہی کے صاحبزادے ہیں امام ابوالحسین عاصم بن علی واسطی المتوفی ۲۲۱ھ

[1] تذکرۃ الحفاظ، تذکرہ علی بن عاصم۔ یہی وہ حلقۂ درس تھا کہ جس میں بڑے بڑے نامور ائمہ حدیث مثلاً امام احمد بن حنبل محمد بن یحییٰ ذہلی، عبد بن حمید، یعقوب بن شیبہ، حارث بن ابی اسامہ وغیرہ نے حاضر ہو کر آپ کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیا ہے۔ امام موصوف کا بیان ہے کہ میرے والد بزرگوار نے ایک لاکھ درہم مجھ کو دیئے تھے اور یہ کہدیا تھا کہ جاؤ اب بغیر ایک لاکھ حدیثوں کے میں تمہاری صورت نہ دیکھنے پاؤں۔ ہونہار فرزند نے باپ کی توقع کو ضائع نہیں کیا اور اپنی سعی بلیغ سے اس فن میں وہ کمال حاصل کیا کہ دربار علم سے آپ کو مُسند العراق اور الامام الحافظ کے خطابات عطا کئے گئے۔ چنانچہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں جب آپ کا تذکرہ لکھا تو ان ہی لفظوں سے شروع کیا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ)

علی بن عاصم، امام اعظمؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔ حدیث وفقہ کا بیشتر علم انھوں نے امام صاحب ہی سے حاصل کیا ہے چنانچہ صدر الائمہ موفق بن احمد مکی المتوفی ۵۶۸ھ۔ مناقب الامام الاعظم میں رقمطراز ہیں،

وعلی بن عاصم هذا امام اهل واسط فی الحدیث والفقه وانواع العلوم اکثر عن ابی حنیفة روایتنا الحدیث والفقه۔ (ج ۲ ص ۲۴)

یہ علی بن عاصم حدیث فقہ اور دیگر انواع علوم میں اہل واسط کے امام ہیں۔ انھوں نے امام ابوحنیفہؒ سے حدیث وفقہ کی بکثرت روایت کی ہے۔

چونکہ انھوں نے امام صاحب سے بہت زیادہ علمی استفادہ کیا تھا اس لئے ان کو امام صاحب کے علم پر رائے قائم کرنے کا کافی موقع ملا تھا، ان کا قول ہے، لو وزن علم ابی حنیفة باهل زمانه لرجح علم ابی حنیفة۔ اگر ابوحنیفہؒ کے علم کا ان کے اہل زمانہ کے علم کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو ابوحنیفہ کے علم کا پلڑا بھاری رہے گا۔

ان کو امام اعظمؒ سے تعلق اور محبت اس درجہ تھی کہ ان کے شاگرد جب یہ محسوس کرتے کہ استاد تازہ دم ہو کر پھر طلبہ کی طرف متوجہ ہوں اور درس کا سلسلہ دیر تک جاری رہے تو فوراً امام صاحب او غیرہ دبن مقسم کوفہ کے مشہور فقیہ جو امام صاحب کے معاصر تھے) کا ذکر چھیڑ دیتے اور یہ تازہ دم ہو کر پھر کثرت سے روایتیں بیان کرنا شروع کر دیتے (مناقب موفق ج ۲ ص ۲۱۰) ۱۰۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۱ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

جو امام بخاری کے بھی شیوخ میں ہیں اور ان سے انھوں نے اپنی صحیح میں حدیثیں روایت کی ہیں ان کے متعلق حافظ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں رقمطراز ہیں:

قدم بغداد و املی بھا و تزاحموا علیہ — یہ بغداد آئے، وہاں حدیث کی املا کرائی، اور لوگوں کا ان کے پاس اژدحام لگ گیا۔

ابو الحسین بن المبارک کا بیان ہے کہ ان کی مجلس درس میں حاضرین کا اندازہ ایک لاکھ نفوس سے اوپر کا کیا جاتا تھا۔ ہارون نامی مستملی کھجور کے ایک درخت پر چڑھ کر ان کی طرف سے مستملی (نائب جو شیخ کے الفاظ کو دور دور تک پہنچا سکے) ہوتے تھے، عمر بن حفص سدوسی کہتے ہیں کہ شہزادہ معتصم نے (جو آگے چل کر مامون کے بعد خلیفہ ہوا) ایک بار اپنے کارندوں کو ہمارے شیخ عاصم کی مجلس املا میں جو "رحبۃ النخل" (بغداد کے نخلستان کا وسیع میدان) میں منعقد ہوا کرتی تھی شرکاء درس کا اندازہ کرنے کے لئے بھیجا، عاصم چھت پر بیٹھ کر عام آدمیوں کو سنایا کرتے تھے (خلقت کے ہجوم کی یہ کیفیت تھی) کہ خود میں نے ایک دن سُنا کہ وہ کہتے جاتے تھے حدثنا اللیث بن سعد اور کثرت اژدحام کے باعث چونکہ لوگوں کے کانوں تک آواز نہیں پہنچ رہی تھی اس لئے وہ بار بار ان سے پوچھتے جاتے تھے یہاں تک کہ یہی کلمہ ان کو چودہ دفعہ دوہرانا پڑا۔ اس مجلس میں ہارون مستملی بھی ایک خمدار کھجور کے درخت پر چڑھ کر ان کی آواز پہنچا رہے تھے۔ معتصم کے کارندوں نے جب اس مجلس کے شرکاء کا اندازہ کیا تو حاضرین کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تک پہنچی۔ ان ہی کے متعلق عجلی کہتے ہیں کہ میں عاصم بن علی کی مجلس درس میں شریک تھا اس روز جب لوگوں نے اس مجلس کے حاضرین کا اندازہ لگایا تو ایک لاکھ ساٹھ ہزار تھے۔ ۵۲

امام اعظم ہی کے ایک اور شاگرد خاص ہیں یزید بن ہارون جو فن حدیث کے مشہور امام ہیں، ان کے متعلق یحییٰ بن ابی طالب کا بیان ہے کہ میں نے بغداد میں ان سے حدیث کا سماع کیا ہے، اس وقت لوگ ان کے درس میں ستر ہزار حاضرین کی تعداد بتایا کرتے تھے۔ ۵۳

ابو حاتم کہتے ہیں کہ میں بغداد میں سلیمان بن حرب المتوفی ۲۲۴ھ (کہ جن کا شمار مشہور حفاظ حدیث میں ہے)

---

۵۱ تذکرۃ الحفاظ تذکرہ عاصم بن علی بن عاصم۔ ۵۲ تہذیب التہذیب تذکرہ امام موصوف۔ ۵۳ تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ یزید بن ہارون۔ حافظ ذہبی نے ان کا بڑا مبسوط تذکرہ لکھا ہے جو ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے الحافظ القدوۃ شیخ الاسلام علی بن مدینی کا قول ہے کہ میں نے یزید بن ہارون سے بڑھ کر کسی کو حافظ حدیث نہیں پایا، ابن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ ہم نے یزید سے زیادہ حفظ میں پکا کسی کو نہیں دیکھا۔ علی بن عاصم کا بیان ہے کہ یزید رات بھر نوافل میں مصروف رہتے تھے انھوں نے کچھ اوپر چالیس سال تک عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ ۱۱۸ھ یا ۱۱۷ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور ۲۰۶ھ میں وفات پائی۔ حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ میں آپ کا ذکر کیا ہے اور حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں امام ابو حنیفہ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ یزید بن ہارون نے آپ سے حدیثیں روایت کی ہیں، یہ امام صاحب کے فضل و کمال اور حفظ حدیث کے نہایت معترف تھے چنانچہ محدث صیمری (جو حدیث میں خطیب بغدادی کے استاذ ہیں) اپنی مشہور تصنیف مناقب الامام ابی حنیفہ میں بہ سند ان کو ناقل ہیں کان ابو حنیفۃ تقیا نقیا زاھدا عالما صدوق اللسان احفظ اھل زمانہ (امام ابو حنیفہ، متقی، پاکیزہ، اوصاف زاہد، عالم، صداقت شعار اور اپنے معاصرین میں حدیث کے سب سے بڑے حافظ تھے) مناقب صیمری کا قلمی نسخہ مجلس علمی کے کتب خانے میں کراچی میں موجود ہے اور ہم نے اسی سے یہ عبارت نقل کی ہے۔

Marfat.com

کی مجلسِ درس میں شریک تھا۔ حاضرین کا تخمینہ چالیس ہزار لگایا گیا۔ قصرِ مامون کے پہلو میں ایک مرتفع جگہ مثل منبر تیار کی گئی۔ سلیمان نے اس پر چڑھ کر درس دیا۔ خلیفہ مامون اور تمام امراء دربار حاضر تھے۔ سلیمان جو املا کرا رہے تھے۔ مامون خود بھی اس کو لکھتے جاتے تھے۔[۱]

احمد بن جعفر ختلی کہتے ہیں کہ حافظ ابو مسلم کجی صاحب السنن المتوفی ۲۹۲ھ جب بغداد آئے اور انھوں نے "رحبہ غسان" (غسان کا چوک) میں حدیث کی املا کرائی تو اس وقت ان کی مجلس میں سات مستملیوں کو اس طرح کھڑا ہونا پڑا کہ ہر ایک دوسرے کو شیخ کی آواز پہنچا سکے، کثرت اژدحام کے سبب لوگ کھڑے کھڑے حدیثیں لکھ رہے تھے، درس کے بعد جب "رحبہ" کی پیمائش کی گئی اور صرف ان لوگوں کو گنا گیا کہ جو دواتیں لیکر آئے تھے تو کچھ اوپر چالیس ہزار نفوس تھے اور جو لوگ لکھتے نہ تھے صرف سماعاً شریک تھے وہ اس کے علاوہ ہیں۔ ذہبی نے اس واقعہ کو نقل کرکے لکھا ہے کہ ھذہ حکایۃ ثابتۃ رواھا الخطیب فی تاریخہ عن ابن الفاتنی انہ سمع الختلی یقولھا (یعنی یہ صحیح واقعہ ہے اس کو خطیب نے اپنی تاریخ میں بسر فاتنی سے نقل کیا ہے اور انھوں نے خود ختلی سے سنا ہے)۔[۲]

حافظ جعفر فریابی المتوفی ۳۰۱ھ کا جب بغداد میں ورود ہوا تو طبل و دمامہ سے ان کا استقبال کیا گیا اور لوگوں میں اعلان ہوا کہ "شارع منار" (بغداد کی مشہور شاہراہ) میں ان کا درس حدیث ہوگا پھر جب حاضرینِ درس کا اندازہ لگایا گیا تو تیس ہزار کے قریب تخمینہ ہوا اور مستملیوں کی تعداد تین سو سولہ تھی۔ ابو الفضل زہری کا بیان ہے کہ جب میں نے فریابی سے حدیث سنی ہے تو ان کی مجلس میں دس ہزار کے قریب وہ لوگ موجود تھے جو لکھنے کیلئے دواتیں اپنے ساتھ لائے تھے اور جو لوگ نہیں لکھ رہے تھے وہ اس تعداد سے خارج ہیں۔ حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ ابو الفضل نے فریابی سے ۲۹۵ھ میں حدیث کا سماع کیا ہے۔[۳] 135292

امام علامہ حافظ الحدیث ابو محمد عبداللہ حارثی بخاری جامع مسند امام ابو حنیفہ المتوفی ۳۴۰ھ کہ جن کو دربار علم سے فن حدیث میں عبداللہ الاستاذ کا ممتاز خطاب ملا تھا جب اپنی مشہور تصنیف کشف الآثار الشریفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ کا املاء کراتے تھے تو آپ کی مجلس املاء میں چار سو مستملی ہوتے تھے۔[۴] خیال کیجئے کہ جب

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ سلیمان بن حرب۔ [۲] ایضاً تذکرہ حافظ ابو مسلم کجی۔ [۳] ایضاً تذکرہ فریابی۔

[۴] الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ از حافظ عبدالقادر قرشی اور الاثمار الجنیہ فی طبقات الحنفیہ از محدث ملا علی قاری، ان دونوں کتابوں میں امام موصوف کا تذکرہ ملاحظہ ہو، ان دونوں اکابر کے متفقہ الفاظ ہیں ولما أملی مناقب ابی حنیفۃ کان یستملی علیہ اربع مائۃ مستمل، الاثمار الجنیہ ہماری نظر سے نہیں گذری۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ میں ملا علی قاری کی یہ عبارت نقل کی ہے۔ امام حارثی مشاہیر ائمہ احناف میں سے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے رسالہ الانتباہ میں آپ کو "اصحاب الوجوہ" میں سے شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ اپنے زمانہ میں فقہاء حنفیہ کا مرجع تھے۔

* "اصحاب الوجوہ" کا درجہ "مجتہد فی المذہب" اور "مجتہد مطلق منتسب" کے درمیان ہے۔ فقہ کی تحصیل آپ نے امام ابو حفص صغیر سے کی تھی اور انھوں نے اپنے والد ماجد امام ابو حفص کبیر سے جو امام محمد کے مشاہیر تلامذہ میں سے ہیں۔

اور علم حدیث کیلئے آپ نے خراسان، عراق اور حجاز کے مختلف شہروں کا سفر کیا تھا اور بہت سے شیوخ سے اس فن کی تحصیل کی تھی۔ حافظ سمعانی کتاب الانساب میں لکھتے ہیں۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

امام اعظمؒ کے بیان مناقب میں مستملیوں کی یہ تعداد ہوتی تھی تو آپ کی مسند کے درس میں خدا جانے یہ تعداد کہاں سے کہاں جا پہنچتی ہوگی۔

اور یہ تو وہ حضرات ائمہ تھے کہ جن کی مجلس درس کے حاضرین کا خواہ وہ تعداد میں کتنے ہی زیادہ سہی لیکن بہرحال شمار کرلیا گیا مگر ائمہ مشاہیر میں بعض ایسے بھی گزرے ہیں کہ جن کو خدا نے وہ قبول عام بخشا تھا کہ ان کے حضار مجلس کا شمار بھی دشوار تھا ان ہی خوش قسمت بزرگوں میں صاحبین (امام ابویوسف اور امام محمد) بھی داخل ہیں۔ چنانچہ حافظ عبد القادر قرشیؒ الجواہر المضیہ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ) رحل الی خراسان والعراق والحجاز وادرك الشيوخ۔ اور حافظ خلیلی کے الفاظ ہیں یعرف بالاستاذ له معرفة بهذا الشان (استاذ مشہور ہیں اور اس فن کی انھیں معرفت حاصل ہے) حافظ سمعانی لکھتے ہیں کان شیخا مکثرا من الحدیث (بڑے کثیر الحدیث شیخ تھے) اور حافظ شمس الدین ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں قاسم بن اصبغ کے ترجمہ میں بضمن وفیات ۳۴۰ھ ان کا ذکر ان شاندار الفاظ میں کیا ہے:

وفيها مات عالم ماوراء النهر ومحدثها الامام العلامة ابو محمد عبد الله بن محمد بن يعقوب بن الحارث الحارثي البخاري الملقب بالاستاذ جمع مسند ابي حنيفة الامام وله اثنتان وثمانون سنة

اور اسی سال میں ماوراء النہر کے عالم اور محدث امام علامہ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث حارثی بخاری نے کہ جو الاستاذ کے لقب سے ملقب ہیں اور جنھوں نے امام ابوحنیفہ کی مسند کو جمع کیا ہے بیاسی سال کی عمر میں وفات پائی۔

یہ مسند کس شان کی ہے اس کے متعلق محدث محمد بن محمود خوارزمی المتوفی ۶۶۵ھ، جامع مسانید الامام الاعظم میں رقمطراز ہیں۔

ومن طالع مسنده الذی جمعه للامام ابی حنیفة علم تبحره فی علم الحدیث واحاطته بمعرفة الطرق والمتون۔ (ج ۲ ص ۵۲۵ مطبوعہ مطبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن)

جو شخص بھی ان کی اس مسند کا مطالعہ کریگا کہ جس میں انھوں نے امام ابویوسف کی مرویات کو جمع کیا ہے۔ وہ علم حدیث میں ان کے تبحر اور طرق اسانید و متون پر ان کی انتہائی وسعت نظر کا قائل ہو جائے گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی تعجیل المنفعہ بزوائد رجال الائمۃ الاربعہ (ص ۵ مطبوعہ دائرۃ المعارف) میں آپ کو حافظ حدیث تسلیم کیا ہے، بڑے بڑے حفاظ حدیث جیسے حافظ ابن مندہ، حافظ ابن عقدہ حافظ ابوبکر جابی فن حدیث میں آپ کے شاگرد تھے۔ افسوس ہے کہ ایسا بلند پایہ حافظ حدیث اور امام وقت بھی دشمنوں کے حملہ سے نہیں بچا اور بعض متعصب محدثین نے جن کو حنفیہ کی تنقیص میں مزہ آتا ہے ان پر بھی جرح کر ڈالی، بلکہ ابن جوزی نے تو ابو سعید رواس سے آپ کے متعلق بہت ہی سخت ریمارک نقل کر ڈالا۔ آخر حافظ عبد القادر قرشی کو لکھنا پڑا کہ

عبد الله بن محمد اكبر واجل من ابی سعید الرواس۔

امام عبد اللہ کا رتبہ ابن جوزی اور ابو سعید دونوں سے بڑھ چڑھ کر ہے

(کتاب الانساب سمعانی، تذکرۃ الحفاظ، لسان المیزان، الجواہر المضیہ، الفوائد البہیہ)

(حاشیہ صفحۂ ہذا) آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب محی الدین ہے۔ حافظ ابن فہد نے لحظ الالحاظ میں آپ کا تذکرہ لکھا ہے۔ یہ کتاب امام ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ کا ذیل ہے اور اس میں صرف ان ہی خوش قسمت لوگوں کا تذکرہ ہے جو حدیث کے حافظ شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ کی ولادت ۶۹۶ھ میں ہوئی۔ سلسلہ نسب یہ ہے عبد القادر بن محمد بن محمد بن نصر اللہ بن سالم بن ابی الوفاء القرشی الحنفی۔ حدیث کی تحصیل اس عصر کے مشاہیر اساتذہ فن سے کی۔ حافظ دمیاطی نے بھی آپ کو حدیث کی اجازت دی تھی۔ ابن فہد نے آپ کا ذکر الامام العلامۃ الحافظ کے الفاظ سے کیا ہے۔ حدیث کے علاوہ فقہ اور دیگر علوم میں بھی کمال حاصل تھا۔ (باقی بر صفحۂ آئندہ)

Marfat.com

واصحاب الامالی الذین رووھا عن ابی یوسف لایحصون۔

امام ابو یوسفؒ سے جن لوگوں نے ان کی امالی کو روایت کیا وہ شمار نہیں کئے جا سکتے۔

امام محمد جب کوفہ میں موطا کا درس دیتے تھے تو اس کثرت سے لوگ آتے کہ راستے بند ہو جاتے تھے[1]۔ موطا کی عراق میں اسی مقبولیت کو دیکھ کر سعدون مالکی نے کہا تھا۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) علامہ کفوی، طبقات الحنفیہ میں لکھتے ہیں کان عالما فاضلا جامعا للعلوم ابن فہد قمطراز ہیں۔ وتفقہ وبرع وافتی ودرس وصنف وجمع۔ تفقہ حاصل کیا، ممتاز ہوئے، فتوی دیا، درس دیا، تصنیف کی اور مدون کیا۔

بڑے بڑے حفاظ حدیث اور نامور فضلاء نے آپ سے فن حدیث کی تحصیل کی، ابن فہد کی تصریح ہے وحدث وسمع منہ الحفاظ والفضلاء، ۸۵۵ھ میں وفات پائی، اور حسب ذیل نادر تصانیف آپ نے یادگار چھوڑیں۔ (۱) الحاوی فی بیان آثار الطحاوی (۲) الدرر المنیفہ فی الرد علی ابن ابی شیبۃ فیما اوردہ علی ابی حنیفہ۔ (۳) العنایہ فی تخریج احادیث الہدایہ۔ (۴) تہذیب الاسماء الواقعۃ فی الہدایہ والخلاصہ۔ (۵) البستان فی فضائل النعمان۔ (۶) اوہام الہدایہ (۷) الاعتماد فی شرح الاعتقاد۔ (۸) الطرق والوسائل الی معرفۃ احادیث خلاصۃ الدلائل (۹) شرح الخلاصہ (۱۰) مختصر فی علوم الحدیث۔ (۱۱) کتاب فی المولفۃ قلوبہم۔ (۱۲) الوفیات (۱۳) الجواہر المضیئہ فی طبقات الحنفیہ (لحظ الالحاظ، الفوائد البہیہ)

(حاشیہ صفحۂ ہذا) [1] یہ واقعہ امام مالکؒ کی وفات کے بعد کا ہے جس کی تفصیل امام اسد بن فرات اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک دن امام محمد بن حسن کے حلقہ درس میں موجود تھے دفعۃً ایک شخص گردنوں کو پھلانگتا ہوا سیدھا امام محمد کے پاس پہنچا اور ہم نے امام موصوف کی زبان سے یہ کلمات سنے:

انا للہ وانا الیہ راجعون مصیبتہا اعظمہا مات مالک بن انس امیر المومنین فی الحدیث۔

انا للہ وانا الیہ راجعون، کتنی بڑی مصیبت ہے کہ مالک بن انس کا انتقال ہو گیا جو حدیث میں امیر المومنین تھے۔

پھر یہ خبر مسجد میں پھیلی اور لوگوں کو امام مالک کی وفات کا سخت قلق ہوا۔ اسد کا بیان ہے کہ

وکان اذا حدث عن مالک بعد ذلک اجتمع علیہ الناس وانسدت الیہ الطرق رغبۃ منہم فی حدیث مالک واذا حدث عن غیرہ لم یجئہ الا الخواص۔ (ذیل الامانی از محدث کوثری، نقلا عن معالم الایمان ج ۲)

اس کے بعد جب آپ امام مالک سے حدیث روایت کرتے تو لوگ امام مالک کی حدیث کے شوق میں اس کثرت سے آپ کی خدمت میں جمع ہوتے کہ آپ کے یہاں آنے کے لئے راستے مسدود ہو جاتے اور جب امام مالک کے علاوہ اور لوگوں سے حدیث روایت کرتے تو بجز خواص کے اور لوگ نہیں آتے تھے۔

غالباً اسی زمانے کے قریب امام شافعی بھی تحصیل علم کی غرض سے آپ کے آستانہ پر حاضر ہوئے تھے کیونکہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

کان محمد بن الحسن اذا حدثھم عن مالک امتلأ منزلہ وکثروا حتی یضیق بھم الموضع واذا حدث عن غیر مالک لم یأتہ الا الیسیر۔ (مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ للذہبی، ص ۳۰ طبع مصر)

امام محمد بن حسن جب امام مالک سے حدیث بیان کرتے تو ان کی فرودگاہ پر ہو جاتی تھی اور لوگ اتنی کثرت سے جمع ہوتے کہ جگہ تنگ ہو جاتی اور جب امام مالک کے علاوہ کسی اور سے حدیث روایت کرتے تھے تو لوگ تھوڑے آتے تھے۔

قدرتی طور پر امام محمد کو لوگوں کا یہ طرز عمل گراں گزرتا تھا، امام شافعی کا بیان ہے کہ ایک بار وہ حاضرین سے اس انداز میں شکوہ فرمانے لگے۔

ما اعلم احدا اسوأ ثناء علی اصحابہ منکم اذا

میرے علم میں تم سے بڑھ کر اپنے شیوخ کا ناقدرا کوئی نہیں، جب میں

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

Marfat.com

وممابہ اھل الحجاز تفاخرا | ان الموطا فی العراق محبب

اور منجملہ ان باتوں کے کہ جن پر اہلِ حجاز کو فخر ہے ایک چیز یہ بھی ہے کہ موطا، عراق میں محبوب ہے۔ ؎۱

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) حدثتکم عن مالك ملأتم علی الموضع واذا حدثتکم عن اصحابکم انما تأتون متکارھین۔ (حوالۂ بالا)

تم سے مالک کی حدیثیں بیان کرتا ہوں تو تم میرے پاس آکر ساری جگہ بھر دیتے ہو اور جب تم سے تمہارے ہی شیوخ کی حدیثیں روایت کرتا ہوں تو تم ناخوشدلی کے ساتھ آتے ہو۔

مگر اہلِ کوفہ اس سلسلہ میں مجبور تھے کیونکہ ان کے شیوخ کی حدیثوں سے سارا عراق بھرا پڑا تھا اور ان شیوخ کے تلامذہ ہر جگہ بکثرت موجود تھے جن میں بہت سے وہ بھی تھے کہ جو امام محمد سے طبقہ میں بڑے تھے ایسی صورت میں کوفہ کے دیگر اساتذہ کے حلقہ ہائے درس کو چھوڑ کر ان کے یہاں آنے کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی چنانچہ جب تک امام مالک زندہ رہے اور لوگوں کو یہ امید رہی کہ خود ان کی خدمت میں جاکر موطا کا سماع کیا جاسکتا ہے اسوقت تک امام محمد کے یہاں موطا کے درس میں بھی وہ ہجوم نہیں ہوتا تھا، لیکن اب امام مالک کی وفات کے یک دم بعد چونکہ کوفہ میں امام موصوف کے تلامذہ میں سے کوئی اس پایہ کا جلیل المرتبت شخص موجود نہ تھا اس لئے ان کے آستانہ پر طالبانِ حدیثِ مالک کا ہجوم ایک قدرتی امر تھا۔

اور کوفہ ہی کی کیا تخصیص ہے غور سے دیکھا جائے تو جتنے بھی لوگوں نے امام مالک سے موطا کی روایت کی ہے ان میں کوئی بھی جلالت شان میں امام محمد کا ہمسر نہیں، بلاشبہ امام شافعی بھی موطا کے رواۃ میں داخل ہیں لیکن قطع نظر اس بات سے کہ ان سے موطا کا کوئی نسخہ مروی نہیں۔ ان کو بھی امام محمد سے وہی نسبت ہے جو امام مالکؒ سے ہے کیونکہ امام شافعی نے ہر دو ائمہ سے یکساں فیض اٹھایا ہے۔ اور گو انھوں نے امام محمد سے حدیث کا علم بھی بہت کچھ حاصل کیا تھا (اور اپنی تصانیف میں جابجا ان کی احادیث بطور سند بھی پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ذہبی کی مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ میں تصریح ہے۔

واما الشافعی رحمہ الله فاحتج بمحمد بن الحسن فی الحدیث۔ (ص ۵۹ طبع مصر)

اور امام شافعی رحمہ اللہ سو انھوں نے امام محمد بن حسن رحمہ اللہ سے حدیث میں حجت پکڑی ہے۔)

لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ فقہ میں وہ خاص طور پر امام محمد ہی کے تربیت یافتہ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ حد سے زیادہ ان کی تعظیم کرتے اور نہایت واضح الفاظ میں ان کے علمی احسانات کا اظہار کرتے تھے۔ چنانچہ محدث خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں امام شافعی سے ناقل ہیں

امن الناس علیّ فی الفقہ محمد بن الحسن۔ (تاریخ بغداد، ج ۲ ص ۱۷۶، طبع مصر)

فقہ کے بارے میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان محمد بن حسن کا ہے۔

اور حافظ سمعانی، بویطی کی زبانی امام شافعی کے یہ الفاظ روایت کرتے ہیں۔

اعاننی الله برجلین بابن عیینۃ فی الحدیث وبمحمد فی الفقہ (بلوغ الامانی ص ۲۳)

اللہ تعالیٰ نے دو شخصوں کے ذریعہ میری معاونت فرمائی، ابن عیینہ کے ذریعہ حدیث میں اور امام محمد کے ذریعہ فقہ میں۔

گو ابھی موطا کے دو ہی نسخے متداول ہیں ایک یحیی بن یحیی لیثی مصمودی کا اور دوسرا امام محمد کا جن کے متعلق ذہبی لکھتے ہیں؛

کان من بحور العلم والفقہ قویا فی مالك۔ (میزان الاعتدال۔ ترجمہ امام محمد)

علم اور فقہ کے سمندروں میں سے تھے اور مالک کی روایت میں قوی۔

امام مالک کے سارے تلامذہ میں امام محمد کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انھوں نے امام مالک کی ساری حدیثوں کو خود ان کی زبان سے سنا تھا ورنہ عام طور پر امام مالک کے یہاں شاگرد پڑھتے تھے اور وہ خود سنتے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ امام محمد کو موطا کے سماع میں پورے تین سال لگے تھے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) ؎۱ یہ شعر سعدون کے مشہور قصیدہ کا ہے جو اس نے موطا کی تعریف میں نظم کیا ہے۔ سعدون کا قصیدہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی مشہور کتاب مصفی شرح موطا کے مقدمہ میں نقل کیا ہے۔

Marfat.com

دور کیوں جائیے خود امام ابن ماجہ کے شیوخ میں حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ اور ان کے بھائی عثمان بن ابی شیبہ اس پایہ کے محدث گذرے ہیں کہ جن کے حلقۂ درس میں تیس تیس ہزار نفوس کا اجتماع ہوتا تھا، چنانچہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن جوزی، مناقب الامام احمد بن حنبل میں ابراہیم بن محمد بن عرفہ سے بسند نقل کرتے ہیں کہ

"۲۳۴ھ ہجری میں خلیفہ المتوکل عباسی نے جن فقہاء اور محدثین کو طلب کیا تھا ان میں مصعب زبیری، اسحٰق بن ابی اسرائیل، ابراہیم بن عبداللہ ہروی اور ابوشیبہ کے دونوں صاحبزادے عبداللہ اور عثمان بھی شامل تھے۔ چنانچہ ان حضرات کو صلے تقسیم کئے گئے اور ان کے لئے مدد معاش مقرر کی گئی، اور متوکل نے ان سے فرمائش کی کہ نفع عام کے لئے یہ اپنی مجالس درس قائم کریں اور لوگوں سے وہ حدیثیں بیان کریں کہ جن میں معتزلہ اور جہمیہ کا رد ہے، نیز رویت باری کی احادیث بھی روایت کریں۔ چنانچہ عثمان بن ابی شیبہ نے مدینۃ المنصور (بغداد کے غربی حصے) میں مجلس درس منعقد کی، ان کے لئے منبر نصب کیا گیا اور تیس ہزار کے قریب لوگ ان کے درس میں جمع ہوگئے اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے مسجد رصافہ (بغداد کے شرقی حصہ کی جامع مسجد جو بہت بڑی تھی) میں اپنی مجلس درس قائم کی تو ان کے یہاں بھی تیس ہزار ہی کے قریب لوگ اکٹھے ہوگئے۔"[1]

ملاحظہ فرمایا آپ نے اس زمانہ میں حدیث پاک کا عامۂ مسلمین میں کیا ذوق و شوق تھا۔ اور اس کی کیسی کچھ طلب تھی۔ محدثین اور حفاظ حدیث کی کثرت کا اس زمانہ میں کیا عالم ہوگا اس کو اسی پر قیاس کر لیجئے۔ امام ابوداؤد سجستانی فرماتے ہیں کہ حافظ مسلم بن ابراہیم فراہیدی بصری المتوفی ۲۲۲ھ نے تقریباً ایک ہزار شیوخ سے حدیثیں لکھیں اور سفر کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔[2] یعنی ایک ہی شہر میں ایک ہزار کے قریب ان کو ایسے اساتذۂ حدیث مل گئے کہ جو شیخ کا لقب حاصل کر چکے تھے۔ اور حافظ شمس الدین ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں طبقہ تاسعہ (جس کے بعد والے طبقہ میں امام ابن ماجہ کا شمار ہے) کے ایک سو چھ حفاظِ حدیث کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:

ولقد کان فی ھذا العصر وما قاربہ من ائمۃ الحدیث النبوی خلق کثیر وما ذکرنا عشرھم واکثرھم مذکورون فی تاریخی۔[3]	اس دور میں اور جو اس کے قریب کا دور تھا، حدیث نبوی کے اماموں کی ایک بڑی خلقت موجود تھی جن کا ہم دسواں حصہ بھی ذکر نہ کر سکے اور ان میں سے اکثر کا تذکرہ میری تاریخ میں آگیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں عام طور پر محدثین کے اساتذہ کی تعداد بہت زیادہ ہوتی تھی، علماء سلف میں ایسے بہت سے گذرے ہیں کہ جن کے اساتذہ ایک ہزار سے اوپر تھے بلکہ بعض بعض کے شیوخ کی تعداد تو چار ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ عباس بن مصعب نے تاریخ مرو میں امام عبداللہ بن مبارک[4] کی زبانی نقل کیا ہے کہ "میں نے چار ہزار شیوخ سے علم حاصل کیا اور پھر ایک ہزار سے روایت کی۔" عباس کا بیان ہے کہ ان میں سے

[1] مناقب احمد ص ۳۵۷ و ۳۵۸ طبع مصر۔ [2] تہذیب التہذیب، تذکرہ مسلم بن ابراہیم۔ [3] ج ۲ ص ۱۸۲ طبع جدید

[4] امام عبداللہ بن مبارک کا شمار بھی "صاحبین" یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد کی طرح مذہب حنفی کے مجتہدین میں ہے اور فقہ حنفی کی کتابوں میں عام طور پر ان کے اقوال اور روایات منقول ہیں۔

Marfat.com

آٹھ سو شیوخ کی روایات مجھے بھی ملی ہیں[۱]۔ صدر الائمہ مکی، شمس الائمہ بکر بن محمد بن علی زرنجری[۲] سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابو حفص صغیر کے زمانے میں ایک بار حنفیوں اور شافعیوں میں اس بات پر بحث چھڑ گئی کہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی، ان دونوں میں افضل کون ہے۔ امام ابو حفص نے فرمایا کہ دونوں کے اساتذہ شمار کر لو۔ چنانچہ امام شافعی کے اساتذہ کو شمار کیا تو اسی ہوئے پھر امام اعظم کے مشائخ کا حساب لگایا تو چار ہزار نکلے[۳]۔ حافظ کبیر ابو داؤد طیالسی المتوفی ۲۰۴ھ جن کی مسند مشہور ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک ہزار شیوخ سے حدیثیں لکھی ہیں[۴]۔ امام بخاری فرماتے ہیں

کتبت عن الف وثمانین نفسا لیس فیھم الا صاحب حدیث۔[۵]	میں نے ایک ہزار اسی نفوس سے حدیثیں لکھی ہیں اور ان میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو محدث نہ ہو۔

حافظ ابو یوسف یعقوب بن سفیان فسوی المتوفی ۲۷۷ھ کا بیان ہے کہ میں نے تیس سال مسلسل رحلت میں بسر کئے اور ایک ہزار سے زائد ایسے شیوخ سے حدیثیں نقل کیں جو سب کے سب ثقہ تھے۔[۶]

مسلمانوں کے زمانۂ عروج میں محدثین طلب حدیث کے لئے جن مقامات کی طرف رحلت کیا کرتے تھے

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ: تذکرہ عبداللہ بن مبارک۔ [۲] زرنجری (بفتح زا و را، ہر دو بسکون نون و فتح جیم) زرنجر کی طرف نسبت ہے جو "زرنگر" کا معرب ہے۔ یہ بخارا کا ایک گاؤں تھا۔ آپ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں جو مشہور صحابی ہیں، فقہ کی تعلیم آپ نے شمس الائمہ حلوانی سے حاصل کی تھی اور اس فن میں وہ کمال بہم پہنچایا تھا کہ اس دیار میں آپ "ابو حنیفہ اصغر" کہلاتے تھے۔ فقہ حنفی کے حفظ میں ضرب المثل تھے اور روایات اس درجہ ازبر تھیں کہ طالب علموں کی خواہش پر فقہ کا درس جہاں سے چاہتے بغیر کتاب کے مطالعہ اور اس کی طرف مراجعت کے شروع کر دیتے تھے۔ فقہاء کو جب کسی مسئلہ میں اشکال ہوتا تو وہ آپ کی طرف رجوع کرتے اور آپ کے فیصلے کو بے چون وچرا تسلیم کر لیتے تھے۔ فقہ کے علاوہ حدیث، تواریخ اور انساب آپ کے خصوصی فن تھے۔ حافظ سمعانی لکھتے ہیں وکانت لہ معرفۃ بالانساب والتواریخ۔ عمر طویل پائی اور حدیث کی خوب نشر و اشاعت کی۔ ۴۲۷ھ میں پیدا ہوئے اور شعبان ۵۱۲ھ میں وفات ہوئی۔ سمعانی کے الفاظ ہیں:

عمر العمر الطویل حتی انتشر عنہ العلم وحدث بالکثیر واملی۔	اتنی عمر طویل پائی کہ علم کی آپ سے خوب نشر و اشاعت ہوئی حدیث کا بہت زیادہ درس دیا اور املا کرائی۔

سمعانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ بعض کتابیں آپ کے پاس اتنی عالی سند سے تھیں کہ ان کی روایت ہم کو صرف انہی سے مل سکی منجملہ ان کے ایک صحیح بخاری (بروایتہ عن ابی سھل احمد بن علی الابیوردی سنۃ ست واربعین واربع مائۃ عن ابی علی اسمعیل بن احمد الکشانی عن الفربری عن البخاری) اور دوسری کتاب اللؤلؤیات مصنفہ ابو مطیع مکحول بن الفضل النسفی (بروایتہ عن ابی القاسم میمون بن علی بن میمون المیمونی عن ابی بکر احمد بن محمد بن اسمعیل البخاری الاسمعیلی عن المصنف) حافظ سمعانی کو آپ نے ۵۰۸ھ میں حدیث کی اجازت المکبر دی تھی، بعد کو سمعانی نے آپ کے شاگردوں کی ایک بڑی جماعت کے واسطے سے آپ سے احادیث کی روایت کی۔ سمعانی نے کتاب الانساب، ذیل تاریخ بغداد اور اپنی معجم شیوخ میں آپ کا مفصل تذکرہ لکھا ہے اور آپ کے شیوخ و تلامذہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (الجواہر المضیہ، کتاب الانساب)

[۳] مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ ج ۱ ص ۳۸۔ [۴] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابو داؤد طیالسی۔ [۵] مقدمہ فتح الباری ص ۴۷۹ طبع میریہ مصر۔ [۶] تہذیب التہذیب، ترجمہ فسوی مذکور۔

Marfat.com

حافظ ذہبی نے ان ممالک اور اضلاع کے بیان میں ایک مستقل رسالہ سپرد قلم فرمایا ہے جس کا نام ہے الامصار ذوات الآثار یعنی "حدیثوں کے شہر" یہ پورا رسالہ حافظ سخاوی نے الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ میں نقل کر دیا ہے۔[51] اس میں جن مقامات کے نام خصوصیت سے مذکور ہیں وہ یہ ہیں۔ مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ، بیت المقدس، دمشق (جس سے یہاں پورا ملک شام مراد ہے) مصر (جو ایک وسیع مملکت ہے) اسکندریہ، بغداد، حمص، کوفہ، بصرہ، یمن (جس میں اس زمانہ میں تہامہ اور نجد بھی داخل تھا) اندلس (جس میں قرطبہ، اشبیلیہ، غرناطہ، بلنسیہ جیسے علمی مراکز تھے) اقلیم مغرب (یعنی افریقیہ جس کا صدر مقام قیروان تھا اور جس میں بجایہ، تلمسان، فاس اور مراکش بھی داخل ہیں) جزیرہ (جس کا سب سے بڑا شہر موصل تھا اور جس میں منبج، بالس، رہا، حران اور رقہ جیسے شہر بھی تھے جہاں کی خاک سے بڑے بڑے محدثین پیدا ہوئے) دینور، ہمدان، رے۔ قزوین، جرجان نیشاپور، طوس، ہرات، مرو، بلخ، بخارا، سمرقند، شاش، فریاب، خوارزم، شیراز، کرمان، سجستان، اہواز، تستر، قومس، دامغان، سمنان، بسطام، قہستان، زنجان، ابہر، عراق، فارس، ایران، جیلان آرمینیہ، آذربائیجان، جبال، خراسان، اصبہان۔

امام ابن ماجہ نے طلب حدیث میں کن کن ملکوں کا سفر کیا، مورخین نے اس سلسلہ میں حسب ذیل ممالک کے نام بالتصریح لکھے ہیں، خراسان، عراق، حجاز، مصر، شام، اور شہروں میں خصوصیت کے ساتھ رے، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ اور دمشق کا ذکر کیا ہے چنانچہ حافظ ابو یعلی خلیلی لکھتے ہیں

ارتحل الی العراقین ومصر والشام۔ [52]

ابن ماجہ نے کوفہ، بصرہ، مصر اور شام کا سفر کیا۔

اور حافظ ابن جوزی رقمطراز ہیں؛

رحل الی مکۃ والبصرۃ والکوفۃ وبغداد والشام ومصر والری۔ [53]

مکہ، بصرہ، کوفہ، بغداد، شام، مصر اور رے کا سفر کیا

اور مورخ شمس الدین بن خلکان کے الفاظ ہیں؛

ارتحل الی العراق والبصرۃ والکوفۃ وبغداد ومکۃ والشام ومصر والری لکتب الحدیث۔ [54]

حدیث پاک کے لکھنے کے لئے عراق، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ، شام، مصر اور رے کا سفر کیا۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر کرتے ہیں؛

سمع بخراسان والعراق والحجاز ومصر والشام وغیرھا من البلاد۔ [55]

خراسان، عراق، حجاز، مصر، شام، اور دیگر بلاد میں سماع حدیث کیا۔

تاریخ و رجال کی کتابوں میں تو عام طور پر ان ہی ملکوں اور شہروں کے نام مذکور ہیں، لیکن حافظ ابن حجر نے جو اس میں تصریح کی ہے وغیرھا من البلاد اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فہرست انہی ناموں تک

---

[51] کتب مذکور ص ۱۳۶ تا صفحہ ۱۲۶۔ طبع دمشق ۱۳۴۹ھ۔ [52] البدایہ والنہایہ از حافظ ابن کثیر ج ۱۰ ص ۵۱ طبع مصر [53] المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، ج ۵ ص ۹۰۔ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن۔ [54] وفیات الاعیان، تذکرہ امام ابن ماجہ۔ [55] تہذیب التہذیب، ترجمہ امام موصوف۔

Marfat.com

محدود نہیں بلکہ امام ابن ماجہ کے حدود سفر میں ان کے علاوہ اور شہر بھی داخل ہیں۔ چنانچہ امام موصوف کے شیوخ کے اوطان پر نظر ڈالئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ حسب ذیل مقامات کے رہنے والے یا نزیل تھے۔ اصفہان، اہواز، ایلہ، باکسایا، بالس، بغداد، بصرہ، بلخ، بیت المقدس، تنیس، جلولایا، حران، حدیثہ، حمص، دمشق، دامغان، رقہ، رملہ، رے، سامرا۔ سمنان، عسقلان، کوفہ، مدینہ۔ مکہ، مرو، مصر، نیشاپور، ہمدان، واسط

افسوس ہے کہ تاریخ کی کتابوں سے یہ بالکل پتہ نہیں چلتا کہ امام ابن ماجہ نے اس مبارک سفر میں پہلے کن ممالک کا رخ کیا اور وطن سے نکل کر پہلے کن شہروں میں تحصیل کی غرض سے قیام فرمایا۔ بہرحال ترتیب سفر کچھ بھی رہی ہو یہی وہ اضلاع وممالک تھے جو اس زمانے میں علوم دینیہ کے مرکز تھے۔ بالخصوص حرمین، کوفہ، بصرہ، اور شام تو وہ مقامات ہیں جہاں سے علم نبوی کے چشمے ابل ابل کر سارے عالم میں رواں ہوئے ہیں حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

فهذه الامصار الخمسة، الحجازان والعراقان والشام هي التي خرج منها علوم النبوة من العلوم الايمانية والقرآنية والشريعة۔ [۱]

سو یہ پانچ شہر مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام وہ ہیں جہاں سے علوم نبوت، علوم ایمانی، علوم قرآنی اور علوم شریعت نکلے ہیں۔

مدینہ طیبہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دار الہجرت اور نبوت کی اخیر قرارگاہ تھا، اسلئے علم نبوت کا اصل مخزن اور منبع ومعدن ہونے کا فخر اسی مبارک شہر کو حاصل ہے، چنانچہ عہد نبوی سے لیکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی زمانہ تک ساری دنیائے اسلام کا مرکز یہی تھا، بعد کو دار الخلافہ کے کوفہ اور پھر دمشق منتقل ہو جانے سے گو اس کی وہ حیثیت باقی نہیں رہی۔ تاہم امام مالک کے زمانہ تک اس کا علمی امتیاز مسلم تھا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب مصفی شرح موطا میں فرماتے ہیں؛

باید دانست کہ مدینہ مشرفہ در زمان او وپیشتر از زمان او بلاشبہ مرجع فضلاء ومطرح رحال علماء بودہ است۔ [۲]

جاننا چاہئے کہ مدینہ شریف امام مالک کے زمانہ میں اخیر دور سے پہلے بلاشبہ فضلاء کا مرجع اور اہل علم کی فرودگاہ تھا۔

اور حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔ [۳]

"دار الہجرۃ مدینہ میں عہد صحابہ میں قرآن وسنن کا علم بہت زیادہ تھا اور زمانہ تابعین میں فقہاء سبعہ*

---

[۱] منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض قول الشیعۃ والقدریۃ ج۴ ص ۱۴۲، طبع میریہ مصر۔ [۲] مصفی ج ص ۶ طبع دہلی سنہ ۱۲۳۶ھ
[۳] حافظ عبد القادر قرشی، فرماتے ہیں،
* "فقہاء سبعہ" (حسب ذیل حضرات ہیں) سعید بن المسیب، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق، خارجہ بن زید بن ثابت، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود، سلیمان بن یسار، اور ساتویں کی تعیین میں تین اقوال ہیں؛ (۱) ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف۔ حاکم ابو عبد اللہ نے اکثر علماء حجاز کا یہی قول نقل کیا ہے۔ (۲) سالم بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، یہ ابن مبارک کا قول ہے۔ (۳) ابو بکر بن عبد الرحمن

Marfat.com

جیسے حضرات موجود تھے، صغار تابعین کے دور میں عبیداللہ بن عمر، ابن ابی ذئب، ابن عجلان اور جعفر صادق تھے، پھر امام مالک، قاری مدینہ نافع، ابراہیم بن سعد، سلیمان بن بلال، اور اسمٰعیل بن جعفر ہوئے۔

اس کے بعد ذہبی کی تصریح ہے کہ

ثم تناقص العلم جدا بها فی الطبقة التی بعدهم ثم تلاشی۔

پھر ان کے بعد والے طبقہ میں وہاں علم بہت ہی کم ہو گیا اور اس کے بعد تو بالکل ہی جاتا رہا۔

اسمٰعیل بن جعفر کی وفات ۱۸۰ھ میں ہوئی اور ابراہیم بن سعد اگرچہ ان کے تین سال بعد تک زندہ رہے مگر وہ اخیر عمر میں بغداد میں قاضی ہو گئے تھے، اس لئے یوں سمجھنا چاہئے کہ ۱۸۰ھ تک مدینہ طیبہ کی حیثیت دار العلم کی باقی تھی، امام مالک کو اپنے یہاں کے علماء پر اتنا وثوق تھا کہ ان کے نزدیک عمل اہل مدینہ مستقل حجت ہے۔

امام ابن ماجہ کا زمانہ اگرچہ مدینہ شریف کے علمی انحطاط کا زمانہ ہے تاہم ابھی تک وہ محدثین سے

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) بن الحارث بن ہشام، یہ ابوالزناد کا قول ہے اور اسی قول کے مطابق کسی شاعر[ع] نے ان سب کو جمع کر دیا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے:

الا ان من لا یقتدی بائمة ۔۔۔ فقسمته ضیزی عن الحق خارجة
فخذهم عبیدالله عروة قاسم ۔۔۔ سعید ابوبکر سلیمان خارجة

❋ **عبیداللہ** بن عتبہ بن مسعود، حضرت عائشہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، اور ان سے زہری اور ابوالزناد، ۹۸ھ ہجری میں وفات پائی۔ روی له الجماعة (یعنی سارے ارباب صحاح ستہ نے ان سے حدیثیں نقل کی ہیں)۔

❋ **عروہ** بن الزبیر بن عوام اپنے والد ماجد اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ان کی اولاد اور زہری اور ایک خلقت نے روایت کی ہے۔ ۹۴ھ میں وفات پائی، روی له الجماعة۔

❋ **قاسم** بن محمد بن ابی بکر صدیق، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام زہری ۱۰۶ھ ہجری میں وفات پائی، روی له الجماعة۔

❋ **سعید** بن المسیب، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام زہری، ۹۴ھ میں وفات پائی، روی له الجماعة۔

❋ **ابوبکر** بن عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام، حضرت ابوہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ان کی اولاد اور امام زہری، ۹۴ھ میں وفات پائی، روی له الجماعة

❋ **سلیمان** بن یسار، ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے، ام المومنین اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور ان سے یحییٰ بن سعید اور زہری، ۱۰۷ھ میں وفات پائی، روی له الجماعة۔

❋ **خارجہ** بن زید بن ثابت اپنے والد ماجد اور حضرت اسامہ بن زید سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ان کے صاحبزادے سلیمان، ۹۹ھ میں وفات پائی، روی له الجماعة (الجواہر المضیة ج ۲ ص ۴۲۱ و ۴۲۲)

یہ ساتوں فقہاء کرام وہ ہیں جو اپنے زمانے میں مدینہ طیبہ میں علم فقہ و حدیث کا مرجع تھے۔ امام ابن مبارک کا بیان ہے کہ جب کوئی مسئلہ آتا یہ سب ایک ساتھ مل کر اس پر غور کرتے تھے اور جب تک وہ ان کے سامنے پیش ہو کر طے نہ ہو جاتا، قاضی اس کی بابت کوئی فیصلہ صادر نہ کرتا تھا۔ (فتح المغیث از سخاوی ص ۳۹۹ طبع لکھنؤ ہند)

ع۔ یہ دونوں شعر محمد بن یوسف بن الخضر بن عبداللہ حلبی حنفی المتوفی ۹۶۰ھ کے ہیں۔ منہ

Marfat.com

بالکل خالی نہیں ہوا تھا اور امام مالک اور ان کے معاصر علما مذکورین کے اخیر تلامذہ علم کی آخری بہار دکھا رہے تھے چنانچہ ان بقیہ اہل علم میں جن حضرات سے آپ نے کسب فیض کیا وہ درج ذیل ہیں۔

حافظ ابو مصعب زہری احمد بن ابی بکر العوفی المدنی، حافظ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں ان کے متعلق لکھتے ہیں: احد الاثبات وشیخ اہل المدینۃ وقاضیہم ومحدثہم وفقیہم امام مالک کے شاگرد ہیں اور موطا کے اخیر راویوں میں سے ہیں، ابن حزم نے تصریح کی ہے کہ ان کے نسخہ موطا میں اور نسخوں کی بہ نسبت سو حدیثیں زیادہ ہیں۔ بجز نسائی کے سب مصنفین صحاح ستہ کو آپ سے براہ راست تلمذ حاصل ہے۔ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور بانوے سال کی عمر میں جب کہ آپ مدینہ طیبہ میں عہدۂ قضا پر فائز تھے ۲۴۲ھ میں قضا کی۔

حافظ ابراہیم بن المنذر ابو اسحٰق الحزامی الاسدی المدنی، مدینہ منورہ کے تمام شیوخ میں ان سے امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں سب سے زیادہ حدیثیں روایت کی ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کو الامام المحدث الثقۃ لکھا ہے۔ امام بخاری بھی ان کے شاگرد تھے، محرم ۲۳۶ھ میں وفات پائی۔

حافظ اسحٰق بن موسیٰ الانصاری الخطمی المدنی ابو موسیٰ قاضی نیشاپور، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ الفقیہ الحافظ الثبت جیسے شاندار اوصاف کے ساتھ شروع کیا ہے۔ حدیث میں یہ سفیان بن عیینہ، عبد السلام بن حرب اور معن بن عیسیٰ کے شاگرد ہیں اور ان سے امام مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کو تلمذ حاصل ہے۔ واضح رہے کہ امام ترمذی جہاں اپنی جامع میں حدثنا الانصاری کہتے ہیں یہی مراد ہوتے ہیں، ابو حاتم رازی، امام نسائی اور خطیب بغدادی نے ان کو ثقہ کہا ہے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کان من ائمۃ الحدیث صاحب سنۃ۔ ۲۴۴ھ میں دمشق سے لوٹتے ہوئے بمقام جوسیہ جو حمص کا ایک قصبہ ہے وفات پائی رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

ان تینوں حضرات کا شمار تو حفاظ حدیث میں ہے اور باقی شیوخ یہ ہیں (۱) بکر بن عبد الوہاب المدنی خواہر زادہ واقدی المتوفی بعد ۲۵۰ھ (۲) حسن بن داؤد ابو محمد المدنی المنکدری المتوفی ۲۴۷ھ (۳) محمد بن عبید بن میمون المدنی التبان۔

مکہ معظمہ

وہ حرم پاک جہاں سے وحی نبوت کا آغاز ہوا اور جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد تیرہ ۱۳ سال گزارے، اسلام کی ابتدائی دو صدیوں میں یہ بھی دار العلم تھا، ذہبی لکھتے ہیں۔

عہد صحابہ میں یہاں علم کم تھا پھر صحابہ کے اخیر زمانہ میں اس کی کثرت ہوئی اور اسی طرح عہد تابعین میں مجاہد، عطاء، سعید بن جبیر اور ابن ابی ملیکہ اور مہران کے شاگردوں کے دور میں عبد اللہ بن ابی نجیح، قاری ابن کثیر، حنظلہ بن ابی سفیان اور ابن جریج، اور ہارون رشید کے وقت میں مسلم زنجی، فضیل ابن عیینہ، ابو عبد الرحمن مقری، زرقی، حمیدی اور سعید بن منصور جیسے علما ہوئے ہیں۔

Marfat.com

اس کے بعد حافظ ذہبی کے الفاظ ہیں!

ثم فی اثناء المائۃ الثالثۃ تناقص علم الحرمین وکثر بغیرھما۔

پھر تیسری صدی کے درمیان میں حرمین کا علم تو گھٹ گیا اور دوسرے مقامات میں کثرت سے ہوگیا۔

امام بخاری کو حرمین کے علم پر کتنا اعتماد تھا اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ انھوں نے اپنی صحیح میں ایک مستقل باب باندھا ہے "باب ما ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحض علی اتفاق اھل العلم وما اجتمع علیہ الحرمان مکۃ والمدینۃ" علامہ کرمانی شارح بخاری لکھتے ہیں کہ

عبارۃ البخاری مشعرۃ بان اتفاق اھل الحرمین اجماع۔

امام بخاری کی عبارت یہ بتاتی ہے (کہ ان کے نزدیک) اہل حرمین کے کسی مسئلہ پر متفق ہو جانے سے اجماع منعقد ہو جاتا ہے۔

مگر حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ

لعلہ اراد الترجیح لا دعوی الاجماع۔[1]

شاید امام موصوف کا مقصد (وہاں کے مسئلہ کی) ترجیح ہو نہ کہ اس کے متعلق اجماع کا دعویٰ۔

بہر حال امام بخاری کی عبارت کا چاہے کچھ بھی مطلب نکالا جائے اتنی بات ظاہر ہے کہ اختلافی مسائل میں ان کے نزدیک وہی مسئلہ قابل ترجیح ہے جس پر علماء حرمین متفق ہوں[2]۔

---

[1] فتح الباری بشرح صحیح البخاری ج ۱۳ ص ۲۵۷ طبع میریہ مصر۔ [2] مدینہ طیبہ کے بارے میں تو ظاہر ہے کہ تمام اکابر صحابہ جو علوم نبوی کے خازن و امین تھے ایک زمانہ میں یہیں جمع تھے، لیکن اہل مکہ کے اجماع کا دوسرے اسلامی شہروں کے اجماع کے مقابلہ میں قابل ترجیح ہونا اس کی بظاہر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کیونکہ جس پایہ کے علماء یہاں موجود تھے اور شہروں میں بھی تھے۔ علاوہ ازیں مہاجرین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدیم صحبت یافتہ تھے ان میں سے پھر کسی ایک نے مکہ مکرمہ آکر دوبارہ قیام نہیں کیا کیونکہ اس کی ان کو شرعاً اجازت نہ تھی۔ علم کا شیوع بھی وہاں صغار صحابہ کے عہد سے شروع ہوتا ہے چنانچہ وہاں کی جو کچھ علمی رونق تھی وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے تلامذہ کے دم سے تھی، ہاں مدینہ طیبہ میں جب تک کہ صحابہ کا اجتماع رہا اور وہ بلاد و امصار میں متفرق نہیں ہوئے اس وقت تک بے شک اہل مدینہ کا کسی مسئلہ پر متفق ہو جانا یقیناً تمام مسلمانوں کے لئے اس مسئلہ کی ترجیح کے لئے کافی ہے لیکن بحث اس میں ہے کہ جب صحابہ کبار بڑی کثرت سے دوسرے شہروں میں جا بسے آیا اس وقت بھی کسی مسئلہ کے متعلق اہل مدینہ یا اہل حرمین کے اتفاق اور تعامل کی وہی حیثیت باقی رہتی ہے یا نہیں، اس بارے میں امام بخاری کی رائے آپ کی نظر سے گذری، اب دوسرے علماء کی رائے ملاحظہ فرمایئے، حافظ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری میں باب مذکور کے آخر میں لکھتے ہیں،

وفضل المدینۃ ثابت لا یحتاج الی اقامۃ دلیل خاص ..... وانما المراد ھنا تقدم اھلھا فی العلم علی غیرھم فان کان المراد بذلک تقدیمھم فی بعض الاعصار وھو العصر الذی کان فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقیما بھا فیہ والعصر الذی بعدہ من قبل ان یتفرق الصحابۃ فی الامصار فلا شک فی تقدیم

مدینہ شریف کی فضیلت تو ثابت ہے جس کے لئے کسی خاص دلیل کے قائم کرنے کی ضرورت نہیں، یہاں جو کچھ مقصود ہے وہ صرف یہ ہے کہ اہل مدینہ کا تقدم علمی دوسروں پر ثابت ہو سو اگر کسی خاص زمانہ میں ان کی فوقیت مراد ہے یعنی جس زمانہ میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں قیام فرما تھے، پھر آپ کے بعد کا وہ زمانہ کہ جو صحابہ کے دوسرے شہروں میں منتقل ہونے سے پہلے پہلے کا تھا، (باقی بر صفحہ آئندہ)

تیسری صدی ہجری میں اگرچہ مدینہ طیبہ کی طرح مکہ معظمہ کی بھی وہ پہلی سی علمی رونق باقی نہ رہی تھی تاہم بقایائے اہل علم میں سے بعض حضرات کی بدولت ابھی بزرگوں کی یاد تازہ تھی ان میں حسب ذیل حفاظ حدیث سے امام ابن ماجہ نے علم حدیث کی تحصیل کی۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) العصرین المذکورین علی غیرھم وھو الذی یستفاد من احادیث الباب وغیرھا وان کان المراد استمرار ذلک لجمیع من سکنھا فی کل عصر فھو محل النزاع ولا سبیل الی تعمیم القول بذلک۔

(ج ۱۳ ص ۲۶۳)

تو اس میں کچھ شک نہیں کہ ان دونوں مذکورہ زمانوں میں وہاں کے علماء کو دوسرے مقامات کے علماء پر فوقیت تھی اور یہی چیز احادیث باب وغیرہ سے مستفاد ہوتی ہے، اور اگر یہ مراد ہے کہ وہاں کے رہنے والوں کو ہر زمانہ میں علمی لحاظ سے فوقیت حاصل ہے تو یہ بات محل نزاع ہے اور ایسے عام ادعا کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔

اور علامہ ابن القیم، اعلام الموقعین میں ارقام فرماتے ہیں:۔

والجدران والمساکن والبقاع لا تاثیر لھا فی ترجیح الاقوال، وانما التاثیر لاھلھا وسکانھا ومعلوم ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم شاھدوا التنزیل وعرفوا التاویل وظفروا من العلم مالم یظفر بہ من بعدھم فھم المقدمون فی العلم علی من سواھم کما ھم المقدمون فی الفضل والدین وعلمھم ھو العمل الذی لا یخالف وقد انتقل اکثرھم عن المدینۃ وتفرقوا فی الامصار بل اکثر علماءھم صاروا الی الکوفۃ والبصرۃ والشام مثل علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وابی موسی وعبد اللہ بن مسعود وعبادۃ بن الصامت وابی الدرداء وعمرو بن العاص ومعاویۃ بن ابی سفیان ومعاذ بن جبل وانتقل الی الکوفۃ والبصرۃ نحو ثلثمائۃ صحابی ونیف والی الشام ومصر نحوھم فکیف یکون عمل ھولاء معتبرا ما داموا فی المدینۃ فاذا خالفوا غیرھم لم یکن عمل من خالفوہ معتبرا فاذا فارقوا جدران المدینۃ کان عمل من بقی فیھا ھو المعتبر ولم یکن خلاف من انتقل عنھا معتبرا ھذا من الممتنع ولیس جعل عمل الباقین معتبرا اولی من جعل عمل المفارقین معتبرا

ترجیح اقوال کے سلسلہ میں دیواروں، مکانوں، اور جگہوں سے کوئی اثر نہیں پڑتا، اثر تو وہاں کے اہلی اور باشندوں کا ہوتا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے قرآن پاک نازل ہوا اور وہ اس کی صحیح مراد کے جاننے والے ہیں اور علم کے اس مقام پر فائز ہیں کہ جو ان کے بعد والوں کو نصیب نہ ہو سکا لہذا جس طرح وہ فضیلت اور دین میں مقدم ہیں اسی طرح علم میں بھی مقدم ہیں اور ان ہی کا عمل ایسا عمل ہے کہ جس کی مخالفت نہیں کی جا سکتی اب صورت حال یہ ہے کہ ان میں سے اکثر مدینہ شریف سے منتقل ہو کر دوسرے شہروں میں پھیل گئے۔ بلکہ مدینہ کے اکثر علما جیسے علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، ابو موسی اشعری، عبد اللہ بن مسعود، عبادہ بن الصامت، ابو الدرداء، عمرو بن العاص، معاویہ بن ابی سفیان، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم کوفہ، بصرہ اور شام چلے گئے تھے۔

کوفہ اور بصرہ کی طرف تقریباً تین سو سے زیادہ صحابہ منتقل ہوئے اور اتنے ہی شام اور مصر کی طرف، سو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ان صحابہ کا عمل جب تک یہ مدینہ میں ہوں اس وقت تک تو ایسا معتبر ہو کہ اگر دوسروں سے اختلاف ہو تو مخالفین کے عمل کا اعتبار نہ ہو، پھر جوں ہی انھوں نے مدینہ کی دیواروں کو چھوڑا وہاں رہ جانے والوں کا عمل معتبر قرار پایا اور وہاں سے منتقل ہونے والوں کا اختلاف غیر معتبر ہو گیا۔ یہ ایک ممتنع بات ہے، حالانکہ وہاں باقی رہ جانے والوں کے عمل کو (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

❋ **حافظ حلوانی** امام ابو محمد حسن بن علی بن محمد الخلال، اصل میں تو یہ حلوان کے رہنے والے ہیں جو عراق کا مشہور شہر ہے مگر بعد کو مکہ معظمہ میں اقامت گزیں ہو گئے تھے اسی لئے "محدث مکہ" کہلاتے ہیں۔ ذہبی لکھتے ہیں صنف وتعب فی ھذا العلم (یعنی انھوں نے اس علم میں تصنیف کی ہے اور مشقت اٹھائی ہے) ابراہیم بن اورمہ کہا کرتے تھے کہ آج دنیا میں صرف تین حافظ حدیث باقی ہیں، خراسان میں ذہلی، اصفہان میں ابن الفرات اور مکہ مکرمہ میں حلوانی۔ بجز نسائی کے جملہ مصنفین صحاح ستہ آپ کے شاگرد ہیں، یعقوب بن شیبہ کے آپ کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کان ثقۃ ثبتا متقنا۔ ابن عدی نے لکھا ہے کہ آپ نے کتاب السنن تصنیف کی تھی، سنہ ۲۴۲ھ میں وفات پائی۔

❋ **حافظ زبیر بن بکار** ابو عبداللہ بن ابی بکر قریشی اسدی مکی۔ حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے الامام الحافظ النسابۃ قاضی مکۃ، خطیب لکھتے ہیں کان ثقۃ ثبتا عالما بالنسب واخبار المتقدمین قریش کے نسب پر ان کی تصنیف مشہور ہے، یہ اصل میں مدینہ کے رہنے والے تھے اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے بعد کو مکہ معظمہ میں قاضی ہو گئے اور وہیں چوراسی سال کی عمر میں سنہ ۲۵۶ھ میں انتقال کیا۔ مصنفین صحاح ستہ میں بجز امام ابن ماجہ کے اور کوئی ان کا شاگرد نہیں ہے۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) فان الوحی انقطع بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یبق الا کتاب اللہ وسنۃ رسولہ فمن کانت السنۃ معہ فعملہ ہو العمل المعتبر حقا ثم کیف یترک السنۃ المعصومۃ لعمل غیر المعصوم۔

ثم یقال ارایتم لو استمر عمل اہل مصر من الامصار التی انتقل الیہا الصحابۃ علی ما اداہ الیہم من بہا من الصحابۃ ما الفرق بینہ وبین عمل اہل المدینۃ المستمرۃ علی ما اداہ الیہم من بہا من الصحابۃ والعمل انما استند الی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفعلہ فکیف یکون قولہ وفعلہ الذی اداہ من بالمدینۃ موجبا للعمل دون قولہ وفعلہ الذی اداہ غیرہم، ہذا اذا کان النص مع عمل اہل المدینۃ فکیف اذا کان مع غیرہم النص ولیس معہم نص یعارضہ ولیس معہم الا مجرد العمل۔
(اعلام الموقعین عن رب العلمین ج ۱ ص ۲۹۸ مطبوعہ اشرف المطابع دہلی)

معتبر قرار دینا وہاں سے منتقل ہو جانے والوں کے عمل کو معتبر قرار دینے سے اولیٰ نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وحی منقطع ہو چکی اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور چیز باقی نہ رہی لہٰذا جس کے پاس سنت ہے اسی کا عمل حقیقت میں معتبر ہے پھر عمل غیر معصوم کی بنا پر سنت معصومہ کو کس طرح ترک کیا جا سکتا ہے۔

پھر یہ بھی کہا جائے گا کہ ذرا یہ تو دیکھئے کہ اگر کسی ایسے شہر والوں کا کہ جہاں صحابہ منتقل ہو گئے تھے وہاں کے صحابہ کی تعلیم کے مطابق کوئی عمل مستمر چلا آتا ہے تو اس عمل میں اور اہل مدینہ کے اس عمل میں کہ جو مدینہ کے صحابہ کی تعلیم کے مطابق برابر جاری ہے کیا فرق ہے، حالانکہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قول و فعل کی طرف منسوب ہوتا ہے، پھر یہ کیا کہ آپ کا وہ قول اور فعل تو موجب عمل ہو کہ جس کو وہ حضرات بتائیں کہ جو مدینہ میں ہیں اور وہ قول اور فعل موجب عمل نہ ہو کہ جس کو دوسرے بیان کریں اور یہ گفتگو تو اس صورت میں ہے جبکہ عمل اہل مدینہ کے ساتھ نص بھی موجود ہو ورنہ جس صورت میں کہ اوروں کے پاس نص ہو اور اہل مدینہ کے پاس اس کے مقابلہ میں کوئی نص بھی نہ ہو محض عمل ہی عمل ہو تو اس صورت میں کیا ہو گا۔

Marfat.com

❋ حافظ سلمہؒ بن شبیب النیساپوری ابوعبدالرحمن الحجری المسمعی نزیل مکہ۔ یہ اصل میں نیشاپور کے رہنے والے تھے، بعد کو حرم مکہ میں اقامت اختیار کرلی تھی۔ یزید بن ہارون، ابوداؤد طیالسی، عبدالرزاق بن ہمام اور ابوعبدالرحمن مقری وغیرہم سے علم حدیث کی تحصیل کی تھی۔ مقری کے مستملی بھی رہے ہیں، بجز امام بخاری کے تمام اصحاب صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کو الحافظ الجوال کا لقب دیا ہے، ابونعیم اصفہانی فرماتے ہیں کہ احد الثقات حدث عنہ الائمۃ والقدماء (ثقات میں سے ہیں اور ان سے ائمہ حدیث اور متقدمین نے روایتیں کی ہیں)۔ حاکم کے الفاظ ہیں ہو محدث اھل مکۃ والمتفق علی اتقانہ وصدقہ (یہ اہل مکہ کے محدث ہیں اور ان کے رسوخ علمی اور صداقت پر اتفاق ہے) ماہ رمضان المبارک سنہ ۲۴۶ھ میں فالودہ کے کھانے سے ان کی وفات ہوئی رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

❋ حافظ عدنی ابوعبداللہ محمد بن یحیی بن ابی عمر، مکہ معظمہ میں مجاورت اختیار کرلی تھی، ان کی مسند مشہور ہے۔ اپنے زمانہ میں شیخ الحرم تھے، ستر حج کئے، بڑے صالح اور عابد تھے۔ ہر وقت طواف میں مصروف رہتے، امام مسلم اور ترمذی بھی آپ کے شاگرد ہیں، صحیح مسلم میں آپ کی روایت سے دو سو سولہ حدیثیں منقول ہیں، سنہ ۲۴۳ھ کے آخر میں انتقال ہوا۔

❋ حافظ یعقوبؒ بن حمید بن کاسب، یہ بھی مدنی ہیں لیکن بعد میں مکہ مکرمہ جا رہے تھے۔ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے "الامام المحدث عالم المدینۃ ونزیل مکۃ" امام بخاری بھی ان کے شاگرد ہیں، چنانچہ اپنی صحیح میں شہداء بدر اور صلح کے باب میں ان سے حدیثیں نقل کی ہیں ابوحاتم نے ان کو ضعیف کہا ہے۔ سنہ ۲۴۱ھ میں وفات پائی۔

یہ چار تو حفاظ حدیث تھے اور بقیہ شیوخ یہ ہیں:

(۱) ابراہیم بن محمد بن العباس ابواسحاق الشافعی المکی المتوفی سنہ ۲۳۷ھ۔ یہ امام شافعیؒ کے چچازاد بھائی تھے۔ (۲) حسین بن حسن بن حرب السلمی المروزی نزیل مکہ المتوفی سنہ ۲۴۶ھ۔ (۳) محمد بن عبداللہ بن یزید العدوی ابویحیی المقری المکی المتوفی سنہ ۲۵۶ھ۔ (۴) محمد بن عثمان بن خالد الاموی ابومروان العثمانی المدنی نزیل مکہ المتوفی سنہ ۲۴۱ھ (۵) محمد بن میمون الخیاط البزاز ابوعبداللہ المکی المتوفی سنہ ۲۵۲ھ۔ یہ اُمّی تھے (۶) محرز بن سلمہ المکی العدنی المتوفی سنہ ۲۳۴ھ انھوں نے اسی حج کئے تھے اور عمر نوے سال سے متجاوز تھی۔ (۷) یزید بن عبداللہ بن یزید الیمامی ابومحمد نزیل مکہ المتوفی سنہ [illegible]ھ، ابن حبان نے کتاب الثقات[1] میں ان سب کا تذکرہ لکھا ہے۔ مکہ معظمہ کے ان تمام شیوخ میں امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں سب سے زیادہ حافظ علوانی اور ابومروان عثمانی سے روایتیں نقل کی ہیں۔

---

[1] کتاب الثقات کے متعدد قلمی نسخے ہماری نظر سے گذرے ہیں لیکن اس وقت یہ کتاب پیش نظر نہیں، اور اس کے جو حوالے دیئے گئے ہیں وہ تہذیب التہذیب سے منقول ہیں۔

Marfat.com

کوفہ

وہ عظیم الشان اسلامی شہر جو صدیوں تک علوم اسلامیہ کا دار العلوم بنا رہا اور جو عہد مرتضوی سے لیکر بغداد کے تعمیر ہونے تک وسعتِ علم اور کثرتِ حدیث میں تمام بلادِ اسلامیہ میں ممتاز تھا جس کو علامہ نووی دار الفضل والفضلاء[1] بتلاتے ہیں اور صاحب قاموس قبۃ الاسلام ودار ہجرۃ المسلمین لکھتے ہیں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس شہر کو اپنا دار الخلافہ قرار دیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:

کان اغلب قضایاہ بالکوفۃ [2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیشتر فیصلے کوفہ میں صادر ہوئے۔

اور قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں رقمطراز ہیں:

"وقضایائے بسیار درایام خلافت بر دست او ظاہر شدند" [3]

اور حافظ ابن تیمیہ، منہاج السنہ میں لکھتے ہیں:

وانما ظہر علم علی وفقہہ فی الکوفۃ بحسب مقامہ فیہا عندھم مدۃ خلافتہ [4]

بلاشبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم اور آپ کی فقہ کوفہ میں اسی قدر ظاہر ہوئی جتناکہ آپ نے اپنی مدتِ خلافت میں کوفہ میں ان کے یہاں قیام فرمایا۔

حافظ ابن حزم نے فضائل اہل اندلس پر جو رسالہ لکھا ہے اس میں جناب امیر کے قیام کوفہ کی مدت پانچ سال اور چند ماہ بیان کی ہے[5] لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کے حاشیہ پر تصریح کی ہے کہ

صوابہ اربعۃ اعوام۔ [6]

صحیح یہ ہے کہ یہ مدت چار سال ہے۔

اس میں شک نہیں کہ "باب مدینۃ العلم"[7] کی آمد سے کوفہ کی علمی افق پر چار چاند لگ گئے تھے مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ کوفہ آپ کی تشریف آوری سے بہت پہلے عہد فاروقی ہی میں قرآن وسنت کا دار العلوم بن چکا تھا چنانچہ حافظ ابن تیمیہ کی تصریحات اس بارے میں حسب ذیل ہیں:

(۱) وانما کان غالب علمہ فی الکوفۃ ومع ھذا فاھل الکوفۃ کانوا یعلمون القرآن والسنۃ قبل ان یتولی عثمان فضلاً عن علی۔ [8]

اور بلاشبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیشتر علم کوفہ ہی میں رہا تاہم اہل کوفہ حضرت علی کے وقت تو کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے سے بھی پیشتر قرآن وسنت کو سیکھ چکے تھے۔

(۲) فان اھل الکوفۃ التی کانت دارہ

کوفہ جو آپ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) کا گھر تھا، وہاں کے

---

[1] شرح صحیح مسلم از علامہ نووی باب القراءۃ فی الظہر والعصر۔ [2] حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۳۲ طبع منیریہ مصر۔ [3] قرۃ العینین ص ۱۴۰ طبع مجتبائی دہلی۔ [4] منہاج السنہ ج ۲ ص ۱۳۷ طبع میریہ مصر۔ [5] یہ پورا رسالہ علامہ احمد بن محمد مقری المتوفی ۱۰۴۱ھ نے نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب کے باب سابع میں نقل کر دیا ہے۔ [6] نفح الطیب ج ۲ ص ۱۷۱ طبع مصر ۱۳۶۹ھ [7] حدیث میں آتا ہے انا مدینۃ العلم وعلی بابہا (میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ) [8] منہاج السنہ ج ۳ ص ۱۳۹۔

Marfat.com

كانوا قد تعلموا الايمان والقرآن وتفسيره والفقه والسنة عن ابن مسعود وغيره قبل ان يقدم على الكوفة [1]

لوگ ایمان، قرآن، تفسیر قرآن، فقہ اور سنت کا علم حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) وغیرہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوفہ میں تشریف آوری سے پہلے ہی حاصل کر چکے تھے۔

(۳) ولما ذهب الى الكوفة كان اهل الكوفة قبل ان يأتيهم قد اخذ وا الدين عن سعد بن ابی وقاص وابن مسعود وحذيفة وعمار وابی موسى وغيرهم ممن ارسله عمر الى الكوفة۔ [2]

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ تشریف لے گئے ہیں تو اہل کوفہ آپ کے وہاں آنے سے پیشتر حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت عمار، حضرت ابو موسیٰ وغیرہ (رضی اللہ عنہم) سے جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ روانہ کیا تھا دین حاصل کر چکے تھے۔

فقہاء کوفہ میں اس کا خاص اہتمام تھا کہ جب کسی صحابی کی وہاں آمد ہوتی تو اس کے پاس آکر جمع ہو جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے سننے کی خواہش ظاہر کرتے۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ میں امام شعبی سے روایت ہے کہ

لما قدم عدی بن حاتم الكوفة اتيناه فی نفر من فقهاء اهل الكوفة فقلنا لحدثنا ما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم

(باب فی القدر)

حضرت عدی بن حاتمؓ جب کوفہ تشریف لائے تو ہم فقہاء کی ایک جماعت کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے عرض کرنے لگے کہ آپ نے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ہم سے بھی بیان فرمائیے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ باایں وسعت نظر ہمیشہ اس بات کے درپے رہتے کہ جب کوفہ میں کوئی نامور محدث آئے تو اس کی معلومات سے اپنے علم میں اضافہ کیا جائے۔ چنانچہ امام نضر بن محمد مروزی جو امام صاحب کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں فرماتے ہیں،

لما رأيت رجلا الزم للاثر من ابی حنيفة قدم علينا يحيى بن سعيد الانصاری و هشام بن عروة وسعيد بن ابی عروبة فقال لنا ابو حنيفة انظروا اتجدون عند هولاء شيئاً نسمعه [3]

میں نے امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ کسی شخص کو حدیث سے اعتناء کرنے والا نہیں دیکھا، ایک دفعہ ہمارے پاس یحییٰ بن سعید انصاری ہشام بن عروہ اور سعید بن ابی عروبہ آئے تو امام ابو حنیفہ ہم سے فرمانے لگے کہ دیکھو تو ان لوگوں کے پاس تمہیں کوئی ایسی چیز بھی ملتی ہے کہ جس کا ہم بھی سماع کریں۔

امام اعظمؒ کے ایک اور شاگرد محدث عبد العزیز بن ابی رزمہ کا بیان بھی اسی کے قریب ہے چنانچہ امام عبد اللہ حارثی بسند ناقل ہیں کہ

حدثنا داؤد بن ابی العوام سمعت وهب بن زمعة سمعت عبد العزيز بن ابی رزمة وذكر علم ابی حنيفة بالحديث فقال قدم

عبد العزیز بن ابی رزمہ نے امام ابو حنیفہ کے علم حدیث کا تذکرہ چھیڑا اور اسی سلسلہ میں یہ بھی بتایا کہ ایک بار کوفہ میں ایک محدث آئے تو امام ابو حنیفہؒ اپنے اصحاب سے فرمانے لگے

[1] منہاج السنہ ج ۴ ص ۱۴۲۔ [2] ایضاً ج ۴ ص ۱۵۷۔ [3] الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ تذکرہ نضر بن محمد۔

Marfat.com

الکوفۃ محدث فقال ابو حنیفۃ لاصحابہ انظر واھل عندہ شئ من الحدیث لیس عندنا قال وقدم علینا محدث اٰخر فقال لاصحابہ مثل ذلک۔ ؎۱

دیکھو تو ان کے پاس حدیث میں کوئی ایسی چیز ہے کہ جو ہمارے پاس نہیں ہے۔ عبدالعزیز کا بیان ہے کہ دوبارہ ایک اور محدث ہمارے پاس آئے جب بھی آپ نے اپنے اصحاب سے یہی فرمایا۔

کوفہ میں کتنے صحابہ نے آکر بودوباش اختیار کی اس کے متعلق حافظ ابو بشر دولابی ؎۲، قتادہ سے جن کا شمار کبار تابعین میں ہے بسند ناقل ہیں کہ

؎۱ مناقب الامام الاعظم، از صدر الائمہ مکی ج ۱ص ۸۳۔

؎۲ دولابی، دولاب کی طرف نسبت ہے یہ متعدد مواضع کا نام ہے منجملہ ان کے ایک بغداد کی شرقی جانب واقع تھا اور دوسرا رے کا ایک مشہور قریہ تھا۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے • الحافظ العالم ابو بشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الرازی الدولابی الوراق ۹ اور میزان الاعتدال میں صراحت کے ساتھ ان کے لئے من اھل الری کے الفاظ استعمال کئے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قریہ دولاب واقع رے کے رہنے والے تھے لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی، لسان المیزان میں مسلمہ بن قاسم سے ناقل ہیں کہ ان کا مسکن دولاب واقع بغداد تھا، انصاری بھی نسلاً نہیں ہیں بلکہ ولاءً ہیں۔ دولابی حدیث کے مشہور حفاظ میں سے ہیں اور فن جرح و تعدیل کے امام ہیں۔ طلب حدیث میں حسب تصریح ذہبی، حرمین، عراق مصر اور شام کا سفر کیا اور بہت سے شیوخ سے اس فن کی تحصیل کی، ابن الجوزی، المنتظم میں لکھتے وحدث عن اشیاخ فیھم کثرۃ (اتنے شیوخ سے حدیث بیان کی کہ جو بکثرت ہیں) امام بخاری اور امام نسائی سے بھی تلمذ حاصل ہے۔ چنانچہ امام بخاری سے ان کی کتاب الضعفاء الصغیر کے بھی راوی ہیں۔ حافظ ابن یونس لکھتے ہیں، کان الدولابی من اھل الصنعۃ حسن التصنیف (دولابی اہل فن میں سے ہیں اور عمدہ مصنف ہیں) حافظ مسلمہ بن قاسم فرماتے ہیں کان مقدما فی العلم والروایۃ ومعرفۃ الاخبار (یہ علم و روایت اور معرفت احادیث میں مقدم ہیں) مسلمہ نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ فقہ میں یہ حنفی مذہب کے پیرو تھے چنانچہ ان کے الفاظ ہیں جالس العلماء وتفقہ لابی حنیفۃ رحمہ اللہ (علماء کی خدمت میں رہے اور امام ابوحنیفہ کے مذہب پر تفقہ حاصل کیا)۔ فن حدیث میں جن اکابر حفاظ نے آپ کے آگے زانوئے شاگردی تہ کیا ان میں ابن عدی، طبرانی، ابن المقری، ابوبکر بن مہندس خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

افسوس ہے کہ ابن عدی وغیرہ بعض متعصب محدثین نے مخالفت مذہبی کی بنا پر جیسا کہ حنفیہ کے بارے میں ان لوگوں کی عام عادت ہے ان پر بھی کلام کیا ہے لیکن غنیمت ہے کہ ان ہی میں سے خود محدث دارقطنی نے ان کی تردید کردی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں تکلموا فیہ ما تبین من امرہ الا خیر (لوگوں نے ان کے بارے میں چہ میگوئیاں کی ہیں مگر ان میں بجز خیر کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوا) ۲۲۴ھ میں ان کی ولادت ہوئی اور ۳۱۰ھ میں ذیقعدہ کے مہینہ میں بمقام عرج جو مکہ اور مدینہ کے مابین ہے وفات پائی (رحمہ اللہ تعالیٰ) انھوں نے متعدد تصانیف یادگار چھوڑیں جن میں سے کتاب الکنیٰ والاسماء دو جلدوں میں حیدر آباد دکن سے مجلس دائرۃ المعارف نے طبع کرکے شائع کردی ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال، لسان المیزان، المنتظم)

Marfat.com

حدثنی ابراھیم بن الجنید الختلی قال حدثنا نصر بن علی الازدی قال حدثنا نوح بن قیس عن ابی الرجاء محمد بن سیف عن قتادۃ قال نزل الکوفۃ الف وخمسون رجلا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم واربعۃ وعشرون من اھل بدر۔ (کتاب الکنی والاسماء ج ۱ ص ۱۴۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے ایک ہزار پچاس شخص اور چوبیس وہ بزرگ کہ جو غزوۂ بدر میں آپ کے ہمرکاب رہے تھے۔ کوفہ میں آکر فروکش ہوئے تھے۔

اور امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ عجلی المتوفی ۲۶۱ھ (جو فن رجال میں امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین کے ہمسر شمار کیے جاتے ہیں) اپنی تاریخ میں اس سے بھی زیادہ تعداد بتلاتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ

نزل الکوفۃ الف وخمسمائۃ من الصحابۃ [1] کوفہ میں ڈیڑھ ہزار صحابہ آکر اترے۔

امام ابوعبداللہ حاکم صاحب المستدرک علی الصحیحین نے اپنی مشہور کتاب معرفۃ علوم الحدیث کی "النوع الثانی والاربعین" میں ان مشاہیر صحابہ کے نام لکھے ہیں کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ شریف سے دوسرے اسلامی شہروں میں منتقل ہوگئے تھے چنانچہ اس سلسلہ میں انھوں نے سب سے پہلے کوفہ سے ابتدا کی ہے اور سب سے زیادہ تعداد یہیں آنے والوں کی ذکر کی ہے۔ منجملہ ان کے عشرہ مبشرہ میں سے حضرت علی، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم اجمعین) کے نام بھی لکھے ہیں۔ بقیہ شہروں کے نام یہ ہیں، مکہ مکرمہ، بصرہ، مصر، شام، جزیرہ، خراسان۔

صحابہ کی اس کثرت کے باوجود علماء کوفہ کے شوق طلب کا یہ عالم تھا کہ وہ برابر مدینہ طیبہ کا سفر کیا کرتے اور وہاں کے اکابر صحابہ کے فیض علمی سے متمتع ہوتے رہتے تھے۔ چنانچہ رحلت کے بیان میں ہم لکھ چکے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے طلب اسناد عالی کو جب سلف کی سنت بتایا تھا تو اس کی سند میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ ہی کے سفر کا تذکرہ کیا تھا۔ اور علامہ ابن تیمیہ، منہاج السنہ میں فرماتے ہیں۔

ھو (یعنی اباعبدالرحمن السلمی) وغیرہ من علماء الکوفۃ مثل علقمۃ والاسود والحارث اللیثی وزر بن جیش الذی قرأ علیہ عاصم بن ابی النجود اخذوا القرآن عن ابن مسعود وکانوا یذھبون الی المدینۃ فیاخذون عن عمر وعائشۃ ولم یاخذوا عن علی کما اخذوا عن عمر وعائشۃ و شریح قاضیہ انما تفقہ علی معاذ بن جبل بالیمن۔ [3]

ابوعبدالرحمن سلمی اور دیگر علماء کوفہ جیسے کہ علقمہ، اسود، حارث لیثی، زر بن جیش، کہ جن کے پاس عاصم بن ابی النجود نے قرآن پاک کی قرأت کی ہے ان سب لوگوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن پاک سیکھا ہے، نیز یہ لوگ مدینہ طیبہ جاکر حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے علم کی تحصیل کیا کرتے تھے بلکہ ان حضرات نے حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جتنا علم اخذ کیا اتنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہیں کیا اور کوفہ کے قاضی شریح نے فقہ کی تعلیم حضرت معاذ بن جبل سے یمن میں حاصل کی تھی۔

[1] فتح القدیر از امام ابن ہمام ج ۱ ص ۲۴۳ طبع نولکشور لکھنؤ، [2] یہ کتاب مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ کے زیر اہتمام قاہرہ کے مطبع دار الکتب المصریہ سے طبع ہوکر شائع ہو چکی ہے۔ [3] منہاج السنہ ج ۴ ص ۱۴۲

Marfat.com

اور پھر چند اوراق کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

واصحاب ابن مسعود کانوا یاخذون عن عمر و علی و ابی الدرداء [1]	اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا کرتے تھے۔

اسی کا اثر تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ تشریف لائے تو آپ نے یہاں کی فضا کو علم سے معمور پایا چنانچہ امام ابوبکر عتیق بن داؤد یمانی فرماتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کوفہ میں ورود ہوا، یہ وہ زمانہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ وہاں پر لوگوں کو فقیہ بنانے میں مصروف تھے، جناب امیر نے مسجد کوفہ میں آکر دیکھا تو چار سو کے قریب دواتیں رکھی ہوئی تھیں اور طلبا رکتابت علم میں مصروف تھے یہ دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا۔

لقد ترک ابن ام عبد یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ ھولاء سرج الکوفۃ۔	بلاشبہ ابن ام عبد یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو کوفہ کے چراغ بنا کر چھوڑا ہے۔ [2]

تفقہ کا درجہ علوم شرعیہ کا آخری درجہ ہے اس لئے جب تعلیمِ فقہ کی تعداد یہ تھی تو ظاہر ہے کہ طلبہ حدیث کی تعداد اس سے کئی گنی زیادہ ہوگی چنانچہ حافظ سیوطی نے تدریب الراوی میں ابن سیرین سے جو اکابر تابعین میں شمار کئے جاتے ہیں اس سلسلہ میں یہ روایت نقل کی ہے کہ

قدمت الکوفۃ وبھا اربعۃ آلاف یطلبون الحدیث [3] میں کوفہ آیا تو وہاں چار ہزار حدیث کے طالب علم موجود تھے۔

محدث حاکم نیشاپوری نے معرفۃ علوم الحدیث کی "النوع التاسع والاربعین" میں زیر عنوان "معرفۃ الائمۃ الثقات المشہورین من التابعین واتباعھم ممن یجمع حدیثھم للحفظ والمذاکرۃ والتبرک بھم وبذکرھم من الشرق الی الغرب" (یعنی تابعین اور تبع تابعین کے ان مشاہیر ائمہ ثقات کی معرفت کہ جن کی حدیثیں حفظ اور مذاکرہ کے لئے جمع کی جاتی ہیں اور جن سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے اور جن کا ذکر مشرق سے لیکر مغرب تک ہے) بلاد اسلامیہ کے ان تمام نامور ائمہ کو نام بنام گنایا ہے کہ جو اس عنوان کے تحت آتے ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں حسب ذیل مقامات کے محدثین کی فہرست دی ہے۔ مدینہ، مکہ، مصر، شام، یمن، یمامہ، کوفہ، جزیرہ، بصرہ، واسط، خراسان، (بغداد کے علماء محدثین کا ذکر نوع ثانی واربعین ہی میں کرچکے ہیں جو چند سطروں سے زائد نہیں ہے) مگر آپ کو یہ معلوم کرکے شاید تعجب ہو کہ ان تمام مذکورہ مقامات میں یہ امتیاز صرف کوفہ ہی کو حاصل ہے کہ وہاں کے ائمہ ثقات کی فہرست پورے ساڑھے تین صفحات پر مشتمل ہے، جبکہ بجز بصرہ کے (کہ وہاں کے ائمہ محدثین کے نام تو بلاشبہ ایک صفحہ میں آئے ہیں) باقی کسی شہر کے مشاہیر کی فہرست ایک صفحہ کو بھی پر نہ کرسکی۔ اسی طرح طبقات ابن سعد میں کسی مقام کے اتنے علماء مذکور

---

[1] منہاج السنۃ ج ۴ ص ۱۵۶۔ [2] مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ مکی ج ۲ ص ۱۳۰۔ [3] تدریب الراوی ص ۲۷۵ طبع مصر۔ [4] حاکم نے ان ائمہ ثقات مشہورین کی فہرست میں امام ابوحنیفہ اور امام زفر کا بھی نام لیا ہے۔

Marfat.com

نہیں جتنے کہ کوفہ کے ہیں چنانچہ تمام بلاد اسلامیہ میں یہ خصوصیت صرف کوفیین کی ہے کہ طبقات کی پوری ایک ضخیم جلد صرف انہی کے تراجم پر مشتمل ہے، اس سے آپ کوفہ کی علمی منزلت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

قراء سبعہ[1] **میں سے عاصم، حمزہ اور کسائی تینوں کوفی ہیں۔ تفسیر** میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو علامہ ابن تیمیہ نے "اعلم الناس بالتفسیر" لکھا ہے۔[2] **سعید بن جبیر** جن کو قتادہ تمام تابعین میں تفسیر کا سب سے بڑا عالم مانتے ہیں۔ اسی کوفہ کے رہنے والے تھے۔

حدیث کی نشر و اشاعت کا وہاں یہ عالم تھا کہ حافظ ابو محمد حسن بن خلاد رامہرمزی، المحدث الفاصل بین الراوی والواعی میں محدث بغداد حافظ عفان بن مسلم سے (کہ جن کو یحییٰ بن معین فن حدیث میں امام مالک، ابن جریج، سفیان ثوری اور شعبہ کے ہم پلہ تسلیم کرتے ہیں) بسند ناقل ہیں کہ

حدثنا عبداللہ بن احمد بن معدان	انھوں نے کچھ لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ ہم فلاں فلاں کی کتابیں
حدثنا مذکور بن سلیمان الواسطی قال سمعت	نقل کر چکے ہیں، اس پر فرمانے لگے کہ ہماری رائے میں اس

---

[1] قرآن پاک کے وہ سات قاری کہ جن کی قرات کے مطابق ساری دنیا میں قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے، حافظ عبدالقادر قرشی، الجواہر المضیہ میں فرماتے ہیں:

"سات ماہتاب جو ائمہ قرا ہیں یہ ہیں:

(۱) **عبداللہ بن کثیر بن المطلب القرشی** مولاہم ابو معبد، تابعین میں سے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے سماع کیا ہے۔ مکہ معظمہ میں ۱۲۰ھ میں انتقال فرمایا۔ بعض نے سنہ وفات ۱۲۲ بتایا ہے۔

(۲) **نافع** بن عبدالرحمن بن ابی نعیم مولی جعونہ بن شعیب اللیثی، مدنی ہیں، ان کے بزرگ اصفہان کے رہنے والے تھے، ابو رویم کنیت ہے، ۱۶۹ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔

(۳) **ابن عامر** یہ عبداللہ بن عامر بن یزید بن تمیم بن ربیعہ الیحصبی الدمشقی ہیں، دمشق کے قاضی تھے کبار تابعین میں سے ہیں ۲۱ھ کے اوائل میں پیدا ہوئے اور عاشورے کے دن ۱۱۸ھ میں وفات پائی۔ بعض نے کہا ہے کہ ۸ ہجری میں ان کی ولادت ہوئی تھی اس قول پر ان کی عمر ایک سو دس برس کی ہوتی ہے۔

(۴) **ابو عمرو** بن العلاء بن عمار بن عبداللہ المقری البصری، ان کا نام کسی نے ریان کسی نے عریان کسی نے یحییٰ کسی نے عثمان کسی نے محبوب اور کسی نے کچھ اور بتایا ہے۔ بعض کہتے ہیں ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے، ۱۵۴ھ میں کوفہ میں انتقال کیا۔

(۵) **عاصم** بن ابی النجود (بفتح نون) ابو بکر الاسدی، ۱۲۷ھ میں کوفہ میں وفات پائی بعض نے سنہ وفات ۱۲۸ بیان کیا ہے، امام سفیان اور امام احمد نے کہا ہے کہ بہدلہ، ابو النجود کا نام ہے اور عمرو بن علی الفلاس کہتے ہیں کہ ان کی ماں کا نام ہے مگر ابو بکر بن ابی داؤد نے اس کو غلط بتایا ہے۔

(۶) **حمزہ** بن حبیب بن عمارہ بن اسمٰعیل الزیات التیمی مولاہم الکوفی ابو عمارہ۔ بمقام حلوان ۱۵۸ھ میں اور بقول بعض ۱۵۴ھ میں وفات پائی۔

(۷) **کسائی** ابو الحسن علی بن حمزہ الاسدی مولاہم الکوفی ۱۸۹ھ میں وفات پائی، انھوں نے حمزہ اسدی کے پاس قرات کی تھی۔

ان ساتوں میں بجز ابن عامر اور ابو عمرو کے کوئی عرب نہیں" (الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۴۲۲ و ۴۲۳)

[2] ملاحظہ ہو اتقان فی علوم القرآن از علامہ سیوطی ج ۲ ص ۱۸۹ طبع مصر ۱۳۶۰ھ

عفان يقول، وسمع قوما يقولون نسخنا كتب فلان ونسخنا كتب فلان، فسمعته يقول نرى هذا الضرب من الناس لا يفلحون، كنا نأتي هذا فنسمع منه ما ليس عند هذا ونسمع من هذا ما ليس عند هذا فقدمنا الكوفة فاقمنا اربعة اشهر ولو اردنا ان نكتب مائة الف حديث لكتبناها فما كتبنا الا قدر خمسين الف حديث وما رضينا من احد الا بالاملاء[عه] الا شريكا. فانه ابى علينا وما رأينا بالكوفة لحانا مجوزا اھ[۵۱]

قسم کے لوگ کامیاب نہیں ہوا کرتے۔ ہمارا تو یہ دستور تھا کہ جب اس استاد کے پاس آتے تو اس سے وہ روایتیں سنتے جو اس استاد کے پاس نہ ہوتیں اور اس سے وہ سنتے جو اس کے پاس نہ ہوتیں۔ چنانچہ جب ہم کوفہ آئے تو چار ماہ قیام رہا اور اگر ہم یہ چاہتے کہ ایک لاکھ حدیثیں لکھ لیں تو لکھ سکتے تھے مگر ہم نے صرف پچاس ہزار حدیثیں ہی لکھیں اور پھر کسی سے املاء کے علاوہ راضی نہ ہوئے، سوائے شریک کے کہ انھوں نے ہم سے انکار کردیا اور ہم نے کوفہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا کہ جو عربیت میں غلطی کرے اور اس کو روا رکھے۔

اور علامہ تاج الدین سبکی، طبقات الشافعیۃ الکبری میں قدوۃ المحدثین حافظ ابوبکر بن ابی داؤد سجستانی کی زبانی ان کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

دخلت الكوفة ومعي درهم واحد فاشتريت به ثلاثين مد باقلاء فكنت اكل مدا واكتب عن الاشج فكتبت عنه في الشهر ثلاثين الف حديث ما بين مقطوع ومرسل.[۵۲]

میں جب کوفہ میں آیا تو میرے پاس ایک ہی درہم رہ گیا تھا سو میں نے اس درہم کا تیس مد باقلا خرید لیا، پھر ایک مد کھاتا اور اشج سے ایک ہزار حدیثیں لکھ لیتا۔ اس طرح ایک مہینہ میں میں نے تیس ہزار حدیثیں جن میں مقطوع اور مرسل بھی شامل ہیں لکھ لیں۔

ذرا تصور کیجیے اس شہر کی کثرت حدیث کا کہ جہاں عفان جیسا حافظ حدیث چار ماہ میں پچاس ہزار احادیث[۵۳]

[عه] تقدمہ نصب الرایہ میں یہ عبارت اس طرح منقول ہے کہ وما رضینا من احد الا ما لا مۃ لیکن اس کا مطلب واضح طور پر سمجھ میں نہیں آتا۔ حافظ عراقی نے بھی شرح الفیہ (ج ۳ ص ۹۰ طبع مصر) میں عفان کا یہ بیان نقل کیا ہے اور اس کے الفاظ وہی ہیں جو متن میں مذکور ہیں۔

[۵۱] اس کتاب کے قلمی نسخے کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن اور کتب خانہ پیر جھنڈو حیدر آباد سندھ میں ہماری نظر سے گزرے ہیں لیکن اس وقت یہ عبارت ہم نے محدث کوثری نے امام زیلعی کی نصب الرایہ پر جو مقدمہ لکھا ہے اس سے نقل کی ہے۔ (ملاحظہ ہو تقدمہ نصب الرایہ ص ۳۵ مطبوعہ) [۵۲] طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲۳۰ طبع حسینیہ مصر۔

[۵۳] یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جب محدثین احادیث کی تعداد کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد متون احادیث نہیں بلکہ طرق و اسانید ہوتے ہیں۔ نیز سلف کا دستور تھا کہ وہ آثار صحابہ و تابعین اور ان کے فتاوے کے لئے بھی حدیث کا لفظ استعمال کیا کرتے تھے۔ حافظ سخاوی، فتح المغیث میں لکھتے ہیں:

وكذا آثار الصحابة والتابعين وغيرهم وفتاويهم مما كان السلف يطلقون على كل حديثا. (ص ۱۲ طبع انوار محمدی لکھنؤ)

اور اسی طرح اس تعداد میں (مکررات و موقوفات کے علاوہ صحابہ و تابعین وغیرہ کے آثار و فتاوی بھی داخل ہوتے ہیں کیونکہ ان میں کی ہر ایک کیلئے متقدمین حدیث کا لفظ استعمال کرتے تھے۔

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

لکھ لے (کہ جو مسند احمد جیسی ضخیم کتاب کی روایات سے بھی تعداد میں کہیں زیادہ ہیں) اور حافظ ابوبکر بن ابی داؤد ایک ہی ماہ میں تیس ہزار حدیثیں ایک ہی شیخ سے لکھ لیں وہاں حدیث وسنت کی اشاعت کا کیا عالم ہوگا یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ سے جب ان کے صاحبزادے عبداللہ نے دریافت کیا کہ آپ کی رائے میں طالب علم کو کیا کرنا چاہیئے آیا ایک ہی صاحبِ علم کی خدمت میں بار بار حاضر رہ کر اسی سے حدیثیں لکھتا رہے یا ان مقامات کا رخ کرے کہ جہاں علم کا چرچا ہے اور وہاں جا کر علماء سے حدیث کی تحصیل کرے تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ لے سفر کرنا چاہیئے اور دوسرے مقامات کے علماء سے حدیثیں لکھنی چاہئیں اور ان علماء میں سب سے پہلے امام موصوف نے "کوفیین" ہی کا ذکر کیا۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں: یرحل ویکتب عن الکوفیین والبصریین واھل المدینۃ ومکۃ۔ امام بخاری نے طلب حدیث میں بخارا سے لیکر مصر تک تمام اسلامی شہروں کا سفر کیا تھا۔ دو دفعہ جزیرہ گئے۔ چار دفعہ بصرہ جانا ہوا چھ سال تک حجاز میں مقیم رہے مگر اس کے باوجود کوفہ اور بغداد کی وہ اہمیت تھی کہ فرماتے ہیں:

لا احصی کم دخلت الی الکوفۃ وبغداد مع المحدثین۔ [2]	میں شمار بھی نہیں کر سکتا کہ کوفہ اور بغداد میں مجھے محدثین کے ساتھ کتنی بار جانا پڑا۔

فن حدیث کی تبویب سب سے پہلے اسی شہر میں ہوئی۔ **صحیح** احادیث کا مجموعہ بھی سب سے پہلے یہیں مرتب ہوا۔ [3]

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اس کے بعد سخاوی لکھتے ہیں کہ بہت سی حدیثیں ہیں کہ جو سو سو سندوں کے ساتھ مروی ہیں اور حدیث انما الاعمال بالنیات کے متعلق تو حافظ ابواسمٰعیل انصاری ہروی سے منقول ہے کہ انھوں نے حدیث مذکور کو اس کے صرف ایک راوی یحیی بن سعید انصاری سے ان کے سات سو شاگردوں کی سند سے لکھا ہے۔

آج کل کے منکرین حدیث نے المغربی کے لئے یہ شور مچا رکھا ہے کہ موجودہ حدیث کی کتابوں میں چند ہزار سے زائد احادیث کی تعداد پائی نہیں جاتی اور محدثین یہ کہتے ہیں کہ ہم نے لاکھوں حدیثوں سے ان کا انتخاب کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ احادیث کی بڑی تعداد خود محدثین کے بیانات کے مطابق خود ساختہ ہے لہذا ایسی صورت میں ان چند ہزار کا بھی کیا اعتبار ہو جاتا ہے کہ جن کو لاکھوں موضوعات سے چھانٹ کر صحیح قرار دیا گیا ہو۔ اس لئے آپ خوب سمجھ لیجئے کہ یہ ایک بہت ہی بڑا سنگین مغالطہ ہے جو بیچارے ناواقف عوام کو دیا جا رہا ہے، کیونکہ محدثین کے یہاں تو احادیث کی تعداد کا حساب ان کی اسانید کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ متون کے لحاظ سے پس اگر کسی حدیث کی مثلاً سو اسنادیں ہیں تو اس کی تعداد انہی اسانید کے اعتبار سے سو ہوگی چنانچہ حدیث انما الاعمال بالنیات کا جب شمار لگائیں گے تو اس کی سات سو اسنادوں کے اعتبار سے سات سو شمار کریں گے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] تدریب الراوی از سیوطی ص ۱۷۷، و فتح المغیث از سخاوی ص ۳۲۱

[2] مقدمہ فتح الباری از حافظ ابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۴۷۹ طبع خیریہ مصر۔ [3] اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

Marfat.com

اور فقہ کے متعلق تو پوچھنا ہی کیا، امام ابو حنیفہ رحمہ نے اس کو معدن العلم والفقہ کا لقب دیا ہے[1] اور سفیان بن عیینہ جو ائمہ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں کہا کرتے تھے۔

من اراد المغازی فالمدینۃ ومن اراد المناسك فمکۃ ومن اراد الفقہ فالکوفۃ۔[2]	مغازی کے لئے مدینہ، مناسک کے لئے مکہ اور فقہ کے لئے کوفہ ہے۔

فقہ حنفی جس پر بارہ سو برس سے اسلامی دنیا کا تقریباً دو ثلث حصہ عمل پیرا چلا آتا ہے اس کی بنیاد بھی یہیں پڑی۔

عربیت اور نحو کی تدوین بھی کوفہ اور بصرہ ان ہی دو شہروں میں ہوئی ہے چنانچہ لغت اور نحو کی کتابوں میں بجز ان دو مقامات کے عام طور پر اور کسی جگہ کے علماء کا اختلاف ذکر نہیں کیا جاتا۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:[3]

"کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمار بن یاسر، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم، جیسے حضرات نیز صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی ایک خلقت آکر اتری، پھر وہاں علقمہ، مسروق، عبیدہ اور اسود جیسے ائمہ تابعین پیدا ہوئے، پھر شعبی، نخعی، حکم بن عتیبہ، حماد، ابو اسحٰق منصور، اعمش اور ان کے اصحاب ہوئے"

اس کے بعد ذہبی کے الفاظ ہیں:

وما زال العلم بھا متوفرا الی زمان ابن عقدہ۔	اور ابن عقدہ کے زمانے تک برابر وہاں علم کی وسعت و کثرت ہی چلی آئی۔

حافظ عصر ابن عقدہ کی وفات ۳۳۲ھ میں ہوئی ہے اس حساب سے متواتر تین سو سال تک کوفہ حدیث کا دار العلم رہا ہے، محدث حاکم نیشاپوری نے کوفہ کا پہلا سفر ابن عقدہ کی وفات کے نو برس بعد ۳۴۱ھ میں کیا تھا۔ اس وقت تک صحابہ کی درسگاہوں کے نشانات موجود تھے چنانچہ اس سلسلہ میں ان کا بیان حسب ذیل ہے:

"میں کوفہ میں سب سے پہلے ۳۴۱ھ میں داخل ہوا، ابو الحسن بن عقبہ شیبانی مجھے صحابی کی مساجد بتلاتے جاتے تھے چنانچہ میں بہت سی مسجدوں میں گیا، یہ مساجد اس وقت تک آباد تھیں، ہم نے اپنا ٹھکانا محلہ بجیلہ میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی مسجد کو بنایا تھا۔

اس کے بعد ۳۴۵ھ میں پھر کوفہ آنا ہوا تو ابن عقبہ کی مسجد ویران ہو چکی تھی، اب ابو القاسم سکونی

---

[1] مناقب الامام الاعظم، از صدر الائمہ موفق بن احمد مکی المتوفی ۵۶۸ھ مطبوعہ مطبع دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ج ۱ ص ۵۶

[2] ایضاح ۲ ص ۶۴ علامہ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں کوفہ کے ذکر میں سفیان بن عیینہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں خذوا المناسك عن اھل مکۃ وخذوا القراءۃ عن اھل المدینۃ وخذوا الحلال و الحرام عن اھل الکوفۃ (یعنی مناسک اہل مکہ سے حاصل کرو اور قراءت اہل مدینہ سے اور حلال و حرام کا علم اہل کوفہ سے۔)

[3] عہد فاروقی اور عہد عثمانی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیشتر قیام کوفہ ہی میں رہا۔ چنانچہ علامہ ذہبی، میزان الاعتدال میں اصبغ بن خلیل کے ترجمہ میں تصریح کرتے ہیں انہ کان فی غالب دولتیھما بالکوفۃ (بلاشبہ ان دونوں کے زمانہ خلافت میں بیشتر کوفہ ہی میں رہے۔)

Marfat.com

میرا ہاتھ پکڑ کر میرے ساتھ جامع مسجد کے ستونوں کے گرد گھومتے اور بتاتے چلتے تھے کہ ھذہ اسطوانۃ جریر، ھذہ اسطوانۃ عبد اللہ، ھذہ اسطوانۃ البراء، یہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا ستون ہے، یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے، یہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کا ہے (جہاں یہ حضرات درس دیا کرتے تھے۔)" [1]

امام ابن ماجہ نے جس زمانہ میں کوفہ کا سفر کیا ہے اس کی علمی رونق بدستور قائم تھی اور یہ محدثین و حفاظ حدیث سے بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ ان میں سے جن حضرات کے سامنے آپ نے زانوئے شاگردی طے کیا وہ حسب ذیل ہیں:

✻ **حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ،** عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان العبسی مولاہم الکوفی حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے "ابوبکر بن ابی شیبۃ الحافظ عدیم النظیر الثبت النحریر" بہت بڑے نامور محدث تھے، مصنفین صحاح ستہ میں سے امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ ان کے خاص شاگرد تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں تیس اور صحیح مسلم میں ایک ہزار پانچ سو چالیس حدیثیں ان کی سند سے مروی ہیں۔ [2] اسی طرح سنن ابی داؤد میں بھی بکثرت ان سے حدیثیں منقول ہیں اور سنن ابن ماجہ میں تو غالباً سب سے زیادہ ان ہی کی روایتیں درج ہیں۔ عمرو بن علی فلاس کا بیان ہے کہ ان سے بڑا حافظ حدیث ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ ابو عبید قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ حدیث کا علم چار شخصوں پر آ کر منتہی ہوا۔ جن میں ابوبکر بن ابی شیبہ تو حسن ادا میں، اور احمد بن حنبل تفقہ میں اور یحییٰ بن معین جامعیت میں اور علی بن مدینی وسعت معلومات میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں، ایک اور موقع پر ابو عبید نے ان چاروں کے مابین ان الفاظ میں موازنہ کیا ہے کہ حدیث کے ربانی عالم چار ہیں، جن میں حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم احمد بن حنبل اور روانی و حسن سیاق میں سب سے اچھے علی بن مدینی اور تصنیف میں سب سے خوش سلیقہ ابوبکر بن ابی شیبہ اور صحیح اور غیر صحیح حدیثوں کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے یحییٰ بن معین ہیں۔ ابو علی صالح بن محمد بغدادی کا بیان ہے کہ میں نے جن لوگوں کو پایا ان میں حدیث اور اس کی علل کے سب سے بڑے عالم علی بن مدینی اور فقہ حدیث میں سب سے بڑھ کر احمد بن حنبل اور تصحیف مشائخ سے سب سے زیادہ باخبر یحییٰ بن معین اور مذاکرہ کے وقت سب سے زیادہ یادداشت رکھنے والے ابوبکر بن ابی شیبہ ہیں۔ [3] ابو زرعہ کا بیان ہے کہ میں نے ابن ابی شیبہ سے ایک لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ [4] ابن خراش کہتے ہیں کہ ایک بار میں نے ابو زرعہ کو یہ کہتے سنا کہ ما رأیت احفظ من ابن ابی شیبۃ (میں نے ابن ابی شیبہ سے بڑھ کر کسی کو حافظ حدیث نہیں دیکھا) اس پر میں بول اٹھا یا اصحابنا البغدادیین (ہمارے بغداد کے اصحاب بھی نہیں) کہنے لگے دع اصحابک اصحاب مخاریق (اپنے ان تمہارے چھتڑوں والے اصحاب کو رہنے بھی دو)۔ محرم ۲۳۵ھ میں انتقال فرمایا آپ نے متعدد تصانیف

[1] معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۹۱ و ۱۹۲ طبع مصر۔ [2] تہذیب التہذیب ترجمہ ابن ابی شیبہ۔ [3] تدریب الراوی ص ۲۵۹ [4] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابراہیم بن موسیٰ ابو اسحٰق الرازی الفراء۔

Marfat.com

یادگار چھوڑیں جن میں مسند اور مصنف زیادہ مشہور ہیں:-

مصنف کا شمار حدیث کی ان چند بے مثال تالیفات میں ہے کہ جو اسلام کا کارنامہ فخر خیال کی جاتی ہیں چنانچہ حافظ ابن کثیر دمشقی، البدایہ والنہایہ میں ابن ابی شیبہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وصاحب المصنف الذی لم یصنف احد مثلہ قط لا قبلہ ولا بعدہ (ج ۱۰ ص ۳۱۵)	یہ اس مصنف کے مصنف ہیں کہ اس کی مثل کسی نے کبھی تصنیف نہیں کی، نہ ان سے پہلے اور نہ ان سے بعد۔

اور حافظ ابن حزم اندلسی نے اس کتاب کو عظمت کے اعتبار سے موطا امام مالک سے بھی مقدم رکھا ہے[۱]۔ اور فی الواقع صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، اور سنن ابن ماجہ میں جس کثرت سے اس کتاب کی روایتیں منقول ہیں موطا کی منقول نہیں۔

مصنف میں صرف احادیث احکام کو جمع کیا گیا ہے یعنی جن سے کوئی فقہ کا مسئلہ معلوم ہو سکے اور یہ اس کتاب کا خاص امتیاز ہے کہ اس میں کسی مذہب فقہی کے ساتھ کوئی ترجیحی سلوک روا نہیں رکھا گیا بلکہ اہل حجاز اور اہل عراق دونوں کی جتنی روایات مصنف کو مل سکیں ان سب کو نہایت ہی غیر جانبداری کے ساتھ یکجا جمع کر دیا ہے۔ جس سے ہر فقیہ کو نہایت آسانی کے ساتھ بغیر کسی تاثر کے اس مسئلے کے بارے میں آزادی کے ساتھ رائے قائم کرنے کا موقع باقی رہتا ہے افسوس ہے کہ بعد کے مصنفین ابن ابی شیبہ کے اس غیر جانبدارانہ طرز کو قائم نہ رکھ سکے اور انھوں نے اپنی تصانیف میں یا تو صرف اپنے ہی مذہب فقہی کی روایات کے درج کرنے پر اکتفا کی یا دوسرے مذاہب کی روایات اگر ذکر کیں تو جہاں تک ممکن ہو سکا ان پر جرح بھی کر ڈالی جس کی وجہ سے جب تک قدما کی کتابیں پیش نظر نہ ہوں کسی مسئلہ پر غیر جانبداری کے ساتھ رائے قائم کرنا دشوار ہو گیا۔ حدیث کی بعض متداول کتابوں کے مطالعہ سے جو ظاہر بینوں کو مذہب حنفی سے عقیدت کم ہو جاتی ہے اس کی اصل وجہ یہی ہے۔ بہر حال قدما کی تصانیف میں احادیث احکام پر یہ جامع ترین کتاب ہے۔ دوسری ایک اور اہم خصوصیت اس کتاب کی یہ ہے کہ اس میں حدیث نبوی کے پہلو بہ پہلو صحابہ اور تابعین کے اقوال وفتاوے بھی درج ہیں جس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہر حدیث کے متعلق ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس پر سلف امت کی تلقی رہی ہے یا نہیں اور دور صحابہ و تابعین میں اس روایت پر عمل درآمد تھا یا نہیں اور یہ اس کتاب کی وہ مخصوص افادیت ہے کہ جس میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتی، اور یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب فقہا ومحدثین میں برابر متداول چلی آتی ہے چنانچہ کتب حدیث وفقہ کی وہ شروح کہ جن میں احادیث احکام سے بحث کی جاتی ہے ان میں شاید ہی کوئی کتاب ایسی ملے کہ جس میں اس کے حوالے درج نہ ہوں اور اس کی احادیث پر بحث نہ ہو۔ صاحب کشف الظنون نے اس کتاب کا تعارف ان لفظوں میں کرایا ہے:

ھو کتاب کبیر جدا جمع فیہ فتاوی التابعین و اقوال الصحابۃ واحادیث الرسول صلے اللہ علیہ وسلم	یہ ایک بہت بڑی کتاب ہے جس میں فتاوی تابعین، اقوال صحابہ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محدثین

[۱] ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ترجمہ علامہ ابن حزم۔

Marfat.com

علی طریقۃ المحدثین بالاسانید مرتباً علی الکتب والابواب علی ترتیب الفقہ۔

کے طریقہ پر اسانید کے ساتھ جمع کر دیا ہے اور ترتیب فقہی پر اس کی کتب وابواب کو مرتب کیا ہے۔

اور محدث ناقد محمد زاہد کوثری رقمطراز ہیں۔

وللمصنف احوج مایکون الفقیہ الیہ من الکتب الجامعۃ للمسانید والمراسیل وفتاوی الصحابۃ والتابعین، رتبہ علی الابواب لیقف المطالع علی مواطن الاتفاق والاختلاف بسہولۃ وھو من اجمع الکتب لادلۃ الفقہاء خاصۃ اہل العراق۔ [1]

مسانید ومراسیل اور فتاوے صحابہ وتابعین کی جو جامع کتابیں ہیں ان میں ایک فقیہ کو سب سے زیادہ جس کتاب کی احتیاج ہے وہ مصنف ہے۔ جس کو ابواب پر مرتب کیا ہے تاکہ اس کا مطالعہ کرنے والا سہولت کے ساتھ اتفاق واختلاف کے مواقع سے واقف ہو جائے۔ یہ کتاب فقہاء بالخصوص اہل عراق کے دلائل کی جامع ترین کتابوں میں سے ہے۔

ابن ابی شیبہ نے اس کتاب میں ایک مستقل باب امام ابوحنیفہ کے رد میں بھی لکھا ہے جس کا عنوان ہے۔

---

[1] حواشی ذیول تذکرۃ الحفاظ از محدث موصوف ص ۱۵۵ طبع دمشق۔

[2] ظاہر بینوں کو اس پر تعجب نہ ہونا چاہئے اجتہادی مسائل میں اختلاف ناگزیر ہے اور ہر فریق کو دوسرے کے مسائل پر تنقید کا پورا حق حاصل ہے اگر کسی فن میں تنقید کو ممنوع قرار دیدیا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ فن کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ مسلمانوں نے فن استنباط واجتہاد کو جو اس درجہ اوج کمال پر پہنچایا کہ زندگی کے ہر مسئلہ کا حل وہ شریعت کی روشنی میں تلاش کر لیتے ہیں اور ان کا قانون فقہ ہر حیثیت سے مکمل اور جامع ہے اس کی اصل وجہ ان کی یہی علمی بحث وتمحیص ہے جس سے نصوص پر غور کرنے اور ان سے استنباط مسائل کے سارے طریقے منقح ہو کر اور نکھر کر امت کے سامنے آگئے۔ زمانہ سلف میں اکثر ائمہ نے ایک دوسرے کے مسائل پر تنقید واعتراض کیا ہے۔ امام لیث بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے امام مالک کے ستر مسئلے ایسے شمار کئے کہ جو سب کے سب سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے چنانچہ میں نے اس بارے میں ان کو لکھ کر بھیجدیا ہے۔[3] خود امام شافعی نے امام مالک کی تردید میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ ان کے بہت سے مسائل احادیث کے خلاف ہیں۔ امام رازی نے مناقب الشافعی میں اس کتاب کا دیباچہ نقل کیا ہے، حافظ ابن حزم اندلسی جو ارباب ظواہر کے امام ہیں اپنی کتاب مراتب الدیانۃ میں لکھتے ہیں کہ موطا میں ستر سے اوپر ایسی حدیثیں ہیں کہ جن پر خود امام مالک نے عمل نہیں کیا ہے۔[4] اور بعض مغاربہ نے ایک مستقل کتاب میں ان مسائل کو جمع بھی کر دیا ہے کہ جن میں مالکیہ کا عمل موطا کی احادیث کے صریحاً خلاف ہے۔[5] محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم مالکی نے جو مصر کے مشہور فقیہ اور محدث تھے اور امام شافعیؒ کے بھی شاگرد رہ چکے تھے۔ امام شافعیؒ کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے الرد علی الشافعی فیما خالف فیہ الکتاب والسنۃ۔ یعنی ان مسائل میں شافعی کا رد کہ جن میں ان سے کتاب وسنت کے خلاف ہوا ہے۔[6]
لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ العیاذ باللہ یہ سب ائمہ حدیث کی مخالفت کیا کرتے تھے، نہیں اگر ایسا کرتے تو ان کی امامت تو کیا خود ان کے اسلام پر کلام ہوتا۔ بات یہ ہے کہ یہ اجتہادی مسائل ہیں اور ان میں ضروری نہیں کہ جو روایت ایک کے نزدیک قابل قبول ہو وہ دوسرے کے نزدیک بھی ہو، ہو سکتا ہے کہ اس کے علم میں اس کی سند میں کوئی خرابی موجود ہو یا اس کی تحقیق میں وہ منسوخ ہو یا پھر اس کے ذہن میں اس کی کوئی اور توجیہ ہو۔ چنانچہ علامہ ابن عبدالبر مالکی، جامع بیان العلم میں فرماتے ہیں:

---

[3] جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۴۸، طبع منیریہ مصر۔ [4] تدریب الراوی ص ۴۳۔ [5] تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ از حافظ ابن حجر عسقلانی ص ۴ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن۔ [6] طبقات الشافعیۃ الکبری ج ۱ ص ۲۲۴۔

Marfat.com

هذا ما خالف به ابو حنيفة الاثر الذي جاء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ۔

یہ وہ ہے جس میں ابو حنیفہؒ نے اس حدیث کا خلاف کیا ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آئی ہے۔

اس باب میں ابن ابی شیبہ نے ایک سو پچیس مسائل کی بابت دعویٰ کیا ہے کہ احادیث و آثار سے تو یہ ثابت ہوتا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کا قول اس کے برخلاف ہے، لیکن آپ کو علمائے احناف کی اس وسعتِ صدر پر شاید تعجب ہو کہ اس کے باوجود اس کتاب کی علمی وقعت ان کی نظر میں ذرا بھی کم نہیں ہوئی۔ لیکن یہی کتاب

(باقی حاشیہ از صفحہ گذشتہ) ليس لاحد من علماء الامة يثبت حديثا عن النبي صلى الله عليه وسلم ثم يرده دون ادعاء نسخ عليه باثر مثله او باجماع او بعمل يجب على اصله الانقياد اليه او طعن في سنده ولو فعل ذلك احد سقطت عدالته فضلا ان يتخذ اماما ولزمه اثم الفسق۔

(جامع بيان العلم ج ۲ ص ۱۴۸ طبع منيريه مصر)

علمائے امت میں سے کسی کو یہ حق نہیں کہ ایک حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت مانتے ہوئے پھر اس کو بغیر ادعاء نسخ کے رد کر دے خواہ اس نسخ کے ثبوت میں اسی درجہ کی حدیث پیش کرے یا اجماع کو یا کسی ایسے عمل کو کہ جس کا تسلیم کرنا اس کے اصول پر ضروری ہے یا پھر اس حدیث کی سند میں طعن کو ثابت کرے ورنہ اگر یونہی رد کر دے تو اس کا امام بنانا تو درکنار اس کی عدالت ہی سرے سے ساقط ہو جائے اور فسق کا گناہ اس پر عائد ہو جائے۔

چنانچہ ابن ابی شیبہ کے اس باب ہی کو لے لیجئے اور جن ائمہ حدیث نے اس کا جواب لکھا ہے وہ بھی اٹھا لیجئے اور پھر خود فیصلہ کیجئے کہ ان مسائل میں امام ابو حنیفہ کا مذہب حدیث کے مخالف ہے یا ابن ابی شیبہ کے مذہب فقہی کے۔

ہمیں اب تک جن علماء کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ انھوں نے ابن ابی شیبہ کے اعتراضات کا مفصل جواب لکھا ہے وہ یہ ہیں (۱) حافظ عبد القادر قرشی مصنف الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، ان کی تصنیف کا نام ہے "الدرر المنیفة فی الرد علی ابن ابی شیبة فیما اورده علی ابی حنیفة"، (۲) حافظ قاسم بن قطلوبغا المتوفی ۸۷۹ھ ان کی کتاب کا نام ہے "الاجوبة المنیفة عن اعتراضات ابن ابی شیبة علی ابی حنیفة" علامہ قاسم کا فن حدیث میں جو پایہ ہے اس کا اندازہ آپ اس سے لگائیے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی جو ان کے استاد بھی ہیں ان کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں "الامام العلامة المحدث الفقیه" اور "الشیخ الفاضل المحدث الکامل الاوحد"[۱] (۳) علامہ محمد زاہد کوثری المتوفی ۱۳۷۱ھ ان کی تصنیف کا نام ہے "النکت الطریفة فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبة علی ابی حنیفة" یہ کتاب مصنف کی حیات ہی میں ۱۳۶۵ھ میں مصر سے طبع ہو کر اہل علم کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے۔

حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعی مصنف سیرۃ شامیہ نے عقود الجمان میں لکھا ہے کہ خود انھوں نے بھی ابن ابی شیبہ کے رد میں ایک مستقل تالیف شروع کی تھی اور دس حدیثوں تک جواب بھی لکھ لیا تھا مگر بعد کو جب یہ اندازہ ہوا کہ جس پیمانہ پر انھوں نے جواب لکھنا شروع کیا ہے وہ دو جلدوں میں آئے گا تو قلم روک لیا کیونکہ اس زمانہ میں یہ سیرت شامیہ کی تکمیل میں مصروف تھے۔

ملا کاتب چلپی نے کشف الظنون میں حافظ قرشی اور حافظ قاسم کی تالیفات کے علاوہ اس سلسلہ میں ایک اور تصنیف کا بھی ذکر کیا ہے جس کا نام ہے "الرد علی من رد علی ابی حنیفة وافتخر به وجعله بابا فی کتابه" ملا صاحب نے اس کتاب کے مصنف کا نام ذکر نہیں کیا مگر یہ لکھا ہے کہ یہ ایک مختصر کتاب ہے جس کا ابتدائی جملہ الحمد لله الذی هدانا الی الصراط المستقیم ہے۔ اس کتاب میں اولاً ابن ابی شیبہ کے مسائل کو مع دلائل ذکر کیا ہے اور پھر اصل مسئلہ کی تقریر مع جوابات کے قلمبند کی ہے۔

[۱] الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع از حافظ سخاوی، ترجمہ حافظ قاسم۔

Marfat.com

جب ابن ابی شیبہ کے نامور شاگرد شیخ الاسلام بقی بن مخلد جن کو حافظ ابن حزم اندلسی اپنے رسالہ فضائل اہل اندلس میں امام بخاری و مسلم کا ہمسر بتاتے ہیں، اندلس میں لیکر داخل ہوئے اور ان کے پاس لوگوں نے اس کتاب کو پڑھنا شروع کیا تو وہاں کے فقہاء کی ایک جماعت اپنے مسائل سے اختلاف کی تاب نہ لاکر نہایت سختی سے مخالفت پر آمادہ ہوگئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ عوام نے شیخ الاسلام پر یورش کرکے کتاب کی قرارت کو موقوف کرادیا۔ اس زمانہ میں محمد بن عبدالرحمٰن اموی، اندلس کا فرمانروا تھا جو علم و علماء کا نہایت قدردان اور بڑا ذی علم تھا، اسے جب اس ہنگامہ کا پتہ چلا تو فوراً ہی شیخ الاسلام کو مع فریق مخالف کے اپنے حضور میں طلب کیا اور مصنف کے ایک ایک جزء کا اول سے آخر تک خوب جائزہ لیا۔ بعدازاں اپنے خازن کتب کو حکم دیا کہ

هذا الكتاب لا تستغني خزانتنا عنه فانظر في نسخه لنا۔	یہ وہ کتاب ہے جس سے ہمارا کتب خانہ بھی مستغنی نہیں رہ سکتا لہٰذا اس کی نقل کا بندوبست کرو۔

پھر امام بقی بن مخلد کی طرف مخاطب ہوکر کہنے لگا کہ آپ اپنے علم کی نشر و اشاعت میں مصروف رہیں اور جو روایات آپ کے پاس موجود ہیں ان کو بیان فرمائیں اور فریق مخالف کو ہدایت کردی کہ آئندہ ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے۔[1]

اس زمانہ میں اندلس میں فقہ مالکی کی حکمرانی تھی اور مصنف میں اگرچہ امام ابوحنیفہ کی طرح امام مالک کے رد میں کوئی باب بھی نہیں ہے تاہم حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ چونکہ کوفی تھے اور اس بنا پر انھوں نے اہل عراق کی روایات اور ان کے دلائل کو بھی بہ تفصیل بیان کیا ہے، اور اندلس کے لوگ عام طور پر موطا اور احادیث اہل مدینہ کے علاوہ اور روایات سے ناآشنا تھے۔ ساتھ ہی ذہن میں یہ غلط مفروضہ قائم کر رکھا تھا کہ اہل عراق قلیل الحدیث ہیں اور ان کی معلومات حدیث میں برائے نام ہیں، اس لئے خلاف توقع جب یہ کتاب ان کے سامنے آئی تو اس کی روایات پر فقہاء مالکیہ میں سخت شورش پیدا ہوئی جو فن حدیث سے ناواقفیت کا لازمی نتیجہ تھا۔ اس جماعت کے سرخیل فقیہ اصبغ بن خلیل قرطبی کو مصنف سے اس قدر برہمی تھی کہ کہا کرتے تھے،

لان يكون في تابوتي راس خنزير احب الي من ان يكون فيها مصنف ابن ابي شيبة۔[2]	اگر میری کتابوں میں خنزیر کا سر رکھا ہو تو وہ مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ ان میں مصنف ابن ابی شیبہ ہو۔

قاسم بن اصبغ جو مشہور حفاظ حدیث میں ہیں اکثر اصبغ بن خلیل کو بددعا دیتے اور کہا کرتے کہ یہی وہ شخص ہے جس نے مجھے بقی بن مخلد سے حدیث سننے نہ دی کیونکہ یہ میرے باپ کو کہا کرتا تھا کہ اس کو بقی کے پاس نہ جانے دینا۔[3] یہ اصبغ بن خلیل گو فقہاء مالکیہ میں نہایت نامور ہیں مگر علم حدیث سے ناآشنا تھے۔ چنانچہ حافظ ابن الفرضی لکھتے ہیں:

---

[1] نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب۔ ج ۲ ص ۲۷۳ طبع جدید۔ [2] میزان الاعتدال امام ذہبی: ترجمہ اصبغ بن خلیل۔ [3] لسان المیزان، ترجمہ اصبغ مذکور۔

Marfat.com

کان اصبغ بن الخلیل حافظا للرأی علی مذھب مالک فقیھا فی الشروط بصیرا بالعقود ودارت علیہ الفتیا ولم یکن لہ علم بالحدیث۔ [1]	اصبغ بن خلیل، مذہب مالک پر مسائل کے حافظ تھے، شروط میں فقیہ تھے اور معاملات پر بڑی گہری بصیرت رکھتے تھے، فتوی کا ان پر دارومدار تھا، لیکن حدیث کا علم ان کو نہ تھا۔

❋ **مُصنّف** کے قلمی نسخے ہندوستان اور قسطنطنیہ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ چنانچہ کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد دکن میں اس کا ایک قلمی نسخہ ہماری نظر سے بھی گذرا ہے، مولوی عبدالتواب ملتانی مرحوم کا ارادہ تھا کہ اس کو طبع کرکے شائع کر دیا جائے چنانچہ انھوں نے اس کے پندرہ اجزاء میں سے جزء اول وثانی ورابع کو ملتان سے طبع کرکے شائع بھی کیا مگر پھر ان کا انتقال ہوگیا اور کتاب کی طباعت مکمل نہ ہوسکی اور مولوی صاحب موصوف کے پاس چونکہ اس کی طباعت کا کوئی مناسب انتظام نہ تھا اس لئے ان اجزاء کی طباعت بھی نہایت ناقص اور بیحد خراب ہے، جس کی وجہ سے بہت سی جگہ کتاب مسخ ہوکر رہ گئی ہے۔

❋ **شیخ الاسلام اشج**۔ ان کا نام عبداللہ اور کنیت ابوسعد ہے۔ یہ وہی ہیں جن سے ابوبکر بن ابی داؤد نے ایک ماہ میں تیس ہزار حدیثیں لکھی تھیں۔ امام ابن ماجہ نے بھی ان سے بکثرت روایتیں کی ہیں حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ اس طرح شروع کیا ہے: الاشج الامام شیخ الاسلام ابوسعد عبداللہ بن سعید بن حصین الکندی الکوفی الحافظ محدث الکوفۃ وصاحب التفسیر والتصانیف، تمام ارباب صحاح ستہ فن حدیث میں ان کے شاگرد ہیں۔ محمد بن احمد بن بلال شطوی کا بیان ہے کہ میں نے ان سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ ابوحاتم کہتے ہیں الاشج امام زمانہ۔ ربیع الاول ۲۵۷ھ میں جب کہ آپ کی عمر نوے سال سے متجاوز ہوچکی تھی انتقال فرمایا رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

❋ **حافظ کبیر عثمان بن ابی شیبہ**، یہ ابوبکر بن ابی شیبہ صاحب مصنف کے بڑے بھائی ہیں، ان سے بھی امام ابن ماجہ نے بکثرت روایتیں نقل کی ہیں۔ ذہبی کے میزان الاعتدال میں ان کے متعلق یہ الفاظ ہیں، احد ائمۃ الحدیث الاعلام کاخیہ ابی بکر یعنی اپنے بھائی ابوبکر کی طرح یہ بھی مشاہیر ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ امام بخاری مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ سب آپ کے شاگرد ہیں۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ ان کی مرویات میں افراد وغرائب موجود ہیں حالانکہ امام بخاری ان سے بکثرت روایت کرتے ہیں۔ مزاج میں بڑا مزاح تھا حتی کہ قرآن پاک کی آیات کی تصحیف سے بھی نہیں چوکتے تھے۔" ۲۳۹ھ کے اوائل میں انتقال ہوا۔ ذہبی نے ان کی تصانیف میں سے مسند اور تفسیر کا ذکر کیا ہے۔ رحمہ اللہ۔

(تذکرۃ الحفاظ۔ میزان الاعتدال)

---

[1] لسان المیزان، ترجمہ اصبغ مذکور۔

Marfat.com

❁ **دُرَّۃ العراق حافظ محمد بن عبداللہ بن نُمیر،** ابوعبدالرحمٰن الہمدانی الخارفی الکوفی۔ یہ اوران کے والد عبداللہ دونوں بڑے پایہ کے محدث گزرے ہیں۔ چنانچہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں دونوں کا تذکرہ لکھا ہے، امام احمد بن حنبل ان کی بہت تعظیم کرتے اور ان کو "دُرَّۃ العراق" (عراق کا موتی) کہا کرتے تھے۔ علی بن الحسین بن الجنید کہتے ہیں مارأیت بالکوفۃ مثلہ جمع العلم والفھم والسنۃ والزھد (کوفہ میں میں نے ان کی نظیر نہیں دیکھی، علم، فہم، سنت اور زہد سب کے جامع تھے)۔ احمد بن صالح مصری کا بیان ہے کہ عراق میں میں نے ان دو شخصوں کے مثل نہ دیکھا۔ بغداد میں تو امام احمد کی اور کوفہ میں محمد بن عبداللہ بن نمیر کی۔ یہ دونوں جامع شخص تھے جن کی نظیر سارے عراق میں میری نظر سے نہیں گزری۔ امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ سب ان کے شاگرد ہیں۔ صحیح مسلم میں ان کی سند سے پانچ سو تہتر حدیثیں منقول ہیں اور امام ابن ماجہ نے بھی ان سے بکثرت روایتیں کی ہیں۔ ۲۳۴ھ میں ماہ شعبان یا رمضان میں انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ۔ تہذیب التہذیب)۔

❁ **محدث کوفہ ابوکریب محمد بن العلاء بن کریب الہمدانی الکوفی۔** کوفہ کے مشہور حفاظ حدیث میں سے ہیں، تمام ارباب صحاح ستہ ان کے شاگرد تھے۔ ابن عقدہ ان کو تمام مشائخ پر حفظ و کثرت حدیث میں مقدم رکھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ان سے کوفہ میں تین لاکھ حدیثیں شائع ہوئی ہیں۔ موسیٰ بن اسحق کا بیان ہے کہ میں نے ابوکریب سے ایک لاکھ حدیثیں سنی ہیں۔ ابن نمیر کا قول ہے کہ عراق میں ان سے زیادہ کثیر الحدیث کوئی نہیں اور ہمارے شہر کی حدیثوں کا جاننے والا بھی ان سے زیادہ کوئی نہیں۔ ابراہیم بن ابی طالب کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن یحییٰ نے پوچھا کہ تم نے عراق میں سب سے بڑا حافظ حدیث کس کو دیکھا تو میں نے کہا کہ احمد بن حنبل کے بعد ابوکریب کے برابر میں نے کسی کو نہیں دیکھا علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں کان ثقۃ مجمعاً علیہ (یہ متفق علیہ ثقہ ہیں)۔ صحیح بخاری میں چھہتر اور صحیح مسلم میں پانچ سو چھپن حدیثیں ان سے منقول ہیں، امام ابن ماجہ نے بھی ان سے بکثرت روایتیں کی ہیں۔ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۲۴۳ھ کو ستاسی سال کی عمر میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب، معجم البلدان، ذکر کوفہ)۔

❁ **شیخ الکوفہ ہَنّاد،** حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر ان لفظوں سے شروع کیا ہے۔ ھناد بن السری بن مصعب، الحافظ القدوۃ الزاھد، شیخ الکوفۃ ابوالسری التمیمی الدارمی المحدث، تمام ارباب صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں۔ مگر امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے روایت نہیں کی بلکہ اپنی دوسری تصنیف خلق افعال العباد میں کی ہے۔ امام احمد سے سوال ہوا تھا کہ کوفہ میں کس سے حدیثیں لکھی جائیں۔ کہنے لگے علیکم بھناد (ہناد کو

ؐ حافظ عبداللہ بن نمیر امام ابوحنیفہ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں، چنانچہ حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ میں ان کا تذکرہ لکھا ہے، ابن ابی شیبہ نے بھی اپنی مصنف میں ان کے واسطے سے امام ابوحنیفہ کی متعدد روایات نقل کی ہیں۔ ؑ مناقب احمد از ابن جوزی ص ۱۳۱ طبع مصر۔

Marfat.com

پکڑے رہو) قتیبہ کا بیان ہے کہ میں نے وکیع کو ان کی جتنی تعظیم کرتے دیکھا کسی کی نہ دیکھا، کثرتِ عبادت کا یہ عالم تھا کہ "راہب کوفہ" کہلاتے تھے۔ "زہد" پر ان کی ایک بہت بڑی تصنیف بھی ہے، اکانوے سال کی عمر میں ربیع الآخر ۲۴۳ھ میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

حافظ ولید بن شجاع ابو ہمام بن ابی بدر السکونی الکوفی۔

امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کے فن حدیث میں استاذ ہیں۔ یحیی بن معین نے تصریح کی ہے کہ ان کے پاس ایک لاکھ حدیثیں ثقات کی موجود تھیں، حافظ ذہبی نے اگرچہ تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا مگر میزان الاعتدال میں ان کے حافظ الحدیث ہونے کی صراحت کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں ابو ہمام بن ابی بدر السکونی الکوفی الحافظ صدوق۔ ۲۴۳ھ میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ (میزان الاعتدال)

حافظ ہارون بن اسحٰق بن محمد بن الہمدانی ابوالقاسم الکوفی۔

امام بخاری، ترمذی، نسائی، اور ابن ماجہ کے استاد ہیں۔ امام بخاری نے جزء القراءۃ میں ان سے روایت کی ہے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا ہے، مگر حافظ مزی نے تہذیب الکمال میں اور علامہ صفی الدین خزرجی نے خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال میں ان کے حافظ الحدیث ہونے کی تصریح کی ہے۔ امام نسائی نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ ابن خزیمہ کہتے ہیں کان من خیار عباد اللہ۔ ۲۵۸ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ (تہذیب التہذیب، خلاصہ تذہیب)۔

ان حفاظ کے علاوہ کوفہ کے جن محدثین سے امام ابن ماجہ نے فن حدیث کی تحصیل کی ان کے اسمار گرامی حسب ذیل ہیں۔

(۱) احمد بن بدیل بن قریش ابوجعفر الیامی قاضی الکوفہ المتوفی ۲۵۸ھ (۲) احمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن ابی السفر الہمدانی ابوعبیدۃ الکوفی المتوفی ۲۵۸ھ۔ (۳) احمد بن عبدالرحمن القرشی المخزومی الکوفی المقری۔ (۴) احمد بن عثمان بن حکیم للاودی ابوعبداللہ الکوفی المتوفی ۲۶۱ھ (۵) ابراہیم بن عبداللہ بن محمد بن ابراہیم ابوشیبہ۔ یہ حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ صاحب مصنف کے صاحبزادے ہیں۔ (۶) اسمٰعیل بن بہرام بن یحیی الہمدانی ثم الخبذعی الوشار الکوفی المتوفی ۲۴۱ھ۔ (۷) اسمٰعیل بن محمد بن اسمٰعیل التیمی الطلحی الکوفی المتوفی ۲۳۲ھ[1]۔ (۸) اسمٰعیل بن موسی الفزاری ابومحمد الکوفی المتوفی ۲۴۵ھ۔ (۹) جبارۃ بن المغلس الحمانی ابومحمد الکوفی ۲۴۱ھ (۱۰) حسن بن علی بن عفان العاری ابومحمد الکوفی المتوفی ۲۷۰ھ۔ (۱۱) سفیان بن وکیع بن الجراح الرفاسی ابومحمد الکوفی المتوفی ۲۴۷ھ۔ (۱۲) سلم بن جنادۃ بن سلم السوائی العامری ابوالسائب الکوفی المتوفی ۲۵۴ھ۔ (۱۳) عباد بن یعقوب الرواجنی الاسدی ابوسعید الکوفی المتوفی ۲۵۰ھ (۱۴) عبداللہ بن الحکم بن ابی زیاد

---

[1] امام ابن ماجہ نے جیسا کہ سابق میں گزرا ۲۳۰ھ کے بعد رحلت علمی کی ہے اور اسمٰعیل طلحی نے ۲۳۲ھ میں قضا کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً امام ابن ماجہ، قزوین سے نکل کر تحصیل حدیث کے لئے پہلے کوفہ ہی آئے ہیں، کیونکہ یہ ان کے بیرونی شیوخ میں سب سے قدیم الوفات ہیں۔

Marfat.com

القطوانی ابو عبدالرحمن الکوفی المتوفی سنہ ۲۵۵ھ (۱۵) عبداللہ بن سالم ابو محمد الکوفی القزاز المعروف بالمفلوج المتوفی سنہ ۲۳۵ھ (۱۶) عبداللہ بن عامر بن براد الاشعری ابو عامر الکوفی۔ (۱۷) عبداللہ بن عامر بن زرارۃ الحضرمی مولاہم ابو محمد الکوفی المتوفی سنہ ۲۳۷ھ (۱۸) عبید بن اسباط بن محمد القرشی مولاہم ابو محمد الکوفی المتوفی سنہ ۲۵۰ھ (۱۹) علقمہ بن عمرو بن الحصین التمیمی الدارمی العطاردی ابو الفضل الکوفی المتوفی سنہ ۲۵۶ھ۔ (۲۰) علی بن محمد بن ابی الخصیب القرشی الوشاء الکوفی المتوفی سنہ ۲۵۸ھ۔ (۲۱) علی بن المنذر بن زید الاودی ابو الحسن الکوفی الطریقی المتوفی سنہ ۲۵۶ھ۔ (۲۲) عمرو بن عبداللہ بن حنش الاودی الکوفی۔ (۲۳) قاسم بن زکریا بن دینار القرشی ابو محمد الطحان الکوفی المتوفی سنہ ۲۳۵ھ۔ (۲۴) محمد بن اسحق بن عون البکائی ثم العامری ابو بکر الکوفی المتوفی سنہ ۲۶۳ھ۔ (۲۵) محمد بن اسمعیل بن سمرۃ الاحمسی ابو جعفر الکوفی السراج المتوفی سنہ ۲۶۰ھ۔ (۲۶) محمد بن ثواب بن سعید الهباری ابو عبداللہ الکوفی المتوفی سنہ ۲۶۰ھ۔ (۲۷) محمد بن جابر بن بجیر بن عقبہ المحاربی ابو بجیر الکوفی المتوفی سنہ ۲۵۶ھ۔ (۲۸) محمد بن طریف بن خلیفہ البجلی ابو جعفر الکوفی المتوفی سنہ ۲۴۲ھ (۲۹) محمد بن عبید بن عتبہ الکندی ابو جعفر الکوفی۔ (۳۰) محمد بن عبید بن محمد العامری الکوفی المعروف بالحوت۔ (۳۱) محمد بن عثمان بن کرامۃ العجلی مولاہم الکوفی المتوفی سنہ ۲۵۶ھ (۳۲) محمد بن عمر بن ہیاج الہمدانی الصائدی ابو عبیداللہ الکوفی المتوفی سنہ ۲۵۵ھ۔ (۳۳) محمد بن عمر بن الولید الکندی ابو جعفر الکوفی المتوفی سنہ ۲۵۶ھ۔ (۳۴) محمد بن یزید بن محمد العجلی ابو ہشام الرفاعی الکوفی قاضی بغداد المتوفی سنہ ۲۴۸ھ۔ (۳۵) مسروق بن المرزبان بن مسروق الکندی ابو سعید بن ابی النعمان الکوفی المتوفی سنہ ۲۴۰ھ۔ (۳۶) موسیٰ بن عبدالرحمن بن سعید الکندی المسروقی ابو عیسیٰ الکوفی المتوفی سنہ ۲۵۸ھ۔ (۳۷) نصر بن عبدالرحمن بن بکار الناجی ابو سلیمان الکوفی الوشاء المتوفی سنہ ۲۴۸ھ (۳۸) واصل بن عبدالاعلیٰ بن ہلال الاسدی ابو القاسم الکوفی المتوفی سنہ ۲۴۴ھ۔

حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں (باستثناء جبارہ[۱]، سفیان[۲]، عباد[۳] اور محمد بن جابر[۴]) ان سب کا تذکرہ لکھا ہے۔ امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ان تمام محدثین میں سب سے زیادہ اسمعیل بن موسیٰ فزاری، علی بن منذر اودی اور عبداللہ بن عامر بن زرارہ کوفی سے روایتیں نقل کی ہیں۔

بصرہ

وہ مشہور اسلامی شہر جو تیسری صدی ہجری تک علوم اسلامیہ کا گہوارہ خیال کیا جاتا تھا اور جس کو وسعت علم و کثرت حدیث اور دیگر فضائل و کمالات کے لحاظ سے نہایت ممتاز مقام حاصل تھا چنانچہ حافظ ابن حزم اندلسی، اپنے رسالہ فضائل اہل اندلس میں لکھتے ہیں۔

وهذه بغداد حاضرة الدنيا ومعدن كل فضيلة والمحلة التي سبق اهلها الى حمل الوية المعارف والتدقيق في تصريف	اور یہ بغداد جو دنیا کی بستی اور ہر فضیلت کی کان ہے اور وہ مقام ہے کہ جہاں کے رہنے والے معارف کے پرچم بلند کرنے میں اور علوم میں دقتِ نظر، لطافتِ

Marfat.com

العلوم ورقة الاخلاق والنباهة والذكاء وحدة الافكار ونفاذ الخواطر، وهذه البصرة وهي عين المعمور في كل ما ذكرنا۔ [1]

اخلاق، فطانت وذکاوت، وحدت فکر اور ذہن کی رسائی میں سبقت لے گئے ہیں۔ اور یہ بصرہ کہ جو ان تمام امور سے پوری طرح معمور تھا۔

اور حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

"بصرہ" میں حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابن عباس اور متعدد صحابہ کرام آکر فروکش ہوئے، جن میں سب سے اخیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص اور کم سن صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد حسن، ابن سیرین، ابوالعالیہ پھر قتادہ، ایوب، ثابت بنانی، یونس، ابن عون، پھر حماد بن سلمہ، حماد بن زید اور ان دونوں کے تلامذہ ہوئے ہیں۔"

اس کے بعد ذہبی لکھتے ہیں:

وما زال هذا الشان وافرا الى رأس المائة الثالثة وتناقص جدا الى ان تلاشى۔

یہ فن یعنی علم حدیث وہاں تیسری صدی کے خروع تک خوب رہا اور پھر بہت ہی گھٹ گیا یہاں تک کہ بالکل ختم ہو گیا۔

بصرہ میں محدثین کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ حافظ مسند مسلم بن ابراہیم بصری کہتے ہیں:

كتبت عن ثمانمائة شيخ وماجزت الجسر [2] میں نے آٹھ سو شیوخ سے حدیثیں لکھیں اور پل [3] اتر کر نہیں گیا۔

اہل فضل وکمال کا یہاں اتنا بڑا مجمع تھا کہ جب امام ادب نضر بن شمیل، بصرہ سے خراسان کو جانے لگے تو ان کی مشایعت کو تین ہزار کے قریب ایسے اشخاص نکلے جو یا نحوی تھے یا عروضی یا محدث یا اخباری۔ [4]

خلیل بصری کی مشہور تصنیف کتاب العین جو عربی علم لغت کی سب سے پہلی کتاب ہے یہیں لکھی گئی اور نحو کا سب سے پہلا مصنف سیبویہ اسی بصرہ کا تعلیم یافتہ تھا۔ ائمہ مجتہدین میں سے حسن بصری، جن کے متعلق امام ابوحنیفہ، کتاب الآثار میں فرماتے ہیں

سمعت ابا جعفر ما بالعراق مثل الحسن البصري۔ [5]

میں نے ابوجعفر یعنی امام باقر سے سنا کہ عراق میں حسن بصری کی نظیر نہیں۔

یہیں کے رہنے والے تھے۔

بصرہ کے جن حفاظ حدیث سے امام ابن ماجہ نے علم حدیث کی تحصیل کی وہ یہ ہیں:

❋ **حافظ طحان** حسن بن مدرک بن بشیر السدوسی ابوعلی البصری، امام بخاری، نسائی اور ابن ماجہ کے استاذ ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں کان من حفاظ البصرة۔ امام نسائی اپنے اسماء شیوخ

---

[1] نفح الطیب ج ۲ ص ۱۵۹۔ [2] تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ مسلم بن ابراہیم۔ [3] دجلہ کا پل مراد ہے جو بصرہ سے دس میل پر تھا۔ [4] وفیات الاعیان از قاضی ابن خلکان، ترجمہ نضر بن شمیل۔ [5] کتاب الآثار، بروایت امام ابویوسف، ص ۲۰۹ طبع مصر ۱۳۵۵ھ

Marfat.com

ہیں ان کے متعلق فرماتے ہیں لاباس بہ، لیکن امام ابوداؤد کا بیان ہے کہ کذاب ہے فہد بن عوف کی حدیثیں لیکر یحییٰ بن حماد کو بتلایا کرتا تھا، تاہم صحیح بخاری میں ان سے بروایت یحییٰ بن حماد حدیثیں منقول ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا مگر میزان الاعتدال میں ان کو الحافظ لکھا ہے۔ رحمہ اللہ۔ (میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)۔

❁ **حافظ زید بن اخزم** ابوطالب الطائی البصری، سوائے امام مسلم کے تمام ارباب صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کو الامام الحافظ لکھا ہے اور نسائی نے ان کی توثیق کی ہے۔ ۲۵۷ھ میں جب زنگیوں نے بصرہ کو تاخت و تاراج کیا تھا تو انھیں شہید کر ڈالا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

❁ **حافظ عباس عنبری**، بصرہ کے عقلا و فضلا اور معزز ترین لوگوں میں ان کا شمار تھا حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے، العنبری الامام الثبت ابوالفضل العباس بن عبد العظیم البصری الحافظ، محمد بن المثنی السمسار کہتے ہیں کان من سادات المسلمین۔ نسائی ان کے متعلق فرماتے ہیں ثقۃ مامون۔ تمام ارباب صحاح ستہ کو ان سے تلمذ حاصل ہے ۲۴۶ھ میں وفات پائی، رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ)۔

❁ **حافظ عباس بحرانی** بن یزید بن ابی جبیب البصری۔ ان کا لقب عباسویہ اور عرف عبدی ہے۔ حافظ ذہبی نے ان کا ترجمہ الامام الحافظ کہہ کر شروع کیا ہے اور لکھا ہے کہ احد من جمع بین علو الروایۃ و معرفۃ الحدیث (یہ ان علماء میں سے ہیں کہ جو علو روایت اور معرفت حدیث کے جامع تھے)۔ وکیع بن الجراح، یحییٰ بن سعید القطان، سفیان بن عیینہ، عبد الرزاق اور بہت سے مشائخ سے حدیث کا سماع کیا ہے اور ان سے امام ابن ماجہ، ابن ابی حاتم اور دیگر ائمہ محدثین نے حدیثیں سنی ہیں۔ اصفہان میں ایک مدت تک ان کا قیام رہا، اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ اصفہان کے مشہور حافظ حدیث محمد بن اسحاق مسوحی تحصیل علم کی غرض سے بصرہ آئے وہاں کے محدثین نے انھیں دیکھا تو کہنے لگے عندکم العباس بن یزید البحرانی فما تصنع عندنا (تمہارے پاس تو عباس بن یزید بحرانی موجود ہیں تم ہمارے یہاں رہ کر کیا کروگے) دارقطنی ان کے بارے میں تصریح کرتے ہیں ثقۃ مامون۔ ابونعیم اصفہانی کہتے ہیں بصری من الحفاظ۔ حافظ صالح بن احمد کا بیان ہے کہ بحرانی جب ہمدان آئے تو انھوں نے علم حدیث میں اپنی بہت سی تصنیفات کی روایت کی۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ ایک مدت تک ہمدان کے قاضی رہے ہیں اور انھوں نے ہمدان، بغداد اور اصفہان میں حدیث کا درس دیا ہے۔ ۲۵۸ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

❁ **حافظ بدعۂ** عبد اللہ بن اسحٰق ابومحمد الجوہری، "بدعت" ان کا لقب ہے۔ یہ امام ابوخیثمہ کے

Marfat.com

مشہور شاگرد امام ابو عاصم النبیل[1] کے مستملی تھے۔ امام ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ سب ان کے شاگرد ہیں۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کو مستقیم الحدیث لکھا ہے۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا مگر حافظ عبدالباقی بن قانع[2] نے تصریح کی ہے کہ کان حافظا۔ ۲۵۷ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تہذیب التہذیب)۔

✺ **حافظ عقبہ**[1] بن مکرم بن افلح العمی ابو عبدالملک البصری، امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، اور ابن ماجہ ان کے تلامذہ میں سے ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا مگر حافظ

---

[1] ابوعاصم نبیل مشہور ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ محدث صیمری نے ان کو امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے، ان کا نام ضحاک بن مخلد اور نبیل لقب ہے "نبیل" کے معنی معزز کے ہیں۔ اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ لقب کیوں ہوا۔ تذکرہ نویسوں نے اس سلسلہ میں مختلف باتیں نقل کی ہیں لیکن امام طحاوی اور حافظ دولابی نے خود ان کا بیان اس سلسلہ میں جو نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ امام زفر کے یہاں اکثر ان کی حاضری ہوا کرتی، اتفاق سے امام موصوف کے یہاں اسی نام کے ایک اور شخص بھی آیا کرتے تھے جن کی وضع قطع بالکل گئی گزری تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ انھوں نے حسب معمول امام زفر کے دروازہ پر دستک دی، لونڈی نے آکر پوچھا کون، جواب ملا ابوعاصم۔ لونڈی نے اندر جاکر اطلاع دی کہ ابوعاصم دروازہ پر حاضر ہیں۔ امام زفر نے دریافت فرمایا ان دونوں میں سے کونسے ابوعاصم ہیں۔ لونڈی کی زبان سے نکلا النبیل منھما (جو ان دونوں میں معزز ہیں) ابوعاصم اجازت لیکر اندر آئے تو امام موصوف فرمانے لگے کہ اس لونڈی نے تمہیں وہ لقب دیا ہے کہ جو میرے خیال میں تم سے کبھی جدا نہ ہوگا اس نے تمہیں نبیل کے لقب سے ملقب کیا ہے۔ ابوعاصم کا بیان ہے کہ اس روز سے میرا یہ لقب پڑ گیا۔ حافظ ابن ابی العوام نے بھی اس واقعہ کو بسند متصل نقل کیا ہے۔ ابوعاصم کی وفات ۲۱۲ھ میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر نوے سال کی تھی۔ رحمہ اللہ۔ امام بخاری ان کے شاگرد ہیں۔ فقہاء میں بھی بڑے نامور تھے۔ ابن سعد ان کے متعلق لکھتے ہیں کان ثقۃ فقیھا۔ عجلی کہتے ہیں ثقۃ کثیر الحدیث وکان لہ فقہ۔ (الجواہر المضیہ، تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب، لمحات النظر فی سیرۃ الامام زفر از محدث کوثری)۔

[2] حافظ عبدالباقی بن قانع بھی فقہاء حنفیہ میں سے ہیں اور مشاہیر حفاظ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے، عبدالباقی بن قانع بن مرزوق بن واثق الحافظ العالم المصنف ابوالحسین الاموی مولاھم البغدادی صاحب معجم الصحابۃ، اس کے بعد ان کے شیوخ کو گنا کر لکھتے ہیں کان واسع الرحلۃ کثیر الحدیث۔ فن حدیث میں محدث دارقطنی وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔ حافظ عبدالقادر قرشی الجواہر المضیہ میں لکھتے ہیں کہ ان کو امام ابوبکر جصاص رازی سے بڑی خصوصیت تھی چنانچہ انھوں نے احکام القرآن میں ان سے بکثرت روایتیں کی ہیں۔ مرنے سے دو سال پہلے ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا۔ معجم الصحابہ کے علاوہ وفیات پر بھی ان کی ایک مشہور تصنیف ہے جس کے حوالے رجال کی کتابوں میں بکثرت آتے ہیں۔ چنانچہ بدعہ کے متعلق جو تصریح ہم نے نقل کی وہ بھی اسی کتاب سے منقول ہے۔ ابن قانع کی ولادت ۲۶۵ھ میں ہوئی اور وفات ۳۵۱ھ میں۔

(تذکرۃ الحفاظ، الجواہر المضیہ، الاعلان بالتوبیخ ص ۱۶۰)

Marfat.com

جمال الدین مزی نے تہذیب الکمال میں ان کو حافظ حدیث شمار کیا ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں عقبة بن مکرم ثقة ثقة من ثقات الناس فوق بندار[1] فی الثقة عندی (عقبہ بن مکرم ثقہ ہیں ثقہ ہیں ان کا شمار ثقات میں ہے اور میرے نزدیک یہ ثقاہت میں بندار سے بھی اونچے ہیں۔ ۲۴۳ھ میں انتقال کیا۔ (تہذیب التہذیب)

❁ **حافظ عمر بن شبة** بن عبیدہ ابوزید النمیری البصری۔ حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے الحافظ العلامة الاخباری الثقة اور پھر ان کے شیوخ و تلامذہ کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کان بصیرا بالسیر والمغازی وایام الناس، صاحب تصانیف تھے۔ ذہبی نے ان کی تصانیف میں سے تاریخ بصرہ اور اخبار مدینہ کا ذکر کیا ہے۔ مصنفین صحاح ستہ میں سے بجز امام ابن ماجہ کے اور کوئی ان کا شاگرد نہیں۔ حافظ ابن حبان، کتاب الثقات میں ان کے متعلق لکھتے ہیں مستقیم الحدیث وکان صاحب ادب وشعر واخبار ومعرفة بایام الناس۔ خطیب لکھتے ہیں کان ثقة عالما بالسیر وایام الناس۔ اخیر عمر میں سامرا میں منتقل ہو گئے تھے اور وہیں ۸۹ سال کی عمر میں جمادی الآخرہ ۲۶۲ھ میں وفات پائی۔ (تذکرة الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

❁ **حافظ عمرو بن علی فلاس**، حافظ ذہبی لکھتے ہیں: عمرو بن علی بن بحر بن کثیر الحافظ الثبت ابو حفص الباہلی البصری الصیرفی احد الاعلام، مسند، علل اور تاریخ کے مصنف ہیں تمام ارباب صحاح ستہ فن حدیث میں ان کے شاگرد ہیں۔ ابوزرعہ کا بیان ہے کہ حدیث کے شہسواروں میں سے بصرہ میں ہم نے ان سے اور ابن مدینی اور شاذکونی سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ اور ابوحاتم ان کو علی بن مدینی سے بھی بصیرت فن میں زیادہ بتاتے ہیں۔ ایک بار یحیی بن سعید القطان جو حدیث کے اکابر ائمہ میں سے شمار کیے جاتے ہیں ایک حدیث غلط بیان کر گئے۔ دوسرے روز جب ان کے شاگردوں کا مجمع ہوا تو اس میں علی بن مدینی جیسے لوگ بھی موجود تھے مگر انھوں نے سب کو چھوڑ کر صرف ان ہی کو خطاب فرمایا کہ میں ایک حدیث میں غلطی کرتا ہوں اور تم موجود ہوتے ہو پھر بھی نہیں ٹوکتے۔ آپ کا انتقال مقام سامرا میں ذیقعدہ ۲۴۹ھ میں ہوا۔ (تذکرة الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

❁ **حافظ کبیر بندار** امام ابوبکر محمد بن بشار بن عثمان العبدی البصری۔ یہ نساج یعنی نورباف تھے۔ تمام ارباب صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں۔ امام ابوداؤد سجستانی کا بیان ہے کہ میں نے بندار سے پچاس ہزار حدیثیں لکھی ہیں۔ بندار کہا کرتے تھے کہ مجھ سے پانچ نسلوں (دادا سے لیکر پوتوں، پر دوتوں تک) نے حدیث کی تحصیل کی ہے۔ میں نے اٹھارہ سال ہی کی عمر سے حدیث کا درس دینا شروع کر دیا تھا اور اس مجلس درس میں اس وقت آکر بیٹھا ہوں کہ جس وقت میں نے اپنی تمام روایات کو ازبر کر لیا تھا۔

---

[1] بندار فارسی لفظ ہے۔ بندر جسٹر اور دفتر کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے، اور جس شخص کے پاس مالگزاری وغیرہ کا رجسٹر رکھا رہتا ہے وہ "بندار" کہلاتا ہے، محمد بن بشار کا لقب "بندار" بایں معنی ہے کہ یہ بھی حدیث کے "بندار" تھے کیونکہ انھوں نے اپنے شہر کی حدیثوں کو جمع کر لیا تھا۔

Marfat.com

امام ابن خزیمہ نے کتاب التوحید میں جہاں ان سے حدیث نقل کی ان کا نام ان الفاظ میں لیا ہے حدثنا امام اھل زمانہ فی العلم والاخبار محمد بن بشار۔ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں تصریح کی ہے کہ چونکہ انھوں نے اپنی والدہ کی خدمت گذاری کی خاطر بصرہ سے طلب حدیث کے لئے رحلت نہیں کی اس لئے بہت سے اکابر سے اس فن کی تحصیل نہ کرسکے اور علمار بصرہ ہی پر قناعت کرنی پڑی۔ بعد کو سفر بھی کیا تو بہت اخیر میں کیا۔ ۱۶۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۵۲ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ صحیح بخاری میں دوسو پانچ اور صحیح مسلم میں چار سو ساٹھ حدیثیں ان سے منقول ہیں۔ امام ابن ماجہ نے بھی ان سے بکثرت روایتیں کی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)۔

❁ حافظ محمد بن المثنیٰ رحمہ اللہ۔ حافظ ذہبی نے ان کا ترجمہ اس طرح شروع کیا ہے، محمد بن المثنی الحافظ الحجۃ ابوموسی العنزی الزمن محدث البصرۃ۔ سارے مصنفین صحاح ستہ کو ان سے تلمذ حاصل ہے۔ صالح جزرہ کہتے ہیں کہ میں ان کو بندار سے بھی مقدم سمجھتا ہوں، ابوعروبہ حرانی کا بیان ہے کہ میں نے بصرہ میں ابوموسیٰ اور یحییٰ بن حکیم سے اثبت (زیادہ پکا) کسی کو نہ دیکھا۔ یہ عجب اتفاق ہے کہ ان کی ولادت، وفات اور طلب حدیث کے سنین وہی ہیں جو ان کے ہم وطن حافظ بندار مذکور کے ہیں۔ صحیح بخاری میں ایک سو تین اور صحیح مسلم میں سات سو بہتر حدیثیں ان سے منقول ہیں۔ اور امام ابن ماجہ نے بھی ان سے بکثرت روایتیں نقل کی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)

❁ حافظ محمد بحرانی۔ ابوعبداللہ محمد بن معمر بن ربعی القیسی البصری۔ حافظ ذہبی ان کے متعلق لکھتے ہیں البحرانی الحافظ الثقۃ، ابوعروبہ کہتے ہیں کبیر من اھل الصناعۃ (اکابر اہل فن میں سے ہیں) تمام ارباب صحاح ستہ کو ان سے تلمذ حاصل ہے، ۲۵۶ھ میں وفات پائی رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ)۔

❁ حافظ نصر بن علی ابوعمرو الازدی الجہضمی البصری، ذہبی ان کو الحافظ العلامۃ لکھتے ہیں۔ تمام مصنفین صحاح ستہ کے استاد ہیں۔ ابوحاتم کہتے ہیں کہ مجھے یہ فلاس سے زیادہ پسند ہیں نیز یہ ان سے زیادہ حافظ اور زیادہ ثقہ ہیں۔ ابن ابی داؤد کا بیان ہے کہ خلیفہ المستعین باللہ نے ان کے متعلق فرمان بھیجا تھا کہ عہدۂ قضا کے لئے انھیں دارالخلافہ کو بھیج دیا جائے۔ بصرہ کے گورنر نے حسب الحکم ان کو بلاکر خلیفہ کے حکم سے اطلاع دی۔ کہنے لگے اچھا ذرا میں استخارہ کرلوں۔ یہ کہہ کر واپس ہوئے، دوگانہ پڑھ کر دعا کی اللھم ان کان لی عندک خیر فاقبضنی الیک (خدایا اگر تیرے یہاں میرے لئے خیر ہے تو مجھے اپنے یہاں ہی اٹھالے) یہ دعا کی اور سوگئے۔ لوگوں نے جگایا تو روح عالم بالا کو پرواز کرچکی تھی۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الآخر ۲۵۰ھ کا ہے۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

❁ حافظ یحییٰ بن حکیم ابوسعید البصری المقوم، امام ابن ماجہ نے ان سے بکثرت روایتیں کی ہیں۔ امام ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ تینوں ان کے شاگرد ہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ صاحب تصنیف تھے۔ امام ابوداؤد ان کے متعلق فرماتے ہیں کان حافظا متقنا۔ امام نسائی کہتے ہیں ثقۃ حافظ ۲۵۶ھ میں جب کہ ان کی عمر اسی سال کی ہوچکی تھی انتقال کیا۔ رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ)۔

Marfat.com

ان حفاظ کے علاوہ بصرہ کے جن محدثین سے امام ابن ماجہ نے فن حدیث کو اخذ کیا ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:-

(۱) احمد بن ثابت الجحدری ابوبکر البصری المتوفی بعد ۲۵۵ھ (۲) احمد بن عبدہ بن موسیٰ الضبی ابوعبداللہ البصری المتوفی ۲۴۵ھ۔ (۳) احمد بن محمد بن یحییٰ بن سعید القطان ابوسعید البصری المتوفی ۲۵۸ھ۔ یہ امام ناقد یحییٰ بن سعید القطان کے پوتے ہیں۔ (۴) احمد بن المقدام بن سلیمان العجلی ابوالاشعث البصری المتوفی ۲۵۳ھ۔ (۵) ابراہیم بن محمد الزہری الحلبی نزیل البصرہ۔ (۶) ابراہیم بن محمد بن المستمر الہذلی الناجی العروقی ابواسحاق البصری۔ (۷) ازہر بن مروان الرقاشی النوا مولیٰ بنی ہاشم ملقب بہ فریخ البصری المتوفی ۲۴۳ھ (۸) اسحاق بن ابراہیم بن حبیب بن الشہید الشہیدی ابویعقوب البصری المتوفی ۲۵۷ھ۔ (۹) اسحاق بن ابراہیم بن داؤد السوّاق البصری۔ (۱۰) اسمعیل بن بشر بن منصور السلیمی ابوبشر البصری المتوفی ۲۵۵ھ (۱۱) اسمعیل بن حفص بن عمر الایلی ابوبکر الاودی البصری المتوفی ۲۵۶ھ (۱۲) ایوب بن محمد بن ایوب الہاشمی البصری المعروف بالقلب (۱۳) بشر بن آدم بن یزید البصری الاصغر ابوعبدالرحمن المتوفی ۲۴۳ھ (۱۴) بشر بن معاذ العقدی ابوسہل البصری الضریر المتوفی ۲۴۵ھ (۱۵) بشر بن ہلال الصواف ابومحمد النمیری البصری المتوفی ۲۴۷ھ (۱۶) بکر بن خلف البصری ابوبشر المتوفی ۲۴۰ھ یہ حافظ ابوعبدالرحمن مقری کے داماد تھے۔ (۱۷) حاتم بن بکر بن غیلان الضبی ابوعمرو البصری الصیرفی۔ (۱۸) حسن بن قزعہ بن عبید الہاشمی ابوعلی المتوفی ۵ھ (۱۹) حسین بن سلمہ بن اسمعیل الازدی الطحان البصری۔ (۲۰) الحسین بن مہدی بن مالک الایلی ابوسعید البصری المتوفی ۲۴۷ھ (۲۱) حفص بن عمرو بن ربال ابوعمر الرقاشی البصری المتوفی ۲۵۸ھ۔ (۲۲) حمید بن مسعدہ بن المبارک السامی الباہلی ابوعلی البصری المتوفی ۲۴۴ھ۔ (۲۳) حوثرہ بن محمد بن قدید المقری ابوالازہر البصری الوراق المتوفی ۲۵۶ھ۔ (۲۴) زیاد بن یحییٰ بن حسان الحسانی ابوالخطاب النکری العدنی البصری المتوفی ۲۵۴ھ۔ (۲۵) سفیان بن زیاد بن آدم العقیلی ابوسعید البصری البلدی المؤذن۔ (۲۶) صالح بن محمد بن یحییٰ بن سعید القطان۔ یہ بھی امام ناقد یحییٰ القطان کے پوتے ہیں۔ (۲۷) عبدربہ بن خالد بن عبدالملک النمیری ابوالمغلس البصری المتوفی ۲۴۱ھ۔ (۲۸) عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسلم ابومحمد ابن الفرز الجزری الملقب بعبویہ نزیل البصرہ۔ ان سے امام ابن ماجہ نے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ (۲۹) عبدالرحمن بن عبدالوہاب العمری البصری الصیرفی۔ (۳۰) عبدالقدوس بن محمد ابوبکر العجانی المعولی العطار البصری۔ (۳۱) عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمن بن المسور الزہری البصری المتوفی ۲۵۶ھ (۳۲) عبداللہ بن معاویہ بن موسیٰ الجمحی ابوجعفر البصری المتوفی ۲۴۳ھ۔ (۳۳) عبدالوارث بن عبدالصمد العنبری البصری المتوفی ۲۵۲ھ۔ (۳۴) عبدہ بن عبداللہ بن عبدہ الخزاعی الصفار ابوسہل البصری کوفی الاصل المتوفی ۵ھ (۳۵) عبیداللہ بن الجہم الانماطی البصری المتوفی بعد ۲۴۹ھ۔ امام ابن ماجہ نے ان سے اپنی سنن میں کل دو روایتیں کی ہیں۔ (۳۶) عبیداللہ بن یوسف الجبیری ابوحفص البصری

المتوفی سنہ ۲۵۰ھ (۳۷) عمار بن طالوت بن عباد الجدری البصری۔ (۳۸) عمران بن موسیٰ بن حبان اللیثی ابو عمرو البصری القزاز المتوفی بعد سنہ ۲۴۰ھ (۳۹) فضل بن یعقوب البصری ابو العباس المعروف بالجزری المتوفی سنہ ۲۵۶ھ (۴۰) محمد بن ثعلبہ السدوسی البصری۔ (۴۱) محمد بن خلاد بن کثیر الباہلی ابو بکر البصری المتوفی سنہ ۲۴۰ھ (۴۲) محمد بن زیاد بن عبید اللہ الزیادی ابو عبد اللہ البصری الملقب بہ یؤیؤ المتوفی سنہ ۲۵۰ھ (۴۳) محمد بن سعید بن یزید بن ابراہیم التستری ابو بکر البصری (۴۴) محمد بن عباد بن آدم الہذلی ابو عبد اللہ البصری المتوفی سنہ ۲۶۰ھ (۴۵) محمد بن عبد الاعلیٰ الصنعانی القیسی ابو عبد اللہ البصری المتوفی سنہ ۲۴۵ھ۔ (۴۶) محمد بن عبد اللہ بن حفص بن ہشام بن زید بن انس بن مالک الانصاری البصری (۴۷) محمد بن عبد اللہ بن عبید الہلالی ابو مسعود البصری۔ (۴۸) محمد بن عبد الملک بن ابی الشوارب محمد بن عبد اللہ القرشی الاموی ابو عبد اللہ الأبلی البصری المتوفی ۲۴۴ھ (۴۹) محمد بن عمر بن علی المقدمی ابو عبد اللہ البصری۔ (۵۰) محمد بن فراس الضبعی ابو ہریرۃ الصیرفی البصری المتوفی سنہ ۲۴۵ھ (۵۱) محمد بن محمد بن مرزوق الباہلی البصری المتوفی سنہ ۲۴۸ھ (۵۲) محمد بن المؤمل العبسی ابو القاسم البصری المتوفی سنہ ۲۵۰ھ (۵۳) محمد بن الولید بن عبد الحمید القرشی البسری الملقب بحمدان البصری المتوفی بعد سنہ ۲۵۰ھ (۵۴) محمد بن یزید بن عبد الملک الاسفاطی ابو عبد اللہ البصری الاعور (۵۵) مجزاۃ بن سفیان الثقفی البصری امام ابن ماجہ کا بیان ہے کہ ان کے پاس کل تین حدیثیں تھیں۔ (۵۶) ولید بن عمرو الضبعی ابو العباس البصری (۵۷) یحییٰ بن حبیب بن عربی الحارثی البصری المتوفی سنہ ۲۴۸ھ (۵۸) یحییٰ بن خدام العنبری ابو زکریا السغلی البصری المتوفی ۲۵۲ھ (۵۹) یحییٰ بن خلف الباہلی ابو سلمۃ البصری المعروف بالجوباری المتوفی ۲۴۲ھ (۶۰) یحییٰ بن درست الہاشمی البصری (۶۱) یحییٰ بن الفضل العنبری ابو زکریا البصری المعروف بالخرقی المتوفی سنہ ۲۵۶ھ (۶۲) یوسف بن حماد المعنی ابو یعقوب البصری المتوفی سنہ ۲۴۵ھ۔

حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں (باستثنائے ایوب، حاتم، صالح، عبید اللہ بن ابراہیم، عبد الرحمن، محمد بن ثعلبہ، محمد بن عباد، محمد بن عبد الملک، محمد بن الأبلی، محمد بن عبد اللہ بن عبید، محمد بن فراس، مجزاۃ، ولید، یحییٰ بن درست) ان سب محدثین کا تذکرہ لکھا ہے اور امام ابن ماجہ نے ان تمام محدثین میں سب سے زیادہ جن سے روایتیں کی ہیں وہ یہ ہیں۔ احمد بن عبدۃ الضبی، بشر بن ہلال الصواف، بکر بن خلف ابو بشر، محمد بن خلاد ابو بکر الباہلی۔

بغداد

وہ مشہور و معروف شہر جو خلفاءِ عباسیہ کے زمانۂ عروج میں مسلمانوں کی تہذیب و تمدن اور ان کے علوم و فنون کا دنیا میں سب سے بڑا مرکز رہ چکا ہے، جس کو محدث حاکم نیشاپوری مدینۃ العلم وموسم العلماء والافاضل[۱] فرماتے ہیں اور علامہ تاج الدین سبکی محلۃ العلماء ودار الدنیا و

---

[۱] معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۹۴۔

Marfat.com

حاضرۃ الربع العامر و مرکز الخلافۃ، اور دار علم و بیت ریاسۃ کے شاندار الفاظ سے یاد کرتے ہیں[1]۔ حافظ ابن حزم اندلسی نے بغداد کا ذکر جس عظمت کے ساتھ کیا ہے وہ آپ بصرہ کے حالات میں پڑھ چکے ہیں، اور حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

"بغداد جو عراق کا سب سے بڑا شہر ہے، اس کی بنیاد تابعین کے اخیر دور میں پڑی۔ سب سے پہلے جس نے یہاں حدیث کی اشاعت کی وہ ہشام بن عروہ ہیں اور ان کے بعد شعبہ اور ہشیم[2]"

اس کے بعد ذہبی رقمطراز ہیں:۔

وکثر بھا ھذا الشان فلم تزل معمورۃ بالاثر والخبر والی زمان الامام احمد ثم اصحابہ وھی دار الاسناد العالی والحفظ و منزل الخلافۃ والعلم الی ان استؤصلت فی کائنۃ التتار الکفرۃ۔

اور وہاں اس فن کی خوب کثرت رہی چنانچہ یہ شہر امام احمد بن حنبل اور ان کے تلامذہ کے زمانہ تک برابر حدیث واثر سے معمور رہا۔ اور یہ اسناد عالی اور حفظ حدیث کا گھر، اور خلافت اور علم کا مستقر تھا تا آنکہ تاتاری کفار کے حادثہ میں اس کا استیصال ہو گیا۔

حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث کی "النوع الثانی والاربعین" میں جو رواۃ حدیث کے بلدان و اوطان کے بیان پر مشتمل ہے تصریح کی ہے کہ "مدینۃ السلام" (بغداد) میں اگرچہ میرے علم میں کسی صحابی کی وفات نہیں ہوئی تاہم تابعین و تبع تابعین کی ایک جماعت یہاں آکر فروکش ہوئی اور انھوں نے یہیں وفات پائی"۔ چنانچہ ان میں سے بیس مشاہیر علماء محدثین کو حاکم نے نام بنام گنایا ہے جن میں امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف قاضی اور امام اسد بن عمرو خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بغداد کے تمام محدثین میں امام ابو یوسف کی یہ شان ہے کہ امام احمد بن حنبل نے جب تحصیل حدیث شروع کی تو سب سے پہلے امام ابو یوسف کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے حدیثیں لکھیں[3]۔ فن حدیث

[1] طبقات الشافعیۃ الکبریٰ از سبکی ج ۱ ص ۱۷۲ و ۱۷۳۔ [2] ہشیم امام ابو حنیفہ کے مشاہیر تلامذہ میں سے ہیں، چنانچہ امام بخاری نے تاریخ کبیر میں امام ابو حنیفہ کے ترجمہ میں جن ائمہ حدیث کے متعلق تصریح کی ہے کہ انھوں نے امام ابو حنیفہ سے حدیث کی روایت کی ہے ان میں ان کا بھی نام ہے۔ یہ بہت بڑے حافظ حدیث تھے۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے الحافظ الکبیر محدث العصر، اور آگے چل کر لکھتے ہیں کہ لا نزاع فی انہ من الحفاظ الثقات یعنی اس میں کوئی نزاع ہی نہیں کہ یہ حفاظ ثقات میں سے ہیں۔ ۱۸۳ھ میں وفات پائی۔ [3] ظاہر بینوں کو شاید اس پر تعجب ہو لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ امام احمد نے اس سلسلے میں جو قدم اٹھایا وہ آئین طلب کے عین مطابق تھا۔ سابق میں طلب حدیث کے آداب میں ہم ابن صلاح کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں کہ حدیث کے طالب العلم کو سب سے پہلے اس شخص سے علم حدیث اخذ کرنا چاہیے کہ جو اپنے شہر کے تمام محدثین میں اسناد و روایت، علم و شہرت اور شرف میں بڑھا ہوا ہو چونکہ امام ابو یوسف میں حق تعالیٰ نے یہ تمام اوصاف یکجا جمع کر دیئے تھے اس لئے امام احمد کو بجا طور پر سب سے پہلے امام ممدوح ہی کے آستانہ پر حاضر ہونا تھا اور انھوں نے ایسا ہی کیا۔ حافظ ابن الجوزی، مناقب الامام احمد میں بسند متصل ناقل ہیں کہ:

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

ہیں امام موصوف کی جلالت شان کا اندازہ لگانا ہو تو ان کے ہر دو نامور شاگرد امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین کی شہادتیں اس باب میں کافی ہیں امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ کان ابو یوسف منصفا فی الحدیث[1]۔ اور امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں۔

ما رأیت فی اصحاب الرای اثبت فی الحدیث ولا احفظ ولا اصح روایۃ من ابی یوسف[2]

میں نے اصحاب الرأے (فقہاء) میں امام ابو یوسف سے اثبت (زیادہ پکا) اور ان سے بڑھ کر حافظ الحدیث اور صحیح الروایہ نہیں دیکھا۔

اسی طرح امام اسد بن عمرو بھی بہت بڑے رتبے کے شخص ہیں اور علم حدیث میں ان کی وسعت نظر کا یہ عالم ہے کہ حافظ ابن عدی جیسا کٹر شخص بھی ان کے بارے میں ان الفاظ میں اظہار خیال کرتا ہے:

ما باحادیثہ ورو ایاتہ باس، ولیس فی اصحاب الرای بعد ابی حنیفۃ اکثر حدیثا منہ[3]

ان کی احادیث و روایات میں کوئی خرابی نہیں اور اصحاب الرأے (فقہاء) میں امام ابو حنیفہ کے بعد ان سے بڑھ کر کثیر الحدیث کوئی شخص نہیں

اور ابن سعد لکھتے ہیں:

کان عندہ حدیث کثیر و ھو ثقۃ ان شاء اللہ[4]

ان کے پاس حدیث بہت تھی اور یہ ان شاء اللہ ثقہ ہیں۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اخبرنا ابو منصور عبد الرحمن بن محمد القزاز قال اخبرنا ابو بکر احمد بن علی بن ثابت قال انا الازھری قال ثنا عبد الرحمن بن عمر قال ثنا محمد بن یعقوب قال حدثنا جدی قال سمعت احمد بن حنبل یقول اول من کتبت عنہ الحدیث ابو یوسف (ص ۲۲ و ۲۳)

میں نے سب سے پہلے جس شخص سے حدیث لکھی وہ (امام) ابو یوسف ہیں

اور حافظ ذہبی، مناقب ابی حنیفہ و صاحبیہ میں حافظ عباس دوری سے نقل کرتے ہیں کہ

سمعت احمد بن حنبل یقول اول ما کتبت الحدیث اختلفت الی ابی یوسف القاضی فکتبت عنہ ثم اختلفت بعد الی الناس۔ (ص ۴۰)

میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے سنا کہ میں نے جب حدیث لکھی تو سب سے پہلے قاضی ابو یوسف کی خدمت میں جا کر ان سے حدیثیں لکھیں اور بعد میں پھر اور لوگوں کے یہاں گیا۔

یہ ۱۷۹ھ کا واقعہ ہے جبکہ امام احمد اپنی عمر کے سولہویں سال میں تھے (مناقب احمد از ابن جوزی ص ۲۳) امام احمد نے امام ابو یوسف اور امام محمد سے تین قمطر (وہ صندوق یا بکس کہ جس میں کتاب کو بحفاظت تمام رکھا جاتا ہے) بھر کر علم دین کی کتابت کی تھی چنانچہ حافظ ابو الفتح بن سید الناس یعمری مصری شافعی اپنی مشہور کتاب عیون الاثر فی فنون المغازی والسیر میں لکھتے ہیں:

قال ابراھیم بن جعفر حدثنی عبد اللہ بن احمد بن حنبل قال کتب ابی عن ابی یوسف و محمد ثلاث قماطر، قلت لہ کان ینظر فیھا قال کان ربما نظر فیھا۔ (ج ۱ ص ۲۰ طبع مصر ۱۳۵۶ھ)

ابراہیم بن جعفر کا بیان ہے کہ مجھ سے عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے بیان کیا کہ میرے والد بزرگوار نے امام ابو یوسف اور امام محمد سے تین قمطر لکھے تھے۔ میں نے عبد اللہ سے پوچھا کہ امام موصوف ان کا مطالعہ بھی کیا کرتے تھے؟ کہنے لگے بسا اوقات ان کا مطالعہ بھی کرتے تھے

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] مناقب ابی حنیفہ و صاحبیہ از ذہبی ص ۴۱۔ [2] ایضا ص ۴۰۔ [3،4] لسان المیزان۔ ترجمہ امام موصوف امام احمد بن حنبل بھی فن حدیث میں ان کے شاگرد تھے اور ان کو "صدوق و صالح الحدیث" فرمایا کرتے تھے۔ محدث صیمری نے ابو نعیم فضل بن دکین سے بسند نقل کیا ہے کہ "امام ابو حنیفہ کی کتابیں سب سے پہلے جس نے لکھیں وہ اسد بن عمرو ہیں۔ اور حافظ ذہبی، میزان الاعتدال میں ان کے متعلق لکھتے ہیں: صحب ابا حنیفۃ و تفقہ علیہ من اھل الکوفۃ فقدم بغداد و تولی قضاء الشرقیہ (انھوں نے امام ابو حنیفہ کی صحبت اٹھائی اور ان ہی سے فقہ کی تحصیل کی، کوفہ کے رہنے والے تھے پھر بغداد آئے اور شہر کے شرقی حصہ کا عہدۂ قضا ان کو تفویض ہوا) ۱۹۰ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

بغداد میں علم حدیث کی نشر واشاعت کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک محدث کے حلقہ درس میں عام طور پر ہزارہا طلبہ کا ہجوم ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ کے متعدد واقعات تاریخ ورجال کی معتبر کتابوں سے ہم سابق میں ہدیۂ ناظرین کر چکے ہیں۔

❋ فقہ کے وہ چار امام کہ جن کے اجتہادی مسائل پر تمام دنیائے اسلام ان کے زمانے سے لے کر آج تک کاربند چلی آتی ہے ان میں سے اخیر امام یعنی امام احمد بن حنبل اسی بغداد کے رہنے والے تھے۔ امام شافعی کا مذہب قدیم جس کے راوی، زعفرانی، ابو ثور، امام احمد اور کرابیسی ہیں[1]۔ اس کی تدوین یہیں ہوئی اور اسی لئے امام شافعی کی اس کتاب کو جو آپ کے مذہب قدیم پر مشتمل ہے بغدادی اور عراقی کہا جاتا ہے[2]۔

ائمہ اربعہ کے علاوہ دیگر ائمہ مجتہدین میں سے امام ابو ثور المتوفی سنہ ۲۴۰ھ، امام داؤد ظاہری المتوفی سنہ ۲۷۰ھ اور امام محمد بن جریر طبری المتوفی سنہ ۳۱۰ھ ان سب کا وطن بھی بغداد ہے۔

امام طبری کی وہ مشہور تفسیر یہیں لکھی گئی ہے کہ جس کے متعلق حافظ ذہبی اور علامہ تاج الدین سبکی دونوں کی متفقہ تصریح ہے کہ لم یصنف مثلہ (یعنی اس کی مثل تصنیف نہ ہوئی) اور جس کے بارے میں علامہ ابو حامد اسفرائینی کا قول ہے کہ "اگر کوئی اس تفسیر کے حاصل کرنے کے لئے چین تک کا سفر اختیار کرے تو کچھ زیادہ نہیں ہے"[3]۔

امام ابن ماجہ نے جس وقت رحلت علمی کے لئے وطن سے باہر قدم نکالا ہے اس وقت الواثق باللہ عباسی سریر آرائے خلافت بغداد تھا۔ واثق باللہ اپنے علم وفضل کے اعتبار سے مامون اصغر کہلاتا تھا۔ واثق کے فضل وکمال کی وجہ سے خود خلیفہ مامون اس کی بڑی قدر کرتا اور اس کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ علامہ یزیدی کا بیان ہے کہ مامون نے تو علم عرب کے ساتھ اپنی معلومات میں علوم اوائل یعنی نجوم، طب اور منطق کی بھی آمیزش کر لی تھی لیکن واثق کے علوم خالص عربی علوم تھے[4]۔ واثق نے ۲۴ ذی الحجہ سنہ ۲۳۲ھ میں چہار شنبہ کے دن وفات پائی اور اس کی جگہ المتوکل علی اللہ تخت خلافت پر متمکن ہوا محدثین متوکل کی تعریف میں بڑے رطب اللسان ہیں کیونکہ اس نے مامون، معتصم اور واثق کے زمانے سے جو لوگوں پر خلق قرآن کے بارے میں مظالم ہو رہے تھے ان سب کو یک قلم موقوف کر دیا تھا اور سنہ ۲۳۴ھ ہجری میں تمام قلمرو خلافت میں فرمان بھیجا تھا کہ آئندہ سے اس مسئلہ کے متعلق کسی شخص سے بازپرس نہ کی جائے۔ ساتھ ہی محدثین کو سامرا بلا کر ان کے لئے عطایا اور وظائف جاری کئے اور بڑے اعزاز واکرام سے پیش آیا اور ان کو حکم دیا کہ صفات باری اور دیدار الٰہی کی احادیث لوگوں کے سامنے بیان کریں[5]۔ اس طرح معتزلہ کا جو زور شور اس کے پیشرو ہر سہ خلفاء کے زمانے میں تھا اس کے

---

[1] الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ از علامہ سخاوی ص ۹۹۔ [2] الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء از علامہ ابن عبد البر ص ۱۰۵ طبع مصر اور طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۵۰۔ [3] تذکرۃ الحفاظ اور طبقات الشافعیہ میں ابن جریر کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ [4] تاریخ الخلفاء ص ۱۲۶ طبع مجتبائی دہلی۔ [5] اس کی کچھ تفصیل سابق میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

عہد میں بالکل ختم ہوگیا، یہی زمانہ ہے جب امام ابن ماجہ، بغداد آئے ہیں اس وقت یہاں جا بجا حدیث و روایت کے دفتر کھلے ہوئے تھے اور محدثین وحفاظِ حدیث کا درس خوب زور و شور سے جاری تھا۔ امام موصوف نے یہاں آکر جن حفاظ حدیث سے استفادہ کیا وہ حسب ذیل ہیں۔

❁ **حافظ کبیر احمد دورقی**، شجرہ نسب یہ ہے احمد بن ابراہیم بن کثیر ابو عبد اللہ العبدی النکری[1] البغدادی الدورقی، یہ حافظ یعقوب دورقی کے چھوٹے بھائی ہیں، اللہ عزوجل کا ایسا کرم تھا کہ دونوں بھائی حافظ الحدیث ہوئے۔ صالح جزرہ کا بیان ہے کہ ان دونوں بھائیوں میں احمد کثرتِ حدیث اور اس کی معلومات میں زیادہ تھے اور یعقوب اسناد وروایت میں بڑھے ہوئے تھے اور دونوں ثقہ ہیں۔ ذہبی ان کے متعلق لکھتے ہیں کان حافظا فہما احسن التالیف (یعنی یہ حافظ حدیث، صاحب فہم اور عمدہ مصنف تھے) امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ چاروں ائمہ ان کے شاگرد ہیں ۱۶۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۶ھ میں وفات پائی، رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

❁ **حافظ رمادی**[2]، ابوبکر احمد بن منصور بن سیار بن معارک البغدادی، حدیث میں مسند ان کی تصنیف ہے، ابراہیم اصبہانی حفظ حدیث میں ان کو ابوبکر بن ابی شیبہ کا ہمسر بتاتے ہیں مصنفین صحاح ستہ میں صرف امام ابن ماجہ کو ان سے تلمذ حاصل ہے۔ حدیث نبوی سے ان کو اس قدر شغف تھا کہ جب کبھی بیمار ہوتے محدثین کو بلوا کر ان سے حدیثیں پڑھواتے۔ ربیع الآخر ۲۶۵ھ ہجری میں تراسی (۸۳) سال کی عمر میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تہذیب التہذیب)۔

❁ **حافظ احمد بن منیع**[3] ابوجعفر البغوی ثم البغدادی الاصم، اصل میں بغشور کے رہنے والے تھے جو ہرات اور مرو روز کے درمیان ایک چھوٹا سا شہر ہے بعد کو بغداد میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ فنِ حدیث میں امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں اور ان سے تمام ارباب صحاح ستہ کو تلمذ حاصل ہے لیکن صحیح بخاری میں ان سے بالواسطہ روایت ہے اور خارج صحیح میں بغیر واسطہ۔ محدث خلیلی نے تصریح کی ہے کہ یہ علم میں امام احمد بن حنبل اور ان کے اقران کے ہم پلہ ہیں۔ چالیس سال تک ان کا یہ معمول رہا کہ ہر تیسرے روز قرآن پاک ختم کردیا کرتے تھے۔ فن حدیث میں ان کی مسند مشہور و معروف ہے جس کو ان کے نامور شاگرد اسحاق بن ابراہیم بن جمیل ان سے روایت کرتے ہیں، ۱۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۴ھ میں وفات پائی، رحمہ اللہ۔ ان کی وفات پر جب ان کا متروکہ فروخت کیا گیا تو کتابوں کے علاوہ کل سامان ۲۴ درم کا ہوا۔ (تہذیب التہذیب، تاریخ بغداد، ترجمہ امام ابو یوسف)

---

[1] "نکری" بضم نون بنی نکرہ کی طرف نسبت ہے جو قبیلہ عبد القیس کی مشہور شاخ ہے اور "دورقی" یا تو شہر دورق کی طرف نسبت ہے جو اہواز کے اطراف میں واقع ہے جہاں کی لمبی ٹوپیاں "دورقی" کے نام سے مشہور ہیں اور یا ان ٹوپیوں کی صنعت کی طرف نسبت ہے۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ ان کے والد بڑے عابد و زاہد تھے اور اس زمانہ میں جو شخص زہد و عبادت میں مصروف ہوتا اس کو دورقی کہا جاتا تھا۔ لالکائی کا بیان ہے کہ یہ لمبی ٹوپی اوڑھتے تھے اس لئے "دورقی" کہلاتے تھے۔ (تہذیب التہذیب)۔

Marfat.com

امام ابو ثور، ابراہیم بن خالد کلبی بغدادی۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ ابو ثور ان کا لقب ہے اوران کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ مشہور ائمہ مجتہدین میں سے ہیں اور بہت سے مسائل میں جمہور سے متفرد ہیں۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی ان ہی کے مذہب پر فتوے دیا کرتے تھے۔ یہ پہلے اہل عراق کے مسلک پر تھے بعد کو جب امام شافعی بغداد آئے تو ان کی شاگردی اختیار کی اور بہت سے مسائل میں ان کی طرف مائل ہوگئے چنانچہ علامہ ابن عبدالبر الانتقار فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء میں لکھتے ہیں کہ انھوں نے ایک مستقل تصنیف میں امام مالک اور امام شافعی کے اختلاف کو بیان کیا ہے اوراس میں اپنا مذہب بھی ساتھ ساتھ ذکر کرتے جاتے ہیں۔ ان کا اس کتاب میں اور اپنی دوسری تصانیف میں امام شافعی کی طرف زیادہ میلان ہے۔ امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ میں پچاس سال سے ان سے واقف ہوں کہ یہ سنت پر عامل ہیں اور میرے نزدیک یہ ثوری کے مقام پر ہیں۔ ایک دفعہ امام احمد سے کسی نے مسئلہ دریافت کیا فرمانے لگے فقہاء سے پوچھو، جاؤ ابو ثور سے پوچھو۔ امام مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ تینوں آپ کے شاگرد ہیں مگر امام مسلم نے اپنی صحیح میں ان سے کوئی حدیث روایت نہیں کی ہے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کو الامام المجتہد الحافظ لکھا ہے اور محدث حاکم کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کان فقیہ اھل بغداد و مفتیھم فی عصرہ واحد اعیان المحدثین المتقنین (یعنی یہ اپنے زمانہ میں اہل بغداد کے فقیہ اور مفتی اور متقن اور نامور محدثین میں سے تھے) تاہم جیسا کہ بعض متقشف ارباب روایت کی عادت ہے کہ وہ عام طور پر تفریع احکام اور استنباط جزئیات کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے اور اس بناء پر فقہاء پر طعن کیا کرتے ہیں بعض محدثین نے ان پر بھی کلام کیا ہے چنانچہ ابو حاتم رازی ان کے متعلق یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ

یتکلم بالرای فیخطی ویصیب ولیس محلہ محل المسمعین فی الحدیث۔	یہ رائے (فقہ) سے کلام کرتے ہیں اس لئے غلط بھی کہدیتے ہیں اور صحیح بھی، اوران کا وہ مقام نہیں جو حدیث پر متوجہ ہونے والوں کا ہوتا ہے۔

علامہ تاج الدین سبکی، ابو حاتم کے اس قول کو نقل کرکے لکھتے ہیں۔

ھذا غلو من ابی حاتم ولیس الکلام فی الرای موجبا للقدح	یہ ابو حاتم کا غلو ہے اور رائے (فقہ) میں کلام کرنا موجب قدح نہیں۔

بعض علماء نے ابو حاتم کے بیان میں المسمعین کی بجائے المتسعین نقل کیا ہے اس صورت میں اس فقرہ کے معنی یہ ہوں گے کہ "ان کا وہ مقام نہیں جو حدیث میں وسعت نظر رکھنے والوں کا ہوتا ہے"۔

علامہ تاج الدین سبکی، طبقات الشافعیہ میں بسند نقل کرتے ہیں کہ ایک مجلس میں یحیی بن معین، ابو خیثمہ زہیر بن حرب، خلف بن سالم اور دیگر محدثین کی ایک جماعت موجود تھی اور حدیث شریف کا مذاکرہ جاری تھا۔ اتفاق سے ایک عورت آکھڑی ہوئی اور اس نے جوان لوگوں کو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اور رواہ فلان (اس کو فلاں نے روایت کیا ہے) اور ملاحد ث

بہ غیر فلاں (اس کو فلاں کے سوا اور کوئی نہیں بیان کرتا) کہتے سنا تو ان سے یہ مسئلہ پوچھ بیٹھی کہ کیا حائضہ عورت مردے کو نہلا سکتی ہے۔ یہ عورت مردے نہلایا کرتی تھی۔ اس عورت کے مسئلہ کا جواب پوری جماعت میں سے کسی سے نہ بن سکا اور ایک دوسرے کی صورت تکنے لگے۔ حسن اتفاق کہ ابوثور سامنے سے آنکلے، انھیں دیکھ کر سب اس عورت سے کہنے لگے کہ یہ صاحب جو سامنے سے آرہے ہیں ان سے دریافت کرو۔ عورت نے ادھر رخ کیا تو یہ اب اس کے قریب آچکے تھے اس نے مسئلہ پوچھا، ابوثور نے بلا توقف جواب دیا کہ ہاں کیونکہ قاسم (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوتے) کی حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا ان حیضتك لیست فی یدك (تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے) نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں ایام ماہواری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر پانی ڈال کر مانگ نکالا کرتی تھی۔ اس لئے جب زندہ کے سر پر پانی ڈالا جا سکتا ہے تو مردہ پر تو بدرجہ اولیٰ ڈالا جا سکتا ہے، اس پر سب لوگ کہنے لگے جی ہاں، رواہ فلاں (اس کو تو فلاں نے روایت کیا) اور اخبرنا فلاں (ہم سے فلاں نے بیان کیا ہے) اور یہ ہمیں فلاں سند سے معلوم ہے اور پھر اس کے متعلق ان لوگوں نے روایات و اسانید کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر اس عورت کی زبان سے بے ساختہ نکلا کہ فاین انتم الی الآن (تم اب تک کیا کر رہے تھے)۔

امام ابوثور نے ستر سال کی عمر میں ۲۷ صفر ۲۴۰ھ میں انتقال فرمایا (تذکرۃ الحفاظ، طبقات الشافعیہ الکبریٰ، تہذیب التہذیب، طبقات کبریٰ از شعرانی ترجمہ حضرت جنید بغدادی)۔

✺ **حافظ جوہریؒ۔** ابراہیم بن سعید ابو اسحٰق الطبری ثم البغدادی، بجز امام بخاری کے تمام ارباب صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں ان کا قول تھا کہ جو حدیث میرے پاس سو سندوں سے مروی نہ ہو میں اس میں یتیم ہوں۔ ذہبی نے ان کو الحافظ العلامۃ لکھا ہے۔ علم حدیث میں مسند تصنیف کی تھی۔ ۲۴۷ھ میں بمقام عین زربہ جو مصیصہ کی سرحد پر واقع ہے اور جہاں یہ جہاد کی غرض سے مقیم تھے انتقال فرمایا رحمۃ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

✺ **حافظ کبیر ابو اسحاق ہروی** ابراہیم بن عبد اللہ بن حاتم، ہرات کے رہنے والے تھے بعد میں بغداد میں آکر متوطن ہو گئے تھے، امام ترمذی اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں۔ ہشیم کی حدیث کے یہ سب سے بڑے عالم تھے کہا کرتے تھے کہ ہشیم کی کوئی حدیث ایسی نہیں کہ جس کو میں نے ان سے بیس مرتبہ یا اس سے زیادہ دفعہ نہ سنا ہو۔ ذہبی کے ان کے متعلق یہ الفاظ ہیں کان صدوقا زاھدا صوّاما عابدا کبیر القدر۔ رمضان ۲۴۴ھ میں جبکہ ان کی عمر نوے سال سے متجاوز ہو چکی تھی انتقال فرمایا، رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ)۔

✺ **فقیہ کبیر حافظ زعفرانیؒ۔** ابو علی حسن بن محمد بن صباح البغدادی، زعفرانیہ بغداد کے قریب ایک قریہ تھا۔ بڑے فصیح و بلیغ تھے، فقہ کی تعلیم امام شافعی سے حاصل کی اور ان کے مذہب

Marfat.com

قدیم کے راوی ہیں، بغداد میں امام شافعی کی مجلس درس میں ان کے سوا اور کوئی قرأت نہیں کرتا تھا۔ اس درس میں امام احمد اور امام ابو ثور بھی حاضر ہوتے تھے یہ پڑھتے تھے اور سب لوگ سنتے تھے۔ امام شافعی کی کتاب الرسالہ کی جب انھوں نے قرأت شروع کی تو امام موصوف نے ان سے دریافت فرمایا تم عرب کے کس قبیلے سے ہو، کہنے لگے میں عربی نہیں ہوں تو قریہ زعفرانیہ کا رہنے والا ہوں۔ امام شافعی نے فرمایا انت سید هذہ القریۃ (تم تو اس قریہ کے سردار ہو) بجز امام مسلم کے تمام مصنفین صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں۔ حدیث میں ان کی ثقاہت کی بڑے بڑے محدثین نے شہادت دی ہے (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

✲ **حافظ رجا بن مرجیٰ** بن رافع الغفاری ابو محمد السمرقندی الحافظ نزیل بغداد۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر الحافظ العلم اور مفید بغداد کے الفاظ کے ساتھ کیا ہے۔ حدیث میں امام ابو داؤد اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں۔ دارقطنی ان کو ثقہ حافظ کہتے ہیں۔ ابن حبان لکھتے ہیں کان متیقظا ممن جمع وصنف (ہوشمند تھے اور اہل تصنیف و تالیف میں سے تھے) خطیب کے الفاظ ہیں، کان ثقۃ ثبتا اماما فی علم الحدیث وحفظہ والمعرفۃ بہ، یہ اصل میں مرو کے رہنے والے تھے۔ چونکہ سمرقند میں بود و باش اختیار کر لی تھی اس لئے سمرقندی کہلاتے ہیں، بعد کو بغداد میں آگئے اور وہیں اقامت گزیں ہو گئے اور آخر میں ماہ جمادی الاولیٰ ۲۴۹ھ کو انتقال فرمایا رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

✲ **حافظ ابو خیثمہ زہیر بن حرب**، النسائی نزیل بغداد، فن حدیث میں عبداللہ بن ادریس سفیان بن عیینہ، عبدالرزاق بن ہمام، حفص بن غیاث اور ہشیم وغیرہ بہت سے محدثین کے شاگرد ہیں، اور ان سے امام بخاری، مسلم، ابو داؤد اور ابن ماجہ کو تلمذ حاصل ہے۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں لکھا ہے کہ یہ امام احمد اور یحییٰ بن معین کے ہم پلہ ہیں۔ یعقوب بن شیبہ اور ابن نمیر ان کو حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ پر بھی ترجیح دیتے ہیں۔ امام نسائی ان کے بارے میں فرماتے ہیں ثقۃ مامون خطیب بغدادی لکھتے ہیں کان ثقۃ ثبتا حجۃ حافظا متقنا۔ صحیح مسلم میں ان کی سند سے بارہ سو اکاسی حدیثیں مروی ہیں، ۱۶۰ھ میں ان کی ولادت ہوئی اور ۷ شعبان کو بروز جمعرات ۲۳۴ھ میں چوہتر سال کی عمر میں انتقال فرمایا، رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)

✲ **حافظ زہیر بن محمد بن قمیر**۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے الامام الحافظ القدوۃ ابو محمد المروزی نزیل بغداد۔ ابوالقاسم کا بیان ہے کہ امام احمد کے بعد میں نے ان سے افضل نہیں دیکھا۔ ان کے صاحبزادے محمد بن زہیر کہتے ہیں کہ میرے والد ماجد ماہ رمضان المبارک میں قرآن پاک کے نوے ختم کیا کرتے تھے۔ ارباب صحاح ستہ میں سے صرف امام ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں، اخیر عمر میں جہاد کی غرض سے طرطوس میں مرابط ہو گئے تھے اور وہیں ۲۵۷ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ)۔

Marfat.com

حافظ عباس ۱۳۱ دوری بن محمد بن حاتم ابوالفضل الہاشمی مولاہم البغدادی۔ ذہبی نے ان کو الحافظ الامام لکھا ہے، امام یحییٰ بن معین کے خاص شاگردوں میں سے ہیں اور اسی لئے صاحب یحییٰ بن معین کہلاتے ہیں۔ امام ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ چاروں کو ان سے تلمذ حاصل ہے۔ فن رجال میں ایک نہایت ضخیم کتاب ان کی یادگار ہے جس میں انھوں نے اپنے شیخ امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین کے اقوال کو رجال کے متعلق جمع کر دیا ہے۔ ذہبی اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ ایک مفید کتاب ہے اور اس فن میں ان کی بصیرت کا پتہ دیتی ہے، صفر ۲۸۱ھ میں وفات پائی، رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

حافظ ابوبکر ۱۳۲ بن ابی الدنیا عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان القرشی الاموی مولاہم البغدادی ۲۰۸ھ میں پیدا ہوئے، احمد دورقی، علی بن جعد جوہری، زہیر بن حرب، ابوعبید قاسم بن سلام، داؤد بن رشید خوارزمی، محمد بن سعد کاتب واقدی، امام بخاری اور امام ابوداؤد وغیرہ سے فن حدیث کی تعلیم پائی اور ان سے امام ابن ماجہ کو تلمذ حاصل ہے چنانچہ انھوں نے اپنی تفسیر میں ان سے روایتیں کی ہیں لیکن سنن میں کوئی حدیث ان کی روایت سے منقول نہیں ہے۔ یہ بڑے مشہور مصنف ہوئے ہیں۔ دنیوی عروج بھی خوب پایا۔ شہزادگان خلفائے عباسیہ کے اتالیق رہے۔ خلیفہ معتضد باللہ کی تربیت بھی ان ہی کی اتالیقی میں ہوئی۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے۔ ابن ابی الدنیا المحدث العالم الصدوق اور حافظ جمال الدین مزی کے تہذیب الکمال میں یہ الفاظ ہیں ابوبکر بن ابی الدنیا البغدادی الحافظ صاحب التصانیف المشہورۃ ومودب اولاد الخلفاء۔ ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد کی معیت میں ان سے حدیثیں لکھی ہیں اور والد نے ان کو صدوق کہا ہے۔ ۲۸۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

حافظ ابوقلابہ ۱۳۳ عبدالملک رقاشی۔ یہ اصل میں بصرہ کے محدث ہیں، بعد کو بغداد میں متوطن ہو گئے تھے۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر ان لفظوں سے شروع کیا ہے ابوقلابۃ الحافظ العالم المسند عبدالملک بن محمد بن عبداللہ الرقاشی الزاهد محدث البصرۃ۔ بچپن ہی میں باپ کی تحریص اور اپنی قوت ذکاء کی بناء پر علم حدیث پر توجہ کی، قاضی احمد بن کامل کا بیان ہے کہ یہ دن رات میں چار سو رکعت نوافل پڑھا کرتے تھے اور اپنے حفظ سے انھوں نے ساٹھ ہزار حدیثیں بیان کی تھیں۔ امام محمد بن جریر طبری کہتے ہیں کہ میں نے ان سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا مسلمہ کا بیان ہے کہ انھیں شعبہ کی حدیثیں اس طرح یاد تھیں جس طرح قرآن پاک کی کوئی سورت یاد ہوتی ہے۔ مصنفین صحاح ستہ میں سے صرف امام ابن ماجہ نے ان سے اپنی سنن میں حدیثیں روایت کی ہیں۔ ۱۹۰ھ میں ان کی ولادت ہوئی اور ماہ شوال ۲۷۶ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

حافظ رخامی ۱۳۴ ابوالعباس فضل بن یعقوب البغدادی۔ امام بخاری اور ابن ماجہ کے

Marfat.com

استاذ ہیں۔ محدث دارقطنی نے ان کو "ثقہ حافظ" کہا ہے۔ یکم جمادی الاولیٰ ۲۵۰ھ میں انتقال ہوا، رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

❁ **حافظ ابوبکر صاغانی**۔ محمد بن اسحاق بن جعفر نزیل بغداد۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے۔ الصاغانی الحافظ الحجۃ محدث بغداد ابوبکر محمد بن اسحاق۔ ابومزاحم خاقانی کا بیان ہے کہ یہ اپنے زمانہ میں امام یحییٰ بن معین کے مشابہ تھے۔ بجز امام بخاری کے جملہ مصنفین صحاح ستہ کو ان سے تلمذ حاصل ہے۔ صفر ۲۷۰ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

❁ **حافظ محمد[۱۶] بن عبدالملک** بن زنجویہ البغدادی ابوبکر غزال۔ یہ بغداد میں امام احمد بن حنبل کے پڑوسی تھے۔ حافظ ذہبی نے ان کو "واسع الرحلہ" لکھا ہے یعنی طلب حدیث میں انھوں نے بڑا سفر کیا تھا۔ امام ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ چاروں ان کے شاگرد ہیں۔ امام نسائی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ جمادی الآخرہ ۲۵۸ھ میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

❁ **حافظ ابوالاحوص** محمد بن الہیثم بن حماد البغدادی۔ عکبرا میں جو بغداد سے دس فرسخ پر واقع ہے قاضی تھے۔ دارقطنی نے ان کے متعلق تصریح کی ہے کان من الحفاظ الثقات، جملہ مصنفین صحاح ستہ میں سے صرف امام ابن ماجہ نے ایک حدیث ان سے استسقاء میں نقل کی ہے۔ جمادی الاولیٰ ۳۰۰ھ میں عکبرا ہی میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

❁ **حافظ ہارون[۱۸] حمال**۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر اس طرح شروع کیا ہے الحافظ الامام الثقۃ ابوموسیٰ ہارون بن عبداللہ بن مروان البغدادی البزاز المعروف بالحمال۔ ابراہیم حربی ان کے متعلق کہا کرتے تھے کہ اگر جھوٹ بولنا روا ہوتا تب بھی یہ پاکیزگی کے خیال سے اسے چھوڑ دیتے۔ یہ پہلے بزاز تھے پھر جب زہد اختیار کیا تو اجرت پر حمالی کرنے لگے اس لئے "حمال" کہلاتے ہیں۔ سوائے امام بخاری کے بقیہ تمام ارباب صحاح ستہ فن حدیث میں ان کے شاگرد ہیں۔ ۱۹ر شوال ۲۴۳ھ میں انتقال کیا۔ تاریخ ولادت ۱۷۲ھ یا ۱۷۳ھ ہے۔ رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ تہذیب التہذیب)

❁ **حافظ یعقوب[۱۹] دورقی**۔ یہ حافظ احمد بن ابراہیم دورقی مذکور کے بڑے بھائی ہیں۔ عمر میں ان سے دو سال بڑے تھے۔ حافظ ذہبی نے ان کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے الحافظ الکبیر المعمر الامام محدث العراق ابویوسف العبدی۔ تمام ارباب صحاح ستہ کے فن حدیث میں استاذ ہیں، مسند بھی تصنیف کی تھی۔ امام نسائی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ ۱۶۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۵۲ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، اور تہذیب التہذیب)۔

ان حفاظ کے علاوہ بغداد کے جن محدثین سے امام ابن ماجہ نے حدیثیں روایت کیں وہ یہ ہیں۔

(۱) احمد بن اسمٰعیل ابوحذافۃ السہمی المدنی نزیل بغداد المتوفی ۲۵۹ھ۔ یہ امام مالک سے

Marfat.com

موطا کے آخری روایت کرنے والوں میں سے ہیں۔ (۲) احمد بن عاصم بن عنبسہ العبادانی ابو صالح نزیل بغداد۔ (۳) احمد بن عبد الرحمن بن بکار ابو الولید البسری العامری الدمشقی نزیل بغداد المتوفی سنہ ۲۴۸ھ (۴) اسمعیل بن ابی الحارث اسد بن شاہین البغدادی ابو اسحق المتوفی سنہ ۲۵۸ھ۔ (۵) حبیش بن مبشر الثقفی ابو عبد اللہ الفقیہ الطوسی نزیل بغداد المتوفی سنہ ۲۵۵ھ۔ امام ابن ماجہ نے ان سے صرف ایک حدیث "کتاب النکاح" میں روایت کی ہے۔ (۶) الحسن بن حماد بن کسیب الحضرمی ابو علی البغدادی المعروف بسجادہ المتوفی سنہ ۲۴۱ھ۔ یہ فقیہ حنفی ہیں اور امام محمد کے تلامذہ میں سے ہیں۔ حافظ عبد القادر قرشی نے جواہر المضیہ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ (۷) الحسن بن عرفہ ابو علی العبدی البغدادی المؤدب المتوفی سنہ ۲۵۷ھ۔ (۸) الحسن بن یحیی بن الجعد العبدی ابو علی بن ابی الربیع الجرجانی البغدادی المتوفی سنہ ۲۶۳ھ (۹) الحسین بن بیان البغدادی۔ (۱۰) حمدون بن عمارہ البغدادی ابو جعفر البزار۔ ان کا نام محمد اور لقب حمدون ہے، امام ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں ان سے روایت کی ہے۔ (۱۱) الخلیل بن عمرو الثقفی ابو عمرو البزاز البغوی نزیل بغداد المتوفی سنہ ۲۴۲ھ (۱۲) داؤد بن رُشید (بالتصغیر) الہاشمی مولاہم الخوارزمی البغدادی ابو الفضل المتوفی سنہ ۲۳۹ھ۔ یہ امام محمد کے اصحاب میں سے ہیں اور فقہ حنفی میں کتاب النوادر ان کی تصنیف ہے۔ (۱۳) رزق اللہ بن موسی الناجی ابو بکر البغدادی الاسکافی الکلوذانی المتوفی سنہ ۲۵۶ھ (۱۴) روح بن الفرج البزار ابو الحسن البغدادی المتوفی سنہ ۲۵۰ھ (۱۵) سلیمان بن توبہ النہروانی ابو داؤد البغدادی المتوفی سنہ ۲۶۱ھ۔ (۱۶) شجاع بن مخلد الفلاس ابو الفضل البغوی نزیل بغداد المتوفی سنہ ۲۳۵ھ انھوں نے ایک تفسیر بھی لکھی ہے۔ (۱۷) عباد بن الولید الغُبری ابو بدر البغدادی المتوفی سنہ ۲۵۸ھ۔ (۱۸) عباس بن جعفر ابو محمد بن ابی طالب البغدادی مولی آل العباس المتوفی سنہ ۲۵۶ھ (۱۹) عبد اللہ بن اسحق بن محمد الناقد ابو جعفر الواسطی نزیل بغداد۔ (۲۰) العلاء بن سالم الطبری ابو الحسن الواسطی ثم البغدادی الحذاء المتوفی سنہ ۲۶۶ھ۔ امام ابن ماجہ نے ان سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ (۲۱) علی بن الحسین بن ابراہیم العامری ابو الحسن بن اشکاب البغدادی المتوفی سنہ ۲۶۱ھ یہ بھی فقیہ حنفی ہیں۔ ان کے والد امام ابو یوسف کے اصحاب میں سے تھے اور انھوں نے فقہ کی تعلیم اپنے والد بزرگوار ہی سے حاصل کی ہے۔ حافظ عبد القادر قرشی نے الجواہر المضیہ میں ان کا تذکرہ لکھا ہے۔ (۲۲) علی بن داؤد بن یزید التمیمی القنطری ابو الحسن بن ابی سلیمان البغدادی الادمی المتوفی سنہ ۲۶۲ھ۔ (۲۳) علی بن عمرو بن الحارث الانصاری ابو ہبیرۃ البغدادی المتوفی سنہ ۲۵۹ھ۔ (۲۴) فضل بن الصباح البغدادی ابو العباس السمسار المتوفی سنہ ۲۴۵ھ (۲۵) قاسم بن محمد بن عباد الازدی ابو محمد البصری نزیل بغداد۔ (۲۶) محمد بن اسمعیل بن البختری الحسانی ابو عبد اللہ الواسطی الضریر نزیل بغداد المتوفی سنہ ۲۵۶ھ (۲۷) محمد بن حسان بن فیروز الشیبانی الازرق ابو جعفر البغدادی المتوفی سنہ ۲۵۷ھ (۲۸) محمد بن خالد بن خداش المہلبی مولاہم ابو بکر الضریر البصری ثم البغدادی۔ (۲۹) محمد بن سعید بن غالب البغدادی ابو یحیی العطار الضریر المتوفی سنہ ۲۶۱ھ ان سے امام ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے۔ (۳۰) محمد بن سلیمان بن ہشام الیشکری ابو جعفر

Marfat.com

الشطوی البغدادی التمزاز المعروف باخی ہشام المتوفی ۲۶۵ھ (۳۱) محمد بن ہارون بن ابراہیم الربعی ابوجعفر البغدادی البزاز المعروف بابی نشیط المتوفی ۲۵۸ھ ان سے امام ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے۔ (۳۲) محمد بن یحییٰ بن عبد الکریم الازدی ابوعبد اللہ بن ابی حاتم البصری نزیل بغداد المتوفی ۲۵۲ھ (۳۳) مجاہد بن موسیٰ الخوارزمی ابوعلی الختلی نزیل بغداد المتوفی ۲۴۴ھ (۳۴) محمود بن خداش الطالقانی ابومحمد نزیل بغداد المتوفی ۲۵۰ھ۔ (۳۵) مصعب بن عبد اللہ بن مصعب الزبیری ابوعبد اللہ المدنی نزیل بغداد المتوفی ۲۳۶ھ ان سے امام ابن ماجہ نے صرف ایک حدیث روایت کی ہے (۳۶) یوسف بن موسیٰ بن راشد القطان ابویعقوب الکوفی ثم الرازی ثم البغدادی المتوفی ۲۵۳ھ۔

حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں (باستثناء احمد بن اسمٰعیل، حسینؒ، حمدانؒ، روحؒ، سلیمانؒ اور محمد بن سلیمانؒ) ان سب محدثین کا تذکرہ لکھا ہے۔

واسط

عراق کا مشہور شہر جو کوفہ اور بصرہ کے عین وسط میں ہے اور دونوں اس سے یکساں فاصلہ پر پورے پچاس پچاس فرسخ پر واقع ہیں۔ حجاج بن یوسف نے ۸۳ھ ہجری میں اس شہر کی بنیاد رکھی تھی یہاں فن حدیث کے بہت سے ائمہ گزرے ہیں چنانچہ محدث حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث کی "النوع التاسع والاربعین" میں ان میں سے بعض مشاہیر کے نام لکھے ہیں۔ امام ابن ماجہ نے یہاں کے جن محدثین سے حدیث کی تحصیل کی وہ یہ ہیں۔

❋ حافظ احمد بن سنان بن اسد بن حبان القطان ابوجعفر الواسطی، صاحب مسند ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کو الحافظ الحجۃ لکھا ہے۔ ابوحاتم کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں ھو امام اھل زمانہ۔ بجز امام ترمذی کے سارے ارباب صحاح ستہ ان کے شاگرد تھے۔ ان کا قول ہے کہ دنیا میں ہر بدعتی کو محدثین سے بغض ہوتا ہے اور جب انسان کسی بدعت کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل سے حدیث کی حلاوت جاتی رہتی ہے ۲۵۶ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

(۲) اسحٰق بن وہب بن زیاد العلاف ابویعقوب الواسطی المتوفی بعد ۲۵۵ھ (۳) اسمٰعیل بن حبان بن واقد الثقفی ابواسحاق القطان الواسطی۔ (۴) ایوب بن حسان الواسطی ابوسلیمان الدقاق۔ (۵) تمیم بن المنتصر الہاشمی مولاہم الواسطی المتوفی ۲۴۴ھ۔ (۶) الحسین بن محمد بن شنبہ الواسطی ابوعبد اللہ البزار، ان سے امام ابن ماجہ نے صرف ایک حدیث "ابواب الکفارات" کے آخر میں روایت کی ہے۔ (۷) خلف بن محمد بن عیسیٰ الخشاب القافلانی ابوالحسین بن ابی عبد اللہ الواسطی المعروف بکردوس المتوفی ۲۴۳ھ۔ ان سے بھی امام ابن ماجہ نے صرف ایک حدیث ابواب الطہارات، "باب الرجل یستعین علی وضوئہ فیصب علیہ" میں روایت کی ہے۔ (۸) سعید بن یحییٰ بن الازہر الواسطی ابوعثمان المتوفی ۲۲۴ھ (۹) سہل بن اسحٰق بن ابراہیم المازنی ابوہشام الواسطی، ان سے امام ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے

Marfat.com

(۱۰) صالح بن الہیثم الواسطی ابوشعیب الصیرفی الطحان۔ (۱۱) عبدالحمید بن بیان ابوالحسن السکری العطار الواسطی المتوفی سنہ ۲۴۴ھ۔ (۱۲) عبداللہ بن عبدالمومن بن عثمان الارجی الواسطی الطویل۔ ان سے امام ابن ماجہ نے صرف ایک حدیث "ابواب الکفارات" میں نقل کی ہے۔ (۱۳) عمار بن خالد بن یزید الواسطی التمار ابوالفضل المتوفی سنہ ۲۶۰ھ (۱۴) محمد بن خالد بن عبداللہ الواسطی الطحان مولی النعمان بن مقرن المتوفی سنہ ۲۴۰ھ (۱۵) محمد بن شاذان الواسطی، لیکن حافظ مزی نے تصریح کی ہے کہ مجھے ان کی روایت نہ مل سکی (۱۶) محمد بن عبادہ بن البختری الواسطی۔ (۱۷) محمد بن عبدالملک بن مروان الواسطی ابوجعفر الدقیقی المتوفی سنہ ۲۶۶ھ (۱۸) محمد بن موسیٰ بن عمران القطان ابوجعفر الواسطی۔ یہ حافظ احمد بن سنان مذکور کے پھوپھی زاد بھائی ہیں (۱۹) یحییٰ بن داؤد بن میمون الواسطی المتوفی سنہ ۲۴۴ھ۔

محدث ابن حبان نے کتاب الثقات میں بجز محمد بن شاذان کے ان سب محدثین کا تذکرہ لکھا ہے۔

❁ سامرّا ❁

جس کو سرّمن رای اور عسکر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ دجلہ کے مشرق میں بغداد اور تکریت کے درمیان بغداد سے تیس فرسخ پر بڑا شاندار شہر تھا جس کو خلیفہ معتصم باللہ نے اپنی فوجی ضروریات کے لئے تعمیر کیا تھا اور معتصم سے لیکر معتمد باللہ کے عہد تک خلفائے عباسیہ کا مستقر رہا ہے۔ بعد کو معتضد باللہ یہاں سے پھر بغداد میں منتقل ہو گیا۔ امام ابن ماجہ کی رحلت علمی کا زمانہ سامرا کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا۔ امام موصوف نے یہاں کے حسب ذیل محدثین سے حدیث کی روایت کی ہے۔

❁ حافظ احمد بن عیسیٰ بن حسان المصری ابوعبداللہ العسکری المعروف بالتستری۔ حدیث میں عبداللہ بن وہب اور اسی طبقہ کے دیگر محدثین کے شاگرد ہیں اور ان سے امام بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حدیث کا سماع کیا ہے۔ امام نسائی ان کے بارے میں فرماتے ہیں؛ کان بالعسکر لیس بہ باس (یعنی یہ عسکر میں مقیم تھے اور ان میں کچھ خرابی نہیں) لیکن امام یحییٰ بن معین نے ان پر سخت جرح کی ہے۔ اسی طرح حافظ ابوزرعہ نے امام مسلم پر اپنی صحیح میں ان سے روایت کرنے پر بڑا اعتراض کیا ہے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا لیکن میزان الاعتدال میں ان کا ذکر الحافظ کے وصف کے ساتھ کیا ہے اور ان الفاظ پر ان کا تذکرہ ختم کیا ہے کہ قد احتج بہ ارباب الصحاح ولم ارلہ حدیثا منکرا فاوردہ واللہ اعلم (ان سے ارباب صحاح نے احتجاج کیا ہے اور میں نے ان کی کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی کہ جس کو بیان کروں آگے اللہ زیادہ جانتا ہے) ان کی وفات ۲۴۳ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ۔ (میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)۔

(۲) حفص بن عمر بن عبدالعزیز بن صہیب الازدی ابوعمر الدوری المقری الضریر الاصغر نزیل سامرّا المتوفی ۲۴۶ھ۔ (۳) داؤد بن سلیمان بن حفص العسکری ابوسہل الدقاق السامری مولیٰ بنی ہاشم المعروف بہ نبان (۴) یحییٰ بن یزداد العسکری ابوالصقر الوراق۔ یہ امام احمد کے اصحاب میں سے تھے۔

Marfat.com

جرجرایا

یہ علاقہ نہروان میں واسط اور بغداد کے درمیان جانب مشرق میں ایک شہر تھا جو بعد کو ویران ہو گیا۔ یہاں کے صرف ان دو محدثوں سے امام ابن ماجہ نے روایتیں کی ہیں۔ (۱) الحسین بن عبدالرحمن ابوعلی الجرجرائی المتوفی ۲۵۳ھ۔ (۲) محمد بن الصباح بن سفیان الجرجرائی ابوجعفر التاجر مولی عمر بن عبدالعزیز المتوفی ۲۴۰ھ، موخر الذکر سے سنن ابن ماجہ میں بکثرت حدیثیں مروی ہیں۔

حدیثہ

یہ فرات کے کنارے انبار سے چند فرسخ پر واقع تھا۔ اور "حدیثۃ النورہ" کے نام سے مشہور تھا یہاں کے محدثین میں سوید بن سعید حدثانی بہت بڑے نامور محدث گزرے ہیں جو امام مسلم اور ابن ماجہ کے استاد تھے۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ یہ امام مالک سے موطا کے راوی ہیں۔ عمر طویل پائی تھی اور طلب حدیث میں بڑا سفر کیا تھا۔ اسی لئے ذہبی نے ان کو الحافظ الرحال لکھا ہے۔ اخیر عمر میں حافظہ بگڑ گیا تھا اس بنا پر بعض محدثین نے ان کی تضعیف بھی کی ہے چنانچہ ابوزرعہ کا قول ہے کہ ان کے نوشتے تو صحیح ہیں مگر جب یہ اپنے حافظہ سے کسی حدیث کو بیان کریں تو صحیح نہیں۔ ذہبی لکھتے ہیں "یہ علم کا مخزن تھے پیرانہ سالی میں بیمار رہنے کی وجہ سے حافظہ کمزور پڑ گیا اس لئے ان کی روایات میں منکر احادیث آنے لگیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام مسلم ان کی منکر روایات کو چھوڑ کر ان کے معتبر نوشتوں سے احادیث کی تخریج کرتے ہیں۔ سنن ابن ماجہ میں بھی ان سے بکثرت حدیثیں منقول ہیں، شوال ۲۴۰ھ میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ۔

باکُسایا

بضم کاف، یہ نہروان کے علاقہ میں بغداد اور واسط کے درمیان ایک شہر تھا۔ یہاں کے مشہور ائمہ حدیث میں سے ابومحمد عباس بن عبداللہ بن ابی عیسی الترقفی الباکسائی ہیں۔ امام ابن ماجہ نے ان سے بھی ایک حدیث اپنی سنن میں روایت کی ہے۔ حافظ ذہبی نے اگرچہ ان کا ترجمہ تذکرۃ الحفاظ میں نہیں لکھا لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں سمعانی کے حوالے سے ان کے حافظ الحدیث ہونے کی تصریح کی ہے اور علامہ یاقوت رومی نے معجم البلدان میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے "احد الائمۃ الاعیان المکثرین ومن العباد المجتھدین کثیر الحدیث واسع الروایۃ ثقۃ صدوق حافظ" انھوں نے طلب حدیث میں شام کا سفر کیا تھا۔ یہ اصل میں ترقف کے رہنے والے تھے جو واسط کے اطراف میں ایک شہر تھا۔ پھر باکسایا میں متوطن ہو گئے تھے ۲۶۷ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔

Marfat.com

دمشق

جو مملکت شام کا صدر مقام اور خلفاء بنی امیہ کا پایۂ تخت رہا ہے۔ شام کی سرزمین وہ مبارک سرزمین ہے جہاں ایک زمانہ میں دس ہزار ایسے نفوسِ قدسی موجود تھے کہ جن کی آنکھیں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار فیض آثار سے منور ہو چکی تھیں چنانچہ حافظ ابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ تاریخ دمشق میں ولید بن مسلم سے جو امام اوزاعی کے نہایت نامور شاگرد تھے بسند ناقل ہیں کہ

دخلت الشام عشرة آلاف عين رأت رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ [۵۱]

ملک شام میں دس ہزار اصحاب ایسے داخل ہوئے کہ جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کی زیارت کی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مسلمانانِ شام کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے حضرت معاذ بن جبل اور عبادہ بن الصامت جیسے اکابر صحابہ کو بھیجا تھا چنانچہ علامہ ابن تیمیہ، اپنی مشہور و معروف کتاب منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض قول الشیعۃ والقدریۃ میں لکھتے ہیں:

فان عمر رضی اللہ عنہ کان قد ارسل الی کل مصر من یعلمھم القرآن والسنۃ وارسل الی اھل الشام معاذ بن جبل و عبادۃ بن الصامت وغیرھما وارسل الی العراق ابن مسعود وحذیفۃ وغیرھما۔ [۵۲]

کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر شہر میں علماء کو روانہ کیا تھا تاکہ وہاں کے لوگوں کو قرآن و سنت کی تعلیم دیں چنانچہ اہل شام کی طرف حضرت معاذ بن جبل اور حضرت عبادۃ بن صامت (رضی اللہ عنہما) وغیرہ کو اور عراق کی طرف حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت حذیفہ (رضی اللہ عنہما) وغیرہ کو روانہ کیا تھا۔

اور اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

قد علم بالاضطرار ان اکثر المسلمین بلغھم القرآن والسنۃ بدون نقل علی فان عمر رضی اللہ عنہ لما فتح الامصار بعث الی الشام والعراق من علماء الصحابۃ من علمھم وفقھھم واتصل العلم من اولئک الی سائر المسلمین ولکن ما بلغہ علی للمسلمین اعظم ما بلغہ ابن مسعود ومعاذ بن جبل وامثالھما وھذا امر معلوم۔ [۵۳]

یہ بات بداہۃً معلوم ہے کہ اکثر اہل اسلام کو قرآن و سنت کا علم بغیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان کئے حاصل ہوا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب شہروں کو فتح کیا تو شام اور عراق کی طرف علماء صحابہ میں سے کچھ حضرات کو روانہ کیا جنھوں نے ان لوگوں کو علم سکھایا اور فقہ کی تعلیم دی اور پھر ان ہی لوگوں سے سارے مسلمانوں کو علم پہنچا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسلمانوں کو جس قدر علم پہنچایا وہ اس سے زیادہ نہ تھا جتنا کہ حضرت ابن مسعود اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما اور ان جیسے دیگر حضرات نے پہنچایا ہے اور یہ بات بالکل عیاں ہے۔

[۵۱] تاریخ دمشق ج ۱ ص ۳۴۳ طبع دمشق ۱۳۲۹ھ۔ [۵۲] کتاب مذکور ج ۴ ص ۱۳۲ طبع میریہ مصر۔ [۵۳] ایضاً ج ۳ ص ۲۷۲۔

Marfat.com

فتن وملاحم کی احادیث میں اہل شام کی خصوصیت سے شہرت ہے۔ چنانچہ حافظ ابوالقاسم بن عساکر فرماتے ہیں:

الغالب علی اھل الشام احادیث الفتن والملاحم۔[1] اہل شام کی حدیثوں میں فتن و ملاحم کی احادیث غالب ہیں۔

✻ حافظ ابن عساکر امام شافعی سے بسند ناقل ہیں:

ان اردت الصلاۃ فعلیك باھل المدینۃ وان اردت المناسك فعلیك باھل مکۃ وان اردت الملاحم فعلیك باھل الشام والرای عن اھل الکوفۃ۔[2]

اگر نماز سیکھنا چاہتے ہو تو اہل مدینہ کے پاس جاؤ اور اگر مناسک حج معلوم کرنے کا ارادہ ہو تو اہل مکہ کا رخ کرو اور اگر ملاحم کی خواہش ہو تو اہل شام سے سیکھو اور رائے (یعنی فقہ) کو اہل کوفہ سے حاصل کرو۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

"دمشق بلاد شام میں سے ہے جو ایک وسیع مملکت ہے اور متعدد شہر قصبات اور دیہات پر مشتمل ہے۔ یہاں متعدد صحابہ آکر فروکش ہوئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد خلیفہ عبدالملک اور اس کی اولاد کے زمانہ میں یہاں علم کی کثرت رہی اور تابعین اور تبع تابعین کے عہد میں فقہاء محدثین اور قراء برابر ہوتے رہے، پھر ابومسہر، مروان بن محمد الطاطری، ہشام، دحیم، سلیمان ابن بنت شرحبیل کے دور میں اور بعد کو ان کے شاگردوں کے زمانے تک یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا۔"

اس کے بعد ذہبی کے الفاظ ہیں:

وھی دار قرآن وحدیث وفقہ وتناقص بھا العلم فی المائۃ الرابعۃ والخامسۃ۔

یہ قرآن، حدیث اور فقہ کا گھر ہے اور چوتھی اور پانچویں صدی میں جا کر یہاں علم کم ہو گیا۔

ائمہ مجتہدین میں سے امام اوزاعی یہیں کے رہنے والے تھے جن کی تقلید ایک عرصہ تک شام اور اندلس میں رائج رہی اور جن کے متعلق ملک المحدثین امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ

العلماء اربعۃ الثوری وابوحنیفۃ ومالك والاوزاعی۔[3]

علماء چار ہیں، امام سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام اوزاعی۔

امام ابن ماجہ جس زمانے میں دمشق آئے ہیں ہشام اور دحیم کا درس بڑے زور شور سے جاری تھا۔ یہ دونوں اس عہد کے نہایت نامور محدث گزرے ہیں۔ امام موصوف ان دونوں کے درس میں حاضر ہوئے اور دونوں سے بکثرت حدیثیں روایت کیں۔

✻ **حافظ دحیم** عبدالرحمن بن ابراہیم بن عمرو بن میمون الاموی مولی آل عثمان ابوسعید الدمشقی القاضی المعروف بدحیم الحافظ ابن الیتیم۔ فقہ میں امام اوزاعی کے مذہب پر تھے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر ان لفظوں میں شروع کیا ہے: الحافظ الفقیہ الکبیر ابوسعید

---

[1] تاریخ دمشق ج ۱ ص ۳۲۸۔ [2] ایضاً ج ۱ ص ۳۱۷۔ [3] البدایہ والنہایہ از حافظ ابن کثیر ج ۱۰ ص ۱۱۶ طبع مصر

Marfat.com

الاموی مولاھم الدمشقی الاوزاعی المذہب محدث الشام، بجز امام ترمذی کے تمام ارباب صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں۔ طلب حدیث میں مصر، شام، حجاز، کوفہ اور بصرہ کا سفر کیا تھا۔ محدث خلیلی، الارشاد میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ کان احد حفاظ الائمۃ متفق علیہ (یہ ان ائمہ حفاظ میں سے ایک ہیں کہ جن کے ثقہ ہونے پر اتفاق عام ہے)۔ حسن بن علی بن بحر کا بیان ہے کہ ۲۱۶ھ میں جب یہ بغداد آئے تو میں نے اپنے والد بزرگوار اور امام احمد و یحییٰ بن معین اور خلف بن سالم کو ان کے سامنے اس طرح باادب بیٹھے دیکھا کہ جیسے بچے بیٹھے ہوں۔ امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ دمشق میں اپنے زمانے میں ان کی نظیر نہ تھی پہلے اردن میں اور پھر فلسطین میں عرصہ تک عہدۂ قضا پر مامور رہے بعد کو مصر میں قاضی القضاۃ کے منصب پر ان کی طلبی ہوئی تھی کہ پیام اجل آگیا اور ۱۷ رمضان المبارک ۲۲۵ھ کو بمقام فلسطین انتقال فرمایا سِن ولادت ۱۷۰ھ، رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

❋ **شیخ الاسلام ہشام بن عمار ابوالولید السلمی**، حافظ ذہبی نے ان کا ترجمہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے العلامۃ شیخ الاسلام ابوالولید السلمی الدمشقی خطیب دمشق و مقریھا و محدثھا و مفتیھا۔ امام بخاری، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ سب ان کے شاگرد ہیں، ابوزرعہ رازی کہا کرتے تھے کہ جس نے ہشام بن عمار کی شاگردی نہ کی اسے دس ہزار حدیثیں نازل اسناد سے روایت کرنی پڑیں گی۔ ابن معین وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ ہشام حدیث شریف کے درس پر اجرت لیا کرتے تھے اور ہر دو ورق پر ایک درہم مقرر کر رکھا تھا۔ نیز ان کی بعض روایات میں منکر حدیثیں بھی آگئی ہیں[۱] ان وجوہ سے بعض محدثین نے جن میں امام احمد اور ابوداؤد بھی شامل ہیں ان پر جرح کی ہے لیکن حافظ ذہبی، میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ ولہ جلالۃ فی الاسلام ومازال العلماء الاقران یتکلم بعضھم فی بعض بحسب اجتہادھم وکل احد یوخذ من قولہ ویترک الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ان کو اسلام میں جلالتِ شان حاصل ہے اور علماء معاصرین ہمیشہ سے ایک دوسرے پر اپنے اجتہاد کے موافق کلام کرتے چلے آئے ہیں۔ اور بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ہر شخص ایسا ہے کہ اس کی کوئی بات لی جاتی ہے اور کوئی چھوڑ دی جاتی ہے) ہشام، دمشق کی جامع مسجد کے خطیب تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے بیس سال سے کسی خطبہ کو دوبارہ نہیں پڑھا۔ ایک بار خطبہ میں کہنے لگے قولوا الحق ینزلکم الحق منازل اھل الحق یوم لا یقضی الا بالحق (حق کہا کرو حق تعالیٰ تمہیں اہل حق کے مقامات میں اس روز جگہ دے گا جس روز حق کے سوا اور کچھ فیصلہ نہ کیا جائے گا۔) ۱۵۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۵ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ صحیح بخاری میں ان سے چار حدیثیں مروی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال تہذیب التہذیب)۔

دمشق میں ان دونوں حضرات کے علاوہ امام ابن ماجہ نے دیگر جن محدثین سے علم حدیث کو اخذ کیا

---

[۱] امام ابوحاتم رازی نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اخیر عمر میں ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا اور جس طرح لوگ انھیں تلقین کرتے یہ باور کر لیتے تھے لیکن اس سے پہلے یہ بڑے صحیح الروایہ تھے۔

Marfat.com

وہ یہ ہیں (۱) احمد بن عبداللہ بن میمون التغلبی ابوالحسن بن ابی الحواری الدمشقی الغطفانی الزاہد کوفی الاصل المتوفی ۲۴۶ھ۔ (۲) اسمٰعیل بن عبداللہ بن خالد القرشی العبدی ابو عبداللہ المعروف بالسکری قاضی دمشق المتوفی بعد ۲۴۰ھ۔ (۳) عباس بن عثمان بن محمد البجلی ابوالفضل الدمشقی الراہبی المعلم المتوفی ۲۳۹ھ (۴) عباس بن الولید بن صبح الخلال السلمی ابوالفضل الدمشقی المتوفی ۲۴۸ھ۔ (۵) عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان البہرانی ابو عمرو الدمشقی المقری امام الجامع المتوفی ۲۴۲ھ ہجری (۶) عثمان بن اسمٰعیل بن عمران الہذلی ابو محمد الدمشقی۔ (۷) عمرو بن الضحاک بن مخلد المتوفی ۲۴۲ھ یہ ابوعاصم النبیل کے صاحبزادے ہیں۔ (۸) غیاث بن جعفر الشامی الرحبی۔ (۹) محمد بن ابراہیم بن العلاء الشامی الدمشقی ابو عبداللہ الزاہد مولے نبیط نزیل عبادان۔ (۱۰) محمد بن عبدالرحمٰن بن الحسن الجعفی ابوبکر الکوفی نزیل دمشق المتوفی ۲۴۶ھ (۱۱) محمود بن خالد بن ابی خالد یزید السلمی ابوعلی الدمشقی المتوفی ۲۴۹ھ (۱۲) ہشام بن خالد بن یزید الازرق ابومروان الدمشقی السلامی المتوفی ۲۴۹ھ۔

حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں (باستثناء عثمان و محمد بن ابراہیم) ان سب محدثین کا تذکرہ لکھا ہے۔

حمص

ملک شام کا نہایت مشہور اور قدیم ترین شہر ہے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

"حمص میں صحابہ کی ایک خلقت آکر اتری، تابعین کے عہد میں یہاں حدیث کی خوب نشر و اشاعت ہوئی جو حریز بن عثمان، شعیب بن ابی حمزہ اور ان کے بعد اسمٰعیل بن عیاش بقیہ ابوالمغیرہ اور ابوالیمان اور پھر ان کے شاگردوں کے دور تک قائم رہی پھر چوتھی صدی میں گھٹ کر کچھ رہ گئی اور بعد میں بالکلیہ معدوم ہوگئی۔

امام ابن ماجہ نے یہاں کے جن اساتذہ فن سے اس علم کو حاصل کیا وہ یہ ہیں:

❋ **حافظ عمرو بن عثمان بن سعید بن کثیر الحمصی۔** حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے الحافظ الثقۃ محدث حمص، امام ابوداؤد، نسائی، اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو علم و اتقان کے ساتھ علو اسناد بھی حاصل تھا اور اسی طرح ان کے بھائی یحییٰ بن عثمان بھی ثقہ اور عالی اسناد تھے ۲۵۰ھ میں انتقال کیا رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ)۔

❋ **حافظ محمد بن مصفی** بن بہلول القرشی ابوعبداللہ الحمصی، امام ابوداؤد، نسائی، اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا مگر حافظ جمال الدین مزی نے تہذیب الکمال میں ان کے حافظ ہونے کی تصریح کی ہے۔ اور حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں ان کے متعلق لکھتے ہیں، کان ابن مصفی ثقۃ صاحب سنۃ من علماء الحدیث الم ابن ماجہ

Marfat.com

نے اپنی سنن میں ان سے بکثرت روایتیں کی ہیں۔ ۲۶۱ھ میں انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ (میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)۔

حافظ ابوالتقی ہشام بن عبدالملک الیزنی الحمصی۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کو الحافظ المجود اور محدث حمص لکھا ہے۔ ابوحاتم نے ان کے متعلق تصریح کی ہے کان متقنا فی الحدیث۔ امام ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں۔ ۲۵۱ھ میں انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ)

ان حفاظ کے علاوہ بقیہ شیوخ کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) عبدالوہاب بن الضحاک بن ابان السلمی العرضی ابوالحارث الحمصی المتوفی ۲۴۵ھ۔ (۲) کثیر بن عبید بن نمیر المذحجی ابوالحسن الحمصی الحذاء المقری امام جامع حمص المتوفی ۲۵۰ھ ان کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ساٹھ برس تک انھوں نے حمص کی جامع مسجد میں امامت کی مگر کبھی سجدہ سہو کی ضرورت پیش نہ آئی اور جب ان سے اس کی بابت دریافت کیا گیا تو فرمانے لگے کہ میں نے کبھی مسجد کے دروازہ میں اس حال میں قدم نہیں رکھا کہ میرے دل میں غیر اللہ کا خیال موجود ہو۔ (۳) نصر بن محمد بن سلیمان بن ابی ضمرہ ابوالقاسم السلمی الحمصی۔ (۴) یحییٰ بن عثمان بن سعید بن کثیر بن دینار القرشی ابوسلیمان الحمصی المتوفی ۲۵۵ھ یہ حافظ عمرو بن عثمان مذکور کے بھائی ہیں۔

حافظ ابن حبان نے بجز عبدالوہاب کے ان سب کا تذکرہ کتاب الثقات میں کیا ہے۔

عسقلان

فلسطین کے اطراف میں شام کا مشہور ساحلی شہر جو "عروس الشام" کہلاتا تھا۔ علامہ یاقوت حموی، معجم البلدان میں لکھتے ہیں کہ

"یہاں صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت آکر فروکش ہوئی اور ایک خلق کثیر نے یہاں درس حدیث دیا"

عسقلان ۵۸۳ھ تک بڑا بارونق شہر تھا پھر صلیبی جنگوں کی نذر ہو کر تباہ و برباد ہو گیا۔ امام ابن ماجہ نے یہاں کے صرف دو محدثوں سے اپنی سنن میں حدیثیں روایت کی ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) حسین بن ابی السری متوکل بن عبدالرحمن بن حسان الہاشمی مولاہم العسقلانی المتوفی ۲۴۰ھ

(۲) محمد بن خلف بن عمار العسقلانی المتوفی ۲۶۰ھ۔

رملہ

بیت المقدس سے اٹھارہ میل پر شام کا ایک بڑا شہر تھا۔ یہاں کے جن محدثین سے امام ابن ماجہ نے حدیثیں روایت کیں وہ یہ ہیں (۱) راشد بن سعید بن راشد القرشی ابوبکر الرملی المتوفی بعد ۲۴۳ھ (۲) عیسیٰ بن محمد بن اسحاق ابوعمیر بن النحاس الرملی المتوفی ۲۵۶ھ۔ (۳) عیسیٰ بن یونس بن ابان الجرار ابوموسیٰ الرملی المتوفی ۲۶۴ھ۔

Marfat.com

ایلہ

اس کا شمار بھی بلاد شام میں ہے۔ یہ ساحل بحر قلزم پر جہاں حجاز کی سرحد ختم ہو کر شام کی سرحد شروع ہوتی ہے واقع تھا۔ یہاں کے محدثین میں امام ابن ماجہ نے صرف (۱) اسحٰق بن اسمٰعیل بن عبد الاعلیٰ المتوفی ۲۵۸ھ اور (۲) محمد بن عزیز بن عبد اللہ بن زیاد الدیلی ابو عبد اللہ العقیلی مولیٰ بنی امیہ المتوفی ۲۶۷ھ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔

بیت المقدس

شام کا مشہور و معروف شہر جس کو بہت سے انبیاء کا موطن و مدفن ہونے کا فخر حاصل ہے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں :

"بیت المقدس میں حضرت عبادۃ بن الصامت، شداد بن اوس رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کی ایک جماعت آکر فروکش ہوئی اور وہاں اگرچہ علم کی چنداں کثرت نہ ہوئی تاہم اس کا سلسلہ برابر جاری رہا جو بعد کو جاکر بالکل کم ہو گیا اور پھر نوے سال تک نصاریٰ کے زیر نگین رہنے کے بعد آخر ان سے اس شہر کو واپس لیا گیا"

علامہ یاقوت حموی، معجم البلدان میں لکھتے ہیں کہ ھی قلیلۃ العلماء (اس شہر میں علماء کم ہوئے ہیں) امام ابن ماجہ نے یہاں کے صرف ایک شیخ سے جن کا نام ابراہیم بن محمد بن یوسف ہے اپنی سنن میں روایت کی ہے۔ ابراہیم بھی یہاں کے باشندہ نہیں بلکہ نزیل تھے۔ یہ اصل میں فریاب کے رہنے والے تھے جو ترکستان میں واقع ہے۔

بالس

ملک شام میں حلب اور رقہ کے مابین واقع تھا، یہاں کے شیوخ میں امام ابن ماجہ نے صرف اسمٰعیل بن ابراہیم البالسی المتوفی ۲۳۶ھ سے اپنی سنن میں روایت کی ہے۔

مصر

جہاں تین سو صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے مبارک قدم آئے۔ چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطی نے الدر السحابہ فی من دخل مصر من الصحابہ میں ان سب کا تذکرہ لکھا ہے[1]۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔

---

[1] حافظ سیوطی نے اس رسالہ کو اپنی مشہور تصنیف حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ میں بہ تمام و کمال نقل کر دیا ہے۔ حسن المحاضرہ، مصر میں بارہا طبع ہو چکی ہے۔

Marfat.com

"مصر ایک عظیم شہر اور وسیع اقلیم ہے جو اضلاع شرقی و غربی اور صعید[1] اعلیٰ و صعید ادنی پر مشتمل ہے اس کو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتح کیا تھا، صحابہ کرام کی ایک خلقت یہاں آکر سکونت گزیں ہوئی اور تابعین کے زمانہ میں یہاں علم کی کثرت رہی۔ پھر عمرو بن الحارث، یحییٰ بن ایوب، حیوۃ بن شریح، لیث بن سعد، ابن لہیعہ کے دور میں اور زیادتی ہوئی جو ابن وہب، شافعی، ابن القاسم اور ان کے تلامذہ کے زمانے تک باقی رہی۔"

اس کے بعد یہ بھی لکھتے ہیں:

وما زال بها علم جم الى ان ضعف ذلك باستيلاء العبيديين الرافضة عليها سنة ٣٥٨ ثمان وخمسين وثلاثمائة۔

اور وہاں برابر خوب علم رہا تا آنکہ ۳۵۸ھ میں عبیدی رافضیوں کے استیلاء کی بنا پر اس میں ضعف آگیا۔

امام شافعی کا مذہب جدید جس کے راوی مزنی، ربیع جیزی، ربیع مرادی، بویطی، حرملہ اور یونس بن عبد الاعلیٰ ہیں اس کی تدوین یہیں ہوئی[2] ائمہ مجتہدین میں سے امام لیث[3] بن سعد

---

[1] یاقوت رومی، معجم البلدان میں لکھتے ہیں:

"مصر میں صعید ایک بڑے وسیع و عریض علاقہ کا نام ہے جس میں کئی بڑے بڑے شہر آباد ہیں جن میں اسوان (جو اس کی جنوبی سرحد کا سب سے پہلا شہر ہے) قوص، قفط، اخمیم اور بہنسا وغیرہ داخل ہیں۔ صعید تین ضلعوں پر منقسم ہے، پہلا صعید اعلیٰ جس کی حدود اسوان سے شروع ہو کر اخمیم تک تقریباً ختم ہوتی ہیں، دوسرا ضلع اخمیم سے لیکر بہنسا تک ہے اور تیسرا صعید ادنیٰ جو بہنسا سے فسطاط کے قریب تک ہے۔"

[2] الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ ص ۱۳۹۔ [3] امام لیث بن سعد کو اکثر اہل علم نے علماء حنفیہ میں شمار کیا ہے چنانچہ قاضی ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں اور شیخ الاسلام زکریا انصاری نے شرح بخاری میں ان کے حنفی ہونے کی تصریح کی ہے، امام لیث، امام اعظم کے شاگرد ہیں۔ ان کا معمول تھا کہ حج کے موقع پر امام ابو حنیفہ کی خدمت میں استفادہ کی غرض سے حاضر ہوتے اور فقہ کی تحصیل کرتے۔ چنانچہ اسی سلسلہ کا ایک واقعہ امام ابو محمد حارثی بسند ذیل فقیہ مصر عبد الرحمن بن القاسم کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ

حدثنا العباس بن عزیز القطان حدثنی زکریا الاشقر الاسکندرانی سمعت عبد الرحمن بن القاسم سمعت اللیث بن سعد قال بلغنی ان اباحنیفة یرید الحج فخرجت الیه قاصدا فلقیته بمکة فسألته عن مسائل کثیرة فی ابواب متفرقة وسألته عن مسائل الجنایات وعن قتل الخطاء وشبه العمد۔ (مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ مکی۔ ج ۲ ص ۱۵۳ و ۱۵۴)

میں نے لیث بن سعد سے سنا فرماتے تھے مجھے اطلاع ملی کہ امام ابو حنیفہ حج کا ارادہ رکھتے ہیں میں بھی امام صاحب سے استفادہ کے خیال سے حج کے لئے چل پڑا آخر مکہ مکرمہ میں میری ان سے ملاقات ہوئی اور میں نے ان سے مختلف ابواب کے بہت سے مسائل دریافت کئے نیز جنایات قتل خطا اور شبہ عمد کے مسائل بھی پوچھے۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

یہیں کے رہنے والے تھے جن کے متعلق امام شافعی فرماتے ہیں:

اللیث افقه من مالک ضیعه اصحابه. [1]	لیث، امام مالک سے زیادہ فقیہ تھے پر ان کے تلامذہ نے انھیں ضائع کردیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ضائع کردینے سے امام شافعی کا مطلب یہ ہے کہ "جس طرح امام مالک وغیرہ کی فقہ کی ان کے شاگردوں نے تدوین کی امام لیث کے شاگردوں نے نہ کی" صدر الائمہ موفق بن احمد مکی نے مناقب الامام الاعظم میں امام شافعی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ "مجھے کسی شخص کے متعلق ایسی حسرت نہیں جیسی کہ لیث بن سعد کے متعلق ہے کیونکہ میں نے ان کا زمانہ پایا اور پھر بھی ان کی زیارت نہ کر سکا جس کی حسرت دل میں باقی رہ گئی" [2]

امام ابن ماجہ نے مصر کے جن حفاظ سے علم حدیث حاصل کیا وہ حسب ذیل ہیں:۔

❋ **حافظ ابن السرح** احمد بن عمرو بن عبد اللہ بن عمرو بن السرح الاموی مولاہم ابو الطاہر المصری۔ یہ حافظ حدیث ہونے کے ساتھ فقیہ بھی تھے۔ موطا کی شرح بھی تصنیف کی تھی۔ امام مسلم، ابو داؤد

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گزشتہ) امام حارثی نے ابن القاسم کی زبانی اگلے سال بھی امام لیث کا امام صاحب کی خدمت میں حج کے سلسلہ میں آنا اور ان سے استفادہ کرنا نقل کیا ہے۔

اور مفتی حجاز علامہ ابن حجر مکی شافعی شارح مشکوٰۃ، الخیرات الحسان فی مناقب الامام الأعظم النعمان میں امام ابو حنیفہ کے فضائل کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

وتلمذ له کبار من المشائخ الائمة المجتهدین و العلماء الراسخین کالامام الجلیل المجمع علی جلالته وبراعته وتقدمه وزهده عبد الله بن المبارک وکالامام اللیث بن سعد وکالامام مالک بن انس، وناهیک بهولاء الائمة. (ص ۹ طبع مصر ۱۳۲۶ھ)	مشائخ ائمہ مجتہدین اور علماء راسخین میں سے بڑے بڑے لوگوں نے امام اعظم کی شاگردی اختیار کی جیسے کہ امام عبد اللہ بن مبارک کہ جن کی جلالت وکمال اور برتری وزہد پر اتفاق عام ہے اور جیسے امام لیث بن سعد اور امام مالک بن انس کہ (امام صاحب کی عظمت شان کو سمجھنے کے لئے) یہی ائمہ کافی ہیں۔

امام لیث نے امام ابو حنیفہ کی بعض احادیث امام ابو یوسف کے واسطہ سے بھی روایت کی ہیں۔ چنانچہ امام طحاوی معانی الآثار میں راوی ہیں: حدثنا احمد بن عبد الرحمن قال حدثنا عمی عبد الله بن وهب قال اخبرنی اللیث عن یعقوب عن النعمان عن موسی بن ابی عائشة عن عبد الله بن شداد عن جابر بن عبد الله ان النبی صلی الله علیه وسلم قال من کان له امام فقراءة الامام له قراءة (ج ۱ ص ۱۲۸۔ طبع حقانی) اس حدیث کو حاکم نے بھی معرفة علوم الحدیث (ص ۸۰) میں روایت کیا ہے۔ اس سند کی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ اس میں چار ائمہ فقہاء مجتہدین جمع ہوگئے ہیں۔ (۱) امام عبد اللہ بن وہب۔ (۲) امام لیث بن سعد۔ (۳) امام ابو یوسف یعقوب۔ (۴) امام اعظم ابو حنیفہ نعمان۔ ائمہ مجتہدین کا ایسا اجتماع شاذ و نادر کسی کسی اسناد میں ہوتا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] الرحمة الغیثیه فی الترجمة اللیثیه از حافظ ابن حجر عسقلانی ص ۶ طبع مصریہ ۱۳۰۱ھ
[2] ایضاً ص ۹۔ [3] مناقب صدر الائمہ ج ۲ ص ۱۵۴۔

Marfat.com

نسائی اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں۔ امام ابن ماجہ نے ان سے بکثرت حدیثیں روایت کی ہیں۔ ذہبی لکھتے ہیں کان من کبار العلماء ابن یونس کہتے ہیں کان فقیہا من الصالحین الاثبات۔ ذیقعدہ ۲۶۰ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

فقیہ حرملہ۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے حرملۃ بن یحیی الحافظ العلامۃ ابو حفص التجیبی مولاھم المصری الفقیہ صاحب الشافعی، انھوں نے عبداللہ بن وہب سے ایک لاکھ کے قریب احادیث روایت کی ہیں۔ امام مسلم اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے ان کی حدیثوں کی بڑی چھان بین کی مگر ان کی حدیث میں کوئی ایسی بات نہیں پائی کہ جس کی بنا پر تضعیف کی جاسکے۔ علامہ تاج الدین سبکی لکھتے ہیں: کان اماما جلیلا رفیع الشان ۱۶۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۳ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ سنن ابن ماجہ میں ان سے بکثرت روایتیں منقول ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، طبقات الشافعیہ الکبری)

محدث مصر ربیع مرادی۔ حافظ ذہبی ان کا ذکر اس طرح کرتے ہیں الحافظ الامام محدث الدیار المصریۃ ابو محمد الربیع بن سلیمان بن عبدالجبار بن کامل مولی بنی مراد المؤذن صاحب الشافعی وناقل علمہ، ۱۷۴ھ میں پیدا ہوئے۔ فسطاط کی جامع مسجد کے جو جامع عمرو بن العاص کہلاتی ہے موذن تھے۔ امام شافعی کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں اور علماء شافعیہ کے یہاں اس درجہ معتمد علیہ ہیں کہ اگر امام شافعی سے کسی مسئلہ فقہی کے نقل کرنے میں ان کے اور مزنی کے درمیان اختلاف ہو جائے تو باوجود مزنی کی جلالت شان کے ان ہی کی روایت کو ترجیح ہوگی امام شافعی کو ان سے اس درجہ محبت تھی کہ ایک بار ان سے فرمانے لگے۔ ربیع اگر علم کھلایا جا سکتا تو میں تمہیں اسے کھلا دیتا۔ قفال نے اپنے فتاوی میں لکھا ہے کہ ربیع نہایت کند ذہن تھے ایک بار امام شافعی نے ایک مسئلہ کو ان کے سامنے چالیس بار دہرایا مگر یہ نہ سمجھ سکے۔ آخر شرم کے مارے مجلس سے اٹھ کر چلے گئے لیکن امام شافعی نے انھیں خلوت میں بلا کر اس مسئلہ کو ان کے سامنے یہاں تک دہرایا کہ آخر ان کی سمجھ میں آگیا۔ یہ امام شافعی کی تصنیفات کے سب سے بڑے ناقل ہیں۔ حدیث میں امام ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں۔ ربیع کا بیان ہے کہ ابن وہب کے بعد مصر میں جس محدث نے بھی حدیث کا درس دیا میں اس کا مستملی رہا۔ خلیلی نے الارشاد میں ان کے متعلق تصریح کی ہے کہ "یہ متفق علیہ ثقہ ہیں"۔ دوشنبہ کے دن بتاریخ ۲۰ شوال ۲۷۰ھ کو انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

حافظ محمد بن رمح بن المہاجر بن محرر بن سالم التجیبی مولاھم ابو عبداللہ المصری، حافظ جمال الدین مزی نے تہذیب الکمال میں ان کو حافظ الحدیث لکھا ہے لیکن ذہبی نے ان کا ترجمہ تذکرۃ الحفاظ میں نہیں لکھا۔ حدیث میں امام مسلم اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں۔ امام نسائی کا بیان ہے کہ ان سے ایک حدیث میں بھی غلطی نہیں ہوئی۔ ابن یونس کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں ثقۃ ثبت

Marfat.com

فی الحدیث۔ حافظ سمعانی نے کتاب الانساب میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے بھی ان سے روایت کی ہے صحیح مسلم میں ان کی روایت سے ایک سو اکسٹھ حدیثیں منقول ہیں، اور سنن ابن ماجہ میں بھی ان سے بکثرت احادیث درج ہیں ۲۴۲ھ یا ۲۴۳ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تہذیب التہذیب)۔

✻ حافظ یحییٰ بن عثمان بن صالح القرشی السہمی مولاہم ابوزکریا المصری، ابن یونس نے ان کے بارے میں تصریح کی ہے کہ کان حافظا للحدیث، مگر ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا ہے ہاں میزان الاعتدال میں ان کے متعلق اپنی رائے کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے ھو صدوق ان شاء اللہ۔ ذیقعدہ ۲۸۲ھ میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ۔ (میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)۔

✻ حافظ یونس بن عبدالاعلیٰ۔ ابوموسی الصدفی المصری۔ ذہبی نے ان کا ذکر ان شاندار الفاظ میں کیا ہے عالم الدیار المصریۃ الامام............ الحافظ المقری الفقیہ۔ ماہ ذی الحجہ ۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ قرآن پاک کی قرارت ورش وغیرہ کے پاس کی اور فقہ کی تعلیم امام شافعی سے حاصل کی۔ حدیث میں امام مسلم، نسائی اور ابن ماجہ کو آپ سے تلمذ حاصل ہے۔ امام شافعی کا بیان ہے کہ مصر میں ان سے زیادہ عاقل میری نظروں سے نہیں گزرا یحییٰ بن حسان کہتے ہیں کہ یہ اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن تھے، ۲ ربیع الآخر ۲۶۴ھ کو وفات پائی۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں تصریح کی ہے کہ سنن ابن ماجہ میں ان سے جو حدیث بروایت امام شافعی منقول ہے اور جس کے آخر میں لا مھدی الا عیسیٰ بن مریم کے الفاظ مذکور ہیں وہ منکر ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

مصر کے بقیہ محدثین جن سے امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں حدیثیں نقل کی ہیں یہ ہیں۔

(۱) عبداللہ بن محمد بن رمح بن المہاجر التجیبی ابوسعید المصری المتوفی ۲۵۵ھ۔ سنن ابن ماجہ میں ان سے دو حدیثیں مروی ہیں ایک صلوۃ الضحیٰ کے متعلق اور دوسری لاعقل کالتدبیر۔ (۲) عمرو بن سواد بن الاسود العامری السرحی ابومحمد المصری المتوفی ۲۴۵ھ (۳) عیسیٰ بن حماد التجیبی ابوموسی المصری المتوفی ۲۴۸ھ (۴) محمد بن الحارث بن راشد بن طارق الاموی عمر بن عبدالعزیز ابوعبداللہ موذن جامع مصر معروف بہ صدرہ المتوفی ۲۴۱ھ (۵) محمد بن سلمہ بن عبداللہ بن ابی فاطمہ المرادی الجملی مولاھم ابوالحارث المصری الفقیہ المتوفی ۲۴۸ھ۔ (۶) ہارون بن سعید بن الہیثم التمیمی الایلی السعدی مولاہم ابوجعفر نزیل مصر المتوفی ۲۵۳ھ

تنیس

یہ فرما اور دمیاط کے درمیان ساحل کے قریب بحر مصر میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے یہاں بھی اس زمانہ میں علم حدیث کا چرچا رہا ہے۔ چنانچہ یاقوت رومی نے معجم البلدان میں یوسف بن شبیع سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے یہاں پانچ سو طالب علموں کو دیکھا تھا جو قلم دوات لئے حدیث کی کتابت میں مصروف تھے۔ یہاں کے محدثین میں امام ابن ماجہ نے صرف جعفر بن مسافر بن راشد ابوصالح التنیسی الہذلی مولاہم سے اپنی

Marfat.com

سنن میں حدیثیں روایت کی ہیں، ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ جعفر نے محرم ۲۵۴ھ میں وفات پائی۔

رقہ

یہ جزیرہ[۱] کا مشہور شہر ہے جو فرات کی شرقی جانب حرّان سے صرف تین دن کی مسافت پر واقع ہے ۱۸۰ھ ہجری میں خلیفہ ہارون الرشید نے اپنا پایہ تخت یہیں منتقل کر لیا تھا۔ امام محمد[۲] نے اپنی تصنیف الرقیات کی املا یہیں کرائی تھی۔ اس کتاب میں وہ مسائل مذکور ہیں جو امام موصوف نے رقہ میں اپنی مدتِ قضا کے دوران میں استنباط کئے تھے۔ امام موصوف سے اس کتاب کے راوی آپ کے مشہور شاگرد حافظ محمد بن سماعہ ہیں۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔

"جزیرہ کا سب سے بڑا شہر موصل (بروزن تیغ) ہے اور بالس اور رہا کہ جہاں سے محدثین کی ایک جماعت نکلی، اور حرّان، اور رقہ وغیرہ کہ جہاں حفاظ حدیث اور ائمہ پیدا ہوئے، بعد کو وہاں علم میں کمی آگئی اور پھر اس کی بساط ہی الٹ گئی۔"

امام ابن ماجہ نے رقہ کے جن محدثین سے اس فن میں استفادہ کیا وہ یہ ہیں:۔

حافظ ابو یوسف صیدلانی محمد بن احمد بن محمد بن الحجاج بن میسرۃ القرشی الکریزی مولاہم الجزری الرقی، ان کو صیدنانی بھی کہا جاتا ہے۔ امام نسائی اور ابن ماجہ کو فن حدیث میں ان سے تلمذ حاصل ہے حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا، لیکن حافظ جمال الدین مزی نے ان کو حافظ المحدث

---

[۱] دجلہ اور فرات کے درمیان دوآبہ کا علاقہ جزیرہ کہلاتا ہے۔ [۲] یہ صاحبین (یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد) کے مشہور تلامذہ میں سے اور ان سے امالی اور نوادر کے راوی ہیں۔ حدیث کا علم امام ابو یوسف، امام محمد، امام لیث بن سعد، معلی بن خالد رازی اور مسیب بن شریک سے حاصل کیا تھا۔ علامہ صفی الدین خزرجی نے خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال میں ان کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے "محمد بن سماعۃ بن عبید اللہ بن ھلال التمیمی ابو عبد اللہ الکوفی من اھل الرای والحفاظ الاثبات المصنفین تفقہ بابی یوسف ومحمد" اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ... تہذیب التہذیب میں محدث صیمری سے ان کے متعلق یہ الفاظ نقل کئے ہیں "وھو من الحفاظ الثقات" ۱۹۲ھ میں بغداد کے قاضی بنائے گئے اور ایک مدت تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے بعد کو ضعف بصر کی بنا پر مستعفی ہو گئے۔ محدث خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں بہ سند ان سے نقل کیا ہے کہ فرماتے تھے چالیس سال تک کبھی میری تکبیر تحریمہ فوت نہیں ہوئی۔ البتہ جس روز والدہ کا انتقال ہوا تو ایک وقت کی نماز جماعت سے ادا نہ کر سکا اور پھر پچیس[۱] دفعہ اس نماز کو پڑھا تاکہ اجر بڑھ جائے اسی اثنا میں غنودگی آگئی اور کسی نے خواب میں آکر کہا کہ پچیس نمازیں تو پڑھ ڈالیں مگر فرشتوں کی آمین[۲] کا کیا کرو گے۔ ۲۳۳ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ (تہذیب التہذیب، خلاصہ تذہیب)

---

[۱] حدیث میں آتا ہے کہ جماعت کی نماز کا ثواب پچیس گنا ملتا ہے۔ [۲] حدیث میں آتا ہے کہ امام جب ولا الضالین کہہ چکے تو تم آمین کہو کیونکہ اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ ہوتی ہے اس کے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

لکھا ہے اور ابوعلی نیشاپوری کہتے ہیں، ابو یوسف الرقی من حفاظ اھل الجزیرۃ ومتقنیھم، محدث ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کی تاریخ وفات ۲۶۶ھ درج کی ہے، رحمہ اللہ (تہذیب التہذیب)۔
(۲) ایوب بن محمد بن زیاد الوزّان ابو محمد الرقی المتوفی ۲۴۹ھ۔ (۳) علی بن میمون الرقی ابو الحسن العطار المتوفی ۲۴۵ھ (۴) محمد بن عبداللہ بن سابور النجار الرقی۔ (۵) موسیٰ بن مروان ابو عمران التمار البغدادی ثم الکوفی ثم الرقی المتوفی ۲۴۰ھ، حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان سب کا ترجمہ لکھا ہے۔

حرّان

یہ جزیرہ کا نہایت مشہور اور بہت بڑا شہر ہے جو موصل اور شام کے راستہ پر پڑتا ہے۔ یہاں کے محدثین میں امام ابن ماجہ نے ان دو حضرات سے اپنی سنن میں روایت کی ہے (۱) اسمٰعیل بن حمید بن عمر بن ابی کریمہ الاموی مولاہم ابو احمد الحرانی المتوفی ۲۴۰ھ سے اپنی سنن میں حدیثیں روایت کی ہیں۔ اسمٰعیل کی دارقطنی اور ابن حبان نے توثیق کی ہے۔ (۲) ہاشم بن القاسم بن شیبہ بن اسمٰعیل بن شیبہ القرشی مولاہم ابو محمد الحرانی المتوفی ۲۶۶ھ۔ حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا تذکرہ لکھا ہے۔

اہواز

جو خوزستان[1] کا سب سے بڑا شہر تھا۔ یہاں کے شیوخ میں صرف جمیل بن الحسن بن جمیل الازدی العتکی الجہضمی ابو الحسن البصری نزیل الاہواز سے امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔ جمیل کے متعلق ابن عدی نے تصریح کی ہے کہ یہ کثیر الروایہ تھے اور ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔

رَےّ

عراق عجم کا صدر مقام تھا اور طہران سے جو ایران کا موجودہ دار السلطنت ہے چند میل کے فاصلہ پر آباد تھا۔ یہ اب بالکل ویران پڑا ہوا ہے لیکن اس زمانے میں آبادی کے لحاظ سے بغداد کے بعد اسی کا نمبر تھا۔ چنانچہ ابو اسحٰق اصطخری نے لکھا ہے

الری مدینۃ لیس بعد بغداد فی المشرق اعمر منہا۔ اھ

رَےّ وہ شہر ہے کہ مشرق میں بغداد کے بعد اس سے زیادہ آباد کوئی شہر نہیں۔

اصمعی[2] جو لغت عربیت کے امام ہیں رَےّ کو اس کی دلفریبی کی بنا پر "عروس الدنیا" کہا کرتے تھے حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

---

[1] خوزستان، اس علاقہ کا نام تھا جو عراق و فارس کے درمیان واقع ہے۔
[2] معجم البلدان ذکر رَےّ۔

Marfat.com

رتے، جریر بن عبدالحمید[1] اوران جیسے حضرات اور پھران کے بعد ابن حمید، ابن مہران جمال ابراہیم بن موسیٰ، سہل بن زنجلہ اور پھر ابن وارہ، ابوزرعہ، ابوحاتم اوران کے صاحبزادے (عبدالرحمٰن بن ابی حاتم) کی بدولت دارالعلم بنا رہا اور چوتھی صدی کے وسط تک رہا۔ پھر اس کی یہ حیثیت جاتی رہی"۔

امام ابن ماجہ نے یہاں کے جن حفاظ حدیث سے علم حدیث حاصل کیا وہ حسب ذیل ہیں:

❋ **حافظ سہل بن زنجلہ** ابوعمرو الرازی الخیاط الاشتر، ان کو سہل بن ابی سہل بھی کہا جاتا ہے فن حدیث میں انھوں نے کتاب السنن بھی تالیف کی تھی۔ مصنفین صحاح ستہ میں سے صرف امام ابن ماجہ کو ان سے تلمذ حاصل ہے اور انھوں نے اپنی سنن میں ان سے بکثرت روایتیں درج کی ہیں علامہ ذہبی نے ان کو الحافظ الامام لکھا ہے، عجلی کا بیان ہے کہ "یہ ثقہ اور حجت ہیں۔ دوبار انھوں نے طلب حدیث میں رحلت کی تھی۔ صاحب تصانیف تھے اور دیانت واتقان میں اس عہد کے تمام معاصرین میں کوئی ان سے مقدم نہ تھا" علامہ خزرجی نے خلاصہ میں ان کی وفات ۲۴۰ھ کے حدود میں بیان کی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ، خلاصہ تذہیب التہذیب)۔

❋ **حافظ عصر امام ابوزرعہ**، عبیداللہ بن عبدالکریم بن یزید بن فروخ الرازی، علم حدیث کے مشہور امام ہیں اور اس فن میں امام بخاری کے ہمسر سمجھے جاتے ہیں۔ امام مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ان کے آگے زانوئے شاگردی تہ کیا ہے۔ علامہ ابن تیمیہ کتاب الاستغاثہ میں جو بکری کی تردید میں انھوں نے سپرد قلم فرمائی ہے رقمطراز ہیں۔

وکلام یحیی بن معین والبخاری ومسلم و	امام یحیی بن معین، بخاری، مسلم، ابوحاتم، ابوزرعہ، نسائی

---

[1] حافظ ذہبی نے مناقب ابی حنیفہ (ص ۱۱) میں ان کو امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ یہ فقہ وحدیث دونوں علوم میں امام اعظم کے شاگرد تھے چنانچہ حافظ قرشی لکھتے ہیں اخذ الفقہ عن ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ، اور حافظ ذہبی نے مناقب ابی حنیفہ میں ان محدثین وفقہاء کی فہرست میں کہ جنھوں نے امام صاحب سے حدیثیں روایت کی ہیں ان کا بھی نام لیا ہے، جریر بہت بڑے حافظ الحدیث تھے۔ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے جریر بن عبدالحمید الحافظ الحجۃ ابوعبداللہ الضبی الکوفی محدث الری۔ امام احمد بن حنبل۔ اسحق بن راہویہ، یحیی بن معین، علی بن المدینی، ابوبکر بن ابی شیبہ، جیسے اکابر ائمہ فن حدیث میں ان کے شاگرد تھے۔ تمام ارباب صحاح ستہ نے ان کی احادیث سے احتجاج کیا ہے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں رحل الیہ المحدثون لثقتہ وحفظہ وسعۃ علمہ (محدثین نے ان کی ثقاہت، حفظ اور وسعت علم کی بنا پر طلب علم کے لئے ان کی خدمت میں سفر کیا) ہبۃ اللہ طبری کہتے ہیں کہ مجمع علی ثقتہ (ان کی ثقاہت پر اتفاق ہے) ۱۱۰ھ ہجری میں اصفہان کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے تھے جس کا نام آبہ تھا۔ ان کی نشوونما تمام تر کوفہ میں ہوئی بعد کو رے میں جا بسے تھے اور وہیں اکہتر سال کی عمر میں ۱۸۸ھ میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ۔
(تذکرۃ الحفاظ۔ الجواہر المضیہ)

Marfat.com

ابی حاتم وابی زرعۃ والنسائی وابی احمد
بن عدی والدارقطنی وامثالہ فی الرجال
وصحیح الحدیث وضعیفہ ھو مثل کلام
مالک والثوری والاوزاعی والشافعی امثالہم
فی الاحکام ومعرفۃ الحلال والحرام، وفی
الائمۃ من ھو امام مع ھولاء وھولاء
مشارک للطائفتین وان کان باحد
الصنفین اجدر۔

واکثر ائمۃ الحدیث والفقہ کمالک
والشافعی واحمد واسحق بن راھویہ و
ابی عبید وکذلک الاوزاعی والثوری و
اللیث ھولاء وکذلک لابی یوسف صاحب
ابی حنیفۃ ولابی حنیفۃ ایضا مالہ من ذلک
ولکن لبعضہم فی الامامۃ فی الصنفین
مالیس للآخر وفی بعضہم من صنعۃ
المعرفۃ باحد الصنفین مالیس فی الآخر
فرضی اللہ عن جمیع اھل العلم والایمان۔ ۱؎

ابو احمد بن عدی، دارقطنی اور ان جیسے حضرات کے کلام
کی حیثیت رجال اور صحیح وضعیف احادیث کے بارے
میں وہی ہے جو امام مالک، سفیان ثوری، اوزاعی اور شافعی
اور ان جیسے حضرات کے کلام کی احکام اور حلال وحرام
کی معرفت کے باب میں ہے۔

اور ائمہ میں ایسے حضرات بھی ہوئے ہیں کہ جو محدثین
میں بھی امام ہیں اور فقہاء میں بھی اور دونوں جماعتوں میں
شامل ہیں گو ان میں سے ایک جماعت کی طرف ان کا
انتساب زیادہ موزوں ہے۔

اور حدیث وفقہ کے اکثر امام جیسے کہ مالک، شافعی
احمد اور اسحق بن راہویہ اور اسی طرح اوزاعی، ثوری،
اور لیث ایسے ہی تھے اور اسی طرح ابو یوسف صاحب
ابی حنیفہ اور خود امام ابو حنیفہ کا بھی وہی مرتبہ ہے کہ جو
ان کے شایان ہے، لیکن ان میں سے بعض کو دونوں صنف
کی امامت میں وہ مقام حاصل ہے کہ جو دوسرے کو نہیں ہے
اور بعض میں کسی ایک صنف کی معرفت میں وہ ضعف بھی ہے
کہ جو دوسرے میں نہیں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ تمام اہل علم و
ایمان سے راضی ہو۔

۱؎ تلخیص کتاب الاستغاثۃ المعروف بالرد علی البکری طبع مصر ص ۱۳ و ۱۴۔ ۲؎ ظاہر بینوں کو شاید اس پر
تعجب ہو کہ حافظ ابن تیمیہ نے امام ابو حنیفہ کو محدثین کا امام کس طرح مان لیا۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ
صرف ابن تیمیہ نہیں بلکہ تمام ارباب فن کے نزدیک امام صاحب کی یہ حیثیت مسلم ہے۔ چنانچہ حافظ عبد القادر
قرشی الجواہر المضیۃ میں رقمطراز ہیں:۔

اعلم ان الامام ابی حنیفۃ قد قبل قولہ
فی الجرح والتعدیل وتلقوہ عنہ علماء ھذا
الفن وعملوا بہ کتلقیہم عن الامام احمد و
البخاری وابن معین وابن المدینی وغیرھم
من شیوخ الصنعۃ وھذا یدلک علی عظمۃ
شانہ وسعۃ علمہ وسیادتہ (ج ۱ ص ۳۰)

معلوم رہے کہ جرح وتعدیل کے باب میں امام ابو حنیفہ کا قول
تسلیم کیا گیا ہے اور اس فن کے علماء آپ کے قول کو اسی
طرح مانتے اور اس پر عمل کرتے چلے آئے ہیں کہ جس طرح وہ
امام احمد، بخاری، ابن معین، علی بن المدینی اور دیگر اساتذہ
فن کے قول کو مانتے ہیں۔ اور اس سے تمہیں امام صاحب
کی عظمت شان، وسعت علم اور برتری کا پتہ چلے گا۔

اس کے بعد حافظ قرشی نے رجال کے متعلق امام صاحب کے جو اقوال امام ترمذی اور بیہقی وغیرہ نے باسناد
نقل کئے ہیں ان کو تفصیل سے لکھا ہے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ابو حاتم، ابوزرعہ اور ابن وارہ یہ تین شخص رَےّ میں ایسے تھے کہ جن کی نظیر اس وقت روئے زمین پر موجود نہ تھی[۱] حافظ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں۔

کان من افراد الدھر حفظاً وذکاءً و دیناً وعلماً وعملاً۔	ابوزرعہ، حفظ حدیث، ذکاوت، دینداری اور علم وعمل کے لحاظ سے ان لوگوں میں سے تھے جو یکتائے زمانہ ہوئے ہیں۔

ابوزرعہ نے طلب حدیث میں حرمین، عراق، شام، جزیرہ، خراسان اور مصر کی طرف رحلت کی تھی۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے ابوبکر بن ابی شیبہ سے ایک لاکھ حدیثیں لکھی ہیں اور اتنی ہی ابراہیم بن موسیٰ رازی سے لکھی ہیں۔ ایک بار ایک شخص قسم کھا بیٹھا کہ اگر ابوزرعہ کو ایک لاکھ حدیثیں حفظ نہ ہوں تو میری بیوی کو طلاق ہے۔ بعد میں ان سے آکر صورت حال بیان کی تو فرمانے لگے کہ تم اپنی بیوی کو اپنے ہی پاس رکھو۔ ابوبکر بن ابی شیبہ ان کے شیخ کہا کرتے تھے کہ میں نے ابوزرعہ سے بڑھکر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ اسحٰق بن راہویہ سے زیادہ فقیہ اور ابوزرعہ سے بڑھ کر حافظ حدیث اس پل سے نہیں گزرا[۲] امام احمد کا معمول تھا کہ ہر نماز کے بعد ان کے حق میں دعا کیا کرتے تھے[۳] ایک بار ابوزرعہ امام موصوف کے یہاں آکر مہمان ہوئے دوران قیام میں دونوں بزرگوں کے مابین حدیث پاک کا خوب مذاکرہ رہتا ان ہی دنوں امام احمد نے ایک روز اپنے صاحبزادے عبداللہ سے فرمایا کہ میں نے آج فرضوں کے علاوہ کوئی نماز نہیں پڑھی اور اپنے نوافل پر ابوزرعہ کے مذاکرہ کو ترجیح دی[۴] ایک بار امام احمد نے فرمایا کہ صحیح احادیث کی تعداد سات لاکھ سے اوپر ہے اور اس نوجوان (یعنی ابوزرعہ) نے چھ لاکھ حدیثیں حفظ کرلی ہیں[۵]۔ اسحٰق بن راہویہ کا قول ہے کہ ابوزرعہ جس حدیث کو نہیں جانتے اس کی کچھ اصل نہیں۔ ابوزرعہ کہا کرتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ حدیثیں اس طرح یاد ہیں جس طرح کسی شخص کو "قل ہو اللہ" یاد ہوتی ہے۔ ایک بار فرمانے لگے کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ پچاس سال سے میرے گھر میں رکھا ہوا ہے اور جب سے لکھا کبھی اس کو مطالعہ کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ تاہم مجھے یہ علم ہے کہ کونسی حدیث کس کتاب کے کس ورق کس صفحہ اور کس سطر

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ) یہ سب اقوال ان رجال کے تذکرہ میں حافظ مزی کی تہذیب الکمال اور حافظ ذہبی کی میزان الاعتدال اور دیگر کتب رجال میں مذکور ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ (ج ۲ ص ۱۹۲) میں لکھا ہے کہ ابوحنیفۃ اعلم وافقہ من الطحاوی وامثالہ۔ یعنی امام ابوحنیفہ، امام طحاوی اور ان کے امثال سے زیادہ عالم اور زیادہ فقیہ تھے) اور امام طحاوی کے بارے میں خود ابن تیمیہ کو تسلیم ہے کہ کان کثیر الحدیث فقیہاً عالماً۔

(حاشیہ صفحۂ ہذا) [۱] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابن وارہ۔ [۲] بغداد کا پل مراد ہے جو دریائے دجلہ پر تھا۔ [۳] مناقب احمد از ابن جوزی ص ۲۸۶۔ [۴] ایضاً ص ۲۸۹۔ [۵] امام بیہقی نے تصریح کی ہے کہ امام احمد نے جو صحیح روایات کی یہ تعداد بتائی ہے اس سے ان کی مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اور تابعین کے فتاوے ان سب کا مجموعہ ہے، کیونکہ متقدمین کی اصطلاح میں حدیث کا لفظ ان سب کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ (تہذیب التہذیب ترجمہ ابوزرعہ)۔

Marfat.com

میں ہے۔ عبدالرحمن بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ ایک بار ابوزرعہ کے پاس محمد بن مسلم یعنی ابن وارہ اور فضل بن العباس معروف بہ فضلک موجود تھے اور حدیث شریف کا مذاکرہ جاری تھا۔ اسی اثنا میں محمد بن مسلم نے ایک حدیث ذکر کی اور فضلک صائغ نے اس پر انکار کیا کہ یہ اس طرح سے نہیں۔ محمد بن مسلم نے پوچھا پھر کس طرح ہے، فضلک نے دوسری طرح سے اس کو روایت کیا۔ اب محمد بن مسلم، ابوزرعہ کی طرف مخاطب ہوئے کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ ابوزرعہ خاموش رہے انھوں نے اصرار کیا تو کہنے لگے کہ میرے بھتیجے ابوالقاسم کو بلاؤ وہ آئے تو ابوزرعہ نے ان سے کہا کہ کتب خانہ میں جاؤ اور پہلے دوسرے تیسرے قمطر کو چھوڑ کر سولہ جزو تک شمار کرکے سترہواں جزو نکال کر میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ وہ حسب الحکم اس جلد کو لے آئے ابوزرعہ نے حدیث تلاش کرکے محمد بن مسلم کے حوالہ کی اور یہ اس کو پڑھ کر کہنے لگے نعم غلطنا (ہاں ہم نے ہی غلطی کی)۔ حافظ عبداللہ بن وہب دینوری کہتے ہیں کہ ایک بار میں ابوزرعہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ ایک خراسانی شخص ان کے سامنے موضوعات بیان کر رہا ہے اور یہ ان روایات کو باطل کہہ رہے ہیں اور وہ شخص ان کی باتوں پر ہنستا جاتا ہے اور کہتا جاتا ہے کہ واہ کیا خوب جو روایت یاد نہیں اسے باطل کہدیا۔ اس پر میں نے اس شخص سے دریافت کیا کہ تیرا کیا مذہب ہے کہنے لگا حنفی۔ میں نے اس سے پوچھا ما اسند ابو حنیفۃ عن حماد (امام ابوحنیفہ نے حماد کی سند سے کونسی حدیثیں روایت کی ہیں) اب وہ نہ چل سکا۔ تب میں نے ابوزرعہ سے کہا کہ ما تحفظ لابی حنیفۃ عن حماد (آپ کو حماد کی سند سے امام ابوحنیفہ کی کتنی حدیثیں یاد ہیں[1]) اس پر ابوزرعہ نے حدیثوں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ اب میں نے اس بیہودہ سے کہا کہ تجھے شرم نہیں آتی تو موضوعات کو لیکر امام المسلمین کے منہ آتا ہے اور تیری حالت یہ ہے کہ تجھے اپنے امام تک کی حدیثیں یاد نہیں[2]۔

ابوزرعہ اور ابوحاتم دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔ امام ابوحاتم نے ابوزرعہ کے متعلق ان الفاظ میں اظہار رائے کیا ہے لا اعلم فی المشرق والمغرب من کان یفہم ھذا الشان مثلہ (میرے علم میں مشرق و مغرب میں کوئی نہیں کہ جو فہم حدیث میں ابوزرعہ کو پہنچا ہو۔)

ابوزرعہ کی ولادت ۲۰۰ھ میں ہوئی اور ذی الحجہ کی آخری تاریخ ۲۶۴ھ کو انتقال کیا ان کے انتقال کا بھی عجیب واقعہ ہے۔ ابوجعفر تستری کہتے ہیں کہ ہم جان کنی کے وقت ان کے پاس حاضر ہوئے اس وقت ابوحاتم، محمد بن مسلم، منذر بن شاذان اور علماء کی ایک جماعت وہاں موجود تھی، ان لوگوں کو تلقین میت کی حدیث کا خیال آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ (اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو) مگر ابوزرعہ سے شرما رہے تھے

---

[1] امام حسن بن زیاد کا بیان ہے کہ امام ابوحنیفہ چار ہزار حدیثیں روایت کیا کرتے تھے جن میں دو ہزار حماد کی حدیثیں تھیں اور دو ہزار بقیہ مشائخ کی۔ مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ موفق بن احمد مکی ج ۱ ص ۹۶۔

[2] تذکرۃ الحفاظ۔ ترجمہ حافظ ابن وہب دینوری۔

Marfat.com

اور ان کو تلقین کی ہمت نہ ہوتی تھی آخر سب نے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین کی حدیث کا مذاکرہ کرنا چاہئے چنانچہ محمد بن مسلم نے ابتدا کی حدثنا الضحاک بن مخلد عن عبد الحمید بن جعفر اور اتنا کہہ کر رک گئے باقی حضرات نے بھی خاموشی اختیار کی اس پر ابو زرعہ نے اسی جانکنی کے عالم میں روایت کرنا شروع کیا حدثنا بندار حدثنا ابو عاصم حدثنا عبد الحمید بن جعفر عن صالح بن ابی عریب عن کثیر بن مرۃ الحضرمی عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان اٰخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ۔ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ طائر روح قفس عنصری سے عالم قدسی کی طرف پرواز کر گیا۔ پوری حدیث یوں ہے۔ من کان اٰخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ (یعنی جس کی زبان سے آخری الفاظ لا الٰہ الا اللہ نکلے وہ جنت میں داخل ہوگا) سبحان اللہ کیا خوش نصیب تھے اور حدیث شریف سے ان سعید روحوں کو کیسا گہرا تعلق تھا کہ دم واپسیں تک علم وعمل کا ساتھ رہا۔ رضی اللہ عنہ
(تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب، طبقات الحنابلہ لابن ابی یعلی)۔

✻ **حافظ کبیر امام ابو حاتم رازی** محمد بن ادریس بن المنذر الحنظلی۔ فن جرح و تعدیل کے بہت بڑے امام ہیں اور علم حدیث میں امام بخاری کے ہم پلہ تسلیم کئے جاتے ہیں۔ ۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۹ھ سے مشائخ وقت سے حدیثیں لکھنی شروع کیں، ابھی سبزہ آغاز نہیں ہوا تھا کہ طلب حدیث میں سفر اختیار کیا اور ایک زمانۂ دراز اسی رحلت میں بسر کیا۔ ان کا بیان ہے کہ پہلے پہل جب میں نے رحلت کی تو سات سال تک اپنی پیادہ روی کا حساب لگاتا رہا اس دوران میں ایک ہزار فرسخ[۱] سے زیادہ مسافت طے کر چکا تھا لیکن یہ ان کے سفر کی انتہا نہیں بلکہ شمار کی حد ہے کیونکہ امام موصوف فرماتے ہیں کہ پھر میں نے فرسخ کا شمار کرنا چھوڑ دیا تھا۔ امام ممدوح کا بیان ہے کہ میں نے بحرین سے مصر، مصر سے رملہ، رملہ سے دمشق اور وہاں سے طرسوس تک پیدل سفر کیا۔ پھر حمص کو لوٹتا ہوا رقہ آیا اور وہاں سے سوار ہو کر عراق پہنچا اور یہ سارا سفر جس وقت میں نے طے کیا ہے اس وقت میں بیس سال کا تھا۔ عراق پہنچنے کے بعد آٹھ ماہ تک بصرہ میں قیام کیا۔ یہ ۲۱۴ھ کا واقعہ ہے۔ یہاں تنگدستی سے یہ نوبت پہنچی کہ کپڑے تک بیچ کھائے جب کپڑے بھی نہیں رہے تو دو روز تک فاقے کئے تاہم شوق طلب کا یہ عالم تھا کہ فرماتے ہیں اسی فاقہ کی حالت میں اٹھ کر اپنے رفیق کے ساتھ شیوخ کے حلقۂ درس میں حاضری دیتا رہا۔ رات ہوئی تو رفیق اپنا شام کا کھانا لیکر اپنی فرودگاہ کو واپس ہوگیا اور میں نے مارے بھوک کے پانی سے پیٹ بھرنا شروع کیا صبح ہوئی تو کل کی طرح آج بھی اپنے رفیق کی معیت میں باوجود بھوک کی سخت شدت کے سارے اسباق میں شرکت کی اور اسی طرح بھوکا واپس چلا آیا۔ آخر اسی حالت میں تیسرا دن ہوا اور رفیق حسب دستور علی الصباح آپہنچا۔ اب طاقت طاق ہوچکی تھی مجبوراً اس سے کہنا پڑا کہ آج تو میں بہت ہی ناتوان ہوں تمہارے ساتھ نہ چل سکوں گا۔ اس نے پوچھا خیر ہے، میں نے کہا تم سے کیا چھپاؤں دو دن سے کچھ کھانے کو نہ مل سکا ہے۔ ہمدرد رفیق نے کہا میرے پاس

[۱] ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔

Marfat.com

ایک دینار باقی ہے، نصف تم لے لو اور باقی نصف کو ہم کرایہ میں خرچ کریں گے۔ اس کے بعد امام ابوحاتم بصرہ سے چل کھڑے ہوئے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ امام موصوف کو ایک دفعہ ایک بحری سفر کے سلسلہ میں بھی پیش آیا تھا جہاز سے اترے تو زادِ راہ ختم ہو چکا دو رفیق اور بھی تھے مگر سب کا مضمون واحد تھا، تین دن تک پیادہ پا مسافت طے کرتے رہے اور کھانے کو کچھ نہ مل سکا۔ آخر تھک کر گر پڑے۔ ساتھیوں میں ایک بیچارہ بوڑھا شخص بھی تھا وہ تو گرتے ہی بیہوش ہو گیا مجبوراً اس کو اسی حال میں چھوڑ کر آگے کی راہ لی کوئی ایک فرسنگ طے کیا ہو گا کہ ابوحاتم بھی غش کھا کر گرے۔ رفیق نے بوڑھے کی طرح ان کو بھی یہیں چھوڑا اور خود ہمت کر کے آگے بڑھا خوش قسمتی سے تھوڑی دور چل کر ایک کشتی نظر آئی جس سے ساحل پہ کچھ لوگ اتر رہے تھے یہ دیکھ کر اس نے اظہارِ مصیبت کے لئے اپنی چادر ہوا میں اڑائی مسافروں کی نظر پڑی تو اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے پاس آ کر اسے پانی پلایا اب اس نے انھیں بتایا کہ میرے دو رفیق جو بیہوش ہو کر پیچھے رہ چکے ہیں پہلے ان کی خبر لو۔ مہربان مسافر یہ سنتے ہی ان کی تلاش میں دوڑے ابوحاتم فرماتے ہیں میں نے آنکھ کھولی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص میرے منہ پہ پانی کے چھینٹے دے رہا ہے جب مجھ کو ہوش آیا تو اس نے مجھے پانی پلایا اس کے بعد اس بڈھے کے پاس پہنچے اور اس کی خبر گیری کی پھر ایک مقام پر ٹھیر کر ہم نے چند روز آرام کیا تب کہیں جا کر ہماری جان میں جان آئی۔

ابوحاتم کا بیان ہے کہ طلب حدیث میں مجھے کوفہ سے اتنی بار بغداد کو جانا پڑا کہ میں شمار بھی نہیں کر سکتا حافظ ابن الجوزی نے المنتظم میں ابوحاتم کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے:

کان احد الائمۃ الحفاظ والاثبات العارفین بعلل الحدیث والجرح والتعدیل۔	یہ ان ائمہ حفاظ اور ثقات اثبات میں سے ایک ہیں کہ جو علل حدیث اور جرح و تعدیل کے عارف گزرے ہیں

حافظ ذہبی ان کے متعلق لکھتے ہیں الامام الحافظ الکبیر احد الاعلام، قاضی موسیٰ بن اسحٰق انصاری کہتے ہیں کہ میں نے ابوحاتم سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا حافظ احمد بن سلمہ کا بیان ہے کہ اسحٰق بن راہویہ اور محمد بن یحییٰ کے بعد ابوحاتم سے بڑھ کر حافظ حدیث اور اس کے معانی کا عالم میری نظر سے نہیں گزرا۔ ابونعیم کی تصریح ہے کہ ابوحاتم امام فی الحفظ عثمان بن خرزاد کہتے ہیں کہ جتنے لوگ میری نظر سے گزرے ان میں چار شخص سب سے بڑے حافظ الحدیث تھے (۱) ابراہیم بن عرعرہ (۲) محمد بن المنہال الضریر (۳) ابوزرعہ (۴) ابوحاتم۔ ایک بار حجاج بن الشاعر کے سامنے ابوزرعہ، ابوحاتم، ابن وارہ اور ابوجعفر دارمی کا ذکر آیا تو کہنے لگے کہ مشرق میں ان سے بڑھ کر لوگ نہیں ہیں۔ ایک مرتبہ ابوحاتم نے ابوالولید طیالسی کے دروازہ پر جو اس زمانہ میں فن حدیث کے مشہور اساتذہ میں سے شمار کئے جاتے تھے اعلان کیا کہ جو شخص بھی مجھے کوئی ایسی غریب مسند صحیح حدیث بتائے گا کہ جس کو میں نے مشائخ سے ابھی تک نہیں سنا ہے تو اس کو ہر حدیث کے عوض میری طرف سے ایک درہم بطور انعام ملے گا۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ اس وقت ابوالولید کے آستانے پر مخلوق جوق در جوق جمع تھی اور ابوزرعہ

Marfat.com

اوران کے علاوہ بھی لوگ موجود تھے تاہم کوئی شخص بھی ایک حدیث ایسی نہ پیش کرسکا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ اس طرح کوئی اللہ کا بندہ شاید کوئی ایسی روایت میرے سامنے پیش کردے کہ جو میں نے اب تک سنی ہو اور یہ بتادے کہ وہ فلاں محدث کے پاس ہے تو میں اسے جاکر سن لوں۔ یونس بن عبدالاعلی نے ایک بار ابوزرعہ اور ابوحاتم کے حق میں دعا کی اور کہنے لگے کہ یہ دونوں خراسان کے امام ہیں اوران کی بقاہی میں مسلمانوں کی فلاح ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ میں نے نغیلی سے چودہ ہزار کے قریب احادیث لکھی ہیں۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد بزرگوار سے سنا ہے کہ جب محمد بن یحیی نیشاپوری رے تشریف لائے تو میں نے ان کے سامنے زہری کی تیرہ حدیثیں پیش کیں جن میں سے صرف تین کے متعلق ان کو معلومات حاصل تھیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اس واقعہ کو نقل کرکے لکھتے ہیں:

وھذا یدل علی حفظ عظیم فان الذھلی شھد لہ مشائخہ واھل عصرہ بالتبحر فی معرفۃ حدیث الزھری ومع ذلک فاغرب علیہ ابوحاتم۔	اس چیز سے ان کے عظیم حافظہ کا پتہ چلتا ہے کیونکہ ذہلی (محمد بن یحیی نیشاپوری) کے متعلق ان کے مشائخ اور معاصرین نے زہری کی احادیث میں معرفت کے سلسلہ میں تبحر کی شہادت دی ہے اور باوجود اس کے ابوحاتم نے ان کے سامنے وہ روایات رکھدیں کہ جو ان کے لئے نادر تھیں۔

حافظ مسلمہ بن قاسم نے الصلہ میں ابوحاتم کے متعلق لکھا ہے کہ

کان ثقۃ وکان شیعیا مفرطا وحدیثہ مستقیم۔   یہ ثقہ تھے اور پکے شیعی مگر ان کی حدیثیں سب ٹھیک ہیں۔

حافظ ابن حجر نے اس کو نقل کرکے لکھا ہے:

سوائے اس شخص کے اور کسی کو میں نے نہیں دیکھا کہ جس نے ان کو تشیع کی طرف منسوب کیا ہو ہاں سلیمانی نے ان کے صاحبزادے عبدالرحمن کا ذکر اس قسم کے شیعوں میں کیا ہے کہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم رکھتے ہیں جیسے کہ اعمش اور عبدالرزاق تھے سو شاید یہ بات صاحبزادے نے اپنے والد سے لی ہوگی اور ابن خزیمہ بھی باایں ہمہ جلالت قدر اسی کے قائل تھے۔

امام ابوحاتم سے امام بخاری، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کو تلمذ حاصل ہے۔ اور علامہ تاج الدین سبکی نے اگرچہ طبقات الشافعیہ میں امام بخاری اور ابن ماجہ کے تلمذ سے انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابوحاتم کی

لہ علامہ یاقوت حموی، معجم البلدان میں لکھتے ہیں:
"اہالیان رے، اہل السنت والجماعت ہی تھے تاآنکہ وہاں احمد بن الحسن ماردانی نے تغلب کرکے قبضہ جمالیا اور پھر اس نے مذہب تشیع کی وہاں اشاعت کی۔ یہ اہل شیعہ کے ساتھ بڑے اکرام اور تقرب کا معاملہ کرتا تھا اس لئے لوگوں نے اس سلسلہ میں کتابیں تصنیف کرکے اس کا تقرب حاصل کیا چنانچہ عبدالرحمن بن ابی حاتم نے بھی "فضائل اہل بیت وغیرہ" پر کتابیں تصنیف کیں۔ یہ معتمد کے عہد کا واقعہ ہے اور رے پر اس کا تغلب ۲۷۵ھ میں ہوا ہے اس سے پہلے یہ احمد بن الحسن، کوتکین بن ساتکین کی خدمت میں تھا پھر رے پر تغلب کرکے اس نے وہاں مذہب شیعہ کو رواج دیا جو آج تک قائم ہے"

Marfat.com

ان دونوں کا روایت کرنا ثابت نہیں؟ لیکن یہ علامہ موصوف کی غلطی ہے۔ حافظ ابو الحجاج مزی نے تہذیب الکمال میں تصریح کی ہے کہ امام ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں ان سے روایت کی ہے اور سنن ابن ماجہ میں باب فی الایمان اور باب فی فرائض الجد میں ان کی حدیثیں موجود ہیں، اسی طرح خود صحیح بخاری میں ان کی روایت موجود ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی مقدمہ فتح الباری میں امام بخاری کے مشائخ کے طبقات کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

الطبقة الرابعة رفقاؤه فی الطلب و من سمع قبله قليلا كمحمد بن يحيى الذهلى وابو حاتم الرازی۔

چوتھا طبقہ امام بخاری کے شیوخ کا ان لوگوں کا ہے جو طلب حدیث میں امام موصوف کے رفیق رہ چکے ہیں اور ان ہی میں وہ لوگ بھی ہیں کہ جنھوں نے حدیث کا سماع امام بخاری سے کچھ پہلے کیا ہے جیسے کہ محمد بن یحیی ذہلی اور ابو حاتم رازی۔

ان شیوخ سے امام بخاری نے کس قسم کی حدیثیں نقل کی ہیں اس کے متعلق حافظ ابن حجر کی تصریح ہے کہ

وانما يخرج من هولاء مافاته عن مشائخه اوما لم يجده عند غيرهم۔[۱]

اور ان سے امام بخاری صرف وہی روایت درج کرتے ہیں کہ جن روایات کا سماع ان کو اپنے اساتذہ سے فوت ہو گیا تھا یا جو روایتیں ان کے علاوہ دیگر علماء سے انھیں نہ مل سکیں۔

واضح رہے کہ ایک زمانے تک امام بخاری اور امام ابو زرعہ و امام ابو حاتم کے درمیان تعلقات نہایت ہی شگفتہ اور خوشگوار رہے چنانچہ ابو بکر محمد بن حرب بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے ابو زرعہ سے محمد بن حمید کے متعلق دریافت کیا تو کہنے لگے کہ ترکہ ابو عبد اللہ (اس کی حدیث تو ابو عبد اللہ یعنی امام بخاری ترک کر چکے ہیں) محمد بن حرب کہتے ہیں کہ پھر میں نے اس قصہ کا ذکر امام بخاری سے کیا تو فرمانے لگے کہ برّہ لنا قدیم (ابو زرعہ کا حسن سلوک تو ہمارے ساتھ پرانا ہے) اور اسحاق بن احمد زرک کہتے ہیں کہ میں نے ابو حاتم کو فرماتے سنا کہ عراق میں جتنے بھی لوگ گئے محمد بن اسمٰعیل ان سب میں زیادہ عالم ہیں۔ اسحق مذکور کا بیان ہے کہ ۲۳۷ھ میں ہم سے امام ابو حاتم فرمانے لگے کہ خراسان سے تمہارے پاس ایک ایسا شخص آرہا ہے کہ جس سے بڑا حافظ حدیث اس نواح سے پیدا نہیں ہوا چنانچہ ان کے فرمانے کے مطابق چند ماہ بعد ہی امام بخاری کا وہاں ورود ہو گیا۔ حسین بن محمد بن حاتم معروف بہ عبید العجل کہتے ہیں کہ میں نے ابو زرعہ اور ابو حاتم کو خود دیکھا ہے کہ وہ امام بخاری کی بات کو نہایت توجہ سے سنا کرتے تھے[۲] محبت و صداقت کا یہ دور بعد سلسلہ ائمہ کے مابین تقریباً ۲۵۰ھ تک برابر قائم رہا۔ بعد کو جب امام ذہلی نے امام ابو زرعہ اور امام ابو حاتم کو لکھ بھیجا کہ امام بخاری تلفظ بالقرآن کے مخلوق ہونے کے قائل ہیں تو سابقہ تعلقات کی خوشگواری سخت ناگواری میں تبدیل ہو گئی تھی کہ ان دونوں اماموں نے امام بخاری سے حدیث کی روایت تک بند کر دی چنانچہ امام ابن ابی حاتم کتاب الجرح والتعدیل میں

---

[۱] ہدی الساری لفتح الباری مقدمہ شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۸۰ طبع میریہ مصر ۱۳۰۱ھ
[۲] یہ تمام اقوال تہذیب التہذیب میں امام بخاری کے ترجمہ میں مذکور ہیں۔

Marfat.com

رقمطراز ہیں کہ

"ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری، ۲۵۰ھ میں رے میں آئے تھے، یہ عبدان مروزی ابوہمام صلت بن محمد فریابی اور ابن ابی اویس سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے میرے والد (امام ابو حاتم) اور ابوزرعہ نے بھی حدیثیں سنی تھیں لیکن جب ان کو محمد بن یحیٰی نیشاپوری (امام ذہلی) نے یہ لکھ کر بھیجا کہ بخاری نے ان کے یہاں اس عقیدہ کا اظہار کیا ہے کہ قرآن پاک کے جو الفاظ ان کے منہ سے نکلتے ہیں وہ مخلوق ہیں تو ان دونوں حضرات نے بخاری کی حدیث کو ترک کر دیا۔" لـه

یہ بھی واضح رہے کہ امام ابوزرعہ اور امام ابوحاتم نے تاریخ و رجال کے سلسلہ میں امام بخاری کی بہت سی غلطیاں نکالی ہیں چنانچہ حافظ ابن ابی حاتم نے امام بخاری کے تاریخی اوہام پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام ہے "کتاب خطأ البخاری" اس کتاب میں ابن ابی حاتم نے ان ہی دونوں حضرات سے بیشتر استفادہ کیا ہے۔ حافظ زین الدین عراقی اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں۔

جمع فیہ اوھامہ فی التاریخ۔ سـه	ابن ابی حاتم نے اس کتاب میں امام بخاری کی تاریخی غلطیاں جمع کر دی ہیں۔

اور علامہ سخاوی، الاعلان بالتوبیخ میں ارقام فرماتے ہیں:

لابن ابی حاتم جزء کبیر عندی انتقد فیہ علی البخاری۔ (ص ۱۱۰)	میرے پاس ابن ابی حاتم کا تصنیف کردہ ایک جزو موجود ہے جس میں انھوں نے بخاری (کی تاریخ) پر تنقید کی ہے۔

تہذیب التہذیب اور لسان المیزان میں بھی اس کتاب کے حوالے ملتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی تاریخ کی تصنیف بالکل نو عمری میں کی تھی جب کہ امام موصوف کا سن اٹھارہ سال کا تھا۔ اس لئے اس میں بہت سے اغلاط رہ گئے علاوہ ازیں بہت سے نام امام موصوف کو ایسے نوشتوں سے نقل کرنے پڑے کہ جن پر نہ نقطے لگے ہوئے تھے اور نہ ان کو ضبط کیا گیا تھا چنانچہ حافظ صالح جزرہ نے ایک موقع پر امام ابوزرعہ کے روبرو امام بخاری کی طرف سے یہی عذر پیش کیا تھا ان کا بیان ہے کہ ایک بار ابوزرعہ رازی مجھ سے کہنے لگے کہ اے ابوعلی (یہ صالح جزرہ کی کنیت ہے) اسماء الرجال پر محمد بن اسمٰعیل کی کتاب التاریخ میری نظر سے گزری اس میں تو بڑی غلطیاں ہیں۔ میں نے ان سے عرض کیا مصیبت یہ ہے کہ ان کے پاس بخارا کا جب کوئی شخص عراق سے ہو کر آتا تھا یہ اس کی کتابیں لیکر دیکھتے تھے۔ اہل بخارا کی عادت ہے کہ نہ تو وہ اسماء کو ضبط کرتے ہیں اور نہ ان پر نقطے دیتے ہیں لہذا جب ان کی نظر سے کوئی ایسا نام گذرتا کہ

لـه کتاب الجرح والتعدیل۔ ج ۳ قسم ۲ ص ۱۹۱ طبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن۔ سـه التقیید والایضاح لما اطلق واغلق من مقدمۃ ابن الصلاح از حافظ عراقی ص ۱۲۳۔ طبع حلب ۱۳۵۰ھ۔ سـه چونکہ یہ چھوٹی سی عمر میں امام بخاری کا ایک بہت بڑا کارنامہ تھا اس لئے ان کے استاد امام اسحق بن راہویہ نے اس کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا اور حوصلہ افزائی کے خیال سے اس کتاب کو عبداللہ بن طاہر والی خراسان کے دربار میں لے جا کر ان الفاظ میں پیش کیا ایھا الامیر الا اریک سحرا۔ (اے امیر تمہیں ایک جادو نہ دکھاؤں)۔ (مقدمہ فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۴)۔

Marfat.com

جب سے یہ پہلے سے واقف نہ ہوتے اور نہ وہ ان کی اپنی کتابوں میں موجود ہوتا تو یہ اسے غلط طور پر اپنی کتاب میں نقل کر لیتے تھے ورنہ خراسانیوں میں ان سے زیادہ سمجھ دار میں نے کسی کو نہیں پایا[1]

افسوس ہے کہ امام بخاری کے بعض حامیوں نے بجائے اس کے کہ ان تنقیدات کا علمی جواب دیتے اس سلسلہ میں امام ابوزرعہ، امام ابوحاتم اور امام مسلم پر نہایت ہی رکیک الزامات لگائے۔ چنانچہ علامہ تاج الدین سبکی، طبقات الشافعیہ الکبریٰ میں امام بخاری کے تذکرہ میں حافظ ابواحمد نیشاپوری معروف بہ حاکم کبیر المتوفی ۲۷۸ھ کی کتاب، الکنیٰ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔

وكتاب محمد بن اسماعيل فى التاريخ كتاب لم يسبق اليه ومن الف بعده شيئا فى التاريخ او الاسماء او الكنى لم يستغن عنه فمنهم من نسبه الى نفسه مثل ابى زرعة وابى حاتم ومسلم ومنهم من حكاه عنه فالله يرحمه فانه الذى اصل الاصول.

تاریخ میں محمد بن اسمعیل کی کتاب ایسی ہے کہ اس پر کوئی کتاب سبقت نہ لےجا سکی اور ان کے بعد جس نے بھی تاریخ یا اسماء کنی پر کوئی تالیف کی وہ اس سے بے نیاز نہ رہ سکا پھر بعض نے تو جیسے کہ ابوزرعہ، ابوحاتم اور مسلم ہیں، اس کو اپنی جانب ہی منسوب کر لیا اور بعض نے ان ہی کے حوالہ سے نقل کیا۔ سو اللہ بخاری پر رحم کرے کہ انھوں نے ہی اس کے اصول کی داغ بیل ڈالی۔

ابواحمد مذکور کو اس سلسلہ میں سب سے زیادہ برہمی امام مسلم پر ہے چنانچہ اسی عبارت سے پہلے عبداللہ دیلمی کے ترجمہ میں یوں لکھتے ہیں۔

عبد الله الديلمى ابو بشر، وقال البخارى ومسلم فيه ابو بشر بشين معجمة قال الحاكم وكلاهما اخطأ فى علمى انما هو ابو بسر ضخليق ان يكون محمد بن اسماعيل مع جلالته ومعرفته بالحديث اشتبه عليه فلما نقله مسلم من كتابه تابعه على زلته ومن تامل كتاب مسلم فى الاسماء والكنى علم انه منقول من كتاب محمد بن اسماعيل حذو القدم بالقدم حتى لا يزيد عليه فيه الا ما يهمل

عبداللہ دیلمی ابو بشر، بخاری اور مسلم نے اس کو ابو بشر بشین معجمہ ہی کہا ہے اور میرے علم میں ان دونوں نے غلطی کی کیونکہ یہ (ابو بشر نہیں بلکہ) ابو بسر ہے، اور بالکل ممکن ہے کہ محمد بن اسمعیل کو باایں ہمہ جلالت و معرفت حدیث اشتباہ ہو گیا ہو اور مسلم نے جب اس کو ان کی کتاب سے نقل کیا ہو تو اس غلطی میں ان کی پیروی کی ہو۔

اور جو شخص بھی مسلم کی کتاب الاسماء والکنی پر غور کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ مسلم کی کتاب قدم بہ قدم محمد بن اسماعیل کی کتاب سے منقول ہے حتیٰ کہ انھوں نے

[1] تہذیب التہذیب، ترجمہ امام بخاری، اصل عبارت یہ ہے قال صالح جزرة قال لى ابو زرعة يا ابا على نظرت فى كتاب محمد بن اسمعيل هذا اسماء الرجال فاذا فيه خطأ كثير، فقلت له بلية انه رجل كل من يقدم عليه من العراق من اهل بخارى نظر فى كتبهم فاذا رأى اسما لا يعرفه وليس عنده فى كتبه وهم لا يضبطون ولا يفطنون فيضعه فى كتابه خطأ والا فما رأيت خراسانيا افهم منه

[2] مسلم کی کتاب الاسماء والکنی کا قلمی نسخہ دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں موجود ہے۔

Marfat.com

عدہ وتجلد فی نقلہ حق الجلادۃ اذلم ینسبہ الی قائلہ۔

اپنی تصنیف میں جو کچھ اس کتاب پر اضافہ کیا ہے وہ آپ مانی شمار کیا جا سکتا ہے اور پھر اس کی نقل میں پوری طرح ڈھٹائی سے کام لیا کہ کہیں ان کا حوالہ تک نہیں دیا۔ [1]

لیکن یہ حاکم کبیر کی محض بدگمانی ہے جو سراسر خلاف واقعہ ہے۔ تعجب ہے بعض لوگوں نے خود امام بخاری کے متعلق بھی اس قسم کا خیال ظاہر کیا ہے، چنانچہ ان ہی حاکم کبیر کے معاصر حافظ مسلمہ بن قاسم اندلسی المتوفی ۳۵۳ھ کتاب العلہ میں لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنے استاد علی بن المدینی کی کتاب العلل کو ان کے غیاب میں ان کے کسی صاحبزادے کو مال کی طمع دلا کر حاصل کیا اور پھر اسی کتاب کی عبارتوں کو اپنی طرف سے ابن المدینی کے سامنے پیش کرتے رہے اور آخر اسی کی بدولت درس سے بے نیاز ہو کر خراسان کی راہ لی۔ [2]

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری میں امام بخاری کی جامع صحیح کے فضائل کو بیان کرتے ہوئے ابواحمد حاکم کی مذکورہ عبارت خود صحیح مسلم کے متعلق نقل کر دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

قال الحاکم ابواحمد رحم اللہ محمد بن اسماعیل فانہ الذی الف الاصول وبین للناس و کل من عمل بعدہ فانما اخذہ من کتابہ کمسلم فرق اکثر کتابہ فی کتابہ وتجلد فیہ حق الجلادۃ حیث لم ینسبہ الیہ۔

حاکم ابواحمد کہتے ہیں کہ اللہ محمد بن اسمعیل پر رحم فرمائے کہ انھوں نے ہی اصول جمع کئے اور ان کو لوگوں کے سامنے رکھا اور جس نے بھی ان کے بعد کام کیا ان ہی کی کتاب سے لیا جیسے کہ مسلم کہ انھوں نے بخاری کی اکثر کتاب کو اپنی کتاب میں جا بجا پھیلا دیا اور پھر اس طرح پوری پوری ڈھٹائی کو کام میں لائے کہ بخاری کا حوالہ تک نہیں دیا۔

حافظ صاحب موصوف کو اس عبارت کے نقل کرنے پر بھی صبر نہیں آیا سلسلہ آگے فرماتے ہیں:-

وقال ابوالحسن الدارقطنی الحافظ لولا البخاری لما راح مسلم ولاجاء وقال ایضا انما اخذ مسلم کتاب البخاری فعمل مستخرجا وزاد فیہ احادیث۔

(مقدمہ فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۱)

اور حافظ ابوالحسن دارقطنی کہتے ہیں کہ اگر بخاری نہ ہوتے تو مسلم کی آمد و شد ہی نہ ہوتی۔ (ساری ترکتازی ختم ہو کر رہ جاتی) دارقطنی نے یہ بھی کہا ہے کہ مسلم نے اس کے سوا کچھ نہیں کیا کہ بخاری کی کتاب کو لیکر اس پر ایک مستخرج لکھ دیا اور کچھ حدیثیں اس میں بڑھا دیں۔

ہم اس بارے میں کچھ لکھنا نہیں چاہتے جن اہل علم نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور اس فن کا ذوق رکھتے ہیں وہ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اس بارے میں ان کے نزدیک ابواحمد اور دارقطنی کی رائے کا کیا وزن ہے۔

[2] حافظ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب میں امام بخاری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

قال مسلمۃ والف علی بن المدینی کتاب العلل وکان ضنینا بہ فغاب یوما فی بعض ضیاعہ فجاء البخاری الی بعض بنیہ وراغبہ بالمال علی ان یری الکتاب یوما واحدا فاعطاہ لہ فدفعہ الی النساخ فکتبوہ لہ وردہ الیہ فلما حضر علی

مسلمہ نے کہا ہے کہ علی بن المدینی نے کتاب العلل تالیف کی تھی اور وہ اس کو دوسروں کو دکھانے میں بڑے بخیل تھے، اتفاق سے ایک روز وہ اپنی کسی زمین پر جانے کے باعث درس سے غیر حاضر رہے۔ امام بخاری فوراً ان کے کسی صاحبزادے کے پاس پہنچے اور اسے مال کا لالچ دیا کہ وہ انھیں صرف ایک روز کیلئے اس کتاب کو دکھا دے۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

فن جرح وتعدیل اور اسماء الرجال میں امام ابوزرعہ، امام ابوحاتم اور امام مسلم کا جو پایہ ہے اس کو دیکھتے ہوئے ان بزرگوں کی نسبت اس قسم کی خیانت علمی اور سرقہ کا کون گمان کرسکتا ہے۔ غور کیجئے تاریخ رجال میں راویوں کے نام ان کے شیوخ وتلامذہ، اوطان، سنین ولادت ووفات اور جرح وتعدیل کا بیان ہوتا ہے۔ اب راویوں کے نام وہی، شیوخ وتلامذہ وہی، وطن وہی، سنین ولادت ووفات وہی، اور جرح وتعدیل میں اکثر وبیشتر اتفاق رائے پھر ایسی صورت میں جب کہ یہ سب امور یکساں اور متحد ہیں معاصرین ائمہ فن کی تصنیفات میں اکثر وبیشتر معلومات کا مشترک ہوجانا کونسی تعجب کی بات ہے۔

دو راہ رو کہ بہ یک رہ روند ریک سمت　　عجب نہ باشد اگر او فتند پے بر پے

ظاہر ہے کہ امام بخاری کو اس فن کی معلومات جن اساتذہ سے حاصل ہوئی تھیں وہی اساتذہ قریب قریب ان کے بھی تھے اور حدیث وروایت کا جو مجموعہ امام بخاری کے پیش نظر تھا وہی کم وبیش ان کے بھی سامنے تھا۔ امام یحیی بن معین، امام احمد بن حنبل اور علی بن المدینی وغیرہ کی جس قدر تصانیف اس فن میں امام بخاری کی نظر سے گزری تھیں ان کی نظر سے بھی گزری تھیں پھر جس طرح امام بخاری نے فن رجال میں کتابیں لکھیں انھوں نے بھی لکھیں بلکہ ان حضرات کی تصنیفات میں ان سے بھی زیادہ معلومات ہیں چنانچہ ابھی خود حاکم کبیر کے بیان میں آپ کی نظر سے گزرا کہ امام مسلم کی کتاب الکنی میں

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) بکلم بشی فاجابہ البخاری بنص کلامہ مرارا ثم فنهض القضیۃ واغتم لذلك فلم یزل مغموما حتی مات بعد یسیر و استغنی البخاری عنہ بذلك الكتاب وخرج الی خراسان ووضع كتابه الصحيح۔

صاحبزادے نے کتاب ان کے حوالہ کی۔ امام بخاری نے اس کو لیکر کاتبوں کے سپرد کیا اور انھوں نے اسے نقل کردیا اور پھر وہ کتاب اس کو واپس کردی بعد کو جب علی آئے اور انھوں نے اس موضوع پر کچھ کلام کیا تو بخاری نے بار ہا بالکل ان ہی کی عبارت میں جوابات دیئے ابن المدینی بھی سمجھ گئے کہ قضیہ کیا ہے اور اس پر سخت رنجیدہ ہوئے اور آخر اسی رنج وغم میں کچھ دنوں کے بعد انتقال کرگئے۔ اور بخاری نے اس کتاب کی بدولت ان سے مستغنی ہوکر خراسان کی راہ لی۔ اور کتاب الصحیح کی تالیف کی۔

حافظ صاحب اس قصہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ

واما القصة التي حكاها فيما يتعلق بالعلل لابن المديني فانها غنية عن الرد لظهور فسادها۔

اور مسلمہ نے جو قصہ کہ ابن المدینی کی علل کے متعلق نقل کیاہے اس کی خرابی اتنی ظاہر ہے کہ اس کی تردید کی بھی حاجت نہیں۔

اس کے بعد حافظ صاحب نے تفصیل سے اس قصہ کے غلط ہونے کے وجوہ بیان کئے ہیں۔ افسوس ہے کہ امام بخاری کے متعلق تو حافظ صاحب کو اس قصہ کی خرابی فوراً ظاہر ہوگئی لیکن امام مسلم کے متعلق اسی قسم کی باتیں خود مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں۔

Marfat.com

اضافہ بھی ہے یہ بھی ظاہر ہے کہ ناقد کے لئے جس مصنف پر کہ وہ تنقید کر رہا ہے اس سے زیادہ اس فن میں بصیرت ہونا ضروری ہے۔ پھر یہ کہنا کس قدر بیجا ہے کہ امام ابوزرعہ امام ابوحاتم اور امام مسلم جیسے اکابر ائمہ نے جو کچھ اس فن میں لکھا وہ امام بخاری سے لے کر نقل کر ڈالا اور اس پر بھی ان بزرگوں کی علمی بددیانتی کا یہ عالم تھا کہ بجائے امام بخاری کا حوالہ دینے کے سب کچھ اپنی طرف منسوب کر ڈالا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ ان ائمہ نے اپنی تصنیفات میں امام بخاری کی تاریخ کو اپنے سامنے رکھا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ اگر کتاب سامنے نہ ہوتی تو تنقید کس پر کرتے بلکہ ترتیب بھی وہی اختیار کی ہے اور اسی لئے حاکم کبیر کو شبہ ہوگیا کہ یہ امام بخاری کی کتاب کو اپنے نام سے منسوب کر رہے ہیں، چنانچہ محدث حاکم نیشاپوری صاحب مستدرک علی الصحیحین ان ہی حاکم کبیر سے ناقل ہیں کہ

سمعته يقول كنت بالري فرأيتهم يوما يقرؤن على ابي محمد بن ابي حاتم كتاب الجرح والتعديل فلما فرغوا قلت لابن عبدويه الوراق ما هذه الضحكة اراكم تقرؤن كتاب التاريخ لمحمد بن اسماعيل البخاري على شيخكم على هذا الوجه، وقد نسبتموه الى ابي زرعة وابي حاتم فقال يا ابا احمد اعلم ان ابا زرعة و ابا حاتم لما حمل اليهما هذا الكتاب قالا هذا علم حسن لا يستغني عنه و لا يحسن بنا ان نذكره عن غيرنا فاقعدا ابا محمد عبد الرحمن الرازي حتى سألهما عن رجل معه رجل و زادا فيه ونقصا منه۔ [1]

میں نے ان سے سنا کہتے تھے میں رے میں تھا کہ ایک روز کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ ابومحمد بن ابی حاتم کے پاس کتاب الجرح والتعدیل پڑھ رہے ہیں پھر جب وہ پڑھنے سے فارغ ہوئے تو میں نے ابن عبدویہ وراق سے کہا کہ یہ کیا ہنسی کر رکھی ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ محمد بن اسماعیل بخاری کی کتاب التاریخ کو اس کتاب کی شکل میں اپنے استاد کے سامنے پڑھ رہے ہو حالانکہ تم اسے ابوزرعہ اور ابوحاتم کی بتلاتے ہو۔ اس پر وراق نے کہا کہ اے ابواحمد تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جس وقت ابوزرعہ اور ابوحاتم کے پاس یہ کتاب (تاریخ بخاری) لائی گئی ہے تو ان حضرات نے فرمایا کہ یہ علم خوب ہے اس سے بے نیاز نہیں رہا جاسکتا اور ہم لوگوں کے لئے یہ زیبا نہیں کہ ہم اسے دوسرے سے نقل کریں اس لئے ان دونوں حضرات نے ابومحمد عبدالرحمن رازی کو بٹھایا اور وہ یکے بعد دیگرے ایک ایک راوی کے متعلق ان سے پوچھتے گئے اور پھر یہ دونوں حضرات کہیں اس کتاب سے زیادہ اور کہیں اس سے کم بیان کرتے چلے گئے۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے خود حاکم کبیر کے بیان کے موجب صورت واقعہ کیا ہے۔ امام بخاری کی تاریخ امام ابوزرعہ اور امام ابوحاتم کے سامنے آتی ہے اور ان کی غیرت علمی اس امر کو گوارا نہیں

[1] معجم البلدان، ذکر رے، حافظ ذہبی نے بھی تذکرۃ الحفاظ میں ابواحمد حاکم کے ترجمہ میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

Marfat.com

کرتی کہ ان کے دیار کا علمی حلقہ اس فن میں دوسرے کا محتاج رہے لہذا یہ اسی نہج پر عبد الرحمن کو بٹھا کر (جو امام ابو حاتم کے صاحبزادے اور ابو زرعہ کے برادر زادے تھے) اس فن پر ایک مستقل کتاب لکھوا دیتے ہیں جو معلومات کے لحاظ سے کہیں امام بخاری کی تاریخ سے زیادہ ہے اور کہیں کم۔ یہ کتاب کس پایہ کی ہے اس کے متعلق حافظ ذہبی جو فن رجال میں تمام متاخرین کے پیشوا خیال کئے جاتے ہیں فرماتے ہیں۔

قلت کتابه فی الجرح والتعدیل یقضی له بالرتبة المتقنة فی الحفظ ۔ [۱]	میں کہتا ہوں کہ ان کی کتاب الجرح والتعدیل حفظ حدیث میں ان کو جو اتقان (پختگی) کا رتبہ حاصل ہے اس کو ثابت کرتی ہے

یہ بھی واضح رہے کہ فن رجال میں امام ابو حاتم کو امام بخاری سے زیادہ محتاط اور زیادہ سخت خیال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی النکت علی ابن الصلاح میں لکھتے ہیں۔

ومن الرابعة ابو حاتم والبخاری وابو حاتم اشد من البخاری ۔ [۲]	ناقدین فن کے چوتھے طبقہ میں ابو حاتم اور بخاری ہیں اور ابو حاتم، بخاری سے تنقید میں زیادہ سخت ہیں۔

اور امام مسلم کا فن رجال میں جو درجہ ہے اس کا اندازہ آپ اس سے لگائیے کہ حافظ عصر ابو العباس بن عقدہ جن کے متعلق حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ کان الیه المنتهی فی قوة الحفظ وکثرة الحدیث [۳] (قوت حافظہ اور کثرت حدیث کا ان پر خاتمہ تھا) اور جو امام بخاری کی کتاب التاریخ کے اسقدر گرویدہ تھے کہ فرماتے ہیں:

لو ان رجلا کتب ثلاثین الف حدیث لما استغنی عن تاریخ محمد بن اسماعیل ۔ [۴]	اگر ایک شخص تیس ہزار حدیثیں بھی لکھ لے جب بھی وہ محمد بن اسماعیل کی تاریخ سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔

ان سے ایک بار ابو عمرو بن حمدان نے سوال کیا تھا کہ ایما احفظ البخاری او مسلم (بخاری اور مسلم ان دونوں میں حدیث کا کون زیادہ حافظ ہے) جواب دیا محمد عالم و مسلم عالم (بخاری بھی عالم ہیں اور مسلم بھی عالم ہیں) ابو عمرو بن حمدان کہتے ہیں کہ میں نے بار بار ان سے یہی سوال کیا تو کہنے لگے۔

یقع لمحمد الغلط فی اهل الشام وذلك لانه اخذ کتبهم ونظر فیها فربما ذکر الرجل بکنیته ویذکر فی موضع اخر یظنهما اثنین واما مسلم فقلما یوجد له غلط فی العلل لانه کتب المسانید ولم یکتب المقاطیع والمراسیل ۔ [۵]	محمد (بخاری) سے اہل شام کے بارے میں غلطیاں ہوتی ہیں کیونکہ انھوں نے ان کی کتابوں کو لیکر ان کا مطالعہ کیا تھا اس لئے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک جگہ کنیت کے ساتھ ایک شخص مذکور ہوتا ہے اور دوسرے مقام پر اس کا نام آتا ہے تو یہ اس کو دو شخص سمجھ لیتے ہیں۔ لیکن امام مسلم کی علل میں غلطی بہت ہی کم پائی جاتی ہے کیونکہ انھوں نے صرف مسند

[۱] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابن ابی حاتم۔ [۲] اس کتاب کا قلمی نسخہ پیر جھنڈو (ضلع حیدر آباد سندھ) میں ہماری نظر سے گزرا ہے اور مطبوعہ کتابوں میں حافظ سیوطی نے زہر الربی علی المجتبیٰ کے مقدمہ میں اور حافظ سخاوی نے الاعلان بالتوبیخ کے خاتمہ میں اس کو نقل کیا ہے۔ [۳] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابن عقدہ۔ [۴] تہذیب التہذیب ترجمہ امام بخاری و مقدمہ فتح الباری۔ [۵] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ امام مسلم۔

Marfat.com

حدیثیں لکھی تھیں اور مقطوع اور مرسل روایتیں نہیں لکھیں۔

امام ابوحاتم رازی کی وفات ماہ شعبان ۲۷۷ھ میں ہوئی، اس وقت آپ کی عمر بیاسی سال کی تھی، رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ وغیرہ)

حافظ محمد بن حماد الطہرانی، ابوعبداللہ الرازی۔ یہ طہران کے رہنے والے تھے جو اس زمانہ میں رے کا ایک قریہ تھا اور آج ایران کا پایہ تخت ہے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے: المحدث الحافظ الجوال فی الآفاق ابوعبداللہ الرازی العبد الصالح نزیل عسقلان، عراق، شام اور یمن میں حدیث کی تحصیل کی۔ ارباب صحاح ستہ میں ان سے صرف امام ابن ماجہ کو تلمذ حاصل ہے۔ امام ابن ماجہ نے ان سے غالباً رے ہی میں حدیث کا سماع کیا ہے کیونکہ ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ میں نے ان سے رے، بغداد اور اسکندریہ میں حدیثیں لکھی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابن ابی حاتم کے ابتدائی زمانے تک ان کا قیام رے میں رہا ہے۔ مسلمہ بن قاسم کہتے ہیں کہ یہ عبدالرزاق کے اصحاب میں سے تھے اور حافظ الحدیث اور ثقہ تھے اور اکثر حدیثیں انھوں نے اپنے حفظ ہی سے روایت کی ہیں۔ منصور فقیہ کا بیان ہے کہ میں نے جتنے بھی شیوخ دیکھے ان میں سے صرف تین کے متعلق مجھے یہ تمنا ہوئی کہ کاش میں بھی فضیلت میں ان جیسا ہوتا پھر ان تین میں بھی سب سے پہلے ان ہی کا نام لیا۔ محمد بن یعقوب فرجی کہا کرتے تھے کہ جس کو احمد بن حنبل، اسحٰق بن راہویہ اور اس پایہ کے لوگوں کو دیکھنا ہو وہ ابن الطہرانی کو دیکھ لے۔ ان کی وفات عسقلان میں ربیع الآخر ۲۷۱ھ میں ہوئی، رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب، معجم البلدان، ذکر طہران)۔

حافظ محمد بن حمید بن حیان التمیمی ابوعبداللہ الرازی، امام ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے ان سے روایتیں کی ہیں۔ یہ اگرچہ حدیث کے بہت بڑے حافظ تھے مگر قابل اعتبار نہیں کیونکہ ان کی بہت سی روایات ثقات کے خلاف ہیں حافظ ذہبی لکھتے ہیں وھو من بحور العلم لکنہ غیر معتمد یاتی بمناکیر کثیرۃ (یہ علم کے سمندروں میں سے تھے مگر غیر معتمد ہیں کیونکہ منکر روایات بہت لاتے ہیں) امام ابوزرعہ نے ان ہی ابن حمید کے متعلق کہا تھا کہ بخاری نے ان کی حدیث ترک کر دی ہے ان کا انتقال ۲۴۸ھ میں ہوا ہے۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

ان حفاظ کے علاوہ امام ابن ماجہ نے رے کے جن شیوخ حدیث سے حدیثیں روایت کیں وہ یہ ہیں:

(۱) عبدالسلام بن عاصم الجعفی الہسنجانی الرازی، ہسنجان رے کا ایک قریہ ہے۔ (۲) عبداللہ بن عمران بن ابی علی الاسدی ابو محمد الاصبہانی نزیل الرے۔ (۳) علی بن الحسن الہسنجانی الرازی، ان سے امام ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے۔ (۴) محمد بن اسمٰعیل بن ابی ضرار الضراری ابو صالح الرازی، ان سے سنن ابن ماجہ میں بکثرت روایتیں منقول ہیں۔ (۵) محمد بن عمرو بن بکر بن سالم التمیمی العدوی ابو غسان الرازی الطیالسی المعروف بزنیج المتوفی ۲۴۰ھ۔ (۶) یحییٰ بن معلی بن منصور

Marfat.com

ابوزکریا رازی، یہ فقہاء حنفیہ میں سے ہیں، خطیب نے ان کو ثقہ کہا ہے اور حاکم اپنے شیخ ابو علی حافظ سے ان کے متعلق ناقل ہیں کہ کان صاحب حدیث حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواہر المضیہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے فقہ کی تعلیم اپنے والد[1] بزرگوار سے حاصل کی تھی۔ ذہبی کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں محدث رحال ثقة، امام مسلم کا بیان ہے کہ انھوں نے بغداد میں سکونت اختیار کرلی تھی[2]

اصفہان

عراق عجم میں رے کے بعد سب سے بڑا شہر تھا[3]۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

واصبهان التی کانت تضاهی بغداد فی العلو والکثرة۔	اور اصفہان جو کہ علو اسناد اور کثرت حدیث میں بغداد کے مشابہ تھا۔

امام ابن ماجہ نے یہاں کے صرف ایک محدث عبدالرحمن بن عمر بن یزید بن کثیر الزہری ابوالحسن الاصبہانی الازرق سے کہ جن کا لقب رستہ ہے اپنی سنن میں حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ اگرچہ ثقہ ہیں مگر

---

[1] ان کے والد معلی بن منصور رازی، فقہاء حنفیہ میں نہایت بلند پایہ اور اپنے وقت کے حفاظ حدیث میں سے گذرے ہیں چنانچہ حافظ ابو الحجاج مزی، تہذیب الکمال میں امام احمد بن حنبل سے ان کے متعلق۔ الفاظ نقل کرتے ہیں معلی بن منصور من کبار اصحاب ابی یوسف ومحمد ومن ثقاتھم فی النقل والروایة۔ اور حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے معلی بن منصور الحافظ ابو یعلی الرازی ثم البغدادی الفقیہ احد الاعلام، اس کے بعد لکھتے ہیں کان من اوعیة العلم (یہ علم کے خزانوں میں سے تھے) ابن معین وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے، عجلی کہتے ہیں ثقة نبیل صاحب سنة طلبوہ للقضاء غیر مرۃ فابی (ثقہ ہیں، معزز ہیں، بارہا ان کو عہدہ قضا کے لئے طلب کرتے رہے مگر انھوں نے اسے منظور نہیں فرمایا) یعقوب سدوسی کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں ثقة متقن فقیہ۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے ان کی کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی۔ ابن سعد نے ان کی تاریخ وفات ۲۱۱ھ لکھی ہے۔ اس کے بعد ذہبی نے ان کا ترجمہ ان الفاظ پر ختم کیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالی حدیثہ فی الکتب کلها جمع الامامة فی الرأی والحدیث (اللہ تعالی ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے، تمام کتابوں (صحاح ستہ وغیرہ) میں ان کی حدیث موجود ہے۔ انھوں نے فقہ اور حدیث دونوں میں امامت کو جمع کیا تھا) اور میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں تفقہ علی القاضی ابی یوسف وبرع فاتقن الحدیث والرای (انھوں نے قاضی ابو یوسف سے فقہ کی تعلیم پائی اور نمایاں مرتبہ حاصل کیا اور حدیث وفقہ میں اتقان پیدا کیا) ذہبی نے میزان میں یہ بھی تصریح کی ہے کہ امام بخاری نے بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوکر ان سے کچھ حدیثیں سنی تھیں۔ نماز میں ان پر خشوع وخضوع کی عجب کیفیت طاری رہتی تھی۔ امام یحیی بن معین فرماتے ہیں کہ ایک بار یہ نماز پڑھ رہے تھے دفعتاً بھڑوں کا ایک چھتہ ان کے سر پر آگرا مگر یہ پیکر وقار اسی طرح اپنی نماز میں مصروف رہا کیا مجال کہ ذرا توجہ بٹ جائے یا پائے ثبات کو حرکت ہوجائے آخر اسی حالت میں نماز ختم کی جب فارغ ہوئے اور لوگوں نے دیکھا تو سر پھول کر اتنا ہوچکا تھا۔ رحمۃ اللہ (تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)۔

[2] الجواہر المضیہ، تہذیب التہذیب۔ [3] معجم البلدان، ذکر رے۔

Marfat.com

ان کی روایات میں افراد و غرائب بکثرت ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا مگر شیخ صفی الدین خزرجی نے خلاصہ تذہیب التہذیب میں ان کو الحافظ کا لقب دیا ہے اور ابو الشیخ سے نقل کیا ہے کہ ان کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابن مہدی کی سند سے ان کے پاس تیس ہزار حدیثیں موجود تھیں، ۲۴۶ھ میں انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ۔

❁ ہمدان ❁

یہ بھی عراق عجم کا مشہور شہر ہے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

• ہمدان "دار السنہ" تھا جہاں سنہ ھجری سے برابر علما ہوتے چلے آئے تا آنکہ ابو العلاء عطار اور ان کی اولاد جیسے حفاظ حدیث پر ان کا خاتمہ ہوا، اور اس کے بعد چنگیز خانی تاتاریوں نے اس کو تاراج کر ڈالا۔"

یہاں کے محدثین میں بھی امام ابن ماجہ نے صرف ایک محدث شعر ار بن حمویہ الثقفی ابو احمد الہمدانی سے حدیث کی روایت کی ہے۔ یہ محدث اور فقیہ دونوں تھے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا لیکن حافظ مزی نے تہذیب الکمال میں ان کو الفقیہ الحافظ لکھا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے تقریب التہذیب میں ان کے متعلق یہ الفاظ ہیں ثقۃٌ حافظٌ فقیہٌ، فضلان بن صالح نے ابو زرعہ سے سوال کیا تھا کہ حدیث کے آپ زیادہ حافظ ہیں یا شعرار۔ کہنے لگے حفظ میں تو میں ان سے زیادہ ہوں اور فقہ میں وہ مجھ سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ۲۵۴ھ میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

❁ دامغان ❁

یہ ولایت قومس کا بڑا مشہور شہر ہے جو رے اور نیشاپور کے درمیان واقع تھا۔ یہاں کے شیوخ میں امام ابن ماجہ نے حسین بن جنید الدامغانی القومسی سے اپنی سنن میں روایت کی ہے، یہ بڑے ثقہ اور مرد صالح تھے۔ حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔

❁ سِمنان ❁

یہ رے اور دامغان کے درمیان ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ بعض جغرافیہ نویس اس کو ولایت قومس میں شمار کرتے ہیں اور بعض اقلیم رے میں۔ یہاں کے محدثین میں امام ابن ماجہ نے محمد بن جعفر السمنانی القومسی ابو جعفر بن ابی الحسین سے حدیث کی روایت کی ہے۔ حافظ مزی نے ان کو بھی حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے لیکن حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا ہے۔

Marfat.com

نیشاپور

خراسان[۱] کا وہ مشہور و معروف شہر جس کو علامہ یاقوت حموی معدن الفضلاء و منبع العلماء لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

فخرج منہا من ائمۃ العلم من لا یحصی۔[۲]

وہاں سے اتنے ائمہ علم نکلے کہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔

اور علامہ تاج الدین سبکی رقمطراز ہیں کہ

قد کانت نیسابور من اجل البلاد و اعظمہا لم یکن بعد بغداد مثلہا۔[۳]

نیشاپور اس قدر بڑے اور عظیم الشان شہروں میں سے تھا کہ بغداد کے بعد اس کی نظیر نہ تھی۔

اور حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

"نیشاپور جو ابراہیم بن طہمان،[۴] حفص بن عبداللہ، اور ان کے بعد یحیی بن یحیی، ابن راہویہ، محمد بن

---

[۱] واضح رہے کہ خراسان جس کو حافظ ذہبی دار الآثار (حدیث و روایت کا گھر) سے تعبیر کرتے ہیں ایک وسیع اقلیم کا نام تھا جو چار علاقوں پر منقسم تھی، پہلے علاقہ کا صدر مقام نیشاپور، دوسرے کا مرو، تیسرے کا ہرات اور چوتھے کا بلخ تھا۔ علامہ تاج الدین سبکی لکھتے ہیں:

وخراسان عند تمام ذات اربعۃ کانما ہی قوائمہا المبنیۃ علیہا وہی مرو ونیسابور وبلخ وہرات، ہذہ مدنہا العظام ولا ملام علیک لو قلت بل ہی مدن الاسلام اذ ہی کانت دیار العلم علی اختلاف فنونہ والملک والوزارۃ علی عظمتہا اذ ذاک۔ (طبقات الشافعیہ ج ۱ ص ۱۷۳)

اور خراسان کے اعلیٰ شہر چار تھے جو اس کے لئے بمنزلہ ستون کے تھے کہ جس پر اس کی بنیاد قائم تھی۔ مرو، نیشاپور، بلخ اور ہرات۔ یہ اس کے عظیم الشان شہر تھے اور اگر تم یہ کہو کہ نہیں یہ "مدن الاسلام" یعنی اسلام کے شہر تھے تب بھی کچھ حرج نہیں کیونکہ اس عہد میں مختلف [illegible] فنون کے دار العلم اور سلطنت و وزارت جیسے اہم [illegible] کے مرکز یہی تھے۔

[۲] معجم البلدان، ذکر نیسابور۔ [۳] طبقات الشافعیہ الکبری ج ۱ ص ۱۷۳۔

[۴] یہ بھی امام اعظم کے کبار تلامذہ میں سے ہیں اور اکابر ائمہ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں، ان کے فخر کے لئے یہ کافی ہے کہ خود امام اعظم نے بھی ان سے حدیث کی روایت کی ہے چنانچہ حافظ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں وحدث عنہ من شیوخہ صفوان بن سلیم وابو حنیفۃ الامام (اور ان کے اساتذہ میں سے خود صفوان بن سلیم اور امام ابو حنیفہ نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے) محدثین اس قسم کی روایات کو "روایۃ الاکابر عن الاصاغر" میں شمار کرتے ہیں۔ حافظ عبد القادر قرشی نے الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ میں ان کا تذکرہ لکھا ہے اور حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے ابراہیم بن طہمان الامام الحافظ ابو سعید الہروی ثم النیسابوری عالم خراسان۔ امام ابن المبارک نے ان کو صحیح الحدیث کہا ہے قاضی یحیی بن اکثم کا بیان ہے کہ کان انبل من حدث بخراسان والعراق والحجاز واوثقہم واوسعہم علما۔ (خراسان، عراق اور حجاز میں جن لوگوں نے حدیث بیان کی ان سب میں زیادہ معزز زیادہ ثقہ اور زیادہ وسیع العلم تھے۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

نافع، عبدالرحمن بن بشر، عبداللہ بن ہاشم، ذہلی، احمد بن یوسف، مسلم، ابراہیم بن ابی طالب، ابوعبداللہ بوشنجی، اور پھر ابن خزیمہ، ابوالعباس السراج، ابن الشرقی، اور علماء کی ایک خلائق کی بدولت دارالسنة والعوالی (سنت اور عالی اسانید کا گھر) بن گیا تھا اور جس کی طرف تاتاریوں کے ظہور تک طلب حدیث کیلئے رحلت کی جاتی رہی اور جس کے آخری شیخ المؤید الطوسی تھے اور جو پھر ایسا ہو گیا کہ گویا کبھی اس کا وجود ہی نہ تھا۔

یہاں کے جن حفاظ حدیث سے امام ابن ماجہ نے اس فن کی تحصیل کی وہ حسب ذیل ہیں:

❁ حافظ ابوالازہر نیشاپوری احمد بن الازہر بن منیع بن سلیط العبدی۔ فن حدیث میں امام بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں، لیکن صحیحین میں ان کی سند سے کوئی حدیث منقول نہیں ہے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے "الحافظ الثقة الرحال الجوال" پھر ان کے شیوخ وتلامذہ کے نام بیان کر کے لکھتے ہیں وکان ابوالازہر من علماء المحدثین۔ حافظ ابوحامد بن الشرقی کو کسی محدث نے مشورہ دیا تھا کہ تم عراق کی طرف رحلت

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کان صحیح الحدیث حسن الروایة کثیر السماع ماکان بخراسان اکثر حدیثا منہ (صحیح الحدیث تھے۔ روایت میں اچھے تھے حدیث کا بہت سماع کیا تھا اور خراسان میں ان سے زیادہ کثیر الحدیث کوئی نہ تھا) عثمان بن سعید دارمی کہتے ہیں کان ثقة فی الحدیث لم یزل الائمة یشتھون حدیثه ویرغبون فیه ویوثقونه (یہ حدیث میں ثقہ تھے، ائمہ حدیث باربار ان کی احادیث کی چاہت کرتے ان کی طرف رغبت کرتے اور ان کی توثیق کرتے چلے آئے ہیں) افسوس ہے کہ ایسا باکمال اور بلند پایہ محدث بھی ارباب ظواہر کے حملہ سے نہیں بچا۔ چونکہ یہ امام اعظم کے شاگرد تھے اور اس بات کے قائل تھے کہ "ایمان وعمل دو جداگانہ چیزیں ہیں اور دونوں کا حکم مختلف ہے۔" اس بنا پر بہت سے محدثین نے ان کو مرجیہ کہا، اور ان پر کلام کیا چنانچہ دارقطنی کہتے ہیں کہ ثقة انما تکلموا فیه للارجاء (یہ ثقہ ہیں اور ان پر جو کچھ کلام کیا گیا ہے وہ ان کے ارجاء کی وجہ سے ہے) تاہم مخالفین کی کچھ پیش نہ گئی اور حافظ ذہبی کو میزان الاعتدال میں تصریح کرنا پڑی کہ فلا عبرة بقول مضعفه (ان کی تضعیف کرنے والے کی بات کا کوئی اعتبار نہیں) چنانچہ اس مزعومہ ارجاء کے باوجود تمام ارباب صحاح ستہ ان کی حدیث سے احتجاج پر متفق ہیں اور صالح بن محمد اقرار کرتے ہیں کہ ثقة حسن الحدیث یمیل شیئا الی الارجاء فی الایمان حبب الله حدیثه الی الناس جید الروایة (یہ ثقہ ہیں، حسن الحدیث ہیں، ایمان کے مسئلہ میں کچھ کچھ ارجاء کی طرف مائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حدیث لوگوں کو محبوب بنا دی ہے، یہ جید الروایہ ہیں)۔ امام احمد بن حنبل کے دل میں ان کی اس قدر عظمت تھی کہ ایک بار ان کی مجلس میں ان کا تذکرہ چھڑ گیا امام ممدوح اس وقت بیماری کی وجہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے فوراً سیدھے ہو بیٹھے اور فرمانے لگے کہ لاینبغی ان یذکر الصالحون فیتکأ (کہ صالحین کا جب ذکر آئے تو ٹیک لگائے رہنا موزوں نہیں)۔

امام ابن طہمان کی ولادت ہرات میں ہوئی عرصہ تک نیشاپور میں سکونت گزین رہے پھر اخیر عمر میں حرم محترم کے جوار میں آ بسے اور وہیں ۱۶۳ھ ہجری میں انتقال فرمایا، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال، الجواہر المضیہ، تہذیب التہذیب)۔

Marfat.com

کیوں نہیں کرتے انھوں نے جواب دیا کہ میں وہاں جاکر کیا کرونگا۔ ہمارے یہاں (نیشاپور میں) تو خود علم حدیث کے "بندار" (صاحب دفتر) ذہلی، ابوالازہر اور احمد بن یوسف موجود ہیں۔ ۲۶۳ھ میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

✻ **امام ابوجعفر دارمی** احمد بن سعید بن صخر السرخسی ثم النیساپوری، بجز امام نسائی کے تمام ارباب صحاح ستہ کو ان سے تلمذ حاصل ہے۔ محدث خطیب بغدادی ان کے بارے میں لکھتے ہیں کان احد المذکورین بالفقہ ومعرفۃ الحدیث والحفظ (یہ ان لوگوں میں سے ایک ہیں کہ جن کا فقہ، معرفت حدیث اور اس کے حفظ کے سلسلہ میں ذکر کیا جاتا ہے) امام احمد فرماتے ہیں کہ خراسان سے ان سے زیادہ فقیہ البدن کوئی نہیں آیا۔ ابن عقدہ کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کان احد حفاظ الحدیث المتقن الثقۃ العالم بالحدیث وبالرواۃ۔ سرخس میں عہدہ قضا بھی ان کو تفویض کیا گیا تھا، بعد کو نیشاپور چلے آئے تھے اور وہیں ۲۵۳ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

✻ **حافظ حمدان نیشاپوری** احمد بن یوسف بن خالد المہلبی الازدی ابوالحسن السلمی المعروف بحمدان۔ حافظ ذہبی نے ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے الامام الحافظ محدث نیسابور اور ان الفاظ پر ختم کیا ہے متفق علی عدالتہ وجلالتہ یعنی ان کی توثیق وجلالت پر اتفاق ہے۔ حمدان نے کوفہ، بصرہ، یمن، شام اور جزیرہ میں علم حدیث کی تحصیل کی تھی اور بجز امام ترمذی کے تمام مصنفین صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں لیکن صحیح بخاری میں ان سے کوئی روایت منقول نہیں۔ بیاسی سال کی عمر میں ۲۶۴ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

✻ **حافظ کوسج** ابویعقوب اسحاق بن منصور بن بہرام المروزی نزیل نیشاپور۔ بجز امام ابوداؤد کے تمام ارباب صحاح ستہ کو ان سے تلمذ ہے۔ یہ امام احمد اور اسحاق بن راہویہ کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ امام ترمذی نے اپنی جامع میں مذاہب فقہیہ کے سلسلہ میں ان دونوں ائمہ کے جتنے اقوال نقل کئے وہ تمامتر انہی سے منقول ہیں[1]۔ سنن ابن ماجہ میں بھی ان کی سند سے بکثرت احادیث مروی ہیں حافظ ذہبی نے ان کو الامام الحافظ الفقیہ لکھا ہے اور امام مسلم کے ان کے متعلق یہ الفاظ ہیں ثقۃ مامون احد الائمۃ من اصحاب الحدیث۔ ۹ جمادی الاولیٰ ۲۵۱ھ کو بروز دوشنبہ انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)۔

✻ **حافظ عبداللہ بن الجراح** بن سعد التیمی ابومحمد القہستانی نزیل نیشاپور۔ امام ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں لیکن امام نسائی نے ان سے اپنی سنن میں نہیں بلکہ مسند مالک میں روایت کی ہے۔ سنن ابن ماجہ میں ان سے بکثرت حدیثیں مروی ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ نہیں لکھا۔ لیکن علامہ صفی الدین خزرجی نے خلاصہ میں ان کو الحافظ لکھا ہے اور محدث حاکم کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں محدث کبیر سکن نیسابور وبھا انتشر علمہ (یہ بڑے

---

[1] جامع ترمذی، کتاب العلل۔

Marfat.com

محدث ہیں انھوں نے نیشاپور میں سکونت اختیار کی اور وہیں ان کے علم کی اشاعت ہوئی خلیلی نے لکھا ہے کہ یہ ۲۳۲ھ میں قزوین آئے تھے اور ۲۳۶ھ میں انھوں نے قہستان ہی میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ (تہذیب التہذیب، خلاصہ تذہیب التہذیب)۔

❁ **امام ذہلی** ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن خالد بن فارس النیشابوری مولی بنی ذہل، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے الذھلی الامام شیخ الاسلام حافظ نیسابور اور ان کے طبقہ میں جس میں امام بخاری و مسلم بھی داخل ہیں سب سے پہلے ان ہی کا نام لیا ہے ۱۷۰ھ کے بعد پیدا ہوئے، طلب حدیث میں حرمین، شام، مصر، خراسان، یمن اور جزیرہ کی طرف رحلت کی اور بڑے بڑے شیوخ وقت سے اس فن کی تحصیل کی چنانچہ حافظ ذہبی ان کے اساتذہ میں سے عبدالرحمن بن مہدی، اسباط بن محمد، ابوداؤد طیالسی اور عبدالرزاق بن ہمام کے نام گنا کر لکھتے ہیں وخلائق بالحرمین والشام ومصر وخراسان والیمن والجزیرۃ وبرع فی ھذا الشان امام ذہلی کا بیان ہے کہ میں نے طلب حدیث میں تین بار رحلت کی اور اس علم کی تحصیل پر ڈیڑھ لاکھ صرف کئے۔ یہ ثقاہت ورع و دیانت اور اتباعِ سنت میں ممتاز تھے اور اپنے زمانہ میں خراسان کے سب سے بڑے شیخ الحدیث سمجھے جاتے تھے۔ ذہبی کے الفاظ ہیں انتھت الیہ مشیخۃ العلم بخراسان مع الثقۃ والصیانۃ والدین ومتابعۃ السنن۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ زہری کی حدیث کا ان سے بڑھ کر عالم میں نے نہیں دیکھا۔ محمد بن سہل بن عسکر کا بیان ہے کہ ہم امام احمد بن حنبل کے یہاں تھے اسی اثنا میں محمد بن یحییٰ ذہلی داخل ہوئے تو امام ممدوح نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا لوگ یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ پھر امام احمد نے اپنی اولاد اور اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ ان کی خدمت میں جا کر ان سے حدیثیں لکھیں امام احمد یہ بھی فرماتے تھے کہ اگر محمد بن یحییٰ ہمارے پاس ہوتے تو ہم انھیں حدیث میں امام بناتے علی بن المدینی ان سے کہا کرتے تھے انت وارث الزھری (امام زہری کے علم کے وارث تم ہو) سعید بن منصور نے ایک بار امام یحییٰ بن معین سے کہا کہ آپ زہری کی حدیثیں کیوں جمع نہیں کرتے فرمانے لگے اس کام کو تو ہماری طرف سے محمد بن یحییٰ نے انجام دیدیا زنجویہ بن محمد کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے مشائخ کو یہی کہتے سنا ہے کہ الحدیث الذی لا یعرفہ محمد بن یحیی لا یعبأ بہ (جس حدیث کو محمد بن یحییٰ نہ جانیں اس کا اعتبار نہیں) صالح جزرہ کا بیان ہے کہ جب میں رے سے چلنے لگا تو میں نے حافظ فضلک رازی سے پوچھا کہ کس کس سے حدیث لکھوں کہنے لگے جب نیشاپور پہنچو تو محمد بن یحییٰ سے لکھنا فانہ من قرنہ الی قدمہ فائدۃ (کیونکہ وہ سرتاپا فائدہ ہی فائدہ ہیں) ابوحاتم کا قول ہے کہ ھو امام اھل زمانہ۔ نسائی فرماتے ہیں ثقۃ ثبت احد الائمۃ فی الحدیث۔ ابن خزیمہ ان سے حدیث بیان کرتے تو کہتے حدثنا محمد بن یحیی امام اھل عصرہ بلا مدافعۃ (ہم سے محمد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی جو بلا کسی روک ٹوک کے اپنے اہل زمانہ کے امام تھے) اور ابوبکر بن ابی داؤد ان الفاظ میں روایت کیا کرتے حدثنا محمد بن یحیی النیسابوری وکان امیر المومنین فی الحدیث

Marfat.com

(ہم سے محمد بن یحییٰ نیشاپوری نے حدیث بیان کی جو علم حدیث میں امیر المومنین تھے) حافظ فضلک رازی نے تصریح کی ہے کہ انھوں نے کبھی کسی حدیث میں غلطی نہیں کی)۔ ابن الاخرم کا بیان ہے کہ خراسان نے ان کی نظیر نہیں پیدا کی۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ جس شخص کو سلف کی معلومات کے مقابلہ میں اپنے قصور علم کا اندازہ لگانا ہو اسے ان کی تصنیف "علل حدیث الزہری" کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

تمام ارباب صحاح ستہ نے فن حدیث میں ان کے آگے زانوئے شاگردی تہ کیا ہے، لیکن امام مسلم نے ان سے اپنی صحیح میں روایت نہیں لی۔ یہی وہ امام ذہلی ہیں جن کو تلفظ بالقرآن کے مسئلہ پر امام بخاری سے سخت اختلاف ہو گیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ جس طرح امام بخاری کو "الایمان قول وعمل" کے مسئلہ میں اس درجہ غلو تھا کہ جو شخص اس مسئلہ کا قائل نہ ہوتا اس سے حدیث نہیں لیتے تھے چنانچہ خود ان کی تصریح ہے کہ لم اکتب الا عمن قال الایمان قول وعمل (میں نے کسی ایسے شخص سے حدیث نہیں لکھی جس کا یہ قول نہ تھا کہ الایمان قول وعمل) اسی طرح امام ذہلی کو قرآن کے غیر مخلوق ہونے کے باب میں اس درجہ شدت تھی کہ جو شخص تلفظ بالقرآن کو بھی مخلوق کہتا وہ اسے بھی بدعتی سمجھتے تھے اتفاق کی بات کہ ۲۵۰ھ ہجری میں امام بخاری کی نیشاپور تشریف آوری ہوئی۔ اہل شہر نے آپ کی آمد کی خبر سنی تو پہلے سے دو دو تین تین منزل پر پہنچ کر آپ کا استقبال کرنا شروع کیا اور اس تزک و احتشام سے لائے کہ امام مسلم فرماتے ہیں میں نے اہل نیشاپور کو کسی والی یا عالم کا ایسا شاندار استقبال کرتے نہیں دیکھا، امام ذہلی نے بھی اپنی مجلس درس میں اعلان کر دیا تھا کہ کل ہم محمد بن اسمٰعیل کے استقبال کو جائیں گے اس لئے جس کا جی چاہے ہمارے ساتھ چلے۔ چنانچہ امام ذہلی اور نیشاپور کے عام علماء امام ممدوح کے استقبال کو نکلے اور بڑی شان وشوکت کے ساتھ امام بخاری کا نیشاپور میں داخلہ ہوا اور دار البخاریین میں قیام فرمایا۔ امام ذہلی نے احتیاط کے پیش نظر پہلے ہی سے لوگوں کو کہہ رکھا تھا کہ خبردار بخاری سے کوئی مسئلہ کلامیہ نہ پوچھنا کیونکہ اگر انھوں نے ہمارے خلاف جواب دیا تو ہمارے اور ان کے مابین نزاع ہو جائے گی اور پھر خراسان کے ہر ناصبی، رافضی، جہمی اور مرجی کو ہم پر ہنسی اڑانے کا موقع ملے گا لیکن لوگ اس منع کرنے پر بھی نہ مانے اور دوسرے یا تیسرے روز ہی جبکہ امام بخاری کی قیام گاہ پر بڑا اژدحام ہو رہا تھا! در صحن خانہ اور چھتیں تمام آدمیوں سے پٹی پڑی تھیں۔ ایک شخص نے بھرے مجمع میں اٹھ کر امام ممدوح سے سوال کیا کہ تلفظ بالقرآن کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔ امام بخاری نے جواب دیا افعالنا مخلوقۃ والفاظنا من افعالنا (ہمارے افعال مخلوق ہیں اور ہمارے الفاظ بھی ہمارے افعال ہی میں داخل ہیں) یہ کہنے کے ساتھ ہی حاضرین میں اختلاف شروع ہو گیا بعض کہتے لگے کہ امام بخاری نے یوں کہا ہے کہ لفظی بالقرآن مخلوق یعنی قرآن کے جو لفظ ہمارے منہ سے نکلتے ہیں مخلوق ہیں۔ بعض کہنے لگے نہیں یوں نہیں کہا۔ اسی حیص بیص میں تھوڑی ہی دیر میں ہنگامہ کی شکل پیدا ہو گئی اور لوگ ایک دوسرے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ آخر گھر والوں نے سب کو نکال باہر کیا امام ذہلی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو سخت برہم ہوئے۔ ان ہی دنوں بغداد کے محدثین نے بھی

Marfat.com

امام ذہلی کو لکھ بھیجا کہ بخاری نے یہاں بھی تلفظ بالقرآن کے مسئلہ پر کلام کیا اور ہمارے منع کرنے پر بھی باز نہیں آئے[1]۔ اب امام ذہلی سے نہ رہا گیا اور انھوں نے اعلان کر دیا کہ

القرآن کلام اللہ غیر مخلوق ومن زعم لفظی بالقرآن مخلوق فھو مبتدع ولا یجالس ولا یکلم ومن ذھب بعد ھذا الی محمد بن اسماعیل فاتھموہ فانہ لایحضر مجلسہ الا من کان علی مذھبہ

قرآن اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے اور جو شخص یہ دعوی کرے کہ جو الفاظ قرآنی میرے منہ سے نکلتے ہیں وہ مخلوق ہیں وہ بدعتی ہے نہ اس کے پاس بیٹھنا چاہئے اور نہ اس سے گفتگو کرنی چاہئے اور اب اس اعلان کے بعد جو شخص محمد بن اسمٰعیل کے پاس جائے اس کو متہم سمجھو کیونکہ اس کی مجلس میں وہی شخص حاضر ہوگا جو اس کے مذہب پر ہوگا۔

امام ذہلی کا یہ اعلان کرنا تھا کہ سوائے امام مسلم اور احمد بن سلمہ کے سب لوگوں نے امام بخاری سے قطع تعلق کر لیا۔ امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں حافظ ابو حامد بن الشرقی سے نقل کیا ہے کہ میں اس وقت امام ذہلی کی مجلس ہی میں موجود تھا جب انھوں نے یہ اعلان کیا تھا کہ جو شخص لفظی بالقرآن مخلوق کا قائل ہو وہ ہماری مجلس درس میں حاضر نہ ہو چنانچہ امام مسلم اسی وقت ان کی مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔[2]

تاہم یہ امر واقعہ ہے کہ امام مسلم ان دونوں حضرات کے باہمی اختلاف سے بالکل الگ ہی رہے اور انھوں نے اس نزاع کی وجہ سے ان دونوں سے حدیث کی روایت ترک کر دی چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قلت قد انصف مسلم فلم یحدث فی کتابہ عن ھذا ولا عن ھذا۔

میں کہتا ہوں کہ امام مسلم نے واقعی انصاف سے کام لیا کہ اپنی کتاب میں نہ ذہلی سے حدیث کی روایت کی اور نہ بخاری سے

محدث حاکم نے حافظ ابو عبد اللہ بن الاخرم سے نقل کیا ہے کہ جب امام مسلم بن الحجاج اور احمد بن سلمہ امام ذہلی کی مجلس درس سے اٹھ کر چلے آئے تو امام ذہلی نے اعلان کیا کہ لایساکننی ھذا الرجل فی البلد (یہ شخص میرے ساتھ اس شہر میں نہ رہنے پائے) آخر امام بخاری کو اندیشہ ہوا اور انھیں نیشاپور سے سفر کرنا پڑا۔ فخشی البخاری وسافر۔

لیکن معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوا بلکہ امام ذہلی نے جہاں جہاں ان کا اثر تھا اس واقعہ کی تحریری اطلاع بھیجدی چنانچہ امام ابو زرعہ اور امام ابو حاتم کے تذکرہ میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ انھوں نے اسی بنا پر امام بخاری کی حدیث کو ترک کر دیا تھا۔ امام بخاری نیشاپور سے نکلے تو سیدھے اپنے وطن بخارا میں پہنچے لیکن ع بہر زمین کہ رسیدیم آسمان پیداست۔ یہاں بھی امام ذہلی نے اطلاع دیدی اسلئے امام ابو حفص صغیر[3]

[1] طبقات الشافعیۃ الکبری از سبکی ترجمہ امام بخاری۔ [2] کتاب الاسماء والصفات ص ۱۹۹ طبع انوار احمدی الہ آباد
[3] امام ابو حفص صغیر، امام ابو حفص کبیر کے صاحبزادے ہیں ان کی کنیت ابو عبد اللہ بھی ہے۔ یہ مشہور ائمہ حنفیہ میں سے ہیں حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء کے چودھویں طبقہ میں ان کا مفصل ترجمہ لکھا ہے۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

کو وہاں سے بھی بخارا کے نواح میں کسی رباط کی طرف ان کا اخراج کرنا پڑا۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ سیر اعلام النبلاء کے "طبقہ رابعہ عشر" میں حافظ احمد بن سلمہ کی زبانی ناقل ہیں کہ

فخرج محمد بن اسمعیل الی بخارا وکتب محمد بن یحیی الی خالد امیر بخاری والی شیوخها بامره فهم خالد حتی اخرجه محمد بن احمد بن حفص الی بعض رباطات بخارا۔ لہ

پھر محمد بن اسمعیل بخارا کو چلے گئے اور محمد بن یحیی نے خالد امیر بخارا اور وہاں کے شیوخ کو ان کا واقعہ لکھ بھیجا جس کی بنا پر خالد نے ان سے باز پرس کا ارادہ کیا تا آنکہ محمد بن احمد بن حفص نے بخارا کے کسی رباط کی طرف ان کا اخراج کر دیا

اصل بات یہ تھی کہ امام بخاری اس مسئلہ میں متلو اور تلاوت میں فرق کرتے تھے کہ متلو جو اللہ کا کلام ہے قدیم ہے اور تلاوت جو بندہ کا فعل ہے مخلوق ہے لیکن امام ذہلی اس تفصیل میں پڑنا ہی نہیں چاہتے تھے[۲] وہ خلق قرآن کے مسئلہ سے اس قدر ڈرے ہوئے تھے کہ سرے سے ان مسائل کلامیہ میں گفتگو کرنا ہی پسند نہیں کرتے تھے کہ مبادا کسی نئے فتنے کا دروازہ نہ کھل جائے۔ ان کا خیال تھا کہ سلف نے جب ان مسائل کو نہ چھیڑا تو ہم کیوں اس کی تفصیل میں جائیں[۳]۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ امام بخاری اس بات کو سننے کے بھی روادار نہ تھے کہ ایمان و عمل جدا جدا ہیں اور ہر ایک کا حکم مختلف ہے

(بقیہ از صفحۂ گذشتہ) جو ان الفاظ میں شروع ہوتا ہے محمد بن احمد بن حفص بن الزبرقان مولی بنی عجل، عالم ماوراء النہر شیخ الحنفیۃ ابو عبد اللہ البخاری، فقہ کی تحصیل اپنے پدر بزرگوار علامہ ابو حفص کبیر سے کی تھی اور علم حدیث کے متعلق خود ذہبی کی تصریح ہے کہ

رحل وسمع من ابی الولید الطیالسی و الحمیدی ویحیی بن معین وغیرہم ورافق البخاری فی الطلب مدۃ۔

انھوں نے طلب حدیث کے لئے رحلت کی اور ابو الولید طیالسی حمیدی اور یحیی بن معین وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا اور ایک مدت تک طلب حدیث میں امام بخاری کے رفیق رہے

حافظ ابو عبد اللہ بن مندہ کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کان عالم اہل بخارا و شیخہم، اور حافظ ذہبی یہ لکھتے ہیں؛

وکان ثقۃ اماما ورعا زاہدا ربانیا صاحب سنۃ واتباع وکان ابوہ من کبار تلامذۃ محمد بن الحسن، انتہت الیہ ریاسۃ الاصحاب ببخارا والی ابی عبد اللہ ہذا وتفقہ علیہ ائمۃ۔

یہ ثقہ، امام، متقی، زاہد، ربانی (اللہ والے) پیرو سنت اور تبع رسول تھے، ان کے والد امام محمد بن الحسن کے کبار تلامذہ میں سے تھے۔ بخارا میں ان پر اور ان کے صاحبزادے) ابو عبد اللہ صاحب ترجمہ پر علماء احناف کی سیادت ختم تھی اور ان سے اماموں نے فقہ کی تعلیم پائی تھی۔

حافظ ذہبی نے ان کی تصنیفات میں سے کتاب الرد علی اہل الاہواء، اور الرد علی اللفظیہ کا ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن مندہ نے ان کی تاریخ وفات ماہ رمضان ۲۶۴ھ بیان کی ہے۔ رحمہ اللہ (الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ از مولانا محمد عبد الحی فرنگی محلی)۔

(حاشیہ صفحۂ ہذا) لہ الفوائد البہیہ ص ۱۳ طبع یوسفی ترجمہ امام ابو حفص کبیر۔ ۲ کتاب الاسماء والصفات از امام بیہقی ص ۱۹۸ و ۱۹۹۔ ۳ طبقات الشافعیہ از علامہ سبکی، ترجمہ امام بخاری۔

Marfat.com

ایمان اعتقاد کا نام ہے جو دل سے متعلق ہے اور زبان سے اس کا ثبوت ہوتا ہے اور عمل کا تعلق اعضاء وجوارح سے ہے اگر عمل کو بھی اقرار واعتقاد کی طرح ایمان کے ارکان میں داخل سمجھا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جس طرح اعتقاد یا اقرار کے نہ ہونے سے ایمان نہیں رہتا اسی طرح عمل کے نہ ہونے سے بھی ایمان نہیں رہے (جیساکہ خوارج ومعتزلہ کا مذہب ہے) حالانکہ ترکِ عمل سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوجاتا (چنانچہ خود امام بخاری بھی اس کے قائل ہیں) اور جب ایمان اصل میں اعتقاد کا نام ہوا تو پھر عمل کے اعتبار سے اس میں زیادتی ونقصان نہیں ہوسکتا ہاں اعتقاد کے درجات چونکہ متفاوت ہیں اسلئے یقین کے اعتبار سے اس میں کمی بیشی ہوسکتی ہے لیکن امام بخاریؒ اس مسئلہ کی تفصیل میں نہیں گئے اور صرف یہ دیکھکر کہ "ایمان وعمل کو جدا جدا سمجھنا مرجیہ کا مذہب ہے" اس کی سختی سے تردید کرنی شروع کردی چنانچہ وہ جامع صحیح میں اس کے خلاف باب پر باب باندھتے چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ مرجیہ کے نزدیک عمل کی سرے سے کوئی حیثیت ہی نہیں' ان کا مذہب ہے کہ اگر ایک شخص صدق دل سے توحید ونبوت پر ایمان رکھتا ہے تو پھر اسے کوئی معصیت مضر نہیں اور وہ آخرت کے مواخذہ سے یکسر بری ہے لیکن اہل سنت میں سے جو علماء اعمال کو جزو ایمان نہیں سمجھتے ان کے نزدیک ایک عصیان شعار اور گنہگار مسلمان کا معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو اپنے قانون عدل کے مطابق اس پر عذاب کرے اور چاہے تو اپنے فضل سے اس کو معاف کردے (خود امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے) مگر اس مسئلہ کی تفصیل میں نہ جانے سے امام بخاری کو اس مسئلہ میں اسی قدر شدت ہوگئی جس قدر کہ امام ذہلی کو تلفظ بالقرآن کے مسئلہ میں تھی۔

بہر حال امام ذہلی اور امام بخاری کے اختلاف کی صدائے بازگشت ایک عرصہ تک محدثین میں سنی جاتی رہی چنانچہ حافظ ابو الولید حسان بن محمد نیشاپوری المتوفی ۳۴۴ھ نے جب صحیح بخاری پر مستخرج لکھنے کا ارادہ کیا تو ان کے والد بزرگوار نے ان کو ہدایت کی کہ

علیك بکتاب مسلم فانه اکثر برکة فان البخاری کان ینسب الی اللفظ۔	تمہیں مسلم کی کتاب پر مستخرج لکھنا چاہئے کہ اس میں برکت زیادہ ہے کیونکہ بخاری مسئلہ لفظ کی طرف منسوب ہیں۔

چنانچہ سعادتمند بیٹے نے باپ کی تعمیل ارشاد میں بجائے صحیح بخاری کے صحیح مسلم پر مستخرج تصنیف کیا حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ابو الولید مذکور کے ترجمہ میں اس واقعہ کو نقل کرکے بڑے افسوس کے ساتھ لکھا ہے کہ

ومسلم ایضا منسوب الی اللفظ والمسألة مشکلة	مسلم بھی مسئلہ لفظ کی طرف منسوب ہیں' اور معاملہ مشکل ہے۔

امام بخاری کو امام ذہلی سے روایت کے بغیر تو چارہ نہ تھا مگر اس پرخاش کی وجہ سے صحیح بخاری میں ان کا نام لیتے وقت تدلیس[2] سے کام لیتے ہیں اور صاف طور پر نہیں بیان کرتے۔ کہیں حدثنا محمد لکھتے ہیں کہیں حدثنا محمد بن عبد الله، یہ نسبت جد کی طرف ہے، کہیں حدثنا محمد بن

---

[1] یعنی تلفظ بالقرآن کو مخلوق کہنا۔ [2] علامہ خزرجی کے خلاصہ میں امام ذہلی کے ترجمہ میں یہ الفاظ ہیں وعنه (خ) ویدلسه۔

Marfat.com

خالد، یہ نسبت پردادا کی طرف ہے، پر کہیں صراحت کے ساتھ حدثنا محمد بن یحییٰ نہیں لکھتے چنانچہ نواب صدیق حسن خاں، اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء والمحدثین میں تحریر فرماتے ہیں:-

"بخاری از وے سماع دارد، وترک روایت از وے ممکن نبود زیرا کہ در صوم وطب وجنائز وعتق وغیر ذلک مقداری مواضع از وے روایت نمودہ است پس تصریح بنام وے نمی کند و حدثنا محمد بن یحیی الذہلی" نمی گوید بلکہ صرف "حدثنا محمد" می گوید برآں زیادہ نمی کند وگاہے "محمد بن عبداللہ" می گوید نسبت بجد وے وگاہے او را منسوب بسوئے جد پدر او می کند۔" [۱]

نواب صاحب نے صحیح بخاری میں امام ذہلی کی احادیث مرویہ کی تعداد تیس [۳۰] بتائی ہے لیکن حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں الزہرہ کے حوالے سے چونتیس نقل کی ہے۔

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں حافظ ابوبکر جارودی حنفی [۲] کے ترجمہ میں نقل کیا ہے کہ

---

[۱] اتحاف النبلاء ص ۴۲۱ طبع نظامی کانپور ۱۲۸۸ھ۔ [۲] یہ نیشاپور کے مشہور حنفی فقیہ اور بہت بڑے حافظ حدیث تھے۔ چنانچہ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے محمد بن النضر بن سلمۃ بن الجارود بن زید الحافظ ابوبکر الجارودی الفقیہ الحنفی۔ یہ سارا خاندان علماء فضلاء کا تھا اور سب کے سب حنفی تھے چنانچہ محدث حاکم نے تصریح کی ہے دابوہ واھل بیتہ حنفیون (ان کے والد اور ان کے تمام خاندان والے حنفی ہیں) اور حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواہر المضیہ میں ان سب کا تذکرہ لکھا ہے۔ جارود بن یزید کے ترجمہ میں لکھتے ہیں وھم اھل بیت علماء وفضلاء، جارود، امام اعظم کے تلامذہ میں سے ہیں اور صاحب ابی حنیفہ کہلاتے تھے۔ حافظ ابوبکر نے حدیث کا سماع اسحاق بن راہویہ، سوید بن سعید، محمد بن عبدالملک بن ابی الشوارب، اسمعیل بن بنت السدی، ابو کریب، عمرو بن علی صیرفی، محمد بن الصباح الجرجرائی، حمید بن مسعدہ اور اسی طبقہ کے دیگر علماء سے کیا ہے، طلب حدیث میں انھوں نے اور امام مسلم نے اپنے وطن نیشاپور سے ساتھ رحلت کی تھی اور دونوں اس مبارک سفر میں ایک دوسرے کے رفیق تھے، چنانچہ محدث حاکم تاریخ نیشاپور میں ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

کان شیخ وقتہ وعین علماء عصرہ حفظاً وکمالاً ومروۃ وسیاسۃ وکانت رحلتہ مع مسلم وکان مسلم یحتج بذلک ویعتمدہ فی جمیع اسبابہ۔	یہ حفظ حدیث، فضل وکمال اور مروت وسیادت میں شیخ وقت وسرآمد علماء عصر تھے، اور رحلت علمی میں امام مسلم کے ساتھ تھے چنانچہ امام مسلم اس بات سے حجت پکڑتے اور اپنے تمام اسباب وذرائع میں ان کو معتمد سمجھتے تھے۔

فن حدیث میں امام نسائی اور امام الائمہ ابن خزیمہ نے ان کے آگے زانوئے شاگردی تہ کیا ہے۔ اور امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں:

سمعت منہ بالری وھو صدوق من الحفاظ۔	میں نے ان سے رے میں حدیث کا سماع کیا تھا۔ یہ صدوق اور حفاظ حدیث میں سے تھے۔

حافظ ابو حامد بن الشرقی کا بیان ہے کہ ایک بار محمد بن یحییٰ ذہلی نے ایک حدیث بیان کی اور حافظ جارودی نے ان کی تغلیط کی۔ اس وقت تو ذہلی نے ان کو ڈانٹ دیا مگر دوسرے روز مجلس درس میں آئے تو پوچھنے لگے کہ کیا جارودی یہاں موجود ہیں انھوں نے بالکل صحیح بتایا تھا۔ جارودی نے سنہ ۲۹۱ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ (تذکرۃ الحفاظ، الجواہر المضیہ، تہذیب التہذیب

Marfat.com

کان محمد بن یحیی الذھلی یستعین بعربیۃ ابی بکر الجارودی فی مصنفاتہ و یبیتہ عندہ۔	محمد بن یحیی ذہلی، اپنی تصنیفات میں ابوبکر جارودی سے عربیت میں مدد لیتے اور انھیں رات کو اپنے پاس ہی سلاتے تھے۔

امام ذہلی نے ۲۵۸ھ میں انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب، مقدمۂ فتح الباری وغیرہ)

ان حفاظ کے علاوہ امام ابن ماجہ نے نیشاپور کے جن شیوخ حدیث سے اس فن میں استفادہ کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

(۱) سعید بن مروان بن علی ابوعثمان البغدادی نزیل نیشاپور المتوفی ۲۵۲ھ۔ (۲) عبدالرحمن بن بشر بن الحکم العبدی ابومحمد النیسابوری المتوفی ۲۶۰ھ۔ (۳) عصمۃ بن الفضل النمیری ابوالفضل النیسابوری المتوفی ۲۵۰ھ (۴) علی بن سعید بن جریر بن ذکوان النسائی ابوالحسن نزیل نیشاپور المتوفی ۲۵۷ھ ان سے امام ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے۔ (۵) علی بن سلمہ بن عقبہ القرشی اللبقی النیسابوری المتوفی ۲۵۲ھ۔ (۶) محمد بن احمد بن الجراح ابوعبدالرحیم الجوزجانی نزیل نیسابور المتوفی ۲۴۵ھ یہ بھی علمائے احناف کے خاندان سے تھے۔ امام ابن ماجہ نے ان سے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے۔ (۷) محمد بن عقیل بن خویلد ابوعبداللہ النیسابوری المتوفی ۲۵۷ھ۔

حافظ ابن حبان نے بجز سعید کے ان سب کا ترجمہ کتاب الثقات میں لکھا ہے۔ سعید سے صحیح بخاری میں بھی ایک روایت موجود ہے۔

مرو

جس کو علامہ تاج الدین سبکی واسطۃ العقد وخلاصۃ النقد لکھتے ہیں۔ اقلیم خراسان کا مشہور ترین و عظیم ترین شہر تھا۔ ایک زمانہ دراز تک سلاطین سلجوقیہ جیسے باعظمت و جبروت فرمانرواؤں کا پایۂ تخت رہ چکا ہے۔ علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ میں ایک موقع پر اس کا ذکر ان شاندار الفاظ میں کیا ہے:۔

مرو ھی المدینۃ الکبری والدار العظمی و مربع العلماء و مرتع الملوک والوزراء۔ ؎	مرو، جو بہت بڑا شہر عظیم ترین رہائش گاہ، علماء کا بہارستان اور بادشاہوں اور وزیروں کا عشرت کدہ تھا۔

اور حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

"مرو، خراسان کے دور دراز اطراف میں ایک بہت بڑا شہر ہے، جہاں سے ائمہ پیدا ہوئے حضرت بریدہ بن الحصیب (رضی اللہ عنہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور دیگر صحابہ کا ایک مختصر سا گروہ یہاں موجود تھا پھر تابعین میں عبداللہ بن بریدہ، یحیی بن یعمر اور چند اور حضرات ہوئے، ان کے بعد حسین بن واقد، ابوحمزہ سکری، ابن المبارک، فضل بن موسی،

؎ طبقات الشافعیہ الکبری، ج ۱ص ۱۷۳ طبع حسینیہ مصر۔

Marfat.com

ابو تمیلہ، علی بن الحسن بن شقیق، عبدان بن عثمان اوران کے تلامذہ تھے، پھر چوتھی صدی میں جاکر یہاں علم حدیث میں کمی آگئی مگر خروج تاتار تک اس کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور بعد کو بالکل ہی جاتا رہا"

یہاں کے جن محدثین سے امام ابن ماجہ نے اس فن کی تحصیل کی وہ یہ ہیں:۔

(۱) حافظ محمود بن غیلان مروزی، بجز امام ابوداؤد کے تمام اصحاب صحاح ستہ ان کے شاگرد ہیں۔ امام اسحاق بن راہویہ نے بھی دو حدیثیں ان سے سنی ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے محمود بن غیلان الحافظ المتقن ابواحمد العدوی مولاھم المروزی احد ائمۃ الاثر۔ امام نسائی نے ان کو ثقہ کہا ہے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ میں ان کو محدث کی حیثیت سے جانتا ہوں۔ یہ صاحب سنت تھے اور قرآن کو مخلوق نہ کہنے کے باعث قید میں ڈال دیئے گئے تھے ماہ رمضان ۲۳۹ھ میں انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)

(۲) عبدالعزیز بن منیب بن سلام بن الضریس ابوالدرداء المروزی مولی عبدالرحمن بن سمرۃ المتوفی ۲۶۷ھ لیکن حافظ مزی نے لکھا ہے کہ امام ابن ماجہ نے ان سے جو روایت کی ہے میں اس سے واقف نہ ہو سکا۔ (۳) محمد بن عبدالعزیز بن ابی رزمہ الیشکری مولاہم ابوعمرو المروزی المتوفی سنہ ۲۴۱ھ (۴) ہدیہ بن عبدالوہاب المروزی ابوصالح المتوفی سنہ ۲۴۱ھ۔

بلخ

خراسان کا مشہور شہر جس کے بارے میں علامہ یاقوت حموی معجم البلدان میں لکھتے ہیں۔

بلخ من اجل مدن خراسان و اذکرھا واکثرھا خیرا۔	بلخ، خراسان کے بہت بڑے شہروں میں سے ہے اور شہرہ اور کثرت خیر کے اعتبار سے سب سے بڑھا ہوا ہے۔

اور حافظ ذہبی رقمطراز ہیں:

"بلخ میں دوسری صدی کے اواخر میں علماء پیدا ہوئے جیسے کہ عمر بن ہارون مکی بن ابراہیم[1] خلف بن ایوب، قتیبہ بن سعید، محمد بن ابان، عیسے بن احمد عسقلانی۔ محمد بن علی بن طرخان، پھر وہاں علم حدیث گھٹ کر نابود ہو گیا"

---

[1] یہ امام اعظم کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں چنانچہ صدر الائمہ مکی، مناقب الامام الاعظم میں رقمطراز ہیں:۔

ھو مکی بن ابراھیم البلخی امام بلخ دخل الکوفۃ سنۃ اربعین ومائۃ ولزم اباحنیفۃ رحمہ اللہ وسمع منہ الحدیث والفقہ واکثر عنہ الروایۃ۔ (ج ۲ ص ۲۰۳)	یہ مکی بن ابراہیم بلخی، بلخ کے امام ہیں ۱۴۰ھ میں کوفہ آئے اور امام ابوحنیفہ کی خدمت میں ملازمت اختیار کی اور آپ سے حدیث وفقہ کا سماع کیا اور بکثرت روایتیں کیں۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

یہاں کے محدثین میں امام ابن ماجہ نے صرف حافظ محمد بن ابان ابوبکر بلخی المعروف محمدویہ سے اپنی سنن میں حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ بہت بڑے حافظ حدیث تھے دس سال سے زیادہ عرصہ تک امام وکیع کے مستملی رہے ہیں۔ تمام مصنفین صحاح ستہ ان کے شاگرد تھے، لیکن امام مسلم نے اپنی صحیح میں نہیں بلکہ دوسری تصانیف میں ان سے روایت کی ہے، محدث خلیلی ان کے بارے میں لکھتے ہیں: ثقة متفق علیه، اور حافظ ذہبی فرماتے ہیں کان من الائمة المصنفین فی هذا الشان مشهورًا بالعلم والحفظ (یہ اس فن کے صاحب تصانیف اماموں میں سے تھے اور علم وحفظ حدیث میں

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) امام مکی فن حدیث کے بہت بڑے امام ہوئے ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر ان لفظوں سے کیا ہے، مکی بن ابراهیم الحافظ الامام شیخ خراسان ابو السکن التمیمی الحنظلی بڑے بڑے ائمہ حدیث ان کے شاگرد تھے۔ امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام ذہلی اور امام بخاری نے ان کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیا ہے۔ امام بخاری نے بیشتر ثلاثی حدیثیں ان ہی سے نقل کی ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے ساٹھ حج کئے دس برس تک حرم محترم کا مجاور رہا اور سترہ تابعین سے حدیثیں لکھیں اور اگر میں پہلے سے یہ سمجھتا کہ لوگوں کو میری ضرورت پڑے گی تو سوائے تابعین کے اور کسی سے حدیثیں نہ لکھتا۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں ۱۲۶ھ میں پیدا ہوا اور سترہ سال کی عمر میں حدیث کی تحصیل شروع کی۔ (تذکرۃ الحفاظ)

ان کو تحصیل علم کی طرف امام ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) ہی نے متوجہ کیا تھا۔ چنانچہ امام حارثی، عبدالصمد بن فضل کی زبانی خود ان سے ناقل ہیں کہ میں تجارت کیا کرتا تھا ایک بار امام صاحب کی خدمت میں آنا ہوا تو فرمانے لگے کہ تم تجارت تو کرتے ہو مگر تجارت میں بھی جب تک علم نہ ہو بڑی خرابی رہتی ہے پھر تم علم کیوں نہیں سیکھتے اور حدیثیں کیوں نہیں لکھتے۔ امام ممدوح مجھے برابر اس طرف توجہ دلاتے رہتے یہاں تک کہ میں نے اس کی تحصیل شروع کردی اور کتابت علم پر متوجہ ہوگیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میں سے بہت کچھ عطا فرمایا اسی لئے میں ہر نماز کے بعد اور جب بھی امام ممدوح کا ذکر کرتا ہوں ان کے حق میں دعائے خیر کیا کرتا ہوں لان الله تعالیٰ ببرکته فتح لی باب العلم (کیونکہ حق تعالیٰ نے ان ہی کی برکت سے میرے لئے علم کا دروازہ کھولا)۔ (مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ مکی۔ ج ۲ ص ۱۶۱)۔

امام مکی کو امام اعظم سے خاص خلوص تھا۔ ایک دفعہ امام صاحب کا ذکر کیا تو فرمانے لگے کان اعلم اهل زمانه "وہ اپنے اہل زمانہ میں سب سے بڑے عالم تھے" (تاریخ بغداد، از خطیب بغدادی ترجمہ امام ابو حنیفہ) اسمعیل بن بشر ناقل ہیں کہ ایک بار ہم امام مکی کی مجلس درس میں حاضر تھے انھوں نے روایت شروع کی حدثنا ابو حنیفة۔ حاضرین میں سے ایک اجنبی شخص نے چلا کر کہا کہ حدثنا عن ابن جریج ولا تحدثنا عن ابی حنیفة (ہم سے ابن جریج کی حدیث بیان کرو، ابو حنیفہ کی حدیث مت روایت کرو) اس پر امام مکی کو اس قدر غصہ آیا کہ چہرہ کا رنگ بدل گیا فرمانے لگے انا لانحدث السفهاء حرمت علیك ان تکتب عنی قم من مجلسی (ہم بے وقوفوں کو حدیثیں نہیں بیان کیا کرتے، تیرے لئے مجھ سے حدیثیں لکھنا حرام ہے تو میری مجلس سے اٹھ جا) چنانچہ جب تک اس شخص کو مجلس درس سے اٹھا نہیں دیا گیا آپ نے حدیث نہیں بیان کی اور جب اس کا اخراج ہوچکا تو پھر وہی حدثنا ابو حنیفة کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ (مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ ج ۱ ص ۲۰۴)۔

Marfat.com

مشہور تھے) سنہ ۲۴۳ھ میں بلخ ہی میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب)

امام ابن ماجہ کے جن شیوخ حدیث کے اوطان پر ہمیں اطلاع نہ ہو سکی وہ صرف یہ دو ہیں: احمد بن عبداللہ بن یوسف العرعری اور محمد بن عمر بن ابی عمر المقری۔

یہ کل تین سو دس اشخاص ہیں جن سے امام ابن ماجہ نے کتاب التفسیر اور کتاب السنن میں حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ یہ امام ممدوح کے جملہ شیوخ کی تعداد نہیں بلکہ صرف ان حضرات کی ہے کہ جن سے ان دونوں کتابوں میں حدیثیں منقول ہیں۔ تاریخ ابن ماجہ عرصہ سے ناپید ہے اس کے رجال کو جمع بھی نہیں کیا گیا۔ اس لئے یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ بقیہ اسانید کی کتنی تعداد ہے جو شمار ہونے سے رہ گئی۔ تفسیر ابن ماجہ بھی اگرچہ آج کل نایاب ہے مگر تہذیب الکمال میں اس کے رجال مذکور ہیں اور ہم نے تہذیب التہذیب ہی سے جو اس کا مختصر ہے ان کے نام لکھے ہیں یہ حسب ذیل آٹھ اشخاص ہیں جن سے امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں نہیں بلکہ تفسیر میں حدیثیں نقل کی ہیں:

(۱) حمدون بن عمارہ البغدادی ابوجعفر البزار المتوفی سنہ ۲۶۳ھ ان کا نام محمد اور حمدون لقب ہے۔

(۲) سہل بن اسحاق بن ابراہیم المازنی ابوہشام الواسطی۔

(۳) عبداللہ بن محمد بن عبید الاموی مولاہم الشہیر بالحافظ ابی بکر بن ابی الدنیا البغدادی المتوفی سنہ ۲۸۱ھ

(۴) علی بن الحسن الہرشی الرازی۔

(۵) علی بن سعید بن جریر بن ذکوان النسائی ابوالحسن نزیل نیسابور المتوفی سنہ ۲۵۷ھ

(۶) محمد بن احمد بن الجراح ابوعبدالرحیم الجوزجانی نزیل نیسابور المتوفی سنہ ۲۳۵ھ

(۷) محمد بن سعید بن غالب البغدادی ابویحیی القطان الضریر المتوفی سنہ ۲۶۰ھ

(۸) محمد بن ہارون بن ابراہیم الربعی ابوجعفر البغدادی البزاز المعروف بابی نشیط المتوفی سنہ ۲۵۸ھ

بقیہ تین سو دو وہ شیوخ ہیں جن سے سنن ابن ماجہ میں حدیثیں موجود ہیں۔

اس ساری تفصیل کو پڑھ کر یہ بات پورے طور پر عیاں ہو جاتی ہے کہ ائمہ اسلام نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی شیفتگی اور آپ کی حدیثوں کے جمع کرنے میں جو محنتیں اور جانفشانیاں کی ہیں آج دنیا کی دیگر اقوام اس کا اندازہ بھی صحیح طور پر نہیں کر سکتیں۔

علو اسناد | محدثین میں علو اسناد ہمیشہ ایک قابل فخر چیز سمجھا گیا ہے، کیونکہ روایت میں جس قدر کم واسطے ہوں گے اسی قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب زیادہ ہوگا۔ نیز قلتِ رواۃ کی بنا پر ان کی چھان بین بھی کم کرنا پڑتی ہے اور خطا و نسیان کا احتمال بھی کم ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اہلِ فن کے نزدیک صحت اور علو اسناد کا جس قدر اہتمام ہوتا ہے اور کسی چیز کا نہیں ہوتا اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ محدثین کے تذکرہ میں ان کے علو اسناد کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا جاتا ہے بلکہ خاص خاص ائمہ کی عالی اسانید کو تو علما نے مستقل اجزاء میں علیحدہ مدون کر دیا ہے۔

Marfat.com

ائمہ اربعہ میں امام ابوحنیفہ اپنے اس شرف خاص میں ممتاز ہیں کہ ان کو بارگاہ رسالت سے بیک واسطہ تلمذ حاصل ہے کیونکہ انھوں نے متعدد صحابہ کو دیکھا اور ان میں سے بعض سے حدیث کی روایت بھی کی ہے[۱]

---

[۱] واضح رہے کہ بعض علماء نے صحابہ سے امام ابوحنیفہ کی روایت کا انکار کیا ہے اور جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے سب سے پہلے دارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ نے یہ کہا ہے کہ

لم یلق ابوحنیفۃ احداً من الصحابۃ الا انہ رأی انسا بعینہ ولم یسمع منہ (تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ از حافظ سیوطی ص ۵ طبع دکن)

امام ابوحنیفہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی البتہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مگر ان سے کوئی حدیث نہیں سنی۔

دارقطنی کے بعد خطیب نے بھی تاریخ بغداد میں یہی بات بعینہ دہرادی ہے چنانچہ سعید بن ابی سعید نیشاپوری کے ترجمہ میں امام اعظم کی ایک حدیث کو بواسطہ امام ابویوسف بالاسناد نقل کرنے کے بعد کہ جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام اعظم کے سماع کی تصریح موجود ہے لکھتے ہیں:

لا یصح لابی حنیفۃ سماع من انس بن مالک (تاریخ بغداد، ج ۹ ص ۱۱۱)

امام ابوحنیفہ کا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع صحیح نہیں ہے۔

اور امام ابوحنیفہ کے ترجمہ میں تحریر کرتے ہیں کہ

رأی ابوحنیفۃ انس بن مالک (ج ۱۳ ص ۳۲۴)

امام ابوحنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

بعد کو شوافع میں بہت سے علماء نے ان دونوں کے بیانات پر عام طور پر یہی فیصلہ کردیا ہے حتی کہ زین الدین عراقی اور ابن حجر عسقلانی تک اس بارے میں ان ہی کے ہمزبان ہیں لیکن دارقطنی اور خطیب کو امام ابوحنیفہ کی جناب میں جو سوء عقیدت ہے اس کو دیکھتے ہوئے ان کے اس انکار کی جو وقعت ہے ظاہر ہے خصوصاً جبکہ بڑے بڑے ائمہ حدیث کا فیصلہ اس بارے میں امام ابوحنیفہ کے حق میں ہے۔ چنانچہ ملک الحفاظ یحییٰ بن معین جو فن جرح و تعدیل کے مسلم الثبوت امام اور علم حدیث کے ایک عنصر خیال کیے جاتے ہیں اپنی تاریخ میں رقمطراز ہیں۔

ان اباحنیفۃ صاحب الرای سمع عائشۃ بنت عجرد تقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر جند اللہ فی الارض الجراد لا اکلہ ولا احرمہ۔[۲] (لسان المیزان ترجمہ عائشہ بنت عجرد)

بلاشبہ ابوحنیفہ صاحب الرائے نے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کا سب سے کثیر التعداد لشکر ٹڈیاں ہیں جن کو نہ میں کھاتا ہوں اور نہ حرام کہتا ہوں۔

دیکھئے اس میں صاف تصریح موجود ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کو حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے سنا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحابیہ ہیں اور جنھوں نے بہ الفاظ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہیں اور حافظ ابونعیم اصفہانی صاحب حلیۃ الاولیاء المتوفی ۴۳۰ھ نے جن کے آگے فن حدیث میں خطیب بغدادی نے زانوئے شاگردی تہ کیا ہے بالتصریح لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے صحابہ میں سے حسب ذیل حضرات کو دیکھا اور ان سے حدیثیں سنی ہیں (۱) انس بن مالک (۲) عبداللہ بن الحارث الزبیدی۔ (۳) عبداللہ بن ابی اوفی اسلمی رضی اللہ عنہم (الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح از سبط ابن الجوزی ص ۱۰ طبع مصر)۔ (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ)

---

[۲] لسان المیزان میں یہ عبارت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوجاتی ہے۔ حدیث کا متن ہم نے دوسری کتابوں سے نقل کیا ہے۔

Marfat.com

قدماء میں بہت سے علماء نے امام عالی مقام کی ان مرویات پر مستقل جزء بھی تالیف کئے ہیں جن میں سے محدث ابو حامد محمد بن ہارون حضرمی ابوالحسن علی بن احمد بن عیسیٰ النہفقی، امام ابومعشر عبدالکریم بن

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اور حافظ ابن عبدالبر اندلسی جو خطیب کے معاصر ہیں جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۴۵ طبع منیریہ مصر) میں حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے امام اعظم کی ایک حدیث بواسطہ امام ابویوسف بالاسناد روایت کرکے جس میں امام صاحب نے صراحت کے ساتھ صحابی مذکور سے اپنے سماع کی تفصیل بیان کی ہے اس سماع کے ثبوت میں ارقام فرماتے ہیں کہ

ذکر ابن سعد کاتب الواقدی ان اباحنیفۃ رای انس بن مالک وعبداللہ بن الحارث بن جزء

ابن سعد کاتب واقدی نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت انس بن مالک اور عبداللہ بن الحارث بن جزء کو دیکھا ہے

حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور کو حافظ ابوبکر جعابی المتوفی ۳۵۵ھ نے بھی اپنی پیش بہا تصنیف الانتصار لمذہب ابی حنیفہ میں اسی اسناد سے نقل کرکے تصریح کی ہے کہ

ومات عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی سنۃ سبع وتسعین (ملاحظہ ہو مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ ج ۱ ص ۲۵ و ۲۶)

حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ نے ۹۷ھ ہجری میں انتقال فرمایا ہے۔

واضح رہے کہ حافظ جعابی، علل حدیث اور تاریخ رجال کے بہت بڑے امام گزرے ہیں۔ چار لاکھ حدیثیں ان کو زبانی یاد تھیں۔ دارقطنی نے بھی فن حدیث میں ان کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیا ہے حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا بڑا مبسوط ترجمہ لکھا ہے۔

بعد کے علماء میں عراقی اور ابن حجر عسقلانی کے معاصرین میں حافظ عبدالقادر قرشی شارح طحاوی اور حافظ بدرالدین عینی شارح بخاری نے بھی بہت سی روایتوں کی بناء پر ثابت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے متعدد صحابہ سے حدیثیں سنی ہیں۔

بہرحال جبکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ امام اعظم نے متعدد صحابہ کا زمانہ پایا جن میں سے بعض آپ کے آغاز شباب تک زندہ رہے اور ان میں سے کئی بزرگوں کو آپ نے دیکھا بھی ہے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی رویت تو اس قدر قطعی اور یقینی ہے کہ دارقطنی اور خطیب جیسے سخت متعصبین تک اس سے انکار کی جرأت نہ کر سکے پھر آپ کے خاندان میں اس کا مزید اہتمام بھی تھا کہ بچوں کو صحابہ کی خدمت میں حاضر کیا کرتے تھے چنانچہ آپ کے والد ماجد ثابت بھی بچپن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور انھوں نے ان کے اور ان کے خاندان کے حق میں دعائے خیر فرمائی تھی (تاریخ بغداد، ترجمہ امام ابوحنیفہ) ایسی صورت میں اگر امام صاحب نے صحابہ سے کچھ حدیثیں بھی سنی ہوں تو اس میں انکار کی کیا بات ہے حالانکہ امام مسلم کے نزدیک اگر ایک معاصر دوسرے معاصر سے بلفظ عن روایت کریگا تو وہ روایت سماع پر محمول ہوگی اور متصل سمجھی جائے گی اور امام بخاری کے نزدیک ان دونوں میں صرف ایک دفعہ کا ملاقات ہو جانا اور پھر بلفظ عن اس سے روایت کرنا اتصال کے لئے کافی ہے خصوصاً جبکہ بہت سے محدثین نے باسانید صحیحہ ان کو روایت بھی کیا ہے چنانچہ حافظ ابن عبدالبر اور حافظ جعابی نے جو اسناد نقل کی ہے اسکے متعلق کسی قسم کی جرح منقول نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ اگر یہ روایات پایہ ثبوت کو نہ پہنچتیں تو امام ابن معین، حافظ ابوبکر جعابی حنفی، حافظ ابونعیم اصفہانی شافعی، حافظ ابن عبدالبر مالکی جو حدیث و روایت کے ارکان خیال کئے جاتے ہیں ہرگز امام ابوحنیفہ کے متعلق اس بات کی تصریح نہ کرتے کہ انھوں نے صحابہ سے حدیثیں سنی ہیں۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) ۱۵ یہ دارقطنی کے فن حدیث میں استاذ ہیں چنانچہ سنن دارقطنی میں ان سے بکثرت حدیثیں منقول ہیں

عبد الصمد الطبری المقری الشافعی المتوفی ۴۷۸ھ اور امام ابوبکر عبد الرحمن بن محمد بن احمد السرخسی الحنفی المتوفی ۴۳۹ھ کے اجزاء خاص طور پر مشہور ہیں اور حفاظ حدیث کی مرویات میں داخل ہیں، چنانچہ اول الذکر تین حضرات کے اجزاء حافظ ابن حجر عسقلانی کی المعجم المفہرس اور حافظ ابن طولون کی الفہرست الاوسط کی مرویات میں شامل ہیں[1]۔ امام ابو معشر طبری کے جزء کو حافظ سیوطی نے تبییض الصحیفہ میں بھی نقل کیا ہے[2]۔ اسی طرح ابوالحسین بہفقی کے جزء کو محدث خوارزمی نے جامع مسانید الامام الاعظم میں[3] اور امام ابوبکر سرخسی کے جزء کو صدر الائمہ نے مناقب الامام الاعظم میں[4] اور محدث سبط ابن الجوزی نے الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح[5] میں روایت کیا ہے اور علامہ نوح قونوی نے الدر المنظم میں ان سب کے متون کی تخریج کی ہے[6]۔

وحدانیات[7] کے بعد امام اعظم کی مرویات میں ثنائیات کا درجہ ہے یعنی وہ حدیثیں جو آپ نے تابعین سے سنیں اور تابعین نے ان کو صحابہ سے سنا[8]۔ امام مالک چونکہ تابعی نہیں

---

[1] ملاحظہ ہو تانیب الخطیب علی ما ساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفہ من الاکاذیب از محدث ناقد محمد زاہد کوثری ص ۱۹ طبع مصر ۱۳۶۱ھ۔ [2] تبییض الصحیفہ ص ۶ تا ۹ طبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۳۴ھ۔ [3] جامع مسانید الامام الاعظم ج ۱ ص ۳۲ تا ۳۵ طبع دائرۃ المعارف ۱۳۳۲ھ۔ [4] مناقب الامام الاعظم ج ۱ ص ۲۷ تا ۳۴۔ [5] الانتصار والترجیح ص ۱۳ تا ۱۵ طبع مصر ۱۳۶۰ھ۔ [6] تعلیقات علامہ کوثری بر الانتصار والترجیح ص ۱۰۔ [7] وہ روایات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف بیک واسطہ منقول ہیں یعنی جس کو راوی نے صحابی سے سنا اور صحابی نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو نقل کیا۔

[8] چنانچہ کتاب الآثار میں یہ روایات حسب ذیل اسانید سے مروی ہیں۔

۱۔ ابوحنیفۃ حدثنا ابو الزبیر عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ ابوحنیفۃ حدثنا نافع عن ابن عمر قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۔ ابوحنیفۃ حدثنا عبد اللہ بن ابی حبیبۃ قال سمعت ابا الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۴۔ ابوحنیفۃ حدثنا عبد الرحمن بن زاذان عن ابی سعید الخدری قال دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۵۔ ابوحنیفۃ عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۶۔ ابوحنیفۃ عن شداد بن عبد الرحمن عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۷۔ ابوحنیفۃ حدثنا عطاء بن ابی رباح عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۸۔ ابوحنیفۃ عن عاصم بن کلیب عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۹۔ ابوحنیفۃ عن عون بن عبد اللہ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۰۔ ابوحنیفۃ عن یحییٰ بن عبد الرحمن بن سعد بن زرارۃ عن ابی امامۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۱۔ ابوحنیفۃ عن عطاء بن ابی رباح عن الفضل بن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۲۔ ابوحنیفۃ عن مسلم الاعور عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۳۔ ابوحنیفۃ عن محمد بن قیس عن ابی عامر الثقفی انہ کان یہدی للنبی صلی اللہ علیہ وسلم کل عام۔

Marfat.com

بلکہ تبع تابعین میں سے ہیں اس لئے ان کی مرویات میں سب سے عالی یہی روایات ہیں۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کی کسی تابعی سے بھی ملاقات نہ ہو سکی اس لئے ان کی جملہ مرویات میں سب سے عالی روایات **ثلاثیات** شمار کی جاتی ہیں یعنی جن کو انھوں نے خود تبع تابعین سے سنا اور تبع تابعین نے تابعین سے اور تابعین نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے، مصنفین صحاح ستہ میں سے امام بخاری، امام ابن ماجہ، امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے بھی بعض تبع تابعین کو دیکھا اور ان سے حدیثیں روایت کی ہیں اس بنا پر اس علو اسناد میں وہ بھی امام شافعی اور امام احمد کے ساتھ شریک ہیں حالانکہ امام شافعی کی وفات کے وقت امام بخاری دس برس کے تھے اور امام ابوداؤد کل دو سال کے اور امام ابن ماجہ تو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، چنانچہ ان حضرات کی تصانیف میں **ثلاثیات** کی تعداد حسب ذیل ہے۔

۱ - صحیح بخاری	۲۲
۲ - سنن ابن ماجہ	۵
۳ - سنن ابی داؤد	۱
۴ - جامع ترمذی	۱

امام مسلم اور امام نسائی کو کسی تبع تابعی سے بھی کوئی روایت نہ مل سکی اس لئے ان دونوں حضرات کی سب سے عالی روایات **رباعیات** ہیں جن کو ان کے اساتذہ نے تبع تابعین سے اور انھوں نے تابعین سے اور انھوں نے صحابہ سے سنا ہے، سنن ابن ماجہ میں بھی **رباعیات** بکثرت موجود ہیں اور اس اعتبار سے امام ابن ماجہ کو دیگر ارباب صحاح ستہ پر ایک گونہ فضیلت حاصل ہے کہ امام بخاری کے بعد ان کی **ثلاثیات** کی تعداد سب سے زیادہ ہے حالانکہ وہ عمر میں امام مسلم سے پانچ سال اور امام ابوداؤد سے سات سال چھوٹے ہیں۔

ثلاثیات ابن ماجہ سنن ابن ماجہ میں جو پانچ ثلاثی حدیثیں موجود ہیں وہ ناظرین کی معلومات کے لئے درج ذیل ہیں:۔

۱- حدثنا جبارة بن المغلس ثنا كثير بن سليم سمعت انس بن مالك يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من احب ان يكثر الله خير بيته فليتوضأ اذا حضر غداؤه واذا رفع۔

(باب الوضوء عند الطعام)

ہم سے جبارہ بن المغلس نے بیان کیا کہ ہم سے کثیر بن سلیم نے روایت کیا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گھر کی برکت زیادہ کر دے تو اسے چاہئے کہ جس وقت اس کے سامنے صبح کا کھانا لایا جائے اور جب وہ کھانا اٹھایا جائے وضو کر لیا کرے۔

ف وضو سے مراد یہاں ہاتھ دھونا اور کلی کرنا ہے اور باعث برکت ہونے کی وجہ

Marfat.com

ظاہر ہے کہ نعمت کے استعمال کے وقت اس کے آداب کو ملحوظ رکھنا شکرانہ نعمت میں داخل ہے اور شکرانہ نعمت کی جزاء ہے زیادت نعمت، ارشاد ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (اگر تم نے شکر کیا تو میں تمہیں زیادہ دوں گا) اور صبح کے کھانے کی تخصیص محض اتفاقی کیونکہ شام کے کھانے کا بھی یہی حکم ہے۔

۲ - حدثنا جبارة بن المغلس ثنا كثير بن سليم عن انس بن مالك قال ما رفع من بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم فضل شواء قط ولا حملت معه طنفسة۔

(باب الشواء)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے کبھی بھنا ہوا گوشت جو کھانے سے بچ رہا ہو اٹھایا نہیں گیا (کیونکہ ایسا گوشت تھوڑا ہوتا اور کھانے والے زیادہ ہوتے اسلئے کبھی نہ بچتا) اور نہ کبھی آپ کے ساتھ بچھونا بار کیا گیا (جیسا کہ عام طور پر دنیادار جہاں جاتے ہیں پر تکلف فرش فروش اپنے ساتھ رکھتے ہیں)

۳ - حدثنا جبارة بن المغلس ثنا كثير بن سليم عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الخير اسرع الى البيت الذي يغشى من الشفرة الى سنام البعير (باب الضيافة)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر میں مہمان آتے رہتے ہیں اس گھر کی طرف خیر چھری کے اونٹ کے کوہان کی طرف پہنچنے سے بھی زیادہ جلدی پہنچ جاتی ہے۔

ف اونٹ میں کوہان کا گوشت بہت زیادہ لذیذ ہوتا ہے اور اہل عرب کی عادت ہے کہ وہ اونٹ کو نحر کرنے کے بعد سب سے پہلے اس کے کوہان ہی کا گوشت کاٹتے ہیں، اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جب مہمانوں کے لئے اونٹ نحر کیا جاتا ہے تو چھری ابھی اونٹ کے کوہان تک بھی پہنچنے نہیں پاتی کہ گھر میں خیر و برکت کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔

۴ - حدثنا جبارة بن المغلس ثنا كثير بن سليم سمعت انس بن مالك يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما مررت بليلة اسري بي بملاء الا قالوا يا محمد مر امتك بالحجامة

(باب الحجامة)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں معراج کی رات فرشتوں کی جس جماعت کے بھی پاس سے گزرا انھوں نے یہی کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی امت کو پچھنے لگوانے کا حکم دیجئے۔

ف پچھنے لگوانا جب کہ بدن میں خون کی کثرت ہو نہایت ہی مفید ہے اور بعض امراض میں تو اس سے فوراً تسکین ہوتی ہے۔

۵ - حدثنا جبارة بن المغلس ثنا كثير بن سليم عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان هذه

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ امت مرحومہ ہے (یعنی اس پر خدا کا رحم ہے) اور اس کا عذاب اسی کے

Marfat.com

الامة مرحومة عذابها بايديها فاذا كان يوم القيامة دفع الى كل رجل من المسلمين رجل من المشركين فيقال هذا فداؤك من النار (باب صفة امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم)۔	ہاتھوں ہوگا (کہ ایک دوسرے کو قتل کریں گے) پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر مسلمان شخص کو ایک مشرک حوالہ کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ تیرا فدیہ ہے دوزخ سے۔

ف حدیث میں آتا ہے کہ ہر شخص کے دو مکان اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں ایک جنت میں اور ایک دوزخ میں۔ قیامت کے روز جب کافر دوزخ میں جائے گا تو اس کا مکان جنت میں مسلمان کے حوالہ ہوگا۔ یہی معنی ہیں کافر کے مسلمان کا فدیہ ہونے کے کہ اس نے اپنے کفر کی شامت سے دوزخ میں مسلمان کی جگہ لی اور مسلمان نے اپنے ایمان کی بدولت جنت میں اس کا مکان حاصل کیا۔

یہ پانچوں حدیثیں جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ایک ہی سند سے مروی ہیں اور اگرچہ امام ابن ماجہ کے طبقہ کے اعتبار سے بہت ہی عالی ہیں مگر افسوس ہے کہ صحت سند کے اعتبار سے ان کا کچھ زیادہ وزن نہیں ہے کیونکہ کثیر بن سلیم پر محدثین عام طور پر جرح کرتے چلے آئے ہیں۔ البتہ امام ابن ماجہ کے شیخ جُبَارَہ بن المُغَلِّس حِمّانی ابو محمد کوفی، جو تبع تابعین میں سے ہیں اور جن سے امام موصوف نے "ثلاثیات" کے علاوہ بھی اپنی سنن میں بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں ان کی بہت سے محدثین نے توثیق کی ہے چنانچہ مُطَیَّن ابن نمیر سے راوی ہیں کہ یہ صدوق تھے۔ عثمان بن ابی شیبہ کہا کرتے تھے کہ

جبارة اطلبنا للحديث واحفظنا۔	جبارہ طلب حدیث میں ہم سب سے آگے ہیں اور ہم سب سے زیادہ حافظ ہیں۔

اور حافظ مسلمہ بن قاسم ان کے متعلق لکھتے ہیں:

روى عنه من اهل بلدنا بقي بن مخلد و هو ثقة ان شاء الله۔	ہمارے ملک (اندلس) کے لوگوں میں سے ان سے بقی بن مخلد نے روایت کی ہے اور یہ انشاء اللہ ثقہ ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ شیخ الاسلام بقی بن مخلد کا ان سے حدیث روایت کرنا خود ان کی توثیق کی ضمانت ہے کیونکہ شیخ الاسلام کسی غیر ثقہ شخص سے حدیث کی روایت نہیں کرتے تھے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی ان کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ

من شانه انه لا يروى الا عن ثقة (تهذيب التهذيب)	شیخ الاسلام بقی بن مخلد کی شان یہ ہے کہ وہ بجز ثقہ کے

لہ جبارہ بھی فقہاء حنفیہ میں سے ہیں چنانچہ حافظ عبد القادر قرشی نے الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ یہ فقہ میں مندل بن علی کے شاگرد تھے جو امام اعظم کے مشاہیر تلامذہ میں سے ہیں۔ جبارہ کے برادر زادہ محدث ابو العباس احمد بن الصلت بن المغلس الحمانی نے امام ابو حنیفہ کے مناقب پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے جس کی بنا پر بعض ارباب ظواہر میں ان کے خلاف سخت برہمی پیدا ہوگئی حتی کہ بعض نے تو مخالفت کے جوش میں ابو العباس کی وجہ سے خود جبارہ پر بھی کلام کیا ہے۔

Marfat.com

ترجمہ ایوب بن محمد بن ایوب البصری المعروف بالقُلب) اور کسی سے حدیث کی روایت نہیں کرتے۔
جبارہ سے امام ابن ماجہ اور امام بقی بن مخلد کے علاوہ اور بھی بہت سے اکابر محدثین کو تلمذ حاصل ہے جن میں ابو سعید الاشج، ابو یعلی موصلی صاحب مسند، عبد اللہ بن امام احمد، عبدان اہوازی اور مطین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جبارہ کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی اس وقت ان کی عمر نوے سال سے متجاوز تھی۔[1]

عام حالاتِ زندگی | امام ابن ماجہ کی زندگی کے عام حالات بالکل پردہ خفا میں ہیں اور ہمارے تذکرہ نویس ان کے ذکر سے یکسر خاموش ہیں۔ تاہم اس قدر ظاہر ہے کہ اس "رحلت علیہ" میں جو طلب حدیث کی غرض سے امام ممدوح نے کی تھی برسوں ہی صرف ہوئے ہوں گے کیونکہ اس زمانہ کا سفر آج کل کی طرح آسان نہ تھا۔ مہینوں اور ہفتوں میں تو ایک ملک سے دوسرے ملک کی مسافت قطع ہوتی پھر ہر جگہ اتنی مدت تک قیام کرنا بھی ضروری تھا کہ جس میں خاطر خواہ استفادہ کا موقع مل سکے اس لئے یقیناً عمر عزیز کی ایک اچھی خاصی مدت اس مبارک سفر کے نذر ہو گئی تھی، اور پھر جب حافظ حدیث ہو کر وطن مالوف کی طرف مراجعت کی ہو گی تو جس فن کو اس قدر محنت و جانفشانی سے حاصل کیا تھا اسی کی خدمت زندگی کا محبوب ترین مشغلہ ہو گا اور امام ممدوح کے اوقات عزیز کبھی حدیث پاک کے درس و تدریس میں صرف ہوتے ہوں گے اور کبھی اس کی تالیف و تدوین میں۔

امام ابن ماجہ نے ۲۳۰ھ ہجری کے بعد طلب حدیث میں رحلت کی ہے، اس وقت واثق باللہ عباسی تخت خلافت پر متمکن تھا۔ واثق، خلیفہ المعتصم باللہ کا بڑا لڑکا تھا اور علم و فضل کے اعتبار سے مامون الرشید کا ہمسر سمجھا جاتا تھا۔ واثق نے ۲۴ ذی الحجہ ۲۳۲ھ ہجری کو چہارشنبہ کے دن انتقال کیا اور اس کی جگہ اس کا چھوٹا بھائی المتوکل علی اللہ تخت نشین ہوا، جس سے محدثین اس بنا پر بہت خوش ہیں کہ اس نے اپنے عہد خلافت میں "خلق قرآن" کا فتنہ یک قلم موقوف کر دیا اور اعتزال کے اثر کو زائل کرنے کے لئے محدثین کو بلا کر حکم دیا کہ صفاتِ الٰہی اور رویت باری کی احادیث کو برملا بیان کریں۔ متوکل کا عہد خلافت ۲۴۷ھ تک رہا اس لئے قیاس یہی ہے کہ امام ابن ماجہ کی "رحلت علیہ" کا زمانہ غالباً متوکل کی تخت نشینی کے چند سال بعد ختم ہوتا ہے، اس کے بعد امام ممدوح اپنے وطن مالوف قزوین کو لوٹ گئے ہوں گے اور پھر بقیہ زندگی وہیں علم حدیث کی نشر و اشاعت میں گزاری ہو گی۔

وفات | امام ابن ماجہ کی وفات خلیفہ المعتمد علی اللہ عباسی کے عہد میں ہوئی ہے۔ بقیہ مصنفین صحاح ستہ نے بھی بجز امام نسائی کے اسی کے دورِ خلافت میں وفات پائی ہے۔ حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی، شروط الائمۃ الستۃ میں لکھتے ہیں کہ

> میں نے قزوین میں امام ابن ماجہ کی تاریخ کا نسخہ دیکھا تھا یہ عہد صحابہ سے لے کر ان کے زمانے تک کے رجال اور امصار کے حالات پر مشتمل ہے، اس تاریخ کے آخر میں امام ممدوح کے شاگرد جعفر بن ادریس کے قلم سے حسب ذیل تحریر ثبت تھی۔

[1] تہذیب التہذیب، ترجمہ جبارہ بن المغلس۔

Marfat.com

ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ نے دوشنبہ کے دن انتقال فرمایا اور سہ شنبہ ۲۲ رماہ رمضان المبارک ۲۷۳ھ ہجری کو دفن کیے گئے۔ اور میں نے خود ان سے سنا فرماتے تھے میں ۲۰۹ھ ہجری میں پیدا ہوا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۴ سال تھی۔ آپ کے بھائی ابوبکر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کے ہر دو برادران ابوبکر اور ابو عبداللہ اور آپ کے صاحبزادے عبداللہ نے آپ کو قبر میں اتارا اور دفن کیا۔ [۲]

امام ابوالقاسم رافعی نے تاریخ قزوین میں یہ بھی لکھا ہے کہ غسل میت محمد بن علی قہرمان اور ابراہیم بن دینار وراق نے دیا تھا۔

متعدد شعراء نے آپ کی وفات پر نہایت دردناک مرثیے لکھے۔ چنانچہ یحیی بن زکریا طرائفی کہتا ہے۔

أيا قبر ابن ماجة غثت قطرا ... ملثا بالغداة و بالعشی

فقد حزت التقى والبر لما ... تضمنت البری من البری

من الايمان قولا ثم فعلا ... جهارا ليس ذلك بالخفی

ألا يا عين جودی ثم جدی ... بدمع فی البكاء علی التقی

أبی عبد الاله ابی اليتامی ... اب بر بهم حدب حفی

اقول لمقلتی الا ابكياه ... لفقدان لآثار النبی

ونشر مناقب كثرت وطابت ... لآل اسه كالمسك الذكی

بعقل وافر لا عيب فيه ... بكا السيف الصقيل المشرفی

عليه الله صلى ثم صلى ... عليه من ملائكة العلی

وأم الارض ويل ما أجنت ... به من لوذعی احوذی

يحق لكل ذی دين ودنيا ... يبكيه بدمع لا بكی

اور محمد بن الاسود قزوینی نے اس سے بھی زیادہ پُر اثر مرثیہ لکھا ہے جو درج ذیل ہے۔

لقد أوهى دعائم عرش علم ... وضعضع ركنه فقد ابن ماجه

ابن ماجہ کے اٹھ جانے نے سریر علم کے ستونوں کو توڑ کر اور اس کے پایوں کو منہدم کر کے رکھ دیا ہے

وخاب رجاء ملهوف كئيب ... يداويه من الداء ابن ماجه

اور وہ دردمند دکھیارا کہ جس کی ابن ماجہ چارہ سازی کیا کرتے تھے اس کی آس ٹوٹ چکی ہے

ألا لله ما جنت المنايا ... علينا من تخطفها ابن ماجه

موت نے ابن ماجہ کو اچانک جھپٹ لیکر جو ہم پر زیادتی کی ہے اس کی فریاد بس اللہ ہی سے ہے

محمد الذی ان عد يوما ... مصابيح البلاد عد ابن ماجه

وہ محمد ابن ماجہ کہ اگر کسی دن دنیا کے چراغوں کا شمار کیا جائے تو ان کا ضرور شمار ہو

---

[۱] مطابق ۸۸۶ء عیسوی۔ [۲] شروط الائمۃ الستۃ طبع قدسی مصر ۱۳۵۷ھ۔

Marfat.com

فمن یرجی لعلم او لحفظ | بشرح بین مثل ابن ماجہ

سیراب علم وحفظ کے سلسلہ میں کس سے آس لگائی جائے کہ وہ ابن ماجہ کی سی بین شرح کر سکے گا

ومن لمصنفات مسندات | ومنتخبا تھا بعد ابن ماجۃ

اور مصنفات، مسندات اور ان کے منتخبات کے لئے اب ابن ماجہ کے بعد کون رہا ہے

ومن یعطی الذی اعطاہ ربی | من التبیین والفقہا بن ماجہ

اور بھلا کس کو ملتی ہے وہ قوت بیان اور فقاہت کہ جو میرے رب نے ابن ماجہ کو دی تھی۔

أبا عبد الاله مضیت فردا | وماخلفت مثلك یا ابن ماجہ

اے ابو عبداللہ (ابن ماجہ کی کنیت) تم یکتا زمانہ بن کر دنیا سے رخصت ہوئے، اور اے ابن ماجہ تم نے اپنی نظیر نہیں چھوڑی۔ [1]

رحمہ اللہ الامام ابن ماجۃ رحمۃ واسعۃ، وغفرلہ مغفرۃ جامعۃ

آمین یارب العلمین

افسوس ہے کہ ہم کو امام ممدوح کے ہر دو برادران اور صاحبزادے کے حالات بالکل معلوم نہ ہو سکے۔

علماء کا آپ کی خدمت میں خراج تحسین

امام ابن ماجہ کی امامت فن، جلالت شان، وسعت نظر، حفظ حدیث اور فقاہت کے تمام علماء معترف ہیں اور ہر دور کے تذکرہ نویسوں نے آپ کے ترجمہ میں ان چیزوں کو نمایاں طور پر بیان کیا ہے چنانچہ ہم اس سلسلہ میں چند مشہور علماء رجال وتذکرہ کی تصریحات ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں:

(۱) محدث ابو یعلی خلیلی لکھتے ہیں: ابن ماجۃ ثقۃ کبیر متفق علیہ محتج بہ لہ معرفۃ بالحدیث وحفظ اھ [2]

(۲) حافظ ابن الجوزی تصریح کرتے ہیں: سمع الکثیر وصنف السنن والتاریخ والتفسیر و کان عارفا بھذا الشان (المنتظم فی تاریخ الملوک والامم)۔

(۳) امام ابو القاسم رافعی، تاریخ قزوین میں لکھتے ہیں: وھو امام من ائمۃ المسلمین کبیر متقن مقبول بالاتفاق۔ [3]

(۴) حافظ شمس الدین ذہبی رقمطراز ہیں: ابن ماجۃ الحافظ الکبیر المفسر.......... صاحب السنن والتفسیر والتاریخ ومحدث تلك الدیار۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

اور عبر فی اخبار من غبر میں ان کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں: الامام الحافظ ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ الکبیر الشان القزوینی۔

---

[1] یہ دونوں مرثیے رافعی نے تاریخ قزوین میں نقل کئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو، نور مصباح الزجاجہ علی سنن ابن ماجہ از شیخ علی بن سلیمان الدمنتی البجمعوی ص ۳۔ طبع مصر ۱۲۹۹ھ) [2] تہذیب التہذیب از حافظ ابن حجر۔
[3] نور مصباح الزجاجہ ص ۲۔

Marfat.com

اور سیر اعلام النبلاء میں اس طرح لکھتے ہیں، قد کان ابن ماجۃ حافظاً صدوقاً واسع العلم۔

(۵) مورخ ابن ناصر الدین آپ کے بارے میں یوں فرماتے ہیں: ھو احد الائمۃ الاعلام وصاحب السنن احد کتب الاسلام، حافظ ثقۃ کبیر۔ [1]

(۶) علامہ ابن الاثیر تحریر کرتے ہیں: کان عاقلاً اماماً عالماً (کامل التواریخ)

(۷) قاضی شمس الدین ابن خلکان ارقام فرماتے ہیں: ابن ماجۃ الربعی بالولاء القزوینی الحافظ المشہور مصنف کتاب السنن فی الحدیث، کان اماماً فی الحدیث عارفاً بعلومہ وجمیع ما یتعلق بہ (وفیات الاعیان)۔

(۸) علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں: ومن اعیان الائمۃ من اھل قزوین محمد بن یزید بن ماجۃ ابو عبد اللہ القزوینی الحافظ (معجم البلدان)

(۹) مورخ جمال الدین ابو المحاسن ابن تغری بردی کے یہ الفاظ ہیں: محمد بن یزید ابن ماجۃ الامام الحافظ الحجۃ الناقد ابو عبد اللہ القزوینی ...... سمع الکثیر وکان صاحب فنون (النجوم الزاہرہ)

(۱۰) حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: محمد بن یزید الربعی بفتح الراء والموحدۃ القزوینی ابو عبد اللہ بن ماجۃ بتخفیف الجیم صاحب السنن احد الائمۃ حافظ، (تقریب التہذیب)

تصانیف امام ابن ماجہ نے حسب ذیل تصانیف یادگار چھوڑیں۔

۱۔ التفسیر: یہ وہ تفسیر ہے جس کے متعلق مشہور مفسر حافظ عماد الدین ابن کثیر البدایۃ والنہایہ میں لکھتے ہیں ولابن ماجۃ تفسیر حافل، حافظ ممدوح کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ یہ ایک ضخیم تالیف ہے، اس میں امام ابن ماجہ نے قرآن پاک کی تفسیر کے سلسلہ میں جس قدر احادیث اور صحابہ وتابعین کے اقوال مل سکے ہیں ان سب کو باسناد روایت کیا ہے۔ حافظ جمال الدین مزی نے تہذیب الکمال میں امام ابن ماجہ کی سنن اور تفسیر دونوں کی اسانید میں جن راویوں کے نام آئے ان سب کے حالات لکھے ہیں۔ علامہ سیوطی الاتقان فی علوم القرآن کی آخری نوع میں دور صحابہ وتابعین کے مشہور مفسرین کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

"یہ تو قدماء مفسرین تھے جن کے بیشتر اقوال خود صحابہ سے ماخوذ تھے پھر اس طبقہ کے بعد تفسیریں مدون ہوئیں جو صحابہ وتابعین کے اقوال کی جامع تھیں جیسے تفسیر سلیمان بن عیینہ، تفسیر وکیع بن الجراح، تفسیر شعبہ بن الحجاج، تفسیر یزید بن ہارون، تفسیر عبد الرزاق، تفسیر آدم بن ابی ایاس، تفسیر اسحٰق بن راہویہ، تفسیر روح بن عبادہ، تفسیر عبد بن حمید، تفسیر سنید، تفسیر ابوبکر بن ابی شیبہ، اور دیگر علماء کی تفاسیر۔

اور ان کے بعد تفسیر ابن جریر طبری، جو سب تفسیروں سے بڑھ چڑھ کر ہے، پھر تفسیر ابن ابی حاتم، تفسیر ابن ماجہ، تفسیر حاکم، تفسیر ابن مردویہ، تفسیر ابو الشیخ بن حبان

[1] شذرات الذہب ابن العماد۔

تفسیر ابن المنذر[۸] اور دوسرے علماء کی تفسیریں ہیں۔

یہ تمام تفسیریں وہ ہیں جن میں صحابہ، تابعین، تبع تابعین سے بالاسناد روایتیں درج کی گئی ہیں اور بجز نقل روایات کے اور کچھ ان میں نہیں ہے، ہاں تفسیر ابن جریر کو اس حیثیت سے ان سب پر فوقیت حاصل ہے کہ وہ مختلف بیانات کی توجیہ کرتے اور بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں، نیز اعراب اور استنباط مسائل سے بھی اعتنا کرتے ہیں۔

پھر ان علماء کے بعد تو بے شمار لوگوں نے تفسیر پر قلم اٹھایا اور اسانید کو حذف کر کے مختلف اقوال کو پہلو بہ پہلو درج کرتے چلے گئے جس کی وجہ سے رخنہ پڑ گیا اور صحیح و غلط خلط ملط ہو کر رہ گیا۔"

۲۔ التاریخ۔ یہ وہی تاریخ ہے جس کا تعارف مورخ ابن خلکان نے تاریخ ملیح اور محدث ابن کثیر نے تاریخ کامل کے الفاظ سے کرایا ہے۔ یہ صحابہ سے لیکر مصنف کے عہد تک کی تاریخ ہے جس میں بلاد اسلامیہ اور راویان حدیث کے حالات ہیں۔ حافظ ابن طاہر مقدسی المتوفی ۵۰۷ھ نے قزوین میں اس کا نسخہ دیکھا تھا جس کے خاتمہ پر امام ابن ماجہ کے شاگرد جعفر بن ادریس کے قلم کی تحریر بھی موجود تھی۔

محدثین کے لئے تاریخ رجال سے واقفیت ایک نہایت ہی ضروری امر تھا کیونکہ بیشتر احادیث اخبار احاد ہیں اور اخبار احاد کا تمامتر مدار رجال اسناد پر ہے لہذا جب تک راویان حدیث کے حالات پر بخوبی اطلاع نہ ہو اس کے اسناد کی صحت و ضعف کا پتہ نہیں چل سکتا پہلی صدی میں تو اس کی چنداں ضرورت اس لئے نہ تھی کہ اس زمانہ میں حدیثوں کے راوی تمامتر صحابہ کرام اور اکابر تابعین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ہی تھے، صحابہ سب کے سب عدول اور ثقہ تھے اور ان میں سے کسی ایک فرد نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کبھی کوئی غلط بیانی نہیں کی۔ کبار تابعین میں بھی برائے نام کوئی ضعیف ہو تو ہو قرن اول کے گزر جانے پر اوساط تابعین میں بلاشبہ ضعیف راویوں کی ایک جماعت ملتی ہے لیکن ان کا ضعف بھی بیشتر بددیانتی کی بنا پر نہیں بلکہ حافظہ کی کمزوری، قلت ضبط یا روایت میں تساہل کی بنا پر ہے بہرحال اس دور تک حدیث کے راویوں میں کسی دروغ گو کا وجود نادر اور ضعیف الروایہ بہت ہی کم تھے امام اعظم اور امام مالک کی اکثر و بیشتر حدیثیں اسی طبقہ کے راویوں سے منقول ہیں اور اسی لئے وہ صحت و وثوق کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ سمجھی جاتی ہیں۔ دوسری صدی کے وسط میں جب بعض لوگوں نے روایت حدیث میں کذب بیانی سے کام لیا تو ائمہ نے جرح و تعدیل کا دروازہ کھولا اور تاریخ کی روشنی میں ان کے بیانات کو جانچنا شروع کیا۔ یہ ہے اس فن کی تدوین کی اصل وجہ۔ چنانچہ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں:

لما استعمل الرواۃ الکذب استعملنا لہم التاریخ۔	جب راویوں نے جھوٹ سے کام لیا تو ہم نے ان کے لئے تاریخ استعمال کی۔

(الاعلان بالتوبیخ از سخاوی۔ ص ۹)

Marfat.com

اور قاضی حفص بن غیاث[ع] فرماتے ہیں:

اذا اتھمتم الشیخ فحاسبوہ بالسنین۔ [۱]

جب تم کسی شیخ کو متہم خیال کرو تو دونوں کی عمروں سے حساب لگالو

یعنی اس شیخ کے سن کو اور جس سے یہ روایت نقل کر رہا ہے اس کے سن کو معلوم کرکے حساب لگالو کہ یہ اس سے ملا بھی ہے یا ویسے ہی اس سے روایت کرنے کا دعویدار ہے۔

حسان بن زید کہتے ہیں کہ کذابین کے مقابلہ میں تاریخ سے بہتر کوئی چیز مددگار نہیں ہو سکتی، یہ اس طرح کہ پہلے اس آدمی سے پوچھا جائے کہ تم کب پیدا ہوئے جب وہ اپنا سال ولادت بیان کر دے اور جس شخص کی طرف وہ روایت منسوب کر رہا ہے اس کا سنہ وفات ہمیں معلوم ہو تو پھر ہمیں اس کے جھوٹ سچ کا پتہ چل سکتا ہے۔[۲]

چنانچہ اسمٰعیل بن عیاش نے ایک بار ایک شخص سے امتحاناً سوال کیا کہ میاں تم نے خالد بن معدان سے کس سنہ میں حدیث لکھی تھی کہنے لگا ۱۱۳ھ میں۔ اس پر اسمٰعیل نے اس شخص سے کہا کہ تم تو اس بات کے مدعی ہو کہ خالد کی وفات کے سات سال بعد تم نے ان سے حدیث سنی ہے۔[۳]

اور علامہ ابن عبد البر جامع بیان العلم میں لکھتے ہیں:۔

ویلزم صاحب الحدیث ان یعرف الصحابۃ المودین الدین عن نبیھم صلی اللہ علیہ وسلم ویعنی بسیرھم وفضائلھم ویعرف احوال الناقلین عنھم وایامھم واخبارھم حتی یقف علی العدول منھم من غیر عدل۔ [۴]

اور صاحب حدیث کے لئے لازمی ہے کہ وہ ان صحابہ سے واقفیت بہم پہنچائے جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کے ناقل ہیں اور ان کی سیرت اور فضائل سے اعتنا کرے اور جو لوگ صحابہ سے نقل کرتے چلے آتے ہیں ان کے بھی حالات روزمرہ کے واقعات اور اخبار سے باخبر ہو تاکہ ان میں جو عادل اور غیر عادل ہیں ان سے واقف ہو جائے

امام ابن ماجہ نے بھی اسی ضرورت کے پیش نظر یہ تاریخ مرتب کی تھی۔ افسوس ہے کہ آج امام موصوف کی تفسیر اور تاریخ دونوں ناپید ہیں اور نہ متداول کتابوں میں ان کے حوالے ملتے ہیں۔ صاحب کشف الظنون نے امام ابن ماجہ کی تالیفات میں تاریخ قزوین کا بھی ذکر کیا ہے لیکن ہمارے خیال میں وہ کوئی مستقل کتاب نہیں بلکہ اسی تاریخ کا ایک جزء ہے۔

۳۔ السنن۔ یہی امام ابن ماجہ کی وہ مایۂ ناز اور شہرۂ آفاق تصنیف ہے جس نے آپ کی امامت فن کا سکہ بٹھایا۔ حدیث کی مشہور چھ کتابیں جن کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے ان میں آخری درجہ اسی کتاب کا ہے۔ آج بھی شرقاً غرباً یہ حدیث کے نصاب تعلیم میں داخل ہے۔ حافظ شمس الدین ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود امام ابن ماجہ کی زبانی نقل کیا ہے کہ میں نے اس سنن کو جب امام ابو زرعہ کے سامنے

[۱و۲] الاعلان بالتوبیخ از سخاوی ص ۹۔ [۳] جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۶۹ طبع منیریہ مصر۔ [ع] یہ بھی مشہور ائمہ حنفیہ اور امام اعظم کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں ائمہ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں۔ تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب اور الجواہر المضیۃ میں ان کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔ ذہبی نے آپ کو الامام الحافظ ابو قرشی ثم الامام صاحب الامام لکھا

پیش کیا تو وہ اس کو دیکھ کر فرمانے لگے۔

اظن ان وقع ھذا فی ایدی الناس تعطلت ھذہ الجوامع او اکثرھا۔ [1]	میں سمجھتا ہوں اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں آگئی تو یہ (حدیث کی موجودہ) تصنیفات یا ان میں سے اکثر معطل ہو کر رہ جائیں گی۔

اور محدث ابو القاسم امام الدین عبد الکریم بن محمد القزوینی الرافعی الشافعی المتوفی ۶۲۳ھ ہجری تاریخ قزوین میں رقمطراز ہیں:

والحفاظ یقرنون کتابہ بالصحیحین و سنن ابی داؤد والنسائی و یحتجون بما فیہ۔ [2]	اور حفاظ حدیث امام ابن ماجہ کی کتاب کو صحیحین، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی کے برابر رکھتے ہیں اور اس کی روایات سے احتجاج کرتے ہیں۔

اور حافظ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ میں فرماتے ہیں۔

وھی دالہ علی علمہ وعملہ وتبحرہ واطلاعہ واتباعہ السنۃ فی الاصول والفروع۔	یہ کتاب امام ابن ماجہ کے علم و عمل، تبحر، اطلاع، اور اصول و فروع میں ان کی اتباع سنت کو بتاتی ہے۔

اس بلند پایہ کتاب کا بلحاظ فن کیا درجہ اور اس کی کیا اہمیت ہے اس کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ مصنف کے عہد تک کی فن حدیث کی جو تاریخ ہے اس پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈال دی جائے تاکہ اس کتاب کا صحیح مقام اور اس کی خصوصیات پورے طور پر واضح ہو جائیں۔

حدیث کیا ہے | قرآن کریم، دین الٰہی کی آخری اور مکمل کتاب ہے جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی اور آپ کو اس کا مبلغ اور معلم بنا کر دنیا میں مبعوث کیا گیا چنانچہ آپ نے اس کتاب مقدس کو اول سے آخر تک لوگوں کو سنایا، لکھوایا، یاد کرایا اور بخوبی سمجھایا اور خود اس کے جملہ احکام و تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر امت کو دکھایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ حقیقت میں قرآن مجید کی قولی اور عملی تفسیر ہے اور آپ کے ان ہی اقوال، اعمال اور احوال کا نام حدیث ہے۔

لفظ "حدیث" عربی زبان میں وہی مفہوم رکھتا ہے جو ہم اردو میں گفتگو، کلام یا بات سے مراد لیتے ہیں چونکہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام گفتگو اور بات کے ذریعہ پیام الٰہی کو لوگوں تک پہنچاتے اپنی تقریر اور بیان سے کتاب اللہ کی شرح کرتے اور خود اس پر عمل کر کے اس کو دکھلاتے تھے اسی طرح جو چیزیں آپ کے سامنے ہوتیں اور آپ ان کو دیکھ کر یا سن کر خاموش رہتے تو اسے بھی جزء دین سمجھا جاتا تھا کیونکہ اگر وہ امور منشاء دین کے منافی ہوتے تو آپ یقیناً ان کی اصلاح کرتے یا منع فرمادیتے، لہٰذا ان سب کے مجموعہ کا نام "احادیث" قرار پایا۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اقوال، اعمال اور احوال کو حدیث سے تعبیر کرنا خود ساختہ اصطلاح نہیں بلکہ خود قرآن کریم ہی سے مستنبط ہے۔ قرآن کریم میں دین کو نعمت فرمایا ہے اور اس نعمت کی

[1] تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ امام ابن ماجہ۔ [2] شرح السندی علی ابن ماجہ، باب ذکر الدیلم و فضل قزوین۔

Marfat.com

نشر و اشاعت کو "تحدیث" سے تعبیر کیا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ (البقرہ ع ۲۹)	اور یاد کرو اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو اور جو تم پر کتاب اور حکمت کو نازل فرمایا کہ تم کو اس کے ذریعے نصیحت فرمائے۔

اور تکمیل دین کے سلسلہ میں فرمایا ہے:

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ۔ (المائدہ ع ۱)	آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔

دیکھئے ان دونوں آیتوں میں قرآن حکیم نے دین کو "نعمت" کہا ہے اور سورہ "الضحیٰ" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی نعمت کے بیان کرنے کا ان الفاظ میں حکم دیا ہے۔

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔	اور اپنے رب کی نعمت کو بیان کیجئے۔

بس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی تحدیث نعمت کو **حدیث** کہتے ہیں:

یہی نہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اقوال، اعمال اور احوال کے لئے خود قرآن مجید میں بھی متعدد مقامات پر "حدیث" ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، چنانچہ سورہ "الذاریات" میں حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ اس طرح شروع ہوتا ہے هَلْ أَتٰكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ إِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ (الذاریات ع ۲) اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حالات میں ایک جگہ نہیں دو جگہ فرمایا ہے هَلْ أَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى (طٰہٰ ع ۱، النازعات ع ۱) خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک کے لئے بھی قرآن مجید میں "حدیث" کا لفظ موجود ہے۔

وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلٰى بَعْضِ أَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا (التحریم ع ۱)	اور جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی کسی بی بی سے ایک بات۔

حدیث کی دینی حیثیت | حدیث شریف کا دین میں کیا درجہ ہے اس کو ذہن نشین کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حسب ذیل حیثیات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے جن کو قرآن پاک نے نہایت صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

(۱) آپ مبلغ تھے۔

يٰٓأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ۔ (المائدہ ع ۱۰)	اے رسول پہنچا دیجئے جو کچھ اتارا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی جانب سے۔

(۲) آپ مراد الٰہی کے مبین یعنی بیان کرنے والے ہیں۔

وَأَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (النحل ع ۶)	اور آپ پر بھی ہم نے یہ یادداشت نازل کی تاکہ جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے آپ اس کو کھول کر لوگوں سے بیان کر دیں۔

(۳) آپ معلم کتاب و حکمت ہیں۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ	بے شک اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر کہ بھیجا ان میں رسول انہیں میں سے جو پڑھتا ہے ان پر اس کی

Marfat.com

اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ۔ (آل عمران ع ۱۷)	آیتیں اور ان کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اللہ اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

(۴) **تحلیل و تحریم** یعنی اشیاء کو حلال و حرام کرنا آپ کے منصب میں داخل تھا۔

وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ۔ (الاعراف ع ۱۹)	اور وہ ان کے لئے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں۔
قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ (التوبہ ع ۴)	لڑو ان لوگوں سے جو یقین نہیں رکھتے اللہ پر پچھلے دن پر اور نہیں حرام سمجھتے ان چیزوں کو جن کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول نے۔

(۵) آپ امت کے تمام معاملات اور فیصلوں میں **قاضی** ہیں۔

وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا۔ (الاحزاب ع ۲۴)	اور گنجائش نہیں کسی ایماندار مرد کے لئے اور نہ کسی ایماندار عورت کے لئے جبکہ فیصلہ کردے اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا کہ ان کو اپنے اس معاملہ میں کوئی اختیار رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو بیشک وہ صریح طور پر گمراہ ہوگیا۔

(۶) آپ امت کے تمام جھگڑوں اور قضیوں میں **حَکَم** ہیں۔

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ (النساء ع ۹)	سو قسم ہے تیرے رب کی یہ مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ تمہیں ہی حَکَم نہ بنائیں اس جھگڑے میں کہ جو ان کے باہم ہو پھر جو تم فیصلہ کرو اس سے یہ اپنے جی میں خفگی بھی نہ محسوس کریں اور تسلیم کرکے مان لیں۔
اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىکَ اللّٰهُ۔ (النساء ع ۱۶)	بیشک ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف حق کے ساتھ نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کے باہم جو کچھ اللہ تمہیں سجھائے اس سے فیصلہ کیا کرو۔

(۷) آپ کی ذات قدسی صفات میں ہر مومن کے لئے **اسوۂ حسنہ** ہے۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰهَ کَثِیْرًا۔ (الاحزاب ع ۳)	بیشک تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں عمدہ نمونہ عمل ہے اس شخص کے لئے کہ جو اللہ اور روز آخرت سے آس لگائے ہوئے ہو اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہو۔

(۸) آپ کی **اتباع** سب پر فرض ہے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَکَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ (الاعراف ع ۲۰)	سو ایمان لے آؤ اللہ پر اور اس کے نبی امی پر کہ جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے تابع ہو۔

Marfat.com

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (آل عمران ع ۱)	آپ کہدیجئے اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری اتباع کرو کہ اللہ تم سے محبت رکھے اور تمہارے گناہ بخشدے۔

✻ (۹) جو کچھ آپ دیں اس کو لینا اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے باز رہنا ضروری ہے۔

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (حشر ع ۱)	اور جو دے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو۔

✻ (۱۰) آپ کی اطاعت تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔ (محمد ع ۴)	اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔

✻ (۱۱) ہدایت آپ کی اطاعت سے وابستہ ہے۔

وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا۔ (النور ع ۷)	اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو ہدایت پر آجاؤ گے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جسقدر امت کو ہدایتیں دیں، جو جو چیزیں ان سے بیان فرمائیں اور کتاب و حکمت کی تعلیم کے ذیل میں جو کچھ ارشاد فرمایا جن چیزوں کو حلال اور جن کو حرام ٹھیرایا باہمی معاملات و قضایا میں جو کچھ فیصلہ فرمایا، منازعات و خصومات کو جس طرح چکایا ان سب کی حیثیت دینی اور تشریعی ہے یہی نہیں بلکہ آپ کی پوری زندگی امت کے لئے بہترین نمونہ عمل ہے جس کی اتباع اور پیروی کا ہم کو حکم دیا گیا ہے، آپ کی اطاعت ہر امتی پر فرض ہے جو آپ حکم دیں اس کو بجالانا اور جس سے منع کریں اس سے رک جانا ہر مومن کے لئے لازم اور ضروری ہے۔ مختصر یہ کہ آپ کی اطاعت ہی حقیقت میں حق تعالیٰ کی اطاعت ہے چنانچہ قرآن کریم میں صاف تصریح ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء ع ۱۱)	جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے بلاشبہ اللہ ہی کی اطاعت کی۔

ظاہر ہے کہ وضو، غسل، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، درود، دعا، جہاد، ذکر الٰہی، اسی طرح نکاح، طلاق، بیع و شراء، فصل قضایا و خصومات، اخلاق و معاشرت، سیاسیات ملت غرض جملہ احکام دین کے متعلق کلی احکام قرآن مجید میں موجود ہیں لیکن ان احکام کی تشریح، ان کے جزئیات کی تفصیل اور ان کی عملی تشکیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال اور آپ کے احوال کے جانے بغیر بالکل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اللہ کی اطاعت بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اطاعت کے ناممکن اور محال ہے۔

کتابت حدیث عرب کی قوم عام طور پر اُمّی یعنی بے پڑھی لکھی تھی اور ان میں کسی قسم کی مکتوبی یا زبانی تعلیم کا رواج نہ تھا۔ چنانچہ قرآن کریم نے ان کو اُمیین ہی فرمایا ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی قرآن پاک میں النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ وارد ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی تاریخ شہادت دیتی ہے کہ اہل عرب کا

Marfat.com

حافظہ نہایت ہی قوی تھا وہ اپنے تمام شجرہائے نسب، اہم تاریخی واقعات، جنگی کارنامے، بڑے بڑے خطبے، لمبے لمبے قصیدے اور نظمیں سب زبانی یاد رکھتے تھے، قرآن پاک نازل ہوا تو عرب کی عام عادت کے مطابق خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے اس کو بر زبان یاد رکھا اور اس سلسلہ کو ہمیشہ کیلئے جاری فرمادیا اسی لئے ارشاد ہے:

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ۔ | بلکہ یہ قرآن کھلی کھلی آیتیں ہیں ان لوگوں کے سینے میں جن کو علم دیا گیا ہے۔

تاہم چونکہ قرآن مجید تمامتر معجزہ ہے اور اس کا لفظ لفظ وحی الٰہی ہے جس میں کسی ایک لفظ کی بجائے دوسرے اس کے ہم معنی اور مترادف لفظ کے لانے کی بھی گنجائش نہیں ہے اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع ہی سے اس کی کتابت کا بھی اہتمام فرمایا چنانچہ معمول مبارک تھا کہ جس وقت کوئی آیت اترتی آپ اسی وقت لوگوں کو یاد کرادیتے اور کسی کاتب کو بلا کر اس کو لکھوا دیتے مگر اصل توجہ اس کے حفظ وتلاوت پر مرکوز تھی اور کتابت مزید برآں تھی۔

برخلاف اس کے حدیث معجزہ نہ تھی اس کے الفاظ نہیں بلکہ معانی ومطالب آپ کے قلب مبارک پر وارد ہوتے تھے اور آپ اس کو اپنے لفظوں میں ادا فرماتے تھے اور یہ الفاظ بھی حسب ضرورت مختلف ہوتے تھے کیونکہ آپ کو مختلف طبائع اور مختلف مذاق کے لوگوں کو سمجھانا پڑتا تھا۔ اسی بنا پر اس کے لفظوں کی بعینہ تلاوت کا حکم نہ تھا۔ [۱]

---

[۱] خوب سمجھ لیجئے یہی فرق ہے حدیث قولی اور قرآن میں، کہ قرآن اپنے الفاظ ومعانی دونوں کے اعتبار سے معجزہ ہے، حدیث معجزہ نہیں، قرآن میں ایک لفظ بلکہ ایک حرف بلکہ ایک نقطہ کا بھی تغیر وتبدل جائز نہیں لیکن حدیث میں روایت بالمعنی یعنی اصل مقصود کو جداگانہ الفاظ میں بیان کرنے کی گنجائش ہے۔

بالفاظ دیگر قرآن وحدیث میں وہی فرق ہے جو نامہ وپیام میں ہوتا ہے پیام میں اگر آپ کا پیامی آپ کا منشا اور مافی الضمیر صحیح طور سے مرسل الیہ تک پہنچا دیتا ہے تو پیام رسانی کا مقصد حاصل ہوگیا خواہ پیام رسان اسے آپ کے الفاظ میں نہ پہنچائے بلکہ اکثر اوقات اس کے لئے الفاظ میں تبدیلی کرنا ضروری ہو جاتا ہے خصوصاً جبکہ آپ کی اور آپ کے مخاطب کی زبان مختلف ہو اور آپ کا پیغام رسان دونوں زبانوں سے واقفیت رکھتا ہو، اس صورت میں آپ اپنا مقصد اس سے اپنی زبان میں کہیں گے اور وہ اسے مرسل الیہ کی زبان میں ادا کرے گا۔ اگر اس موقع پر وہ آپ ہی کے الفاظ نقل کردے تو پیغام کا مقصد فوت ہو کر رہ جائے گا، اسی طرح اگر آپ کا پیغام رساں ذہین ہے اور مختصر الفاظ میں مطلب سمجھ جاتا ہے لیکن جسے پیام دیا جارہا ہے وہ نہایت ہی غبی اور کم فہم ہے تو اس صورت میں آپ کے لئے اپنے پیغام رساں سے مختصر لفظوں میں اپنا مطلب کہدینا کافی ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مرسل الیہ کو اس قدر واضح الفاظ میں اپنا مطلب سمجھائے کہ وہ اس کے اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔

لیکن "نامہ" کی صورت اس سے بالکل مختلف ہے یہاں انہی الفاظ کو مکتوب الیہ تک پہنچانا ضروری ہے اگر قاصد نے بیچ میں خط کو چاک کر ڈالا اور اسی مضمون کا دوسرا خط تحریر کردیا۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

علاوہ ازیں آپ کو اپنی قوم کی قوت حافظہ اور یادداشت پر پورا پورا اعتماد اور وثوق تھا کیونکہ وہ جو کچھ سنتے تھے ان کے صفحۂ حافظہ پر ثبت ہوجاتا تھا، اس لئے ابتداء اسلام میں کتابت حدیث کی ضرورت نہیں سمجھی گئی بلکہ صرف زبانی روایت کا حکم دیا گیا اور ساتھ ہی یہ وعید بھی سنادی گئی کہ آپ کے بارے میں عمداً کسی قسم کی غلط بیانی یا دروغ زنی کا مطلب دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنانا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایت بھی منقول ہے کہ

لا تکتبوا عنی، ومن کتب عنی غیر القرآن فلیمحہ، وحدثوا عنی ولا حرج، ومن کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار۔

(باب التثبت فی الحدیث وحکم کتابۃ العلم)

مجھ سے کچھ نہ لکھو اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ لکھ لیا ہے تو وہ اسے مٹادے اور مجھ سے حدیثیں بیان کرو اس میں کچھ حرج نہیں اور جس شخص نے میرے متعلق قصداً جھوٹ بولا اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

اگرچہ امام بخاری اور دیگر محدثین کے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں بلکہ معلول ہے اور ان کی تحقیق میں یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں بلکہ خود ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ہیں جن کو غلطی سے راوی نے مرفوعاً نقل کردیا ہے لیکن بالفرض اگر اس روایت کو موقوف نہیں بلکہ مرفوع ہی صحیح تسلیم کرلیا جائے تب بھی یہ ممانعت وقتی اور عارضی تھی جو اس زمانے میں کچھ عرصہ کے لئے خاص طور پر حفاظت قرآن کے سلسلہ میں کردی گئی تھی، جس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ حق تعالیٰ نے آپ کو قرآن کریم کے علاوہ جوامع الکلم بھی عطا فرمائے تھے جو اپنے ایجاز لفظی ومعنوی کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ تھے اس لئے اندیشہ تھا کہ یہ امی لوگ جو نئے نئے قرآن سے آشنا ہوئے ہیں کہیں دونوں کو خلط ملط نہ کردیں۔ اس بنا پر غایت احتیاط کے مدنظر آپ نے قرآن مجید کے سوا

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ) یا اس کا مطلب ہی بلا کم وکاست زبانی جاکر بیان کردیا تو وہ کسی طرح اپنے فرض سے سبکدوش نہیں ہوا بلکہ الٹا خیانت مجرمانہ کا مرتکب اور بددیانتی کا ملزم ٹھیرا۔

• حدیث قولی بھی حق تعالیٰ کی وحی یا الہام یا ارادت ہے مگر اس کی نوعیت پہلی قسم کی ہے جس میں الفاظ کی بعینہ ادائیگی ضروری نہیں، اور قرآن پاک کی نوعیت دوسری قسم کی ہے یہاں اصل الفاظ ہیں جو روح القدس کے ذریعہ حق تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس پر نازل ہوئے اور آپ کے ذریعے امت تک پہنچے، ان میں نہ روایت بالمعنی کی اجازت ہے نہ کسی قسم کے تغیر وتبدل کا اختیار، ہاں ترجمہ اور تفسیر کی اجازت ہے لیکن اس کو کلام الٰہی نہیں کہا جائے گا۔

(حاشیہ صفحۂ ھذا) ؎ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری میں لکھتے ہیں:۔

ومنھم من اعل حدیث ابی سعید و قال الصواب وقفہ علی ابی سعید قالہ البخاری وغیرہ۔

(باب کتابۃ العلم)

اور بعض محدثین نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت کو معلول بتایا ہے اور کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے، چنانچہ امام بخاری وغیرہ نے یہی بیان کیا ہے۔

Marfat.com

ہر چیز کے لکھنے کی ممانعت کردی اور عام حکم دیدیا کہ اگر آپ سے قرآن مجید کے علاوہ اور کچھ لکھ لیا گیا ہے تو اس کو مٹا دیا جائے۔

❋ **احادیث فعلیہ** میں تمام احکام و عبادات کا عملی نقشہ اور ان کی تشکیل تھی، عملی چیزیں لکھوانے کی بہ نسبت عملی طور پر کرکے دکھلانے اور پھر لوگوں سے اس کے مطابق عمل کروانے سے زیادہ ذہن نشین ہوتی ہیں اس لئے آپ نے ان کے بارے میں یہی طریقہ اختیار فرمایا اور ہدایت کردی کہ

صلوا کما رایتمونی اصلی۔ (صحیحین)	جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا اسی طرح تم بھی نماز پڑھا کرو۔

اور حجۃ الوداع میں رمی جمار کرتے ہوئے فرمایا:

خذوا عنی مناسککم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد حجتی ھذہ (صحیح مسلم)	مجھ سے تم اپنے حج کے طریقے سیکھ لو کیونکہ پتہ نہیں شاید میں اس حج کے بعد دوسرا حج نہ کرسکوں۔

بہت سی چیزیں جن میں آپ نے کسی قسم کی اصلاح و ترمیم کی ضرورت نہ سمجھی اور ان کو ہوتے دیکھ کر آپ نے خاموشی اختیار فرمائی اور اس طرح اپنے اس طرز عمل سے آپ نے ان کی تقریر یعنی اثبات فرمایا کہ باوجود ان چیزوں کے آپ کے علم میں آجانے کے آپ نے ان پر کسی قسم کا انکار نہیں کیا، ایسی حدیثیں **تقریری** کہلاتی ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اس قسم کی روزمرہ کی باتیں اگر آپ قلمبند کرنے کا حکم دیتے تو ایک طول طویل اور اونٹوں پر لادنے والی ضخیم کتاب بنتی جس کی تکلیف اس وقت کے امیوں کے لئے تکلیف مالایطاق سے کم نہ تھی خصوصاً جبکہ اس وقت پوری قوم میں لکھنا جاننے والوں کی تعداد اتنی تھوڑی تھی کہ انگلیوں پر گنے جاسکتے تھے اور کاغذ کی قلت کا یہ عالم تھا کہ لوگ قرآن پاک کو بھی کھجور کی شاخوں، درختوں کے پتوں، اونٹ، اور بکری کے شانوں کی ہڈیوں، جانوروں کے چمڑوں اور کھالوں، پالان کی لکڑیوں اور چوڑے چھلکے اور پتلے پتلے پتھروں پر لکھا کرتے تھے۔

غرض اس وقت حفاظتِ دین کے سلسلہ میں وہی آسان اور سادہ طریقہ اختیار کیا گیا جو اس عہد میں اہل عرب کا فطری اور مروج طریقہ تھا۔ قرآن مجید جو دین کی تمام بنیادی اور اساسی تعلیمات پر مشتمل اور جملہ عقائد و احکام کے متعلق کلی ہدایات کا حامل ہے اس کا لفظ لفظ لوگوں نے زبانی یاد کیا مزید احتیاط کے لئے معتبر کاتبوں سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لکھوالیا۔ "حدیث شریف" جو شرع اسلامی کی تمام اعتقادی اور عملی تفصیلات پر حاوی ہے اس کا قولی حصہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی قومی عادت اور رواج کے مطابق اس سے بھی زیادہ اہتمام کے ساتھ اپنے حافظہ میں محفوظ رکھا کہ جس اہتمام کے ساتھ وہ اس سے پہلے اپنے خطیبوں کے خطبے، شاعروں کے قصیدے اور حکماء کے مقولے یاد رکھا کرتے تھے اور اس کے عملی حصے پر فوراً تعامل اور عملدرآمد شروع کردیا گیا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت میں اس سے زیادہ اور کیا جاسکتا تھا۔

لیکن بعد کو جب کہ قرآن مجید کا کافی حصہ نازل ہوچکا اور عام طور پر لوگ قرآن کے

Marfat.com

ذوق آشنا ہوگئے اور اس بات کا اندیشہ بالکل جاتا رہا کہ "کلام الٰہی" کے ساتھ حدیث کے الفاظ مل جائینگے ادھر غزوۂ بدر کے بعد مدینہ میں بہت سے لوگوں نے لکھنا بھی سیکھ لیا۔ تو پھر کتابتِ حدیث کی اجازت دیدی گئی چنانچہ جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

كان رجل من الانصار يجلس الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فيسمع من النبي صلى الله عليه وسلم الحديث فيعجبه ولا يحفظه فشكا ذلك الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يارسول الله انى لاسمع منك الحديث فيعجبنى ولا احفظه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم استعن بيمينك واومأ بيده للخط۔ ؎۵۱

ایک انصاری صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں بیٹھتے آپ کی باتیں سنتے اور بہت پسند کرتے مگر یاد نہ رکھ پاتے آخر انھوں نے اپنی یادداشت کی خرابی کی شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کی کہ یا رسول اللہ میں آپ سے حدیث سنتا ہوں وہ مجھے اچھی لگتی ہے مگر میں اسے یاد نہیں رکھ سکتا۔ اس پر آپ نے یہ ارشاد فرماتے ہوئے کہ اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لو اپنے دست مبارک سے ان کو لکھنے کی طرف اشارہ کیا۔

اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے خدمت نبوی میں گذارش کی کہ

يارسول الله انا نسمع منك اشياء فنكتبها تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اكتبوا ولا حرج۔ ؎۵۲

یا رسول اللہ ہم آپ کی فرمودہ باتیں سن کر لکھ لیتے ہیں لکھ لیا کرو کچھ حرج نہیں۔

اور سنن ابی داؤد اور مسند دارمی میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

كنت اكتب كل شئ اسمعه من رسول الله صلى الله عليه وسلم اريد حفظه فنهتنى قريش وقالوا تكتب كل شئ تسمعه ورسول الله صلى الله عليه وسلم بشر يتكلم فى الغضب والرضا فامسكت عن الكتابة فذكرت ذلك الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاومأ باصبعه الى فيه فقال اكتب فوالذى نفسى بيده ما يخرج منه الا الحق۔ ؎۵۳

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتا تھا حفظ کرنے کے لئے اس کو لکھ لیتا تھا۔ پھر قریش نے مجھ کو منع کیا اور کہنے لگے کہ تم جو بات سنتے ہو لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں غصہ میں بھی کلام فرماتے ہیں اور خوشی میں بھی۔ یہ سن کر میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے اپنی انگشت سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمانے لگے کہ تم لکھو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس سے بجز حق کے کچھ نہیں نکلتا۔

بلکہ حکیم ترمذی اور سمویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے مستدرک

؎۵۱ جامع ترمذی، باب ما جاء فی الرخصۃ فی کتابۃ العلم۔ ؎۵۲ منتخب کنز العمال ج ۴ ص ۵۸ بحوالہ حکیم ترمذی، طبرانی، سمویہ، تقیید العلم للخطیب، یہ کتاب مصر میں امام احمد بن حنبل کی مسند کے حاشیہ پر طبع ہوئی ہے۔
؎۵۳ سنن ابی داؤد، باب کتابۃ العلم، مسند دارمی، باب من رخص فی کتابۃ العلم۔

Marfat.com

میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ
قیدوا العلم بالکتاب۔ [۱] علم کو قید کتابت میں لے آؤ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے املا | خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متعدد مواقع پر ضروری احکام و ہدایات کو قلمبند کروایا ہے۔

(۱) چنانچہ صحیح بخاری اور سنن ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ فتح مکہ کے سال قبیلہ خزاعہ کے لوگوں نے بنی لیث کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا جب اس واقعہ کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تو آپ نے اپنی سواری پر سوار ہو کر خطبہ دیا جس میں حرم محترم کی عظمت و حرمت اور اس کے آداب کی تفصیل اور قتل کے سلسلے میں دیت و قصاص کا بیان تھا خطبہ سے فراغت ہوئی تو یمن کے ایک صحابی حضرت ابوشاہ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر درخواست کی کہ اکتبوا لی یارسول اللہ (یارسول اللہ یہ خطبہ میرے لئے لکھوا دیجئے) آپ نے ان کی درخواست منظور فرما کر حکم دیا کہ اکتبوا لابی شاہ (ابوشاہ کے لئے خطبہ لکھ دیا جائے) [۲]

(۲) اور حافظ ابن عبدالبر جامع بیان العلم واہلہ میں لکھتے ہیں کہ

وکتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب الصدقات والدیات والفرائض والسنن لعمرو بن حزم وغیرہ۔ [۳]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم وغیرہ کے لئے صدقات، دیات، فرائض اور سنن کے متعلق ایک کتاب تحریر کروائی تھی۔

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ ۱۰ ہجری میں اہل نجران پر عامل بنا کر بھیجا تھا اس وقت ان کی عمر سترہ سال کی تھی [۴] یہ نوشتہ آپ نے ان کو جب یہ یمن جانے لگے تو حوالہ کیا تھا سنن نسائی میں ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب الی اہل الیمن کتابا فیہ الفرائض والسنن والدیات وبعث بہ مع عمرو بن حزم فقرأت علی اہل الیمن۔ (ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کی طرف ایک نوشتہ تحریر کیا تھا جس میں فرائض، سنن اور خونبہا کے احکام تھے اور آپ نے یہ نوشتہ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ کیا تھا، چنانچہ وہ اہل یمن کے سامنے پڑھا گیا۔

اس کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے: من محمد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) الی شرحبیل بن عبد کلال ونعیم بن عبد کلال والحارث بن عبد کلال قیل ذی رعین ومعافر وھمدان اما بعد (سنن نسائی)

اور کتاب الجراح کی ابتداء میں یہ تحریر تھا، ھذا بیان من اللہ ورسولہ یایھا الذین امنوا

---

[۱] منتخب کنز العمال ج ۴ ص ۶۹۔ [۲] صحیح بخاری، باب کتابۃ العلم، اور باب کیف تعرف لقطۃ اہل مکہ، جامع ترمذی، باب ماجاء فی الرخصۃ فی کتابۃ العلم۔ [۳] جامع بیان العلم، باب ذکر الرخصۃ فی کتاب العلم۔ [۴] الاستیعاب اور تہذیب التہذیب میں ان کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ سے یہاں سے لیکر اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ تک مسلسل آیات درج تھیں، اس کے بعد لکھا تھا ھذا کتاب الجراح، فی النفس مائۃ من الابل الخ (سنن نسائی)۔

امام ابن شہاب زہری کا بیان ہے کہ یہ کتاب چمڑے پر تحریر تھی اور عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے پوتے ابوبکر بن حزم کے پاس موجود تھی وہ یہ کتاب میرے پاس بھی لے کر آئے تھے اور میں نے اس کو پڑھا تھا۔ (سنن نسائی)۔

❋ حافظ ابن کثیر اس کتاب کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں:

فھذا الکتاب متداول بین ائمۃ الاسلام قدیما وحدیثا یعتمدون علیہ ویفزعون فی مھمات ھذا الباب الیہ، کما قال یعقوب بن سفیان لا اعلم فی جمیع الکتب کتابا اصح من کتاب عمرو بن حزم، کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یرجعون الیہ ویدعون آراءھم۔

یہ کتاب عہد قدیم و عہد جدید دونوں میں ائمہ اسلام کے مابین متداول رہی ہے جس پر وہ اعتماد کرتے اور اس باب کے اہم مسائل میں رجوع کرتے رہے ہیں چنانچہ یعقوب بن سفیان کا بیان ہے کہ میرے علم میں تمام کتابوں میں کوئی کتاب عمرو بن حزم کی کتاب سے زیادہ صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اس کی طرف رجوع کرتے اور اپنی رایوں کو چھوڑ دیتے تھے۔

چنانچہ حسب تصریح حافظ ابن کثیر سعید بن المسیب سے بہ صحت منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انگلیوں کی دیت کے بارے میں اسی کتاب کی طرف رجوع کیا تھا[۱]۔ اور دار قطنی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوئے تو انھوں نے زکوٰۃ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کو معلوم کرنے کی غرض سے مدینہ منورہ میں اپنا آدمی روانہ کیا تھا جس کو ایک تحریر تو آل عمرو بن حزم کے پاس ملی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم کو صدقات کے بارے میں لکھوائی تھی اور دوسری آل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس دستیاب ہوئی، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں اپنے عمال کے نام لکھی تھی۔ ان دونوں نوشتوں کا مضمون واحد تھا۔ پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے تمام عمال اور ولاۃ کے نام فرمان جاری کر دیا کہ جو کچھ ان دونوں کتابوں میں تحریر ہے اسی کے مطابق عملدرآمد کیا جائے۔[۲]

اور حافظ جمال الدین زیلعی، نصب الرایہ میں بعض حفاظ حدیث سے ناقل ہیں کہ

نسخۃ کتاب عمرو بن حزم تلقاھا الائمۃ الاربعۃ بالقبول وھی متوارثۃ کنسخۃ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ۔[۳]

عمرو بن حزم (رضی اللہ عنہ) کی کتاب کے نسخہ کو چاروں ائمہ نے قبول کیا ہے اور یہ نسخہ بھی نسخہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی طرح سے متوارث ہے۔

[۱] تنقیح الانظار فی علوم الآثار، از محمد بن ابراہیم المعروف بابن الوزیر الیمانی، ج ۲ ص ۲۵۱ طبع السعادہ مصر ۱۳۶۶ھ۔ یہ کتاب توضیح الافکار کے ساتھ طبع ہوئی ہے جو اس کی حامل المتن شرح ہے۔ [۲] سنن دار قطنی باب زکوٰۃ الابل والغنم۔ [۳] نصب الرایہ تخریج احادیث الہدایہ ج ۴ ص ۳۴۲ طبع مصر ۱۳۵۷ھ۔

Marfat.com

حدیث کی بیشتر کتابوں میں اس نسخہ کی جستہ جستہ حدیثیں منقول ہیں، حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ "اس کو مسنداً بھی روایت کیا گیا ہے اور مرسلاً بھی چنانچہ جن حفاظ وائمہ حدیث نے اس کو مسنداً روایت کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔ امام نسائی نے اپنی سنن میں، امام احمد نے اپنی مسند میں، امام ابو داؤد نے کتاب المراسیل میں۔ ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی، ابو یعلی موصلی، ابو یعقوب بن سفیان نے اپنی اپنی مسندوں میں، نیز حسن بن سفیان فسوی، عثمان بن سعید دارمی عبد اللہ بن عبد العزیز بغوی، ابو زرعہ دمشقی، احمد بن الحسن بن عبد الجبار الصوفی الکبیر، حامد بن محمد بن شعیب بلخی اور حافظ طبرانی نے اور ابو حاتم بن حبان بستی نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور بیہقی لکھتے ہیں کہ ھو حدیث موصول الاسناد حسن۔

رہی مرسلاً روایت سو وہ بہت سے طریقوں سے منقول ہے۔" [۱]

موطا امام مالک میں بھی اس نسخہ سے حدیثیں مروی ہیں اور حاکم نے المستدرک علی الصحیحین کی صرف کتاب الزکوٰۃ میں اس نسخہ سے ترسیٹھ حدیثیں نقل کی ہیں، اسی طرح سنن دارقطنی اور سنن بیہقی وغیرہ میں بھی مختلف ابواب میں اس کی حدیثیں منقول ہیں۔

(۳) سنن دارقطنی میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کی طرف حارث بن عبد کلال اور ان کے ساتھ معافر وہمدان کے دیگر یمنیوں کے نام ایک تحریر لکھی تھی جس میں زرعی پیداوار کی بابت زکوٰۃ کے احکام درج تھے۔ [۲]

(۴) اہل یمن کے نام احکام زکوٰۃ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تحریر کا ذکر امام شعبی نے بھی کیا ہے چنانچہ مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ کی کتاب الزکوٰۃ میں اس نوشتہ کی متعدد حدیثیں امام شعبی کی روایت سے منقول ہیں۔ [۳]

(۵) ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب الصدقہ تحریر فرمائی اور اس کو آپ نے ابھی اپنے عاملوں کی طرف روانہ نہ کیا تھا کہ رحلت فرما گئے۔ یہ کتاب آپ کی تلوار کے ساتھ رکھی تھی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا۔ جب وہ بھی وفات پا گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے مطابق عمل درآمد کیا یہاں تک کہ ان کی بھی وفات ہو گئی۔ [۴] ابوداؤد اور ترمذی نے اس نوشتہ کی حدیثیں بھی نقل کی ہیں اور امام ترمذی نے تو اس کو روایت کر کے یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ

والعمل علی ھذا الحدیث عند عامۃ اھل العلم — عام علماء کا عمل اسی حدیث پر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نوشتہ ان دونوں کتابوں کے علاوہ مصنف ابن ابی شیبہ، سنن دارمی

---

[۱] تنقیح الانظار ج ۲ ص ۱۵۰ و ۱۵۱۔ [۲] سنن دارقطنی، باب فی قدر الصدقۃ فیما اخرجت الارض۔

[۳] مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ طبع ملتان۔ [۴] سنن ابی داؤد، باب فی زکوٰۃ السائمۃ، جامع ترمذی، باب ماجاء فی زکوٰۃ الابل والغنم۔

Marfat.com

اور سنن دارقطنی وغیرہ دیگر کتب حدیث میں بھی مروی ہے۔[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر یہ تحریر آپ کے خاندان میں محفوظ رہی چنانچہ امام زہری کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ہر دو صاحبزادگان عبد اللہ اور سالم سے لیکر نقل کر لیا تھا۔ امام زہری کہتے ہیں میں نے اس نسخہ کو زبانی یاد کر لیا تھا۔[2]

(۶) سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عبد اللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک ماہ قبل قبیلہ جہینہ کی طرف یہ لکھ کر بھیجا تھا کہ مردار کی کھال اور پٹھوں کو کام میں نہ لایا جائے۔ امام ترمذی کی روایت میں زمانہ تحریر وفات نبوی سے دو ماہ قبل مذکور ہے۔[3]

(۷) حافظ ابن عبد البر نے جامع بیان العلم میں امام ابو جعفر محمد بن علی (باقر) سے بسند نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے دستہ میں ایک صحیفہ رکھا ہوا ملا جس میں حدیثیں لکھی ہوئی تھیں، چنانچہ جامع بیان العلم میں ان میں سے بعض احادیث منقول بھی ہیں۔[4]

یہ تو معدودے چند تحریروں اور بعض نوشتوں کا ذکر تھا لیکن ان کے علاوہ مختلف قبائل کو تحریری ہدایات، خطوط کے جوابات، مدینہ منورہ کی مردم شماری کے کاغذات، سلاطین وقت اور مشہور فرمانرواؤں کے نام اسلام کے دعوت نامے، عمال اور ولاۃ کے نام احکام، معاہدات، صلحنامے، امان نامے اور اسی قسم کی بہت سی مختلف تحریرات تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتاً فوقتاً قلمبند کروائیں۔ محدثین نے آپ کے نامے اور معاہدات ووثائق کو مستقل تصانیف میں علیحدہ جمع کیا ہے۔ چنانچہ اسی موضوع پر حافظ شمس الدین محمد بن علی بن احمد بن طولون دمشقی حنفی متوفی ۹۵۳ھ کی مشہور تصنیف اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین چند سال ہوئے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

عہد رسالت میں صحابہ کے بعض نوشتے

سابق میں سنن ابی داؤد اور سنن دارمی کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی یہ تصریح گزر چکی ہے کہ

"میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو کچھ سنتا تھا حفظ کرنے کے ارادے سے قلمبند کر لیا کرتا تھا۔"

اسی حدیث میں یہ بھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ یہ سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت اور آپ کے

---

[1] ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۱۔ سنن دارمی، باب زکوۃ الابل۔ سنن دارقطنی، باب زکوۃ الابل والغنم
[2] سنن ابی داؤد۔ [3] امام نسائی نے اس حدیث کو کتاب الفرع والعتیرہ میں (زیر عنوان "ما یدبغ بہ جلود المیتۃ") نقل کیا ہے اور بقیہ حضرات نے کتاب اللباس میں۔ ملاحظہ ہو سنن ابی داؤد، باب من روی ان لا ینتفع باہاب المیتۃ، جامع ترمذی، باب ما جاء فی جلود المیتۃ اذا دبغت۔ سنن ابن ماجہ باب من کان لا ینتفع من المیتۃ باہاب ولا عصب۔ [4] جامع بیان العلم، باب الرخصۃ فی کتاب العلم۔

حکم سے تھا۔ صحیح بخاری اور جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ میں مجھ سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں روایت کرنے والا کوئی نہیں مگر ہاں عبداللہ بن عمرو ہوسکتے ہیں کیونکہ وہ حدیثیں لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ امام احمد نے اپنی مسند میں اور بیہقی نے مدخل میں مجاہد اور مغیرہ بن الحکیم سے نقل کیا ہے کہ ہم دونوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ مجھ سے زیادہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عالم نہیں مگر عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہما) کا معاملہ مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے لکھتے اور دل سے یاد رکھتے تھے اور میں صرف یاد رکھتا تھا، لکھتا نہ تھا۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھنے کی اجازت مانگی تھی اور آپ نے ان کو اجازت دیدی تھی۔ ۲؎

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے حدیث نبوی کی کتابت کا جو سلسلہ شروع کیا تھا اس سے ایک اچھی خاصی ضخیم کتاب تیار ہوگئی تھی جس کا نام انھوں نے **صادقہ** رکھا تھا۔ یہ کتاب انھیں اس قدر عزیز تھی کہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

مایرغبنی فی الحیوۃ الا الصادقۃ والوھط۔	مجھے زندگی کی یہی دو چیزیں خواہش دلاتی ہیں، صادقہ اور وہط۔

پھر خود ہی ان دونوں چیزوں کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں:

فاما الصادقۃ فصحیفۃ کتبتہا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما الوھط فارض، تصدق بہا عمرو بن العاص کان یقوم علیہا۔ ۳؎	صادقہ تو وہ صحیفہ ہے جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر لکھا ہے اور وہط وہ زمین ہے جس کو (والد بزرگوار) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے راہ خدا میں وقف کیا تھا اور وہ اس کی دیکھ بھال رکھا کرتے تھے۔

یہ صحیفہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی وفات پر ان کے پوتے شعیب بن محمد بن عبداللہ کو ملا تھا اور شعیب سے اس نسخہ کو ان کے صاحبزادے عمرو روایت کرتے ہیں ۴؎ چنانچہ حدیث کی کتابوں میں ۵؎ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ" کے سلسلہ سے جتنی بھی روایتیں منقول ہیں وہ سب صحیفہ صادقہ ہی کی حدیثیں ہیں۔ سابق میں بعض حفاظ حدیث کی تصریح آپ پڑھ چکے ہیں کہ یہ نسخہ متوارث ہے۔ شعیب کے والد محمد کا انتقال اپنے باپ کی زندگی ہی میں ہوگیا تھا اس لئے پوتہ کی تمام تر تربیت دادا ہی کے ظل عاطفت میں ہوئی تھی، البتہ محدثین کا اس میں اختلاف ہے کہ شعیب نے صادقہ کا یہ نسخہ دادا سے پڑھا تھا یا نہیں بعض سخت گیر محدثین نے اسی بناپر ان روایات کے اتصال پر بھی کلام کیا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی

۱؎ صحیح بخاری، باب کتابۃ العلم، جامع ترمذی، باب ماجاء فی الرخصۃ فیہ۔ ۲؎ فتح الباری، باب کتابۃ العلم۔
۳؎ سنن دارمی، باب من رخص فی کتابۃ العلم۔ جامع بیان العلم، باب ذکر الرخصۃ فی کتاب العلم۔
۴؎ تہذیب التہذیب، ترجمہ عمرو بن شعیب۔ ۵؎ جامع ترمذی، باب ماجاء فی کراہیۃ البیع والشراء وانشاد الضالۃ والشعر فی المسجد، اور باب ماجاء فی زکوۃ مال الیتیم۔

Marfat.com

تہذیب التہذیب میں عمرو بن شعیب کے ترجمہ میں یحیی بن معین سے ناقل ہیں کہ

هو ثقة فی نفسه وما روی عن ابیه عن جده لا حجة فیه ولیس بمتصل وهو ضعیف من قبیل انه مرسل، وجد شعیب کتب عبد الله بن عمرو فکان یرویها عن جده ارسالاً وهی صحاح عن عبد الله بن عمرو غیر انه لم یسمعها۔

یہ خود تو ثقہ ہیں اور جو روایت یہ اپنے باپ شعیب سے اور وہ اپنے دادا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے کرتے ہیں وہ حجت نہیں غیر متصل ہے اور بسبب مرسل ہونے کے ضعیف ہے شعیب کو عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی کتابیں ملی تھیں چنانچہ وہ ان کو اپنے دادا سے مرسلاً روایت کرتے ہیں۔ یہ روایتیں اگرچہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے صحیح ہیں لیکن ان کو شعیب نے سنا نہیں تھا۔

❋ حافظ ابن حجر اس عبارت کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

قلت فاذا شهد له ابن معین ان احادیثه صحاح غیر انه لم یسمعها وصح سماعه لبعضها فغایة الباقی ان یکون وجادة صحیحة وهو احد وجوه التحمل۔

میں کہتا ہوں جبکہ ابن معین اس امر کی شہادت دے رہے ہیں کہ اس کی حدیثیں تو صحیح ہیں مگر ان کو شعیب نے سنا نہیں ہے اور بعض حدیثوں کا سماع صحت کو پہنچ چکا ہے[۱] تو بقیہ احادیث کی روایت زیادہ سے زیادہ وجادہ صحیحہ[۲] سے ہوگی اور یہ بھی اخذ علم کا ایک طریقہ ہے۔

اور امام ترمذی اپنی جامع میں فرماتے ہیں:

ومن تکلم فی حدیث عمرو بن شعیب انما ضعفه لانه یحدث عن صحیفة جده کانهم راوا انه لم یسمع هذه الاحادیث من جده۔ [۳]

اور جس نے بھی عمرو بن شعیب کی حدیث میں کلام کیا ہے سو محض اس بنا پر اس کی تضعیف کی ہے کہ وہ اپنے دادا کے صحیفہ سے حدیثیں بیان کیا کرتے تھے گویا ان لوگوں کی یہ رائے ہے کہ انھوں نے ان حدیثوں کو اپنے دادا سے نہیں سنا تھا۔

لیکن اکثر محدثین عمرو بن شعیب کی ان حدیثوں کو حجت مانتے اور صحیح سمجھتے ہیں۔ چنانچہ امام ترمذی اسی عبارت سے ذرا پہلے امام بخاری سے ناقل ہیں کہ

رأیت احمد واسحق وذکر غیرهما یحتجون بحدیث عمرو بن شعیب۔

میں نے احمد بن حنبل، اسحق بن راہویہ اور ان دونوں کے علاوہ اور محدثین کا بھی ذکر کیا کہ ان سب کو دیکھا کہ وہ عمرو بن شعیب کی حدیث کو حجت مانتے تھے۔

---

[۱] چنانچہ یہ روایتیں سنن ابی داؤد، سنن نسائی، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں موجود ہیں اور حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ان کو ذکر کیا ہے اور بہت سے ائمہ حدیث سے شعیب کے متعلق دادا سے سماع کی تصریح بھی نقل کی ہے۔

[۲] "وجادہ" وَجَدَ یَجِدُ کا مصدر ہے جس کے معنی پانے کے ہیں۔ یہ مصدر پہلے مستعمل نہ تھا محدثین نے اس کو استعمال کرنا شروع کیا، ان کی اصطلاح میں کسی کتاب یا نوشتہ میں مصنف یا اصل راوی کی تحریر پاکر خود اس سے سنے بغیر اس کی حدیثوں کو روایت کرنا "وجادہ" کہلاتا ہے۔

[۳] باب ماجاء فی کراہیة البیع والشراء وانشاد الضالة والشعر فی المسجد۔

Marfat.com

اور باب ماجاء فی زکوۃ مال الیتیم میں لکھتے ہیں:

واما اکثر اھل الحدیث فیحتجون بحدیث عمرو بن شعیب ویثبتونہ۔	اور اکثر محدثین عمرو بن شعیب کی حدیث کو حجت سمجھتے اور ثابت مانتے ہیں۔

امام بخاری اور امام ترمذی نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ شعیب نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے حدیثیں سنی ہیں شعیب کو تو یہ پورا نسخہ وراثت میں ملا ہی تھا لیکن حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ان کے دوسرے تلامذہ نے جتنی حدیثیں روایت کی ہیں وہ بھی اسی صحیفہ صادقہ کی ہیں۔

(۲) عہد رسالت کے تحریری نوشتوں میں سے ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا صحیفہ بھی تھا جس کے متعلق خود ان کا بیان ہے کہ

ماکتبنا عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم الا القرآن وما فی ھذہ الصحیفۃ [۲]	ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بجز قرآن کے اور جو کچھ اس صحیفہ میں درج ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں لکھا۔

یہ صحیفہ چمڑے کے ایک تھیلہ میں تھا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار مع نیام کے رکھی رہتی تھی[۳] یہ وہی صحیفہ ہے جس کے متعلق صحیح بخاری میں آپ کے صاحبزادے محمد بن الحنفیہ سے مذکور ہے کہ

ارسلنی ابی خذ ھذا الکتاب فاذھب بہ الی عثمان فان فیہ امر النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی الصدقۃ۔ [۴]	مجھ کو میرے والد نے بھیجا کہ اس کتاب کو لیکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ کیونکہ اس میں زکوۃ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام درج ہیں۔

اس صحیفہ میں زکوۃ کے علاوہ خون بہا، اسیروں کی رہائی، کافر کے بدلہ مسلمان کو قتل نہ کرنا، حرم مدینہ کے حدود اور اس کی حرمت، غیر کی طرف انتساب کی ممانعت، نقض عہد کی برائی، غیر کے لئے ذبح کرنے پر وعید اور زمین کے نشانات مٹانے کی مذمت وغیرہ بہت سے احکام و مسائل درج تھے۔ حدیث کی اکثر کتابوں میں اس صحیفہ کی روایتیں موجود ہیں۔ خود امام بخاری نے بھی حسب ذیل ابواب میں اس صحیفہ کی مذکورہ بالا روایات کو نقل کیا ہے (۱) باب کتابۃ العلم (۲) باب حرم المدینہ (۳) باب فکاک الاسیر (۴) باب ذمۃ المسلمین وجوارہم واحدۃ یسعی بہا ادناہم۔ (۵) باب اثم من عاہد ثم غدر (۶) باب اثم من تبرأ من موالیہ (۷) باب العاقلۃ (۸) باب لایقتل المسلم بالکافر (۹) باب مایکرہ من التعمق والتنازع فی العلم والغلو فی الدین۔ صحیح بخاری میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ منبر پر خطبہ دیا تو آپ کی تلوار کے ساتھ یہ صحیفہ آویزاں تھا پھر آپ نے فرمایا کہ بخدا ہمارے پاس بجز کتاب اللہ کے اور جو کچھ اس صحیفے میں مرقوم ہے اس کے علاوہ کوئی نوشتہ نہیں کہ جو پڑھا جائے۔ اس کے بعد آپ نے اس صحیفہ کو کھولا اور لوگوں کو اس کے مسائل پر اطلاع ہوئی۔ [۵]

[۱] جامع ترمذی کے دونوں ابواب ملاحظہ ہوں۔ [۲] صحیح بخاری "باب اثم من عاہد ثم غدر" [۳] صحیح مسلم، باب تحریم الذبح لغیر اللہ۔ [۴] صحیح بخاری "باب ماذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن شعرہ ونعلہ وآنیتہ مما شرک فیہ اصحابہ وغیرہم بعد وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [۵] صحیح بخاری کتاب الاعتصام باب مایکرہ من التعمق والتنازع فی العلم والغلو فی الدین۔

Marfat.com

(۳) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے متعلق سابق میں گزر چکا ہے کہ وہ عہد رسالت میں حدیثیں لکھا کرتے تھے جس کی اجازت ان کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی چنانچہ ان کے پاس بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی حدیثیں تحریری شکل میں موجود تھیں مسند امام احمد بن حنبل میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ مروان نے خطبہ دیا جس میں مکہ معظمہ اور اس کی حرمت کا ذکر تھا تو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا کہ اگر مکہ حرم ہے تو مدینہ بھی حرم ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم قرار دیا ہے اور یہ حکم ہمارے پاس چمڑے پر لکھا ہوا ہے اگر تم چاہو تو تمہیں پڑھ کر سنا دیں، مروان نے جواب دیا ہاں ہمیں بھی آپ کا یہ حکم پہنچا ہے۔ [1]

صحابہ کرام کے بعض اور نوشتے

(۱) صحیح بخاری، سنن ابی داؤد (باب فی زکوٰۃ السائمۃ) سنن نسائی (باب زکوٰۃ الابل) میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بحرین پر عامل بنا کر روانہ کیا تو زکوٰۃ کے مسائل واحکام کے متعلق ایک مفصل تحریر لکھ کر ان کے حوالہ کی جو ان لفظوں سے شروع ہوتی ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، ھذہ فریضۃ الصدقۃ التی فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المسلمین والتی امر اللہ بھا رسولہ الخ (صحیح بخاری باب زکوٰۃ الغنم)

امام بخاری نے اس نوشتہ کی روایات کو "کتاب الزکوٰۃ" کے تین مختلف ابواب میں متفرق طور پر درج کیا ہے اور اپنی صحیح میں گیارہ جگہ اس کو روایت کیا ہے، چھ جگہ "کتاب الزکوٰۃ" میں، دو جگہ "کتاب اللباس" میں اور ایک ایک جگہ "کتاب الشرکۃ"، "ابواب الخمس" اور "کتاب الحیل" میں۔ یہ نوشتہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے خاندان میں برابر محفوظ چلا آتا تھا چنانچہ امام بخاری نے اس کو محمد بن عبداللہ بن المثنیٰ بن عبداللہ بن انس سے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پوتے کے پوتے ہیں، روایت کیا ہے۔ محمد اس کو اپنے عبداللہ سے اور عبداللہ اپنے چچا ثمامہ بن عبداللہ بن انس اور وہ خود حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس کے راوی ہیں، اور امام ابوداؤد اس کو حدیث کے مشہور حماد بن سلمہ سے روایت کرتے ہیں جن میں حماد تصریح بھی موجود ہے کہ میں نے خود ثمامہ سے اس نوشتہ کو اخذ کیا ہے، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر مبارک بھی ثبت تھی۔

(۲) جامع ترمذی میں سلیمان تیمی سے منقول ہے کہ حسن بصری اور قتادہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے صحیفہ سے حدیثیں روایت کیا کرتے تھے[2] حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس صحیفہ کا ذکر بہت سے محدثین کے تذکرہ میں آیا ہے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں قتادہ کے ترجمہ میں امام احمد سے نقل کیا ہے کہ

كان قتادة احفظ اهل البصرة لا يسمع شيئا الا حفظه قرأت عليه صحيفة جابر مرة فحفظها۔

قتادہ اہل بصرہ میں سب سے بڑے حافظ تھے جو سنتے یاد ہو جاتا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا صحیفہ صرف ایک بار ان کے سامنے پڑھا گیا تھا بس انہیں یاد ہو گیا۔

[1] مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۱ طبع میمنیہ مصر ۱۳۱۳ھ۔ [2] جامع ترمذی باب ما جاء فی ارض المشترک یرید بعضھم بیع نصیبہ۔

Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں اسمٰعیل بن عبدالکریم صنعانی المتوفی ۲۱۰ھ کے ترجمہ میں بھی اس صحیفہ کا ذکر کیا ہے کہ یہ اس کو وہب بن منبہ سے اور وہ اس کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے اور سلیمان بن قیس یشکری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ

قال ابوحاتم جالس جابرا وکتب عنه صحیفته وتوفی، وروی ابوالزبیر و ابوسفیان والشعبی عن جابر وهم قد سمعوا من جابر واکثره من الصحیفة وکذلك قتادة۔

ابوحاتم کا بیان ہے کہ سلیمان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ہم نشینی اختیار کی اور ان سے صحیفہ لکھا اور وفات پا گئے اور ابوالزبیر ابوسفیان اور شعبی نے بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایتیں کی ہیں اور ان لوگوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیثیں بھی سنی ہیں جو اکثر اسی صحیفہ کی ہیں اور اسی طرح قتادہ نے بھی۔

اور طلحہ بن نافع ابوسفیان واسطی کے ترجمہ میں سفیان بن عیینہ اور شعبہ دونوں کا متفقہ بیان نقل کیا ہے کہ

حدیث ابی سفیان عن جابر انما هی صحیفة۔

ابوسفیان، جابر سے جو حدیث روایت کرتے ہیں وہ صحیفہ سے ہوتی ہے۔

(۳) حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں امام حسن بصری کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے حدیث کا ایک بہت بڑا نسخہ روایت کیا ہے جس کی بیشتر حدیثیں سنن اربعہ میں منقول ہیں علی بن المدینی اور امام بخاری دونوں نے تصریح کی ہے کہ اس نسخہ کی سب حدیثیں ان کی مسموعہ تھیں لیکن یحییٰ بن سعید القطان اور دیگر علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ سب نوشتہ سے روایت ہیں اس نسخہ کو امام حسن بصری کے علاوہ خود حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سلیمان بن سمرہ بھی ان سے روایت کرتے ہیں چنانچہ تہذیب التہذیب میں سلیمان کے ترجمہ میں مذکور ہے "روی عن ابیه نسخة کبیرة"۔

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اگرچہ عہد رسالت میں حدیثیں لکھتے نہ تھے لیکن بعد کو انھوں نے بھی اپنی تمام مرویات کو تحریری شکل میں محفوظ کر لیا تھا چنانچہ ابن وہب نے حسن بن عمرو بن امیہ ضمری کا بیان نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے گھر لے گئے اور حدیث نبوی کی کتابیں دکھلا کر کہنے لگے دیکھو یہ حدیث میرے پاس بھی لکھی ہوئی ہے۔[1]

(۵) امام ترمذی نے اپنی جامع میں "کتاب العلل" کے اندر عکرمہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ طائف کے کچھ لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ان کی کتابوں میں سے ایک کتاب لیکر آئے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کتاب کو لیکر پڑھنا شروع کیا مگر الفاظ میں تقدیم و تاخیر ہونے لگی تو آپ نے ان سے فرمایا کہ میں تو اس مصیبت (ضعف بصر) کے سبب عاجز ہو چکا ہوں تم خود

[1] فتح الباری، باب کتابة العلم۔

Marfat.com

اس کو میرے سامنے پڑھو کیونکہ (جو اندروایت ہیں) تمہارا میرے سامنے پڑھ کر سنانا اور میرا اقرار کر لینا ایسا ہی ہے جیسا کہ میرا خود تمہارے سامنے پڑھنا۔

(۶) حافظ ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نبیرہ معن بن عبدالرحمن کی زبانی نقل کیا ہے کہ

اخرج الی عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود کتابا وحلف لی انہ من خط ابیہ بیدہ۔ [۵۱]

(والد محترم) عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود ایک کتاب میرے سامنے نکال کر لائے اور قسم کھا کر مجھ سے کہنے لگے کہ یہ ابا جان کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔

ہم نے صحابہ کے صرف ان چند مشہور نوشتوں کے ذکر پر اکتفا کی ہے کہ جو بہت سی احادیث پر مشتمل تھے یا جو مستقل صحیفہ اور کتاب کی حیثیت رکھتے تھے، ورنہ اگر صحابہ کی ان تمام تحریرات کو یکجا جمع کیا جائے کہ جس میں انھوں نے کسی حدیث کا ذکر کیا ہے تو اس کے لئے ایک مستقل کتاب چاہئے جس کیلئے کافی فرصت اور وسیع مطالعہ اور تتبع و تلاش کی ضرورت ہے۔

عہد صحابہ میں تابعین کے نوشتے (۱) سنن دارمی میں بشیر بن نہیک سدوسی سے جو مشہور تابعی ہیں منقول ہے کہ

کنت اکتب ما اسمع من ابی ھریرۃ فلما اردت ان افارقہ اتیتہ بکتابہ فقرأتہ علیہ وقلت لہ ھذا ما سمعت منک قال نعم۔

(باب من رخص فی کتابۃ العلم)

میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو حدیثیں سنتا لکھ لیتا تھا پھر جب میں نے ان سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو اس کتاب کو لیکر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کو ان کے سامنے پڑھ کر سنایا اور پھر ان سے عرض کیا کہ یہ سب وہی حدیثیں ہیں جو میں نے آپ سے سنی ہیں۔ فرمانے لگے ہاں۔

امام ترمذی نے بھی کتاب العلل میں اس واقعہ کو بالاختصار نقل کیا ہے۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات سے ایک صحیفہ، ہمام بن منبہ یمانی نے بھی مرتب کیا تھا اس میں ایک سو چالیس کے قریب احادیث مذکور ہیں[۵۲]، یہ پورا صحیفہ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں یکجا روایت کیا ہے[۵۳]۔ صحیحین میں بھی اس صحیفہ کی روایتیں متفرق طور پر موجود ہیں۔ حافظ ابن حجر نے اس صحیفہ کے متعلق ابن خزیمہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ "صحیفۃ ھمام عن ابی ھریرۃ مشھورۃ"[۵۴] یہ صحیفہ آج بھی برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

(۳) سنن دارمی (باب من رخص فی کتابۃ العلم) میں سعید بن جبیر سے جو مشہور ائمہ تابعین میں سے ہیں مروی ہے کہ

کنت اکتب عند ابن عباس فی صحیفۃ۔

میں ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کے پاس بیٹھا ہوا صحیفہ میں لکھتا رہتا تھا۔

---

[۵۱] جامع بیان العلم "باب ذکر الرخصۃ فی کتاب العلم" یہ روایت سنن دارمی میں بھی "باب من ھاب الفتیا وکرہ التنطع والتبدع" میں مذکور ہے۔ [۵۲] تہذیب التہذیب، ترجمہ ہمام بن منبہ۔ [۵۳] مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۲ لغایت ۳۱۸ طبع میمنیہ مصر ۱۳۱۳ھ۔ [۵۴] تہذیب التہذیب، ترجمہ اسمٰعیل بن عبدالکریم صنعانی۔

Marfat.com

دارمی ہی نے ان سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ میں رات کو مکہ معظمہ کی راہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہمرکاب ہوتا وہ مجھ سے کوئی حدیث بیان کرتے تو پالان کی لکڑی پر لکھ لیتا تاکہ صبح کو پھر اسے نقل کرسکوں، سنن دارمی ہی میں ان کا یہ بیان بھی مذکور ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رات کو حدیث سنتا تو پالان کی لکڑی پر لکھ لیتا تھا۔

(۴) سنن دارمی میں مسلم بن قیس کا بیان مذکور ہے کہ میں نے ابان کو دیکھا کہ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تختیوں پر لکھتے رہتے تھے۔ (باب مذکور)

(۵) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک زمانے تک کتابت حدیث کے قائل نہ تھے۔ مروان نے اپنی امارت مدینہ کے زمانہ میں ان سے خواہش ظاہر کی کہ وہ کچھ حدیثیں لکھ دیں مگر آپ نے منظور نہ فرمایا آخر اس نے یہ تدبیر نکالی کہ پردہ کے پیچھے کاتب بٹھایا اور خود حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنے یہاں بلانے لگا، یہاں مختلف لوگ آپ سے مسائل واحکام دریافت کرتے اور آپ جو کچھ فرماتے کاتب لکھتا جاتا۔ [۱]

حفظِ حدیث | یہ معدودے چند وہ واقعات ہیں جن میں خود صحابہ یا صحابہ کے سامنے حدیث کے صحیفے اور نوشتے لکھے جانے کا ذکر ہے، دور تابعین میں اگرچہ احادیث کے قلمبند کرنے کا سلسلہ پہلے سے بہت زیادہ ہوگیا تھا، تاہم اب تک عام طور پر لوگ لکھنے کے عادی نہ تھے اور جو کچھ لکھتے تھے اس سے مقصود صرف اس کو ازبر کرنا ہوتا تھا، اس زمانہ میں حدیثوں کو سن کر انھیں زبانی یاد کرنے کا اسی طرح رواج تھا جس طرح مسلمان قرآن پاک کو یاد کرتے ہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں:

لم یکن القوم یکتبون انما کانوا یحفظون فمن کتب منهم الشئ فانما یکتبه لیحفظه فاذا حفظه محاه۔ [۲]	اگلے لوگ لکھتے نہ تھے بس حفظ کرتے تھے اور جو کوئی ان میں سے کچھ لکھ بھی لیتا تو حفظ کرنے ہی کے لئے لکھتا اور جب حفظ کر لیتا تو اسے مٹا ڈالتا۔

تقریباً پہلی صدی ہجری تک عرب علماء عام طور پر کتابت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے جس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ عربوں کا حافظہ فطرۃً نہایت قوی تھا وہ جو کچھ سنتے فوراً یاد کر لیتے تھے۔ ایسی صورت میں کسی چیز کو لکھنا تو در کنار اس کا دوبارہ پوچھنا بھی نظر استعجاب سے دیکھا جاتا تھا۔ چنانچہ سنن دارمی میں، ابن شبرمہ کی زبانی منقول ہے کہ شعبی کہا کرتے تھے، اے شباک (شعبی کے شاگرد کا نام) میں تم سے دوبارہ حدیث بیان کر رہا ہوں حالانکہ میں نے کبھی کسی سے حدیث کے دوبارہ اعادے کی درخواست نہیں کی اسی کتاب میں شعبی کا یہ بیان بھی موجود ہے کہ

ما کتبت سوداً فی بیاض ولا استعدت حدیثا من انسان۔	میں نے نہ کبھی سپیدی پر سیاہی سے لکھا اور نہ کبھی کسی انسان سے ایک مرتبہ حدیث سن کر دوبارہ اس سے اعادہ کروایا۔

سنن دارمی ہی میں امام مالک سے یہ بھی مروی ہے کہ امام زہری نے ایک بار ایک حدیث بیان کی

---

[۱] سنن دارمی، باب من لم یر کتابۃ الحدیث۔ [۲] جامع بیان العلم: باب ذکر کراہیۃ کتابۃ العلم وتخلیدہ فی الصحف۔

Marfat.com

پھر کسی راستہ میں میری ابن زہری کی ملاقات ہوئی تو میں نے ان کی لگام تھام کر عرض کیا کہ اے ابوبکر (یہ امام زہری کی کنیت ہے) جو حدیث آپ نے ہم سے بیان کی تھی اسے ذرا مجھے دوبارہ بتا دیجئے جواب دیا تم حدیث کو دوبارہ پوچھتے ہو میں نے کہا کیا آپ دوبارہ نہیں پوچھتے تھے۔ کہنے لگے، نہیں۔ میں نے کہا لکھتے بھی نہ تھے کہنے لگے، نہیں۔ سلہ

حافظ ابن عبدالبر جامع بیان العلم میں ان تمام علماء کے اقوال نقل کرنے کے بعد کہ جو کتابت علم کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتے تھے فرماتے ہیں۔

من ذكرنا قوله في هذا الباب فانما ذهب في ذلك مذهب العرب لانهم كانوا مطبوعين على الحفظ مخصوصين بذلك والذين كرهوا الكتاب كابن عباس والشعبي وابن شهاب والنخعي وقتادة ومن ذهب مذهبهم وجبل جبلتهم كانوا قد طبعوا على الحفظ فكان احدهم يجتزي بالسمعة ألاترى ماجاء عن ابن شهاب انه كان يقول اني لامرّ بالبقيع فاسد اذاني مخافة ان يدخل فيها شيئ من الخنا فوالله مادخل اذني شئ قط فنسيته وجاء عن الشعبي نحوه وهولاء كلهم عرب، وقال النبي صلى الله عليه وسلم نحن امة امية لانكتب ولانحسب، وهذا مشهور ان العرب قدخصت بالحفظ كان احدهم يحفظ اشعار بعض في سمعة واحدة، وقد جاء ان ابن عباس رضي الله عنه حفظ قصيدة عمر بن ابي ربيعة

امن آل نعم انت غاد فمبكر

في سمعة واحدة على ماذكروا، وليس

جن کا قول بھی ہم نے اس باب میں ذکر کیا ہے وہ اس بارے میں عرب کی ہی روش پر گیا ہے کیونکہ وہ فطری طور پر قوتِ حافظہ رکھتے تھے اور اس سلسلہ میں ممتاز تھے، اور جن حضرات نے بھی کتابت کو ناپسند فرمایا ہے جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما امام شعبی، امام ابن شہاب زہری، امام ابراہیم نخعی اور قتادہ اور وہ حضرات کہ جو ان ہی کے طریقے پر چلے اور ان ہی کی فطرت پر پیدا ہوئے یہ سب کے سب وہ ہیں جو طبعی طور پر قوت حافظہ رکھتے تھے چنانچہ ان میں کا ایک ایک شخص صرف ایک بار کے سن لینے پر اکتفا کیا کرتا تھا۔ دیکھتے نہیں کہ ابن شہاب سے مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے میں جب بقیع سے گذرتا ہوں تو اپنے کان اس ڈر سے بند کر لیتا ہوں کہ کہیں کوئی فحش بات اس میں نہ پڑ جائے کیونکہ خدا کی قسم کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی بات میرے کان میں پڑی اور میں اس کو بھول گیا ہوں۔ اور شعبی سے بھی اسی قسم کا بیان منقول ہے، یہ سب لوگ عرب تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "ہم امی لوگ ہیں نہ لکھنا جانیں نہ حساب کرنا" اور یہ چیز تو مشہور ہے کہ عرب کو زبانی یاد رکھنے میں خصوصیت حاصل ہے چنانچہ ان میں کا ایک ایک شخص بعض لوگوں کے اشعار کو ایک دفعہ کے سننے میں حفظ کر لیا کرتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق آتا ہے کہ انھوں نے

سلہ سنن دارمی، باب من لم یر کتابۃ الحدیث۔

Marfat.com

احد الیوم علی هذا ولولا الکتاب لضاع کثیر من العلم وقد رخص رسول الله صلی الله علیه وسلم فی کتاب العلم ورخص فیه جماعة من العلماء وحمدوا ذلك۔ [۲]

عمر بن ابی ربیعہ کے قصیدہ ع امن آل نعم انت غاد فمبکر[۱] کو صرف ایک دفعہ سن کر یاد کر لیا تھا چنانچہ علماء نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے اور آج کوئی ایک شخص بھی اس طرح کی قوت حافظہ نہیں رکھتا بلکہ اگر تحریر نہ ہو تو علم کا بڑا حصہ منائع ہو جائے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کتابت علم کی اجازت مرحمت فرما چکے ہیں اور علماء کی ایک جماعت نے بھی اس کی رخصت دی ہے اور اس کو فعل محمود قرار دیا ہے۔

اور یہ ان علماء ہی کی برکت ہے کہ جس کی بدولت ہم کو ایک ہزار سال تک ہر دور میں حدیث شریف کے حافظ بکثرت نظر آتے ہیں اور قرآن کریم کے حفاظ تو الحمد للہ آج بھی اسلامی دنیا کے چپہ چپہ پہ پھیلے ہوئے ہیں۔ پچھلی چند صدیوں میں اگرچہ حفظ حدیث کا سلسلہ بہت ہی کم ہو گیا۔ تاہم مطابع کے وجود میں آنے سے پہلے پہلے علماء اسلام کا یہ عام دستور تھا کہ وہ ہر فن میں ایک مختصر متن طالب علم کو حفظ یاد کرا دیا کرتے تھے۔ موجودہ صدی کو چھوڑ کر کسی صدی کے علماء کا تذکرہ اٹھائیے اور ان کے حالات پڑھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ مختلف علوم و فنون کی کتنی کتابیں زبانی یاد کیا کرتے تھے۔

حفاظ حدیث کے تذکرے علماء محدثین نے حفاظ حدیث کے حالات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں جن میں صرف ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو اپنے وقت میں حافظ حدیث کہلاتے تھے ہمیں اب تک اس موضوع پر جن کتابوں کا پتہ چل سکا وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) **اسماء الحفاظ**۔ از حافظ ابو الولید یوسف بن عبد العزیز الاندلسی محدث مرسیہ المشہور بابن الدباغ المتوفی ۵۴۶ھ حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ وله جزء لطیف فی اسماء الحفاظ۔ اس کتاب میں حفاظ کا سلسلہ امام زہری سے شروع ہو کر حافظ ابو طاہر سلفی پر ختم ہوتا ہے۔

(۲) **اخبار الحفاظ**۔ از علامہ ابن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے، اس کتاب میں سو کے قریب ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو حفظ کے اعتبار سے اپنے وقت میں یکتا شمار کئے جاتے تھے لیکن یہ صرف حفاظ حدیث ہی کا تذکرہ نہیں بلکہ بعض دوسرے علوم و فنون کے حفاظ بھی اس میں آ گئے ہیں۔

(۳) **کتاب اربعین الطبقات** از حافظ شرف الدین ابو الحسن علی بن المفضل المتوفی ۶۱۱ھ صاحب کشف الظنون نے "طبقات الحفاظ" کے سلسلہ میں ابن المفضل کی جس تصنیف کا ذکر

---

[۱] دوسرا مصرع ہے۔ ع غداة غد ام رائح فمهجر۔ یہ پورا قصیدہ بحر طویل میں ہے اور ستر اشعار کے قریب قریب ہے۔ [۲] جامع بیان العلم، باب کراہۃ کتابۃ العلم وتخلیدہ فی الصحف۔

Marfat.com

کیلئے وہ یہی ہے، یہ حفاظ حدیث کے حالات میں نہایت جامع اور مفصل کتاب ہے جو چالیس طبقات پر مرتب ہے، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں جا بجا اس کتاب کے حوالے دیئے ہیں۔[1]

(۴) **طبقات الحفاظ**، از شیخ الاسلام تقی الدین بن دقیق العید المتوفی ۷۰۲ھ۔ حافظ سخاوی نے الاعلان بالتوبیخ میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ یہ صرف حفاظ حدیث کا تذکرہ ہے اور اس میں صرف ان ہی لوگوں کو لیا ہے کہ جب اسانید میں ان کا نام آتا ہے تو حافظ کے لقب کے ساتھ آتا ہے۔

(۵) **تذکرۃ الحفاظ**، از حافظ شمس الدین ذہبی المتوفی ۷۴۸ھ یہ کتاب چار ضخیم جلدوں میں ہے اور دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن سے مکرر طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ یہ صحابہ سے لیکر اپنے دور تک کے حفاظ حدیث کا تذکرہ ہے۔ دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ

"یہ حاملانِ علم نبوی کی عدالت بیان کرنے والوں کا تذکرہ ہے جن کے اجتہاد پر توثیق و تضعیف اور تصحیح و تزییف میں رجوع کیا جاتا ہے۔"

حافظ موصوف نے تمام کتاب میں اس اصول کو ملحوظ رکھا ہے اور کسی ایسے شخص کا ترجمہ نہیں لکھا کہ جو حدیث کا حافظ نہ شمار کیا جاتا ہو۔ چنانچہ علامہ ابن قتیبہ کے متعلق جو لغت و عربیت کے مشہور امام ہیں اور علم حدیث میں بھی ان کی بعض تصانیف موجود ہیں یہ لکھتے ہیں:

ابن قتیبۃ من اوعیۃ العلم لکنہ قلیل العمل بالحدیث فلم اذکرہ۔	ابن قتیبہ علم کا مخزن ہیں لیکن حدیث میں ان کا کام تھوڑا ہے اس لئے میں نے ان کو ذکر نہیں کیا۔

اور خارجہ بن زید بن ثابت اگرچہ فقہاء سبعہ میں شمار کئے جاتے ہیں لیکن ان کے متعلق بھی صاف تصریح کردی ہے کہ "چونکہ وہ قلیل الحدیث تھے اس لئے میں نے ان کو حفاظ حدیث میں شمار نہیں کیا۔"
اسی طرح ان لوگوں کا تذکرہ بھی اس کتاب میں نہیں لکھا ہے کہ جو اگرچہ حدیث کے حافظ تھے مگر محدثین کے نزدیک متروک الروایہ خیال کئے جاتے تھے چنانچہ ہشام بن محمد کلبی کے متعلق کہ جو بہت بڑا اخباری اور علامہ تھا لکھتے ہیں۔

ھشام بن الکلبی الحافظ، احد المتروکین لیس بثقۃ فلھذا لم ادخلہ بین حفاظ الحدیث۔	ہشام بن الکلبی حافظ حدیث متروک ہے ثقہ نہیں اسی لئے میں نے اس کو حفاظ حدیث میں داخل نہیں کیا۔

اس کلبی کا حافظہ اس بلا کا تھا کہ تین دن میں پورا قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔
اور واقدی کے بارے میں لکھتے ہیں:

الحافظ البحر لم اسق ترجمتہ ھنا لاتفاقھم علی ترک حدیثہ وھو من اوعیۃ العلم	حدیث کے حافظ اور سمندر تھے میں ان کا ترجمہ یہاں اس لئے نہیں لایا کہ محدثین ان کی حدیث کو ترک کرنے پر متفق ہیں۔

[1] تذکرۃ الحفاظ میں حمزہ بن محمد کنانی المتوفی ۳۵۷ھ ابن مندہ المتوفی ۳۹۵ھ اور ابو نعیم اصفہانی المتوفی ۴۳۰ھ کے تراجم ملاحظہ ہوں۔
[2] کھوٹ بیان کرنا۔

Marfat.com

لكنه لا يتقن الحديث، وهو راس فی المغازی والسير ويروی عن كل ضرب۔	یہ علم کا مخزن تھے لیکن حدیث میں پختگی نہیں رکھتے تھے اور مغازی وسیر کے تو یہ سرآمد علماء میں سے ہیں مگر ہر قسم کے لوگوں سے روایت لے لیتے ہیں۔

(۶) **ذیل تذکرۃ الحفاظ**: از حافظ ابوالمحاسن حسینی دمشقی المتوفی ۷۶۵ھ۔ یہ حافظ ذہبی کی مذکورہ کتاب کا ذیل ہے اور اس میں ان حفاظ حدیث کا تذکرہ ہے کہ جن کا ذکر ذہبی سے رہ گیا ہے، یہ کتاب دمشق میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

(۷) **نظم تذکرۃ الحفاظ**: از حافظ اسمٰعیل بن محمد المعروف بابن بروس المتوفی ۷۸۶ھ۔ اس کتاب کا ذکر حافظ ابن فہد نے علامہ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ پر جو ذیل لکھا ہے اس میں کیا ہے، ابن بروس نے اس کتاب میں حافظ ذہبی کی مذکورہ کتاب کو نظم کر دیا ہے۔

(۸) **بدیعۃ البیان فی وفیات الاعیان**، از حافظ شام ابن ناصر الدین المتوفی ۸۴۲ھ یہ کتاب نظم میں ہے جس میں تمام حفاظ حدیث کو نام بنام گنا یا ہے۔

(۹) **التبیان لبدیعۃ البیان**، از حافظ ابن ناصر الدین مذکور، اس میں مصنف نے اپنے منظومہ بدیعۃ البیان کی شرح لکھی ہے۔ حافظ سخاوی نے الاعلان بالتوبیخ میں لکھا ہے کہ اس کتاب میں ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ پر چھبیس شخصوں کا اضافہ ہے۔

(۱۰) **ذیل التبیان**، از حافظ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ، یہ کتاب مذکور پر ذیل ہے اور اس میں ان حفاظ حدیث کا تذکرہ ہے کہ جو تبیان میں مذکور نہیں، سخاوی لکھتے ہیں کہ

"ہمارے شیخ (ابن حجر) نے تبیان پر ایک ذیل لکھا ہے جو ایک کراسہ میں ہے اور اس میں اٹھائیس اشخاص کا ذکر ہے"

(۱۱) **طبقات الحفاظ**: از حافظ ابن حجر مذکور، اس میں صرف ان حفاظ حدیث کو لیا ہے کہ جن کا ذکر حافظ جمال الدین مزی کی تہذیب الکمال میں نہیں ہے۔ اچھی خاصی ضخیم کتاب ہے جو حسب تصریح صاحب کشف الظنون دو جلدوں میں ہے۔

(۱۲) **لحظ الالحاظ بذیل طبقات الحفاظ**: از حافظ تقی الدین بن فہد المتوفی ۸۷۱ھ یہ بھی حافظ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ پر ذیل ہے اور دمشق میں طبع ہو کر شائع ہو گیا ہے۔

(۱۳) **تذکرۃ الحفاظ**: از حافظ نجم الدین عمر بن فہد المتوفی ۸۸۵ھ۔ یہ حافظ تقی الدین بن فہد مذکور کے صاحبزادے ہیں۔ اس کتاب میں انھوں نے تذکرۃ الحفاظ اور لحظ الالحاظ دونوں کے اشخاص کو بجائے طبقات کے حروف تہجی پر مرتب کر کے ایک نئی کتاب بنا دی ہے۔ حافظ سخاوی نے الاعلان بالتوبیخ میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔

(۱۴) **زیادات**: از حافظ شمس الدین سخاوی المتوفی ۹۰۲ھ یہ غالباً چھوٹا سا رسالہ ہے جس میں ان حفاظ حدیث کو جمع کیا ہے کہ جن کا ذکر ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ، ابن ناصر الدین کی بدیعۃ البیان

Marfat.com

اور ابن حجر کے ذیل علی التبیان میں نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ سخاوی نے الاعلان بالتوبیخ میں اس رسالہ کا نام نہیں لکھا صرف اتنا کہہ کر چھوڑ دیا ہے کہ ولی زیادات۔

(۱۵) **تذکرۃ الحفاظ و تبصرۃ الایقاظ**: از علامہ یوسف بن حسن بن عبدالہادی حنبلی المتوفی ۹۰۹ھ۔ اس کتاب میں مصنف نے حفاظ حدیث کے نام بیان کرکے ہر ایک کے ساتھ اس کے حافظ حدیث ہونے کی تصریح بھی نقل کی ہے جو بیشتر ذہبی کی تاریخ کبیر اور کاشف سے منقول ہے اس کتاب کا قلمی نسخہ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔ یہ نسخہ ساٹھ ورق میں ہے اور اس پر خود مصنف کے قلم سے تعلیقات اور اضافے بھی ہیں مصنف نے اس کو ۸۸۶ھ میں اپنے گھر پر جو صالحیہ دمشق میں واقع تھا تحریر کیا ہے، دیباچہ میں لکھتے ہیں:

"اس کے اندر اس امت میں جو حفاظ حدیث گزرے ہیں ان کے اسمار کا ذکر کروں گا ......

...... اور اس کتاب کو میں نے حروف معجم پر مرتب کیا ہے ...... لوگوں نے اس فن میں تصانیف کی ہیں، ابن الجوزی نے بھی کتاب الحفاظ لکھی ہے میں نے اس کو دیکھا تو اکثر حفاظ کا ذکر ان سے رہ گیا ہے کیونکہ انھوں نے صرف سو کے قریب حفاظ کا تذکرہ لکھا ہے اور پھر محدثین کی اصطلاح میں جس کو حافظ کہتے ہیں اس کا بھی لحاظ نہیں رکھا ہے، چنانچہ ادبا اور نحو ولغت کے ماہرین کی بھی ایک جماعت کو ذکر کر گئے ہیں۔ ذہبی نے بھی طبقات الحفاظ تصنیف کی ہے لیکن وہ میری نظر سے نہیں گزری"

حلب کے تکیہ اخلاصیہ کے کتب خانے میں بھی اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔

(۱۶) **طبقات الحفاظ**: از حافظ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ۔ یہ ذہبی کے تذکرۃ الحفاظ کی تلخیص ہے لیکن کہیں کہیں تراجم میں مفید اضافے بھی ہیں۔ میں نے اس کتاب کا قلمی نسخہ مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن کے کتب خانہ میں دیکھا ہے۔ عرصہ ہوا کہ یہ کتاب یورپ میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

(۱۷) **ذیل طبقات الحفاظ**: از حافظ سیوطی مذکور۔ یہ حافظ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ کا ذیل ہے جس میں حافظ ذہبی کے معاصرین سے لیکر اپنے زمانے تک کے حفاظ حدیث کو ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب دمشق میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔[۱]

حافظ سیوطی کے بعد بھی اگرچہ حفظ حدیث کا سلسلہ ختم نہیں ہوا لیکن ان کے حالات پر پھر کوئی مستقل کتاب ہمارے علم میں نہیں اس لئے اگر حفاظ مابعد کے حالات معلوم کرنا ہوں تو پچھلی صدیوں کے علماء کے تراجم پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

یہ بھی واضح رہے کہ کتب تاریخ و تراجم میں جب کسی شخص کے ساتھ حافظ کا لقب مذکور ہوتا ہے تو اس سے مراد حافظ قرآن نہیں بلکہ حافظ حدیث ہی ہوتا ہے چنانچہ ہماری اس کتاب میں بھی جن علماء کے

---

[۱] حسینی، ابن فہد اور سیوطی تینوں کے ذیل مجموعہ تذکرۃ الحفاظ کے نام سے محدث کوثری مرحوم کی تصحیح و تعلیق کے ساتھ دمشق کے مطبع التوفیق میں ۱۳۴۷ھ میں ایک ضخیم جلد کے اندر شائع ہوئے ہیں۔

Marfat.com

متعلق یہ لفظ آیا اس سے یہی مراد ہے۔ تیسری صدی ہجری میں جس کثرت سے حفاظ حدیث گزرے ہیں ان میں سے بعض کا تذکرہ آپ امام ابن ماجہ کے شیوخ کے سلسلہ میں پڑھ چکے ہیں۔

نظر کو بلند ترکیجیے جس امت نے حفاظ حدیث کے حالات کو اس طرح محفوظ کیا ہو اس نے خود حدیث کے حفظ اور اس کی یادداشت میں کیا کچھ نہ اہتمام کیا ہوگا۔ آج جبکہ موجودہ نسل نے اپنی قوت حافظہ کو معطل کرکے اسے بالکل بیکار اور مضمحل بنا دیا ہے اور مطابع کے عالم وجود میں آجانے کے باعث جو علم کہ اگلے علماء کے دماغوں میں تھا وہ ہمارے کتاب خانوں میں منتقل ہو چکا ہے۔ حفظ حدیث کے واقعات کو کتنے ہی تعجب اور حیرت کی نظر سے کیوں نہ دیکھا جائے مگر حقیقت بہرحال حقیقت ہے۔ سلف کا ایک دور تھا کہ جب کتابت کا مسلمانوں میں بالکل رواج نہ تھا اور لوگ اپنے نوشتوں کو عیب کی طرح چھپایا کرتے تھے کہ مبادا ہم پر سوء حفظ کی تہمت نہ لگ جائے۔ اس دور میں کاغذ و قلم کی مدد کو عار سمجھا جاتا تھا اور جو کچھ اساتذہ سے سنتے اسے صفحۂ حافظہ پر ثبت کرنا پڑتا تھا۔ یہی وہ زمانہ ہے جب "علم سینہ بہ از علم سفینہ" پر صحیح معنوں میں عملدرآمد تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جس شان کے ائمہ اس دور میں پیدا ہوئے بعد کو نہ ہو سکے۔ آج جتنے بھی اسلامی علوم کتابوں میں مدون ہیں ان سب کے اکابر علماء اسی عہد کی پیداوار ہیں جبکہ حفظ کا دور دورہ تھا اور طریقہ تعلیم زبانی املاء تھا۔ بعد کو جیسے جیسے علوم سینوں سے سفینوں میں آتے گئے کتابوں پر اعتماد بڑھتا گیا۔ نتیجہ یہ کہ کتابوں میں سب کچھ رہا مگر دماغوں میں کچھ نہ رہا۔

تدوین حدیث بہرحال یہ ایک واقعہ ہے کہ پہلی صدی ہجری میں ایک زمانے تک کتابت علم کا مسئلہ بڑا مختلف فیہ اور معرکۃ الآراء بنا رہا لیکن یہ اسی وقت تک رہا جب تک کہ علم عرب سے نکل کر عجم میں نہ پہنچا تھا اہل عرب جو ہر چیز کو زبانی یاد رکھنے کے عادی تھے انھیں لکھنا بڑا گراں گزرتا تھا لیکن عجمی قومیں جن میں تحریر کا عام رواج تھا اور جو کتاب خوانی کی پہلے سے عادی ہو چکی تھیں وہ عربوں کا سا خداداد حافظہ کہاں سے لاتیں کہ ایک بار کے سننے سے سب یاد رہ جاتا۔

سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) روز بروز اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے اور ابھی صدی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ بزم عالمیان کے مبارک وجود سے تقریباً خالی ہو چکی تھی دوسری طرف شیعہ خوارج اور قدریہ نئے نئے فرقے اسلام میں سر اٹھاتے جاتے تھے جو اپنے عقائد و خیالات کی ترویج میں پوری قوت سے کوشاں تھے، صحابہ کی موجودگی میں اہل بدعت کا زور نہ چلتا تھا جب کسی چیز میں اختلاف ہوتا لوگ ان کی طرف رجوع کرتے اور فتنہ دب کر رہ جاتا۔ امام بخاری نے تاریخ کبیر میں قتادہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو مورق کہنے لگے ذھب الیوم نصف العلم (آج نصف علم اٹھ گیا) جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ کیونکر تو کہنے لگے کہ

کان الرجل من اھل الاھواء اذا خالفنا فی الحدیث قلنا تعال الی من سمعہ من النبی صلی اللہ	جب اہل بدعت میں سے کوئی شخص کسی حدیث کے بارے میں ہماری مخالفت کرتا تو ہم اس سے کہا کرتے تھے کہ آؤ ان کے پاس چلو جنھوں نے اس کو خود آنحضرت صلی اللہ

Marfat.com

علیہ والہٖ وسلم۔ [1]	علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

بصرہ کے صحابہ میں سب سے آخر میں جس نے وفات پائی وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں آپ کا انتقال ۹۳ھ یا ۹۵ھ میں ہوا ہے۔ یہ وہ وقت تھا کہ دوسرے اسلامی شہروں میں بھی دو چار کبیر السن صحابہ کے علاوہ کہ جو جلد ہی فوت ہو گئے خورشید نبوت سے براہِ راست کسب نور کرنے والے تمام ستارے غروب ہو چکے تھے۔

صفر ۹۹ھ میں خلیفہ صالح عادل بنی مروان حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سریر آرائے خلافت ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ صحابہ کے متبرک نفوس سے دنیا خالی ہو چکی اکابر تابعین میں کچھ تو صحابہ کے ساتھ ہی چل بسے باقی جو ہیں ایک ایک کر کے سارے مقامات سے اٹھتے جا رہے ہیں اس لئے آپ کو اندیشہ ہوا کہ ان حفاظ اہل علم کے اٹھنے سے کہیں علوم شرعیہ نہ اٹھ جائیں اور حدیث پاک کی جو امانت ان کے سینوں میں محفوظ ہے وہ ان کے ساتھ ہی قبروں میں نہ چلی جائے لہٰذا آپ نے فوراً تمام ممالک کے علماء کے نام فرمان بھیجا کہ حدیث نبوی کو تلاش کر کے جمع کر لیا جائے۔ چنانچہ حافظ ابونعیم اصفہانی، تاریخ اصبہان میں روایت کرتے ہیں:

کتب عمر بن عبدالعزیز الی الآفاق انظروا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاجمعوہ۔ [2]	حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تمام آفاق میں لکھ بھیجا کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کر کے جمع کرو۔

اسی سلسلہ میں مدینہ منورہ کے قاضی ابوبکر حزمی کو جو آپ کی طرف سے وہاں کے امیر بھی تھے جو فرمان بھیجا گیا اس کو امام محمد نے اپنی موطا میں بایں الفاظ روایت کیا ہے۔

اخبرنا مالک اخبرنا یحیی بن سعید ان عمر بن عبدالعزیز کتب الی ابی بکر بن عمرو بن حزم ان انظر ماکان من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او سنۃ اوحدیث عمر او نحو ھذا فاکتبہ لی فانی خشیت دروس العلم و ذھاب العلماء (باب ماکتاب العلم)۔	حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن عمرو بن حزم کو لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور سنت نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیثیں اور اسی قسم کی جو روایات مل سکیں ان سب کو تلاش کر کے مجھے لکھو کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علما کے فنا ہو جانے کا خوف ہے۔

اس روایت میں حدیث [3] عمر او نحو ھذا کے الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حدیث نبوی کے ساتھ ساتھ حضرت عمر اور دیگر خلفاء کے آثار کی بھی جمع و تدوین کا حکم دیا تھا سنن دارمی میں یہی روایت عبداللہ بن دینار کی زبانی اس طرح منقول ہے۔

---

[1] تہذیب التہذیب، ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ [2] فتح الباری، باب کیف یقبض العلم
[3] سابق میں حافظ سخاوی کی تصریح نقل کی جا چکی ہے کہ سلف میں صحابہ و تابعین کے اقوال کے لئے بھی حدیث کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا۔

Marfat.com

اكتب الى بما ثبت عندك من الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وبحديث عمر فانى خشيت دروس العلم وذهاب العلماء (باب من رخص فى كتابة العلم).

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیثیں تمہارے نزدیک ثابت ہوں وہ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیثیں مجھے لکھ بھیجو کیونکہ مجھے علم کے مٹ جانے اور علما کے فنا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

امام بخاری نے بھی کتاب العلم میں ترجمۃ الباب کے اندر اس فرمان کا ایک حصہ تعلیقاً روایت کیا ہے چنانچہ باب کیف یقبض العلم میں فرماتے ہیں:

وكتب عمر بن عبد العزيز الى ابى بكر بن حزم انظر ما كان من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم فاكتبه لى فانى خشيت دروس العلم وذهاب العلماء۔

اور عمر بن عبد العزیز نے ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیثیں ہیں ان کو تلاش کر کے مجھے لکھو کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علما کے فنا ہو جانے کا خوف ہے۔

ولا يقبل الا حديث النبى صلى الله عليه وسلم وليفشوا وليجلسوا حتى يعلم من لا يعلم فان العلم لا يهلك حتى يكون سرًا[۱]۔

اور حدیث نبوی کے سوا اور کچھ نہ قبول کیا جائے اور لوگوں کو چاہئے کہ علم کی اشاعت کریں اور درس کے لئے بیٹھیں تاکہ جو لوگ نہیں جانتے وہ جان لیں کیونکہ علم اسوقت تک برباد نہیں ہوتا جب تک کہ وہ راز نہ بن جائے۔

بعض لوگوں نے اس پوری عبارت کو فرمان کی عبارت سمجھ لیا ہے حالانکہ ذہاب العلماء تک جو خط کشیدہ الفاظ ہیں وہ فرمان کے ہیں اور لا یقبل سے امام بخاری کی اپنی عبارت شروع ہوتی ہے چونکہ امام بخاری آثار صحابہ کو حجت نہیں سمجھتے اس لئے ساتھ ہی اپنی رائے کا بھی اس سلسلہ میں اظہار کر گئے ہیں مگر عبارت مذکورہ کے بعد جب انھوں نے اس تعلیق کی اسناد بیان کی تو تصریح کر دی ہے کہ یہ تعلیق ذہاب العلماء پر ختم ہو جاتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں حدثنا العلاء بن عبد الجبار حدثنا عبد العزيز بن مسلم عن عبد الله بن دينار بذلك يعنى حديث عمر بن عبد العزيز الى قوله ذهاب العلماء[۲]۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے قاضی صاحب موصوف کو یہ بھی لکھا تھا کہ عمرہ بنت عبد الرحمٰن اور قاسم بن محمد کے پاس جو علم موجود ہے اس کو لکھ کر ان کے لئے بھیجیں[۳]۔

---

[۱] امام بخاری نے بھی حضرت عمر بن عبد العزیز کے فرمان کے لئے حدیث کا لفظ استعمال کیا ہے۔ [۲] تہذیب التہذیب ترجمہ ابوبکر حزمی۔ [۳] عمرہ اور قاسم کی روایات کے جمع کرنے کا خاص طور پر اس لئے حکم دیا کہ یہ دونوں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق تو ام المومنین کے برادرزادہ ہیں، فقہاء سبعہ کے ضمن میں ان کا تذکرہ گزر چکا ہے، امام بخاری نے ان کے متعلق تصریح کی ہے کہ

قتل ابوه فربى يتيمًا فى حجر عمته عائشة فتفقه بها (تهذيب التهذيب ترجمه قاسم)

ان کے والد قتل کر دیئے گئے تھے اس لئے بحالت یتیمی اپنی عمہ محترمہ کے آغوش میں تربیت پائی اور ان سے تفقہ حاصل کیا۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

اور ابن سعد لکھتے ہیں:

وکتب عمر بن عبد العزیز الی ابن حزم ان یکتب له احادیث عمرة۔

عمر بن عبد العزیز نے ابن حزم کو لکھا تھا کہ وہ انھیں عمرہ کی روایت کردہ حدیثیں لکھ کر بھیجیں۔

قاضی ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم خزرجی انصاری اپنے وقت میں مدینہ طیبہ کے بہت بڑے فقیہ تھے امام مالک فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں مدینہ میں جس قدر قضا کے بارے میں ان کو علم تھا اتنا کسی کو نہ تھا۔ بڑے عابد شب زندہ دار تھے۔ ان کی اہلیہ کا بیان ہے کہ چالیس سال ہونے آئے یہ کبھی شب میں اپنے بستر پر دراز نہیں ہوئے ان کی وفات بہ اختلاف اقوال سنہ ۱۱۰ھ یا سنہ ۱۱۷ھ یا سنہ ۱۲۰ھ میں ہوئی۔

قاضی صاحب موصوف نے امیر المومنین کے حسب الحکم حدیث میں متعدد کتابیں لکھیں لیکن افسوس ہے کہ جب قاضی صاحب کا یہ کارنامہ پایۂ تکمیل کو پہنچا تو حضرت عمر بن عبد العزیز وفات پا چکے تھے، علامہ ابن عبد البر التمہید میں امام مالک کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ

فتوفی عمر وقد کتب ابن حزم کتبا قبل ان یبعث بها الیها۔ [۱]

ابن حزم نے متعدد کتابیں لکھیں پر حضرت عمر بن عبد العزیز قبل اس کے کہ ابن حزم یہ کتابیں ان کی خدمت میں بھیجیں وفات پا گئے۔

تہذیب التہذیب میں امام مالک سے یہ بھی منقول ہے کہ میں نے ان کتابوں کے متعلق قاضی صاحب کے صاحبزادے عبد اللہ بن ابی بکر سے پوچھا تھا تو انھوں نے جواب دیا کہ ضاعت (وہ ضائع ہو گئیں) [۲]

بعض اور روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے قاضی ابوبکر بن حزم کے علاوہ مدینہ شریف کے اور علماء کو بھی اس سلسلہ میں لکھا تھا، چنانچہ علامہ سیوطی، تاریخ الخلفاء میں امام زہری سے ناقل ہیں کہ

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ) یہ مدینہ طیبہ میں اپنے وقت کے افضل ترین علماء میں شمار کئے جاتے تھے چنانچہ ابن حبان کے کتاب الثقات میں آپ کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کان من سادات التابعین من افضل اهل زمانه علما وادبا وفقها۔

عمرہ بنت عبد الرحمن قاضی ابوبکر بن حزم کی والدہ کبشہ بنت عبد الرحمن کی بہن تھیں اور اس بنا پر قاضی صاحب کی خالہ ہوتی ہیں یہ بھی بہت بڑی فقیہہ تھیں۔ چنانچہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں طبقہ ثالث کے ختم پر جہاں اس عہد کے مشاہیر علماء تابعین کے نام گنائے ہیں ان کا ذکر اسی لقب سے کیا ہے۔ ان کی وسعت علم کا یہ عالم تھا کہ امام زہری فرماتے ہیں مجھ سے قاسم بن محمد فرمانے لگے۔ میں تمہیں علم کا شوقین پاتا ہوں اس لئے تمہیں علم کا مخزن نہ بتا دوں۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ فرمانے لگے عمرہ بنت عبد الرحمن کے آستانہ کو پکڑ لو کیونکہ وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے آغوش تربیت میں پلی بڑھی ہیں۔ چنانچہ جب میں ان کی خدمت میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ تو نہ ختم ہونے والا سمندر ہیں فوجدتها بحرا لا ینزف (تذکرۃ الحفاظ ترجمہ امام زہری) خود حضرت عمر بن عبد العزیز فرمایا کرتے تھے کہ ما بقی احد اعلم بحدیث عائشة من عمرة (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا عالم عمرہ سے بڑھ کر کوئی باقی نہیں رہا) عمرہ کی وفات بہ اختلاف اقوال سنہ ۹۸ھ یا سنہ ۱۰۳ھ یا سنہ ۱۰۶ھ میں ہوئی۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] مقدمہ تنویر الحوالک۔ [۲] تہذیب التہذیب ترجمہ ابوبکر حزمی۔

Marfat.com

"حضرت عمر بن عبد العزیز نے سالم بن عبد اللہ کو لکھا تھا کہ صدقات کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جو معمول رہا ہے وہ ان کو لکھ کر بھیجیں چنانچہ سالم نے جو کچھ انھوں نے پوچھا تھا وہ ان کو لکھ بھیجا۔"[۱]

خود امام زہری کو بھی جن کے بارے میں حضرت عمر بن عبد العزیز کی شہادت ہے کہ

لم یبق احد اعلم بسنۃ ماضیۃ من الزہری[۲] گذشتہ سنت کا زہری سے بڑھ کر کوئی عالم باقی نہیں رہا۔

خاص طور پر تدوین سنن پر مامور فرمایا چنانچہ علامہ ابن عبد البر، جامع بیان العلم میں امام زہری کا بیان نقل کرتے ہیں:

امرنا عمر بن عبد العزیز بجمع السنن فکتبناھا دفترا دفترا فبعث الی کل ارض لہ علیھا سلطان دفترا۔[۳]

ہم کو عمر بن عبد العزیز نے سنن کے جمع کرنے کا حکم دیا تو ہم نے دفتر کے دفتر لکھ ڈالے اور پھر انھوں نے ہر اس سرزمین پر کہ جہاں ان کی حکومت تھی ایک دفتر بھیج دیا۔

امام زہری کے ان دفاتر کی ضخامت کا اندازہ لگانا ہو تو معمر کا حسب ذیل بیان پڑھیے۔

"پہلے ہم یوں سمجھتے تھے کہ ہم نے زہری سے بہت کچھ حاصل کیا لیکن جب ولید بن یزید قتل ہوا تو سرکاری خزانے سے زہری کے علمی دفاتر سواریوں پر بار کرکے لائے گئے۔"[۴]

امام زہری کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے قاضی ابوبکر بن حزم سے پہلے اس فن کی تدوین کی ہے کیونکہ ان کی جمع کردہ کتابوں کی نقل حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے عہد خلافت میں تمام ممالک محروسہ میں بھیجدی تھی لیکن قاضی ابوبکر بن حزم ابھی اپنی کتابیں مکمل کرکے بارگاہ خلافت تک بھیجنے بھی نہ پائے تھے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی وفات ہوگئی۔ اس لحاظ سے اس سلسلہ میں اولیت کا سہرا امام زہری کے سر ہے چنانچہ حافظ ابن عبد البر جامع بیان العلم میں امام مالک کی تصریح نقل کرتے ہیں:

اول من دون العلم ابن شہاب سب سے پہلے جس نے علم مدون کیا وہ ابن شہاب (زہری) ہیں۔

مدینہ کے ایک اور امام عبد العزیز دراوردی بھی جو امام موصوف کے معاصر ہیں یہی فرماتے ہیں کہ

اول من دون العلم وکتبہ ابن شہاب۔[۵]

بلاشبہ جیسا کہ ان دونوں بزرگوں کی تصریح ہے مدینہ طیبہ میں اولیت کا شرف اس بارے میں امام زہری ہی کو حاصل ہے لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے تدوین احادیث کے لئے صرف اہل مدینہ کو نہیں بلکہ تمام علماء آفاق کو لکھا تھا چنانچہ اس کے متعلق حافظ ابونعیم اصفہانی کی روایت سابق میں آپ کی نظر سے گزر چکی۔ خود دار الخلافہ دمشق میں اس وقت شام کے مشہور امام اور فقیہ مکحول دمشقی موجود تھے۔ ابن الندیم نے کتاب الفہرست میں ان کی تصنیفات کے سلسلہ میں کتاب السنن کا ذکر کیا ہے۔ اغلب یہ ہے کہ اس کی تدوین بھی امر خلافت کی تعمیل ہی میں ہوئی ہوگی۔ مکحول کی جلالت علمی کا اندازہ کرنا ہو تو خود امام زہری کا حسب ذیل بیان پڑھیے۔

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۱۶۱ طبع مجتبائی دہلی۔ [۲،۴] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ امام زہری۔
[۳،۵] جامع بیان العلم، باب ذکر الرخصۃ فی کتاب العلم۔

Marfat.com

"علماء چار ہیں، سعید بن المسیب مدینہ میں، شعبی کوفہ میں، حسن بصری بصرہ میں اور مکحول، شام میں" له

امام اوزاعی نے فقہ کی تعلیم ان ہی سے حاصل کی تھی چنانچہ کتب رجال میں ان کے وصف میں "معلم الاوزاعی" کے الفاظ خصوصیت سے نقل کئے جاتے ہیں۔ ٢ه

علامۃ التابعین امام شعبی کے متعلق بھی علامہ سیوطی، تدریب الراوی میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی ناقل ہیں کہ

اما جمع حدیث الی مثلہ فقد سبق الیہ الشعبی فانہ روی عنہ انہ قال ھذا باب من الطلاق جسیم وساق فیہ احادیث۔ ٣ه

ایک مضمون کی حدیثوں کے جمع کرنے کا کام سب سے پہلے امام شعبی نے کیا کیونکہ ان سے مروی ہے کہ انھوں نے بیان کیا "ھذا باب من الطلاق جسیم" (یہ طلاق کا ایک بڑا باب ہے) اور پھر اس کے متعلق حدیثیں روایت کیں۔

امام شعبی کتابت علم کے قائل نہ تھے اس لئے ظاہر ہے کہ احادیث کے جمع کرنے کا یہ کام انھوں نے محض خلیفۂ عادل کے حکم کی تعمیل ہی میں کیا ہوگا بالخصوص جبکہ امام یحیی بن معین نے تصریح کی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان کو عہدۂ قضا تفویض کیا تھا۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ یہ کوفہ میں قاضی تھے۔ شعبی کے بارے میں امام زہری کی رائے ابھی آپ کی نظر سے گزری۔ مکحول کا قول ہے ما رأیت اعلم من الشعبی (شعبی سے بڑا عالم میری نظر سے نہیں گزرا) ابو مجلز کہتے ہیں ما رأیت احدا افقہ من الشعبی لا سعید بن المسیب ولا طاؤس ولا عطاء ولا الحسن ولا ابن سیرین (شعبی سے بڑھ کر کوئی فقیہ میں نے نہ دیکھا نہ سعید بن المسیب نہ طاؤس نہ عطاء نہ حسن بصری اور نہ ابن سیرین)۔ عاصم احول کا بیان ہے ما رأیت احدا اعلم بحدیث اہل الکوفۃ والبصرۃ والحجاز من الشعبی (میں نے اہل کوفہ، اہل بصرہ اور اہل حجاز کی حدیثوں کا شعبی سے بڑھ کر عالم نہیں دیکھا) خود شعبی کا بیان ہے کہ میں نے پانچ سو صحابہ کو پایا ہے۔ ابن شبرمہ نے ایک مرتبہ امام شعبی کو یوں فرماتے سنا کہ بیس سال ہوئے کبھی کسی شخص سے کوئی حدیث ایسی نہیں سنی کہ جس کا مجھے اس سے زیادہ علم نہ ہو۔ فن حدیث میں یہ امام اعظم کے اکابر شیوخ میں شمار کئے جاتے ہیں چنانچہ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں جہاں ان کے تلامذۂ فن حدیث میں امام ابو حنیفہ کا نام لیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی تصریح کر دی ہے وھو اکبر شیخ لابی حنیفۃ (کہ یہ امام ابو حنیفہ کے بڑے شیخ ہیں) له

امام زہری، امام مکحول اور امام شعبی ان تینوں میں سب سے پہلے امام شعبی نے قضا کی کیونکہ ان کی وفات باختلاف اقوال ١٠٣ھ سے لیکر ١١٠ھ کے اندر اندر ہوئی ہے اور امام مکحول نے باختلاف اقوال ١١٢ھ سے لیکر ١١٨ھ کے اندر انتقال کیا ہے اور امام زہری نے ١٢٣ھ یا ١٢٤ھ یا ١٢٥ھ میں قضا کی ہے۔

له الاکمال فی اسماء الرجال از صاحب مشکوٰۃ ترجمہ مکحول۔ ٢ه تدریب الراوی ص ٢٣ طبع مصر ١٣٠٧ھ۔ ٣ه تہذیب التہذیب ترجمہ امام شعبی۔ ٤ه تذکرۃ الحفاظ ترجمہ شعبی۔ ٥ه یہ سب اقوال تذکرۃ الحفاظ میں امام شعبی کے ترجمہ میں مذکور ہیں۔

Marfat.com

چونکہ یہ تینوں ائمہ باہم معاصر ہیں (گو امام شعبی عمر اور علم میں ان دونوں سے بڑے تھے) اس لئے یقین کے ساتھ تو یہ فیصلہ کرنا سخت مشکل ہے کہ سب سے پہلے اس موضوع پر کس نے قلم اٹھایا تاہم حسب تصریح امام مالک و دراوردی اگر "اس علم کے پہلے مدوّن امام ابن شہاب زہری ہیں" (بشرطیکہ اس اولیت کو مدینہ کے ساتھ خاص نہ سمجھا جائے بلکہ تمام بلاد اسلامیہ کے اعتبار سے عام رکھا جائے) تو امام شعبی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ احادیث نبوی کی تبویب سب سے پہلے انھیں نے کی ہے اس لئے تدوین حدیث کی اولیت کا سہرا اگر علماء اہل مدینہ کے سر ہے تو اس کی تبویب کی اولیت کا شرف یقیناً علماء اہل کوفہ کو حاصل ہے۔

دوسری صدی ہجری کی تصنیفات

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ۲۵ رجب سنہ ۱۰۱ھ کو انتقال کیا۔ آپ کی مدتِ خلافت کل دو سال پانچ ماہ ہے۔ امام شعبی، امام زہری، امام مکحول دمشقی اور قاضی ابوبکر حزمی کی تصانیف اسی عہد عمری کی یادگار ہیں اور اغلب یہ ہے کہ ان تصانیف کا بیشتر حصہ پہلی صدی کے ختم ہونے سے پہلے تیار ہو چکا تھا۔

بہر حال پہلی صدی کے آخر میں خلیفہ راشد کے حکم سے کبار ائمہ تابعین نے جمع و تدوین حدیث کا دروازہ کھولا اور دوسری صدی ہجری میں اس سلسلہ کو اتنی ترقی ہوئی کہ احادیث مرفوعہ ایک طرف صحابہ کے آثار اور تابعین کے فتاوی اور اقوال تک ایک ایک کر کے اس عہد کی تصانیف میں مرتب و مدون کر دیئے گئے۔

کتاب الآثار

فقیہ وقت حماد بن ابی سلیمان کی وفات کے بعد سنہ ۱۲۰ھ میں امام ابوحنیفہ جب جامع کوفہ کی اس مشہور علمی درس گاہ میں مسند فقہ و علم پر جلوہ آرا ہوئے کہ جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے

---

[1] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء میں تصریح کی ہے کہ فقہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی تھی چنانچہ فرماتے ہیں:

چوں لوازم خلافت خاصہ مبین شد، الحال باید شناخت کہ جمعے کثیر از صحابہ بفیض صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قدر متیسر ازیں اوصاف حاصل کردہ بودند و بعضے ایشاں بخلافت مقیدہ فائز گشتہ مانند عبداللہ بن مسعود در قرات و فقہ۔

(ازالۃ الخفاء ص ۸۱ طبع صدیقی بریلی سنہ ۱۲۸۶ھ)

اور جب خلافت خاصہ کے لوازم بیان کر دیئے گئے تو اب معلوم کرنا چاہئے کہ صحابہ کی ایک کثیر جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے ان اوصاف کا ایک معتدبہ حصہ حاصل کیا تھا اور بعض ان میں سے خلافت مقیدہ پر فائز ہوئے تھے جیسے کہ قرأت اور فقہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہوئے ہیں۔

اور اسی چیز کی مزید تشریح شاہ صاحب نے دوسرے مقام پر اس طرح کی ہے:

واز لوازم خلافت خاصہ آنست کہ قول خلیفہ حجت باشد در دین نہ بآں معنی کہ تقلید عوام مسلمین او را صحیح باشد زیرا کہ ایں معنی از لوازم اجتہاد است و در خلافت عامہ بیان آں گذشت و نہ بہ آں معنی کہ خلیفہ فی نفسہ

اور خلافت خاصہ کے لوازم میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خلیفہ کا قول دین میں حجت ہو بایں معنی نہیں کہ عوام مسلمین کے لئے اس کی تقلید صحیح ہے کیونکہ یہ چیز تو لوازم اجتہاد میں سے ہے اور خلافت عامہ کے سلسلہ میں (باقی حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)

Marfat.com

باقاعدہ طور پر چلی آرہی تھی تو آپ نے جہاں علم کلام کی بنیاد ڈالی، فقہ کا عظیم الشان فن مدون کیا وہیں علم حدیث کی ایک اہم ترین خدمت یہ انجام دی کہ احادیث احکام میں سے صحیح اور معمول بہ روایات کا انتخاب فرما کر ایک مستقل تصنیف میں ان کو ابواب فقہیہ پر مرتب کیا جس کا نام کتاب الآثار ہے، اور آج امت کے پاس احادیث صحیحہ کی سب سے قدیم ترین کتاب یہی ہے جو دوسری صدی کے ربع ثانی کی تالیف ہے۔ امام ابو حنیفہ سے پہلے حدیث نبوی کے جتنے صحیفے اور مجموعے لکھے گئے ان کی ترتیب فنی نہ تھی بلکہ ان کے جامعین نے کیف ما اتفق جو حدیثیں ان کو یاد تھیں انھیں قلمبند کر دیا گیا تھا۔ امام شعبی نے بیشک بعض مضامین کی حدیثیں ایک ہی باب کے تحت لکھی تھیں لیکن وہ پہلی کوشش تھی جو غالباً چند ابواب سے آگے نہ بڑھ سکی۔ علاوہ ازیں شعبی کے الفاظ ھذا باب من الطلاق جسیم سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے باب کو ٹھیک ان معنوں میں استعمال کیا ہے کہ جس معنی میں بعد کے مصنفین لفظ کتاب کا استعمال کرتے ہیں، اس لئے احادیث کو کتب و ابواب پر پوری طرح مرتب کرنے کا کام ابھی باقی تھا جس کو امام ابو حنیفہ نے کتاب الآثار تصنیف کر کے نہایت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ مکمل فرمایا اور بعد کے ائمہ کے لئے ترتیب و تبویب کا ایک عمدہ نمونہ قائم کر دیا۔

ممکن ہے کہ بعض لوگ کتاب الآثار کو احادیث صحیحہ کا اولین مجموعہ بتانے پر چونکیں اس لئے اس حقیقت کو آشکارا کرنا نہایت ضروری ہے کہ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ صحیح بخاری سے پہلے کوئی کتاب احادیث صحیحہ کی مدون نہیں کی گئی وہ سخت غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ حافظ سیوطی تنویر الحوالک میں لکھتے ہیں:-

وقال الحافظ مغلطائی اول من صنف	اور حافظ مغلطائی نے کہا ہے کہ پہلے جس نے صحیح تصنیف

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) بے اعتماد بر تنبیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واجب الطاعت باشد زیرا کہ ایں معنی غیر نبی را میسر نیست بلکہ مراد اینجا منزلتے ست بینہما منزلتیں۔

تفصیل ایں صورت آنست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حوالہ فرمودہ اند بعض امور را بشخصے بخصوص اسم او پس لازم شود متابعت او چنانکہ لازم می شود متابعت امراء جیوش آنحضرت بمقتضائے امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ایں خصلت در خلفاء راشدین بہماں می ماند۔ قول زید بن ثابت را در فرائض مقدم باید ساخت بر اقوال مجتہدین دیگر و قول عبد اللہ بن مسعود در قرأت و فقہ۔

(ازالۃ الخفاء ص ۱۵)

اس کا بیان گذر چکا اور یہ معنی بھی نہیں کہ خلیفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اجازت ہوئے بغیر بھی واجب الاطاعت ہے کیونکہ یہ بات نبی کے علاوہ اور کسی کو میسر نہیں بلکہ اس جگہ ان دونوں کے مابین جو درجہ ہے وہ مراد ہے۔

اس صورت کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض امور کو خاص طور پر کسی ایک شخص کا نام لیکر اس کے حوالے فرمایا ہے اس لئے اس شخص کی اتباع اسی طرح ضروری ہے جس طرح کہ آپ کے لشکر کے امراء کی اتباع خود آپ کے حکم کے بموجب لازم ہے اور یہ بات خلفاء راشدین کے بارے میں بالکل اسی طرح ہے جس طرح کہ زید بن ثابت کے قول کو فرائض (علم میراث) میں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کے قول کو قرأت اور فقہ میں دوسرے مجتہدین کے اقوال پر مقدم رکھنا چاہئے۔

Marfat.com

الصحیح مالک وقال الحافظ ابن حجر کتاب مالک صحیح عندہ وعند من یقلدہ علی ما اقتضاہ نظرہ من الاحتجاج بالمرسل والمنقطع وغیرھما قلت ما فیہ من المراسیل فانھا مع کونھا حجۃ عندہ بلا شرط وعند من وافقہ من الائمۃ علی الاحتجاج بالمرسل فھی حجۃ ایضا عندنا لان المرسل عندنا حجۃ اذا اعتضد وما من مرسل فی الموطا الا ولہ عاضد او عواضد کما سأبین ذلک فی ھذا الشرح فالصواب اطلاق ان الموطا صحیح کلہ لا یستثنیٰ منہ شیئ۔ ؎۱

کی وہ مالک ہیں، حافظ ابن حجر کا بیان ہے کہ مالک کی کتاب خود ان کے نزدیک اور ان کے مقلدین کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ ان کی نظر مرسل اور منقطع وغیرہ سے احتجاج کی مقتضی ہے (سیوطی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں موطا میں جو مراسیل ہیں وہ علاوہ اس امر کے کہ وہ بلا کسی شرط کے مالک اور ان ائمہ کے نزدیک کہ جو مرسل کو ان کی طرح سند مانتے ہیں حجت ہیں ہمارے نزدیک بھی حجت ہیں کیونکہ ہمارے نزدیک جب مرسل کا کوئی مؤید موجود ہو تو وہ حجت ہوتی ہے اور موطا میں کوئی مرسل روایت ایسی موجود نہیں کہ جس کا ایک یا ایک سے زائد مؤید موجود نہ ہو چنانچہ میں اپنی اس شرح میں اس کو بیان کروں گا اس لئے حق یہی ہے کہ کل موطا کو صحیح کہا جائے اور اس سے کسی چیز کو مستثنیٰ نہ کیا جائے

امام سیوطی نے حافظ مغلطائی کے جس بیان کا حوالہ دیا ہے وہ خود ان کی زبان سے سننا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ علامہ محمد امیر یمانی، توضیح الافکار شرح تنقیح الانظار میں رقمطراز ہیں کہ

اول من صنف فی جمع الصحیح البخاری ھذا کلام ابن الصلاح قال الحافظ ابن حجر انما اعترض علیہ الشیخ مغلطائی فیما قرأۃ بخطہ فان مالکا اول من صنف الصحیح وتلاہ احمد بن حنبل وتلاہ الدارمی قال ولیس لقائل ان یقول لعلہ اراد الصحیح المجرد فلا یرد کتاب مالک لان فیہ البلاغ والموقوف والمنقطع والفقہ وغیر ذلک لوجود ذلک فی کتاب البخاری انتھی۔ ؎۲

"پہلے جس نے جمع صحیح میں تصنیف کی وہ بخاری ہیں" یہ ابن صلاح کا بیان ہے حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس پر شیخ مغلطائی نے اعتراض کیا ہے چنانچہ انھوں نے خود ان کی تحریر میں پڑھا ہے کہ "پہلے جس نے صحیح تصنیف کی وہ مالک ہیں ان کے بعد احمد بن حنبل اور پھر دارمی اور کسی کو یہ اعتراض کا حق نہیں کہ غالباً ابن صلاح کی مراد صحیح سے صحیح مجرد ہے لہذا مالک کی کتاب اس سلسلہ میں پیش نہیں کی جا سکتی کیونکہ اس میں بلاغ، موقوف، منقطع اور فقہ وغیرہ بھی موجود ہے اس لئے کہ یہ سب چیزیں تو بخاری کی کتاب میں بھی پائی جاتی ہیں۔

بلاشبہ علامہ مغلطائی کے نزدیک اس بارے میں اولیت کا شرف امام مالک کو حاصل ہے لیکن کتاب الآثار، موطا سے پہلے کی تصنیف ہے جس سے خود موطا کی تالیف میں استفادہ کیا گیا ہے چنانچہ حافظ سیوطی تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ میں تحریر فرماتے ہیں:

من مناقب ابی حنیفۃ التی انفرد بھا انہ

امام ابو حنیفہ کے ان خصوصی مناقب میں سے کہ جن میں وہ

؎۱ تنویر الحوالک ج ۱ ص ۸ طبع مصر ۱۳۴۳ھ۔ ؎۲ توضیح الافکار ج ۱ ص ۴۷ و ۴۸ طبع مصر ۱۳۶۶ھ۔

Marfat.com

اول من دون علم الشریعۃ ورتبہ ابوابا ثم تبعہ مالک بن انس فی ترتیب الموطا ولم یسبق اباحنیفۃ احد۔ [۵۱]	منفرد ہیں ایک یہ بھی ہے وہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے علم شریعت کو مدون کیا اور اس کی ابواب پر ترتیب کی پھر امام مالک بن انس نے موطا کی ترتیب میں انہی کی پیروی کی اور اس بارے میں امام ابوحنیفہ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں۔

امام ابوحنیفہ کی تصانیف سے امام مالک کے استفادہ کا ذکر کتب تاریخ میں صراحت سے مذکور ہے قاضی ابو العباس احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابی العوام، اخبار ابی حنیفہ میں بسند متصل عبدالعزیز بن محمد دراوردی سے روایت کرتے ہیں کہ امام مالک، امام ابوحنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے اور ان سے نفع اندوز ہوتے تھے [۵۲]

---

[۵۱] تبییض الصحیفہ ص ۳۶ طبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۳۴ھ

[۵۲] اقوام المسالک فی بحث روایۃ مالک عن ابی حنیفہ وروایۃ ابی حنیفہ عن مالک از محدث کوثری، ص ۶۸ یہ کل چھ صفحات کا رسالہ ہے جو احقاق الحق طبع مصر ۱۳۶۰ھ کے آخر میں ملحق ہے۔ بعض علماء نے امام مالک سے رواۃ کے سلسلہ میں جہاں ان کے بعض شائخ مثلاً امام زہری، ربیعۃ الرای، یحیی بن سعید انصاری وغیرہ کا نام لیا ہے امام ابوحنیفہ کے متعلق بھی تصریح کی ہے کہ یہ امام مالک سے حدیث روایت کرتے ہیں اور حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اشہب کی زبانی نقل کیا ہے کہ

رأیت اباحنیفۃ بین یدی مالک کالصبی بین یدی ابیہ۔	میں نے ابوحنیفہ کو امام مالک کے سامنے اس طرح دیکھا جس طرح بچہ اپنے باپ کے سامنے ہو۔

علامہ شبلی نعمانی اور مولانا سید سلیمان ندوی نے اسی بنا پر یہ خیال کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کو باقاعدہ امام مالک سے فن حدیث میں تلمذ تھا اور وہ ان کے حلقہ درس میں حاضر ہوتے تھے چنانچہ علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النعمان میں فرماتے ہیں:

"اس عظمت کے ساتھ امام صاحب کو طلب علم میں کسی سے عار نہ تھی، امام مالک عمر میں ان سے تیرہ برس کم تھے ان کے حلقہ درس میں بھی اکثر حاضر ہوئے اور حدیثیں سنیں۔ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ امام مالک کے سامنے ابوحنیفہ اس طرح مودب بیٹھتے تھے جس طرح شاگرد استاد کے سامنے بیٹھتا ہے، اس کو بعض کوتاہ بینوں نے امام کی کسر شان پر محمول کیا ہے لیکن ہم اس کو علم کی قدرشناسی اور شرافت کا تمغہ سمجھتے ہیں، امام مالک بھی ان کا نہایت احترام کرتے تھے۔ عبداللہ بن المبارک کی زبانی منقول ہے کہ میں امام مالک کی خدمت میں حاضر تھا ایک بزرگ آئے جن کی انھوں نے نہایت تعظیم کی اور اپنے برابر بٹھایا اور ان کے جانے کے بعد فرمایا جانتے ہو یہ کون شخص تھا، یہ ابوحنیفہ عراقی تھے جو اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں۔ ذرا دیر کے بعد ایک اور بزرگ آئے امام مالک نے ان کی بھی تعظیم کی لیکن نہ اس قدر جتنی ابوحنیفہ کی کی تھی وہ اٹھ گئے تو لوگوں سے کہا یہ سفیان ثوری تھے۔ (ص ۲۰، طبع مفید عام آگرہ ۱۸۹۲ء)

اور مولانا سید سلیمان ندوی، حیات امام مالک میں امام ممدوح کی مجلس کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تمام لوگ سرنگوں خاموش مودب بیٹھتے تھے یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ بھی جب امام کی مجلس درس میں آکر شریک ہوئے تو وہ بھی اسی طرح مودب ہو کر بیٹھے۔" (ص ۳۲)

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

کتاب الآثار میں جو احادیث ہیں وہ موطا کی روایات سے قوت وصحت میں کم نہیں ہم نے خود اس کے ایک ایک راوی کو جانچا اور ایک ایک روایت کو پرکھا ہے اور جس طرح موطا کے مراسیل کے موید

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) اور پھر امام مالک کے تلامذہ و مستفیدین کے سلسلہ میں امام ابوحنیفہ کا نام لکھ کر حاشیہ میں رقمطراز ہیں:-

"رواۃ مالک للخطیب البغدادی، ابن عساکر، مسند امام ابوحنیفہ لابن خسرو، دارقطنی کتاب الدبائج، بدرالدین زرکشی فی النکت علی ابن الصلاح، مسند ابوحنیفہ لابی الضیاء۔ اکمال الاکمال قلمی کتب خانہ بانکی پور (فن حدیث نمبر ۳۲۲) شرح زرقانی (ج ا ص ۳) تزئین الممالک سیوطی، محلی شرح موطا مولانا عبدالسلام حنفی قلمی مقدمہ۔ ان تمام کتابوں میں امام ابوحنیفہ کے استفادہ کا ذکر ہے"

بلاشبہ امام اعظم کے لئے اگرچہ وہ طبقہ میں امام مالک سے بڑے ہیں یہ چیز قطعاً باعث عار نہیں کہ وہ امام مالک کے حلقہ درس میں بیٹھیں اور ان سے حدیثوں کا سماع کریں، بلکہ محدثین کا یہ قول ہے کہ ایک محدث اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اعلی ہمسر اور کمتر تینوں طبقوں سے روایت نہ کرے (مقدمہ ابن صلاح ص ۱۱ طبع حلب) امام مالک تو بہرحال امام صاحب کے اقران میں سے ہیں امام صاحب نے تو اپنے تلامذہ تک سے حدیثیں روایت کی ہیں چنانچہ امام خراسان ابراہیم بن طہمان کے ذکر میں اس کی تصریح گذر چکی ہے لیکن اولاً تو روایت اقران کے لئے حلقہ درس میں حاضر ہونا ضروری نہیں مذاکرہ کے ضمن میں بھی روایت ہو سکتی ہے۔ ثانیاً امام ابوحنیفہ کا امام مالک سے حدیث کی روایت کرنا خود محتاج ثبوت ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی النکت علی مقدمہ ابن الصلاح میں لکھتے ہیں:-

ان اباحنیفۃ لم تثبت روایتہ عن مالک وانما اوردہ الدارقطنی ثم الخطیب فی الرواۃ عنہ لروایتین وقعتا لھما باسانید فیھما مقال وھما لم یلتزما فی کتابیھما الصحۃ۔ [ص]

بلاشبہ امام ابوحنیفہ کا امام مالک سے روایت کرنا ثابت نہیں اور دارقطنی اور ان کے بعد خطیب نے رواۃ مالک میں اس کو محض اس لئے بیان کیا کہ ان کو ایسی دو روایتیں ملی تھیں۔ دونوں روایتیں دو مختلف اسنادوں سے ہیں اور ان دونوں کی صحت میں کلام ہے۔ اور خود دارقطنی اور خطیب نے اپنی ان دونوں کتابوں میں صحت کا التزام نہیں کیا ہے۔

اور ذہبی نے اشہب سے جو کچھ نقل کیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ محدث محمد زاہد کوثری، اقوام المسالک میں فرماتے ہیں:

فما یرویہ الذہبی فی ترجمۃ مالک فی طبقات الحفاظ عن اشہب لا یصح الا اذا کان فی حق حماد بن ابی حنیفۃ دون ابیہ لان میلاد اشہب (۱۴۰ھ) کما یقول ابن یونس ان لم یکن لدۃ الشافعی ومثلہ لا یمکن ان یرحل من مصر الی المدینۃ المنورۃ ویری اباحنیفۃ عند مالک اصلاً (ص ۷)

طبقات الحفاظ میں امام مالک کے ترجمہ میں جو کچھ ذہبی نے اشہب سے نقل کرتے ہیں وہ صحیح نہیں بجز اس کے کہ یہ بیان حماد بن ابی حنیفہ کے متعلق ہو نہ کہ خود ان کے والد ماجد کے متعلق کیونکہ اشہب کا سنہ ولادت جس صورت میں کہ ان کو امام شافعی کا ہمسن نہ تسلیم کیا جائے حسب بیان ابن یونس ۱۴۰ھ ہے اور اس عمر کے بچے کیلئے یہ ممکن نہیں کہ وہ مصر سے سفر کر کے مدینہ منورہ جائے اور امام ابوحنیفہ کو امام مالک کے یہاں دیکھ سکے۔ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

[ص] نکت ابن حجر کا قلمی نسخہ کتبخانہ پیر جھنڈو حیدر آباد سندھ میں ہماری نظر سے گزرا ہے اور یہ عبارت اسی سے نقل کی ہے۔

Marfat.com

موجود ہیں۔ اسی طرح اس کے مراسیل کا حال ہے اس لئے صحت کے جس معیار پر حافظ مغلطائی اور حافظ سیوطی کے نزدیک موطا صحیح قرار پاتی ہے۔ ٹھیک اسی معیار پر کتاب الآثار صحیح اترتی ہے، موطا کو کتاب الآثار سے وہی نسبت ہے جو صحیح مسلم کو صحیح بخاری سے ہے۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اور مولانا سید سلیمان ندوی نے اس سلسلہ میں جن کتابوں کے حوالے دیئے ہیں ان میں بجز موخر الذکر چار کتابوں کے غالباً بقیہ کتب سے مولانا نے براہ راست مراجعت نہیں کی ہے بلکہ ان ہی کتابوں سے ان کے بھی حوالے نقل کر دیئے ہیں ابن عساکر، دار قطنی اور مسند ابن خسرو کی سند میں عمران بن عبد الرحیم موجود ہے جس کے بارے میں حافظ سلیمانی نے تصریح کی ہے کہ

هو الذی وضع حدیث ابی حنیفة عن مالك

(میزان الاعتدال، امام ذہبی)

ابو حنیفہ عن مالک والی روایت اسی نے وضع کی ہے۔

دار قطنی نے یہ روایت "کتاب الذبائح" میں نہیں بلکہ کتاب المدبج میں کی ہے جو ان کی مشہور تصنیف ہے اور جس کا موضوع روایات اقران کا بیان ہے (تدریب الراوی ص ۳۰) اور تزئین الممالک میں اس مقام پر اس کی بجائے کتاب الذبائح غلط طبع ہو گیا ہے اور محدث ابن خسرو نے اپنی سند میں جہاں اس کو روایت کیا ہے پہلے ہی تصریح کر دی ہے کہ

"حافظ ابو عبد اللہ محمد بن مخلد العطار نے اس روایت کو اپنی کتاب ما رواہ الاکابر عن مالک میں بواسطہ حماد بن ابی حنیفہ عن مالک نقل کیا ہے اور اس سند میں امام ابو حنیفہ کا ذکر نہیں ہے۔"

(ملاحظہ ہو جامع مسانید الامام الاعظم از خوارزمی ج ۲ ص ۱۱۹ طبع دائرۃ المعارف ۱۳۳۲ھ)

ابن عساکر کا حوالہ محلّے میں موجود ہے مگر صاحب محلّی نے "کتاب النکاح" میں خود امام سیوطی کے حوالہ سے اس حدیث کے متعلق یہ نقل کر دیا ہے۔

قیل انه رواه عنه ابو حنیفة ولم یصح

کہا گیا ہے کہ اس روایت کو امام مالک سے امام ابو حنیفہ نے روایت کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

مسند ابو حنیفہ لابن الحسن کا حوالہ تزئین الممالک میں مذکور ہے مگر صاحب تزئین نے مسند مذکور سے جو حدیث نقل کی ہے وہ کتاب الآثار امام محمد کی ہے اور امام محمد اس کو براہ راست امام مالک سے روایت کرتے ہیں۔ صاحب مسند نے امام ابو حنیفہ کا نام اس کی اسناد میں غلطی سے درج کر دیا ہے، مسند ابو حنیفہ لابی الضیا اصل میں جامع مسانید الامام الاعظم للخوارزمی کا اختصار ہے اور جامع مسانید میں یہ روایت کتاب الآثار ہی کے حوالے سے درج ہے۔

محلّی شرح موطا کے مصنف کا نام عبد السلام نہیں بلکہ شیخ سلام اللہ ہے انہوں نے بلاشبہ مواہب کے حوالہ سے اس کو نقل کیا ہے لیکن ساتھ ہی حاشیہ پر یہ منہیہ بھی تحریر فرما دیا ہے کہ

"ما نقل المواهب فمستبعد عن العقل ولا یقبل الذهن لان ابا حنیفة کان ابن عشرین سنة مجتهدا عالما حین راه مالك ولم یثبت هذا عند احد غیر الدار قطنی وان قال ان مالکا روی عن ابی حنیفة فجائز

(محلّی کا قلمی نسخہ میرے پاس موجود ہے۔

مواہب کی نقل عقل سے بعید ہے اور ذہن اس کو قبول نہیں کرتا کیونکہ امام مالک نے جس وقت امام ابو حنیفہ کو دیکھا ہے اس وقت امام ابو حنیفہ کی عمر بیس سال کی تھی اور وہ مجتہد اور عالم ہو چکے تھے نیز بجز دار قطنی کے یہ کسی کے نزدیک ثابت بھی نہیں ہاں اگر صاحب مواہب یہ کہتے کہ امام مالک نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے تو یہ ہو سکتا ہے۔

محدث ناقد علامہ محمد زاہد کوثری کا رسالہ اقوام المسالک اس بحث میں قابل دید ہے اور نہایت اہم قیمتی معلومات پر مشتمل ہے۔

Marfat.com

اسنادو روایت کے اعتبار سے کتاب الآثار کی مرویات کا کیا درجہ ہے اس کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کی نظر انتخاب نے چالیس[1] ہزار احادیث کے مجموعہ سے چن کر ان کو روایت کیا ہے صدر الائمہ موفق بن احمد کی تحریر فرماتے ہیں۔

وانتخب ابو حنیفۃ رحمہ اللہ الآثار من اربعین الف حدیث (مناقب الامام الاعظم ا صدر الائمہ ج ۱، ص ۹۵)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کتاب الآثار کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے کیا ہے۔

اور امام حافظ ابو یحیی زکریا بن یحیی نیشاپوری المتوفی ۲۹۸ھ جو ارباب صحاح ستہ کے معاصر ہیں اپنی کتاب مناقب ابی حنیفہ میں خود امام اعظم سے بہ سند نقل کرتے ہیں کہ

عندی صنادیق من الحدیث ما اخرجت منها الا الیسیر الذی ینتفع به۔ (مناقب موفق ج ۱، ص ۹۵)

میرے پاس حدیث کے صندوق بھرے ہوئے موجود ہیں مگر میں نے ان میں سے تھوڑی حدیثیں نکالی ہیں جن سے لوگ نفع اندوز ہوں۔

امام اعظم کی اس احتیاط کا بڑے بڑے محدثین نے اقرار کیا ہے چنانچہ حافظ ابو محمد عبداللہ حارثی بسند متصل وکیع سے جو حدیث کے بہت بڑے[2] امام ہیں نقل کرتے ہیں؛

اخبرنا القاسم بن عباد سمعت یوسف الصفار یقول

کہ جیسی احتیاط امام ابو حنیفہ سے حدیث

---

[1] یہ چالیس ہزار متون احادیث کا ذکر نہیں اسانید کا ہے اور جیسا کہ سابق میں گزرا اس تعداد میں صحابہ کرام کے اقوال اور تابعین کے فتاوے بھی داخل ہیں کیونکہ سلف کی اصطلاح میں ان سب کے لئے حدیث اور اثر کا لفظ استعمال ہوتا تھا، امام اعظم کے زمانہ میں احادیث کے طرق و اسانید کی تعداد چالیس ہزار سے متجاوز نہ تھی بعد کو بخاری و مسلم کے عہد میں یہی تعداد لاکھوں تک جا پہنچی کیونکہ ایک شیخ نے کسی حدیث کو مثلاً دس شاگردوں سے بیان کیا اب وہ محدثین کی اصطلاح میں دس اسنادیں اور دس طرق ہوگئے اگر آپ موطا اور کتاب الآثار کی احادیث کی تخریج بقیہ کتب احادیث سے کریں تو ایک ایک متن کے دسیوں بیسیوں طریقے اور اسنادیں مل جائیں گی۔

اب متون احادیث صحیحہ کی اصل تعداد بھی سن لیجئے، امام ابو جعفر محمد بن الحسین بغدادی نے کتاب التمییز میں امام سفیان ثوری، شعبہ، یحیی بن سعید القطان، عبدالرحمن بن مہدی اور احمد بن حنبل ان سب اکابر ائمہ حدیث کا متفقہ بیان اس سلسلہ میں یہ نقل کیا ہے

ان جملۃ الاحادیث المسندۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی الصحیحۃ بلا تکرار اربعۃ آلاف و اربع مائۃ حدیث (توضیح الافکار الامیر یمانی ج ۱ ص ۶۳ طبع مصر)

ان تمام احادیث صحیحہ غیر مکررہ کی تعداد کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسنداً مروی ہیں چار ہزار چار سو ہے۔

ان میں احکام حلال و حرام یعنی احادیث فقہیہ کی تعداد یحیی بن سعید القطان اور عبدالرحمن بن مہدی نے آٹھ سو (توضیح الافکار) اور عبداللہ بن المبارک نے نوسو اور امام ابو یوسف نے گیارہ سو بتائی ہے (رسالہ امام ابی داؤد ص ۵ و ۶ طبع مصر ۱۳۶۹ھ) ظاہر ہے کہ امام ابو یوسف چونکہ فقہ اور اجتہاد کے اعتبار سے ان تینوں سے ممتاز ہیں اس لئے اس بارے میں ان ہی کی تصریح بیان قابل قبول ہے

[2] امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ میں نے وکیع سے بڑھ کر علم کا جامع اور حدیث کا حافظ نہیں دیکھا۔ یحیی بن معین فرماتے ہیں "ان سے افضل شخص میری نظر سے نہیں گذرا۔" (تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ وکیع)

Marfat.com

سمعت وکیعاً یقول لقد وجد الورع عن ابی حنیفۃ فی الحدیث مالم یوجد عن غیرہ (مناقب صدر الائمہ موفق ج ۱ ص ۱۹۲)[۱]

میں پائی گئی کسی دوسرے سے نہ پائی گئی۔

اسی طرح علی بن الجعد جوہری سے کہ جو حدیث کے بہت بڑے حافظ[۱] اور امام بخاری اور ابوداؤد کے استاذ ہیں روایت کی ہے:

قال القاسم بن عباد فی حدیثہ قال علی بن الجعد ابوحنیفۃ اذا جاء بالحدیث جاء بہ مثل الدر[۲]

امام ابوحنیفہ جب حدیث بیان کرتے ہیں تو موتی کی طرح آبدار ہوتی ہے۔

اور حافظ خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں سید الحفاظ یحیی بن معین سے (جن کے متعلق امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے کہ جس حدیث کو یحیی بن معین نہ جانیں وہ حدیث ہی نہیں) بسند متصل ناقل ہیں کہ

کان ابوحنیفۃ ثقۃ لایحدث الا بما یحفظ ولا یحدث بما لا یحفظ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۱۹)

امام ابوحنیفہ ثقہ ہیں جو حدیث ان کو حفظ ہوتی ہے وہی بیان کرتے ہیں اور جو حفظ نہیں ہوتی بیان نہیں کرتے۔

اور امام عبداللہ بن المبارک کہ جن کی جلالت شان کا تمام اہل علم کو اعتراف ہے اپنی ایک نظم میں جو انھوں نے امام اعظم کی شان میں لکھی ہے فرماتے ہیں:

روی اٰثارہ فاجاب فیہا　　کطیران الصقور من المنیفہ

انھوں نے آثار کو روایت کیا تو ایسی بلند پروازی دکھائی کہ جیسے شکاری پرندے بلند مقام پر پرواز کر رہے ہوں۔

ولم یک بالعراق لہ نظیر　　ولا بالمشرقین ولا بکوفہ[۳]

سو نہ عراق میں ان کی کوئی نظیر تھی، نہ مشرق و مغرب میں اور نہ کوفہ میں۔

اسی طرح امام اہل سمرقند ابومقاتل سمرقندی امام اعظم کی مدح کرتے ہوئے کتاب الآثار کے متعلق فرماتے ہیں:

روی الآثار عن نبل ثقات　　غزار العلم مشیخۃ حصیفہ[۴]

معززین ثقات سے انھوں نے الآثار کو روایت کیا ہے جو بڑے وسیع العلم اور عمدہ مشائخ تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان اکابر ائمہ حدیث کی یہ شہادتیں بلا وجہ نہیں ہیں۔ امام ابوحنیفہ نے کوفہ، بصرہ اور حجاز

---

[۱] حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کے ترجمہ میں عبدوس نیشاپوری اور موسیٰ بن داؤد دونوں کا متفقہ بیان نقل کیا ہے کہ ان سے بڑھ کر حافظ حدیث ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ [۲] جامع مسانید الامام الاعظم از محدث خوارزمی ج ۲ ص ۴۰۸ طبع دائرۃ المعارف ۱۳۳۲ھ۔ [۳] مناقب صدر الائمہ ج ۲ ص ۹۰۔ [۴] ایضاً ص ۱۹۱۔ [۵] علامہ کمال الدین احمد بیاضی، اشارات المرام من عبارات الامام (ص ۲۰ طبع مصر ۱۳۶۸ھ) میں فرماتے ہیں: وہو اخذ عن اصحاب عمر رضی اللہ عنہ عن عمر وعن اصحاب ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن ابن مسعود وعن اصحاب ابن عباس رضی اللہ عنہما عن ابن عباس ممن یبلغ العدد المذکور بالکوفۃ والبصرۃ والحجاز فی حجۃ ۹۶ھ ست وتسعین ولبعدہ۔ یعنی امام ابوحنیفہ نے اصحاب عمر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم اور اصحاب ابن مسعود سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اور اصحاب ابن عباس سے حضرت ابن عباس کا، مشائخ کی اس تعداد سے جو ذکر کی جا چکی ہے کوفہ، بصرہ اور حجاز میں بوکر ۹۶ھ میں بزمانہ حج اور اس کے بعد حاصل کیا ہے۔

Marfat.com

کی مشہور درس گاہوں میں علم حدیث کی برسوں تحصیل کی ہے اور جس توجہ اور کوشش[۵۰] سے انھوں نے اس علم کو حاصل کیا ہے، ان کے معاصرین میں سے کم لوگوں نے کیا ہوگا۔ حافظ ابو سعد سمعانی، کتاب الانساب میں امام ابو حنیفہ کے تذکرہ میں رقمطراز ہیں:۔

اشتغل بطلب العلم وبالغ فيه حتی حصل له مالم يحصل لغيره (طبع ليڈن ورق ۱۹۶)

وہ طلب علم میں مشغول ہوئے تو اس درجہ غایت انہماک کے ساتھ ہوئے کہ جسقدر علم ان کو حاصل ہوا دوسرں کو نہ ہو سکا

اور حافظ ذہبی، امام مسعر بن کدام سے جو عہد طالب العلمی میں امام اعظم کے رفیق رہ چکے ہیں ناقل ہیں۔

طلبت مع ابی حنيفة الحديث فغلبنا واخذنا في الزهد فبرع علينا وطلبنا معه الفقه فجاء منه ما ترون۔[۵۱]

میں نے امام ابو حنیفہ کے ساتھ حدیث کی تحصیل کی تو وہ ہم پر غالب رہے، اور زہد میں لگے تو اس میں بھی وہ ہم کو فائق ہوگئے اور فقہ ان کے ساتھ شروع کی تو تم دیکھتے ہی ہو کہ کیسا کمال ان سے ظاہر ہوا۔

یہ مسعر وہی ہیں جن کو شعبہ ان کے اتقان کی بنا پر مصحف کہا کرتے تھے[۵۲] حافظ ابو محمد رامہرمزی نے المحدث الفاصل بين الراوی والواعی[۵۳] میں لکھا ہے کہ شعبہ اور سفیان ثوری میں جب کسی حدیث کی بابت اختلاف ہوتا تو دونوں کہا کرتے کہ اذهبا بنا الى الميزان مسعر (ہم دونوں کو مسعر کے پاس لے چلو جو اس فن کی میزان ہیں) غور کیجئے شعبہ اور سفیان دونوں "امیر المومنین فی الحدیث" کہلاتے ہیں اس لئے ان کی میزان علم جس شخص کے متعلق یہ شہادت دے کہ وہ علم حدیث میں ہم سے آگے ہے وہ خود اس فن میں کس پایہ کا شخص ہوگا، غالباً یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام حافظ ابو عبدالرحمن مقری (جو فن حدیث میں امام احمد بن حنبل، اسحق بن راہویہ اور بخاری کے استاذ ہیں) جب امام ابو حنیفہ سے کوئی حدیث روایت کرتے تھے تو ان الفاظ کے ساتھ کرتے تھے۔ اخبرنا شاهنشاه[۵۴]۔

اور امام مکی بن ابراہیم فرماتے ہیں:

كان ابو حنيفة زاهدا عالما راغبا فى الآخرة صدوق اللسان احفظ اهل زمانه[۵۵]

امام ابو حنیفہ زاہد، عالم، آخرت کی طرف راغب، بڑے راستباز اور اپنے اہل زمانہ میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔

محدث صیمری نے بھی مناقب ابی حنیفہ میں شیخ الاسلام حافظ یزید بن ہارون سے اسی کے قریب قریب روایت کیا ہے۔[۵۶] اور امام یحیی بن سعید القطان جو مشہور ناقد حدیث اور جرح و تعدیل کے امام ہیں

---

۵۰ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں تصریح کی ہے کہ سمعانی تاریخ اور علم حدیث میں ابن جوزی اور ان کے شیخ ابن ناصر دونوں سے بڑھے ہوئے ہیں (ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابن ناصر)۔ ۵۱ مناقب ابی حنیفہ از حافظ ذہبی ص ۲۷ طبع مصر۔ ۵۲ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ مسعر۔ ۵۳ اس کتاب کے قلمی نسخے کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن اور کتب خانہ پیر جھنڈو سندھ میں ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ ۵۴ محدث خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں اس کو بہ سند متصل نقل کیا ہے۔ ۵۵ مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ بحوالہ حافظ ابو احمد عسکری۔
۵۶ اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ مجلس علمی کراچی میں موجود ہے اس کی اصل عبارت یہ ہے: کان ابو حنيفة تقيا نقيا زاهدا عالما صدوق اللسان احفظ اهل زمانه۔

Marfat.com

یوں فرماتے ہیں:

انہ واللہ لاعلم ھذہ الامۃ بما جاء عن اللہ ورسولہ۔[1]

واللہ ابو حنیفہ اس امت میں خدا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جو کچھ وارد ہوا ہے اس کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

ائمہ فن کی اس قدر تصریحات فن حدیث میں امام اعظم کی عظمت شان اور جلالت مرتبت کو سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔ اب ذرا اس پر بھی نظر ڈال لیجئے کہ امام اعظم کے نزدیک کسی حدیث کو روایت کرنے اور اس پر عمل کرنے کے کیا شرائط ہیں۔ امام طحاوی نے بہ سند متصل روایت کی ہے۔

حدثنا سلیمان بن شعیب حدثنا ابی قال املا علینا ابو یوسف قال قال ابو حنیفۃ لاینبغی للرجل ان یحدث من الحدیث الا بما حفظہ من یوم سمعہ الی یوم یحدث بہ (الجواہر المضیہ، ترجمہ امام ابو حنیفہ)

کہ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کسی شخص کو اس وقت تک حدیث نہیں بیان کرنا چاہئے جب تک کہ سننے کے دن سے لیکر بیان کرنے کے دن تک اسی طرح یاد نہ ہو۔

امام یحیی بن معین کی تصریح ابھی آپ پڑھ چکے کہ روایت حدیث کے باب میں امام صاحب کا عمل اسی اصول پر تھا۔ بعد کے متعدد محدثین نے حفظ کی بجائے کتابت کو کافی سمجھا اس لئے ان کے خیال میں اگر راوی کو حدیثوں کے الفاظ و معانی کچھ بھی یاد نہ ہوں تاہم چونکہ وہ قلمبند صورت میں اس کے پاس موجود ہیں اس لئے ان کو روایت کر سکتا ہے چنانچہ محدث خطیب بغدادی، الکفایہ فی علم الروایہ میں لکھتے ہیں:

"ابوزکریا یعنی یحیی بن معین سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنے قلم سے حدیث لکھی ہوئی پائے مگر وہ اس کو زبانی یاد نہ ہو تو کیا کرے کہنے لگے ابو حنیفہ تو یوں فرماتے ہیں کہ جس حدیث کا انسان عارف اور حافظ نہ ہو اسے بیان نہ کرے لیکن ہم یوں کہتے ہیں کہ اپنی کتاب میں جو کچھ اپنے قلم سے لکھا ہوا پائے اسے بیان کر سکتا ہے چاہے وہ اس روایت کا عارف ہو یا نہ ہو۔"[2]

اور حافظ سیوطی، تدریب الراوی میں امام ابو حنیفہ کا مذہب نقل کر کے لکھتے ہیں:

وھذا مذھب شدید وقد استقر العمل علی خلافہ فلعل الرواۃ فی الصحیحین ممن یوصف بالحفظ لایبلغون النصف۔[3]

یہ سخت مذہب ہے اور عمل اس کے خلاف قرار پایا ہے کیونکہ غالباً صحیحین کے ان رواۃ کی تعداد جو حفظ سے موصوف ہیں نصف تک نہیں پہنچتی۔

اگرچہ ہمارے نزدیک یہ مسئلہ اختلاف عصر و زمان کا مسئلہ ہے اسی لئے امام مالک بھی اس مسئلہ میں امام اعظم کے ہمزبان ہیں۔ اس عہد تک کتابت سے زیادہ حفظ پر مدار تھا بعد کو جس قدر زمانہ گزرتا گیا حفظ کی جگہ کتابت نے لے لی تاہم اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حافظ حدیث کی روایت کو غیر حافظ کی روایت پر

[1] مقدمہ کتاب التعلیم از علامہ مسعود بن شیبہ سندی بحوالہ امام طحاوی اس کا قلمی نسخہ مجلس علمی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

[2] کفایہ فی علم الروایہ ص ۲۳۱ طبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۵۷ھ۔ [3] تدریب الراوی ص ۱۶۰۔

Marfat.com

ترجیح ہے کیونکہ عدم حفظ کی صورت میں احتمال ہے کہ کوئی خط میں خط ملا کر نوشتہ میں گڑبڑ نہ کر دے۔ بہرحال اس حیثیت سے کتاب الآثار اور موطا کی مرویات کو صحیحین کی مرویات پر جو ترجیح حاصل ہے ظاہر ہے اور امام ربانی علامہ عبدالوہاب شعرانی، المیزان الکبری میں رقمطراز ہیں:

وقد کان الامام ابو حنیفة یشترط فی الحدیث المنقول عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل العمل به ان یرویه عن ذلک الصحابی جمع اتقیاء عن مثلهم وهکذا۔ ؎۱

جو حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو اُس کی بابت امام ابوحنیفہ عمل سے پہلے یہ شرط کرتے ہیں کہ اس کو متقی لوگوں کی ایک جماعت اس صحابی سے برابر نقل کرتی چلی آئے۔

امام شعرانی نے عمل بالحدیث کے لئے امام ابوحنیفہ کی جس شرط کا ذکر کیا ہے وہ خود امام ممدوح سے بصراحت منقول ہے چنانچہ حافظ ذہبی نے امام یحیی بن معین کی سند سے امام صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

آخذ بکتاب الله فما لم اجد فبسنة رسول الله والآثار الصحاح عنه التی فشت فی ایدی الثقات عن الثقات فان لم اجد فبقول اصحابه آخذ بقول من شئت واما اذا انتهی الامر الی ابراهیم والشعبی والحسن وعطاء فاجتهد کما اجتهدوا ؎۲

میں کتاب اللہ سے لیتا ہوں اگر اس میں نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی ان صحیح حدیثوں سے کہ جو ثقات کے ہاتھوں میں ثقات ہی کے ذریعہ شائع ہوئی ہیں پھر اگر یہاں بھی نہ مل سکے تو آپ کے اصحاب میں سے جس کا قول چاہتا ہوں اختیار کر لیتا ہوں لیکن جب معاملہ ابراہیم نخعی، شعبی، حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح تک آجاتا ہے تو جس طرح ان حضرات نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

امام ابوحنیفہ کا یہ بیان خاص طور پر قابل غور ہے اس میں آپ نے اپنے طریق استنباط کی توضیح فرمائی ہے اور احادیث کے بارے میں صراحت کی ہے کہ آپ صرف ان حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں کہ جو صحیح ہیں اور ثقات کے ذریعہ جن کی اشاعت ہوئی ہے۔ امام سفیان ثوری نے بھی حدیث کے متعلق امام صاحب کا یہی طرز عمل بتلایا ہے کہ

یاخذ بما صح عنده من الاحادیث التی کان یحملها الثقات وبالآخر من فعل رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ ؎۳

جو حدیثیں ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہیں اور ثقات جن کو روایت کرتے ہیں نیز جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل ہوتا ہے یہ اسی کو لیتے ہیں

غرض کتاب الآثار، قرآن پاک کے بعد کتب خانہ اسلام کی دوسری کتاب ہے جو ابواب پر مرتب و مدون ہوئی اور جس میں صرف ان ہی احادیث اور آثار و فتاوے نے جگہ پائی کہ جن کی روایت ثقات و اتقیاء امت میں برابر چلی آتی تھی امام اعظم نے اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری افعال اور

؎۱ میزان شعرانی ج ۱ ص ۶۲ طبع مصر ۱۳۲۹ھ۔ ؎۲ مناقب ابی حنیفہ از ذہبی ص ۲۰۔ ؎۳ الانتقاء فی فضائل الثلاثة الائمة الفقہاء از حافظ ابن عبدالبر ص ۱۴۲ طبع مصر۔

Marfat.com

ہدایات کو منبائے اول اور آثار و فتاوائے صحابہ و تابعین کو منبائے ثانی قرار دیا۔

کتاب الآثار کا موضوع صرف احادیث احکام یعنی سنن ہیں جن سے مسائل فقہ کا استنباط ہوتا ہے اس لئے وہ سیکڑوں مختلف ابواب جو صحیحین اور جامع ترمذی وغیرہ دیگر کتب احادیث میں مذکور ہیں، کتاب الآثار میں نہیں ملیں گے کیونکہ ان ابواب کا تعلق فقہیات سے نہیں ہے اس بنا پر محدثین کی اصطلاح میں کتاب الآثار، کتب سنن میں داخل ہے چنانچہ بعض محدثین نے اسی نام سے اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔

کتاب الآثار کا ایک نمایاں امتیاز یہ ہے کہ اس کی مرویات اس عہد کی دیگر تصانیف کی طرح اپنے ہی شہر اور اقلیم کی روایات میں محدود و منحصر نہیں بلکہ اس میں مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ غرضکہ حجاز و عراق دونوں جگہ کا علم تحریر و تدوین میں یکجا موجود ہے۔

حافظ ابن القیم، اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں۔

والدین والفقہ والعلم انتشر فی الامۃ عن اصحاب ابن مسعود واصحاب زید بن ثابت واصحاب عبد اللہ بن عمر واصحاب عبد اللہ بن عباس، فعلم الناس عامۃ عن اصحاب ہؤلاء الاربعۃ، فاما اھل المدینۃ فعلمھم عن اصحاب زید بن ثابت وعبد اللہ بن عمر، واما اھل مکۃ فعلمھم عن اصحاب عبد اللہ بن عباس واما اھل العراق فعلمھم عن اصحاب عبد اللہ بن مسعود۔ [1]	دین اور فقہ و علم کی اشاعت امت میں اصحاب عبد اللہ بن مسعودؓ، اصحاب زید بن ثابتؓ، اصحاب عبد اللہ بن عمرؓ اور اصحاب عبد اللہ بن عباسؓ سے ہوئی ہے، اور لوگوں کا عام علم ان ہی چار کے اصحاب سے لیا ہوا ہے، چنانچہ مدینہ والوں کا علم زید بن ثابتؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ کے اصحاب سے اور مکہ والوں کا علم عبد اللہ بن عباسؓ کے اصحاب سے اور عراق والوں کا علم عبد اللہ بن مسعودؓ کے اصحاب سے لیا ہوا ہے

امام مالک نے موطا کی تالیف مدینہ منورہ میں کی ہے اور اس میں مدنی شیوخ کے علاوہ اور لوگوں سے برائے نام روایتیں ہیں، لیکن کتاب الآثار کے رواۃ میں کوئی حجازی یا عراقی کی تخصیص نہیں بلکہ حجاز، عراق اور شام جملہ بلاد اسلامیہ کے علماء سے اس میں روایتیں موجود ہیں ہم نے کتاب الآثار بروایت امام محمد سے جس میں دوسرے ائمہ کے نسخوں کی بہ نسبت کم روایتیں ہیں امام اعظم کے شیوخ کو جمع کیا تو ایک سو بلیغ ہوئے پھر ان کے اوطان پر نظر ڈالی تو نیس کے قریب ایسے مشائخ حدیث نکلے جو کوفے کے رہنے والے نہ تھے

صحابہ میں جن بزرگوں سے مسائل فقہ و فتاوے منقول ہیں ان کی تعداد کچھ اوپر ایک سو تیس ہے [2] ان میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں، فتوے کے بارے میں بعض صحابہ مکثر تھے بعض متوسط اور بعض مقل

---

[1] اعلام الموقعین ج اص ۸ طبع اشرف المطابع دہلی۔ [2] حافظ عبد القادر قرشی نے الجواہر المضیہ کے خاتمہ میں اور حافظ ابن القیم نے اعلام الموقعین کے مقدمہ میں ان سب کو نام بنام ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

جو سب سے زیادہ کثیر الفتوے تھے وہ یہ حضرات ہیں، عمر بن الخطاب، علی مرتضیٰ، عبداللہ بن مسعود عبداللہ بن عباس، ام المومنین عائشہ صدیقہ، زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین، ان سات میں بھی اول الذکر چار بزرگ زیادہ ممتاز گزرے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں

واکابر ھذا الوجہ عمر و علی و ابن مسعود و ابن عباس۔ [له]

موطا میں امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بہت کم روایات ہیں شاہ ولی اللہ صاحب مصفیٰ شرح موطا کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

وامام مالک از حضرت مرتضیٰ و عبداللہ بن عباس کم روایت کردہ است و ہارون رشید از سبب آں استفسار کرد فرمود لم یکونا ببلدی ولم الق رجالھما یعنی نہ بودند در شہر من و ملاقات نہ کردم با یاران ایشاں۔ [۵۲]	امام مالک نے حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہم) سے کم روایتیں کی ہیں، ہارون رشید نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمانے لگے کہ لم یکونا ببلدی ولم الق رجالھما یعنی یہ دونوں بزرگ میرے شہر کے نہ تھے اور میری ان کے اصحاب سے ملاقات نہ ہو سکی۔

خاکسار کہتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایتیں موطا میں ان دونوں حضرات کی روایات سے بھی کم ہیں۔ برخلاف اس کے کتاب الآثار میں جس مقدار میں حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایتیں ہیں اسی کے قریب قریب حضرت عمر، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ صدیقہ کی روایات بھی ہیں۔

امت مرحومہ کا سواد اعظم جس کی تعداد کا اندازہ نصف یا دو ثلث اہل اسلام کیا گیا ہے بارہ سو سال سے فقہ میں جس مذہب کا پیرو ہے وہ مذہب حنفی ہے اس مذہب کے مسائل فقہ کا منبع اسی کتاب الآثار کی احادیث و روایات ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں کتاب الآثار کو حنفیوں کی امہات کتب میں شمار کیا ہے [۵۳] اور تصریح کی ہے کہ

مسند ابی حنیفہ و آثار محمد بنائے فقہ حنفیہ است [۵۴]	فقہ حنفی کی بنیاد مسند ابی حنیفہ اور آثار امام محمد پر ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

ہندوستان میں علم حدیث کا چرچا دوسرے ممالک کی بہ نسبت کم رہا ہے اس لئے یہاں کے بعض مصنفین کو یہ غلط فہمی ہو گئی ہے کہ حدیث میں امام ابوحنیفہ کی کوئی کتاب موجود نہیں ہے چنانچہ ملا جیون المتوفی ۱۱۳۰ھ نور الانوار میں لکھتے ہیں:

لم یجمع ابو حنیفۃ کتابا فی الحدیث۔ [۵۵]	ابوحنیفہ نے حدیث میں کوئی کتاب مدون نہیں فرمائی

اور شاہ ولی اللہ صاحب مصفیٰ شرح موطا کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

واز ائمہ فقہ امروز ہیچ کتابے کہ خود ایشاں تصنیف کردہ باشند بدست مردماں نیست الا موطا۔	اور آج ائمہ فقہ کی کوئی کتاب کہ جس کو خود انھوں نے تصنیف کیا ہو سوائے موطا کے لوگوں کے ہاتھ میں نہیں ہے۔

[له] حجۃ اللہ البالغہ ج اص ۱۳۲ طبع منیریہ مصر ۱۳۵۲ھ۔ [۵۲] مصفیٰ ج اص ۱۳ طبع دہلی ۱۳۴۶ھ۔ [۵۳] ملاحظہ ہو کتاب مذکور ص ۵۸ طبع مجتبائی ۱۳۱۰ھ۔ [۵۴] ایضاً ص ۱۷۱۔ [۵۵] نور الانوار طبع علوی لکھنؤ ص ۱۶۰۔

Marfat.com

شاہ عبدالعزیز صاحب بھی بستان المحدثین میں اپنے والد ماجد کی پیروی میں یہی لکھتے ہیں کہ

باید دانست کہ از تصانیف ائمہ اربعہ رحمہم اللہ در علم حدیث غیر از موطا موجود نیست۔ [1]	جاننا چاہئے کہ ائمہ اربعہ کی تصانیف میں سے علم حدیث میں بجز موطا کے اور کوئی تصنیف موجود نہیں ہے۔

مولانا شبلی نعمانی نے بھی اس بارے میں شاہ ولی اللہ صاحب ہی کے فیصلے کو کافی سمجھا ہے وہ فرماتے ہیں:

"بے شبہ ہماری ذاتی رائے یہی ہے کہ آج امام صاحب کی کوئی تصنیف موجود نہیں ہے۔" [2]

اور ان کے جانشین مولانا سید سلیمان ندوی بھی یہی لکھ رہے ہیں کہ

"امام مالک کے سوا کسی امام مجتہد کے قلم سے علم حدیث کی کوئی تصنیف ظاہر نہیں ہوئی۔" [3]

ملاجیون محدث نہ تھے اس لئے ان کا انکار محل تعجب نہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب کتاب الآثار سے بخوبی واقف ہیں انھوں نے شیخ تاج الدین قلعی حنفی مفتی مکہ مکرمہ سے اس کے اطراف کا سماع بھی کیا ہے چنانچہ انسان العین فی مشائخ الحرمین میں ان کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

"واطراف . . . کتاب الآثار امام محمد و موطائے او از وے سماع نمود۔" [4]

شاہ صاحب ممدوح کو یہ بھی معلوم ہے کہ امام محمد اس کتاب کو امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں چنانچہ مصفی میں خود ان کے الفاظ ہیں:

"آثاریکہ از امام ابوحنیفہ روایت کردہ است۔" [5]

مگر شاید وہ اس کو امام ابوحنیفہ کی بجائے امام محمد کی تصنیف سمجھتے ہیں۔ محدث ملا علی قاری نے خود موطا امام محمد کے متعلق بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ امام محمد نے ان دونوں کتابوں کو ان کے مصنفین سے جس انداز پر روایت کیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے اس قسم کی غلط فہمی کا پیدا ہو جانا کچھ زیادہ محل تعجب نہیں۔ امام موصوف کا ان دونوں کتابوں میں طرز عمل یہ ہے کہ وہ ہر باب میں اولاً اس کتاب کی روایتیں نقل کرتے ہیں پھر بالالتزام ان روایات کے متعلق اپنا اور اپنے استاد امام ابوحنیفہ کا مذہب بیان کرتے ہیں اور اگر اصل کتاب کی کسی روایت پر ان کا عمل نہیں ہوتا تو اس کو نقل کرنے کے بعد اس پر عمل نہ کرنے کے وجوہ و دلائل بالتفصیل لکھتے ہیں، اور اسی ذیل میں کتاب الآثار اور موطا دونوں کتابوں میں بہت سی حدیثیں اور آثار امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے علاوہ دیگر شیوخ سے بھی منقول ہیں اس بنا پر بادی النظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں کتابیں خود امام محمد ہی کی تصنیف کردہ ہیں، [6] حالانکہ واقع میں ایسا نہیں بلکہ کتاب الآثار، امام

---

[1] بستان المحدثین ص ۲۷ و ۲۸ طبع محمدی لاہور۔ [2] سیرۃ النعمان ص ۱۱۹ طبع مفید عام آگرہ ۱۸۹۲ء۔ [3] حیات امام مالک ص ۹۰ طبع معارف اعظم گڑھ ۱۳۴۰ھ۔ [4] انسان العین ص ۱۶ طبع احمدی دہلی۔ [5] مصفی ص ۸۔

[6] مولانا شبلی نعمانی نے کتاب الآثار کے متعلق اور ملا علی قاری نے موطا کے متعلق اس بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کو پڑھ کر آپ کو اس غلط فہمی کی وجہ خود معلوم ہو جائے گی، مولانا شبلی لکھتے ہیں

"خوارزمی نے آثار امام محمد کو بھی امام کی مسانید میں داخل کیا ہے۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

ابو حنیفہ کی اور موطا امام مالک کی تصنیف ہے اور امام محمد ان دونوں حضرات سے ان کے راوی ہیں لیکن چونکہ امام ممدوح نے ان کتابوں کی روایت میں امور مذکورہ بالا کا اہتمام رکھا ہے اس بنا پر ان کی احادیث بہت زیادہ بڑھ گئی اور ان کا تداول اس درجہ عام ہوگیا کہ بجائے اصل مصنف کے خود ان کی طرف کتاب کا انتساب ہونے لگا اور کتاب الآثار امام محمد اور موطا امام محمد کہا جانے لگا اس لئے ان حضرات کو بھی یہ غلط فہمی ہوگئی جس کی اصل وجہ ان دونوں کتابوں کے بقیہ نسخوں پر عدم اطلاع ہے۔

کتاب الآثار کے نسخے موطا اور دیگر کتب حدیث کی طرح اس کتاب کے بھی متعدد نسخے ہیں جن کے راوی حسب ذیل حضرات ہیں:-

۱- **امام زفر بن الہذیل**: ان کے نسخے کا ذکر حافظ امیر بن ماکولا المتوفی ۴۷۵ھ نے الاکمال کے باب الجصینی والحصینی میں کیا ہے چنانچہ احمد بن بکر کے تذکرہ میں لکھتے ہیں

احمد بن بکر بن سیف ابوبکر الجصینی ثقۃ یمیل میل اھل النظر، روی عن ابی وھب عن زفر بن الھذیل عن ابی حنیفۃ کتاب الآثار۔

احمد بن بکر سیف ابوبکر جصینی ثقہ ہیں اہل نظر یعنی فقہاء حنفیہ کی طرف میلان رکھتے ہیں اور امام ابوحنیفہ سے کتاب الآثار کو بواسطہ امام زفر بن الہذیل ان کے شاگرد ابو وہب سے روایت کرتے ہیں۔

الاکمال ابن ماکولا کا قلمی نسخہ کتب خانہ ریاست ٹونک اور کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں ہماری نظر سے گزرا ہے مطبوعہ کتابوں میں بعینہ یہی مضمون حافظ ابوسعد سمعانی شافعی کی کتاب الانساب میں جو لاندن یورپ میں طبع ہوچکی ہے جصینی نسبت کے ضمن میں مذکور ہے اور حافظ عبدالقادر قرشی نے بھی

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) بے شبہ اس کتاب میں اکثر روایتیں امام صاحب ہی سے ہیں اس لئے ناظرین کو اختیار ہے کہ اس کو امام ابوحنیفہ کا مسند کہیں یا آثار امام محمد کے نام سے پکاریں لیکن یاد رہے کہ امام محمد نے اس کتاب میں بہت سی آثار اور حدیثیں دوسرے شیوخ سے بھی روایت کی ہیں، اس لحاظ سے اس مجموعہ کا انتساب امام محمد کی طرف زیادہ موزوں ہے" (سیرۃ النعمان ص ۲۷)۔

اور ملا علی قاری، موطا امام محمد کی شرح میں لکھتے ہیں،

وقد وجدت بخط استاذی المرحوم الشیخ عبداللہ السندی فی ظہر ھذا الکتاب انہ موطا مالک بن انس بروایۃ محمد بن الحسن، وھو مشکل اذ یروی الامام محمد فیہ من غیر الامام مالک ایضا کالامام ابی حنیفۃ وامثالہ ولعلہ نظرا الی الاغلب۔

میں نے اپنے استاذ مرحوم شیخ عبداللہ سندھی کے قلم سے اس کتاب کی پشت پر لکھا ہوا پایا کہ یہ موطا مالک بن انس بروایت محمد بن الحسن ہے، اور یہ مشکل ہے کیونکہ امام محمد اس کتاب میں امام مالک کے علاوہ دیگر شیوخ سے بھی جیسے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے امثال ہیں روایت کرتے ہیں اور شاید استاذ مرحوم کا یہ فرمانا اس کی اغلب روایات کے اعتبار سے ہو۔

ملا علی قاری کی شرح موطا محمد کے قلمی نسخے ہندو پاکستان کے متعدد کتب خانوں میں ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ ملاحظہ فرمایا آپ نے مولانا شبلی نعمانی کو جو اشکال کتاب الآثار امام محمد کے امام ابوحنیفہ کی طرف انتساب میں ہے وہی اشکال ملا علی قاری کو موطا امام محمد کے امام مالک کی طرف منسوب کرنے میں ہے۔

Marfat.com

الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ میں احمد بن بکر مذکورہ کے ترجمہ میں ہی تحریر کیا ہے۔

امام زفر سے کتاب الآثار کی روایت ان کے تین شاگردوں نے کی ہے جنھوں نے اس کا امام موصوف سے علیحدہ علیحدہ سماع کیا تھا۔ ایک ہی ابو وہب محمد بن مزاحم مروزی' دوسرے شداد بن حکیم بلخی جن کے نسخہ سے جامع مسانید الامام الاعظم للخوارزمی میں مسند ابن خسرو وغیرہ کے حوالہ سے بکثرت روایتیں منقول ہیں اور تیسرے حکم بن ایوب۔ پہلے دو نسخوں کا ذکر محدث حاکم نیشاپوری نے بھی اپنی مشہور کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں بایں الفاظ کیا ہے:

نسخة لزفر بن الهذيل الجعفي تفرد بها عنه شداد بن حكيم البلخي ونسخة ايضا لزفر بن الهذيل الجعفي تفرد بها ابو وهب محمد بن مزاحم المروزي، [1]

زفر بن الہذیل جعفی کا ایک نسخہ ہے جس کو ان سے صرف شداد بن حکیم بلخی روایت کرتے ہیں، اور زفر ہی کا ایک اور نسخہ ہے جس کو ان سے صرف ابو وہب محمد بن مزاحم مروزی روایت کرتے ہیں۔ [2]

✻ تیسرے نسخہ کا ذکر حافظ ابو الشیخ بن حیان نے اپنی کتاب طبقات المحدثین باصبہان والواردین علیہا میں احمد بن رستہ کے ترجمہ میں کیا ہے چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

احمد بن رستة بن بنت محمد بن المغيرة كان عنده السنن عن محمد عن الحكم بن ايوب عن زفر عن ابي حنيفة۔

احمد بن رستہ جو محمد بن المغیرہ کے نواسے ہیں ان کے پاس سنن تھی جس کو وہ اپنے نانا محمد سے وہ حکم بن ایوب سے وہ زفر سے اور وہ امام ابو حنیفہ سے اس کو روایت کرتے تھے۔

✻ حافظ ابو الشیخ نے یہاں کتاب الآثار کو السنن کے نام سے ذکر کیا ہے اور چونکہ وہ ہر راوی کے ترجمہ میں اس کی روایت سے ایک دو حدیثیں بھی ذکر کرتے ہیں اس لئے دو حدیثیں اس نسخہ سے بھی اپنی کتاب میں درج کی ہیں۔ اسی طرح حافظ ابو نعیم اصفہانی نے بھی تاریخ اصبہان میں اس نسخہ کی روایتیں نقل کی ہیں امام طبرانی کی المعجم الصغیر (ص ۳۳) میں بھی اس نسخہ کی ایک حدیث مروی ہے۔

✻ **۲۔ امام ابو یوسف**: ان کے نسخہ کا ذکر حافظ عبد القادر قرشی نے الجواہر المضیہ میں کیا ہے چنانچہ امام یوسف بن ابی یوسف کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روى "كتاب الآثار" عن ابيه عن ابي حنيفة وهو مجلد ضخم

یہ اپنے والد کی سند سے امام ابو حنیفہ سے کتاب الآثار کی روایت کرتے ہیں جو ایک ضخیم جلد میں ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا ابو الوفا قندھاری صدر مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد دکن کو کہ انھوں نے بڑی تلاش اور محنت سے اس نسخہ کو فراہم کرکے تصحیح و تحشیہ کے اہتمام کے ساتھ نہایت عمدہ کاغذ پر ۱۳۵۵ھ ہجری میں اسے مصر میں طبع کرا کر شائع کیا۔

امام ابو یوسف سے بھی کتاب الآثار کے اس نسخہ کو دو شخص روایت کرتے ہیں ایک ان کے صاحبزادے

[1] معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۶۴ طبع دار الکتب المصریہ ۱۹۳۷ء۔ [2] اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں میری نظر سے گذرا ہے۔

Marfat.com

امام یوسف مذکور اور دوسرے عمرو بن ابی عمرو، محدث خوارزمی نے عمرو کی روایت کو جامع مسانید میں نسخہ ابی یوسف سے موسوم کیا ہے خوارزمی نے جامع مسانید کے باب ثانی میں اس نسخہ کی اسناد بھی امام ابو یوسف تک نقل کردی ہے۔

۲۔ امام محمد بن حسن شیبانی: ان کا نسخہ کتاب الآثار کے سب نسخوں میں زیادہ متداول زیادہ شہور اور زیادہ مقبول ہے، اسی کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی، تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الاربعہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

والموجود من حدیث ابی حنیفۃ مفرداً انما ھو کتاب الآثار التی رواھا محمد بن الحسن عنہ	امام ابو حنیفہ کی حدیث میں مستقل طور پر جو کتاب موجود ہے وہ کتاب الآثار ہے جس کو امام محمد بن الحسن نے ان سے روایت کیا ہے

حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ قاسم بن قطلو بغا نے اس کے رجال پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں، حافظ ابن حجر کی کتاب کا نام الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار ہے، اس کا قلمی نسخہ میرے پاس بھی موجود ہے، صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ کتاب الآثار امام محمد پر امام طحاوی نے شرح لکھی ہے علامہ مرادی نے بھی سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر میں شیخ ابو الفضل نور الدین علی بن مراد موصلی عمری شافعی المتوفی ۱۱۴۷ھ کے ترجمہ میں ان کی شرح کتاب الآثار امام محمد کا ذکر کیا ہے، خود ہم نے بھی اس کے رجال پر مستقل کتاب لکھی ہے اور اس نسخہ کی احادیث کو مسانید صحابہ پر مرتب کیا ہے اور اگر اللہ نے توفیق دی تو اس پر ایک مبسوط اور محققانہ شرح لکھنے کا ارادہ ہے۔

امام محمد سے بھی اس نسخہ کو ان کے کئی شاگردوں نے روایت کیا ہے، مطبوعہ نسخہ امام ابو حفص کبیر اور امام ابو سلیمان جوزجانی کا روایت کردہ ہے، ان دونوں حضرات کے علاوہ امام ممدوح کے ایک اور شاگرد عمرو بن ابی عمرو بھی ان سے اس کتاب کو روایت کرتے ہیں اور خوارزمی نے جامع مسانید میں اسی کو نسخہ امام محمد سے موسوم کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نسخہ میں عمرو نے صرف حدیثیں ہی روایت کی ہیں اور فتاوی تابعین کو نقل نہیں کیا ہے اور غالباً اسی لئے اس کو مسند ابی حنیفہ کہا جاتا ہے۔

۴۔ امام حسن بن زیاد لؤلؤی، ان کے نسخہ کا ذکر حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں کیا ہے چنانچہ محمد بن ابراہیم بن جیش بغوی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

محمد بن ابراہیم بن جیش البغوی روی عن محمد بن شجاع الثلجی عن الحسن بن زیاد عن ابی حنیفۃ "کتاب الآثار"۔ [1]	محمد بن ابراہیم بن جیش بغوی، محمد بن شجاع ثلجی سے وہ حسن بن زیاد سے اور وہ امام ابو حنیفہ سے کتاب الآثار کو روایت کرتے ہیں۔

[1] واضح رہے کہ لسان المیزان کے مطبوعہ نسخہ میں یہ عبارت اس طرح مرقوم ہے: محمد بن ابراہیم بن حسن البغوی روی عن محمد بن نجیح البلخی عن الحسن بن زیاد عن محمد بن الحسن عن ابی حنیفۃ کتاب الآثار لیکن اس میں اسماء کے اندر بڑی تصحیف ہوگئی ہے " بن جیش البغوی" کی بجائے "حسن البغوی" غلط چھپ گیا ہے اور "بن شجاع الثلجی" کی جگہ "بن نجیح البلخی" طبع ہوگیا ہے۔ اسی طرح "عن الحسن بن زیاد عن ابی حنیفہ" کے درمیان (باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

کتاب الآثار کے تمام نسخوں میں یہ نسخہ غالباً سب سے بڑا ہے کیونکہ امام حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ کی احادیث مرویہ کی تعداد چار ہزار بیان کی ہے۔ چنانچہ امام حافظ ابویحیی زکریا بن یحیی نیشاپوری اپنی اسناد کے ساتھ امام لؤلؤی سے ناقل ہیں کہ

کان ابوحنیفۃ یروی اربعۃ آلاف حدیث الفین لحماد والفین لسائر المشیخۃ۔ [1]	امام ابوحنیفہ چار ہزار احادیث روایت فرماتے تھے، دو ہزار حماد سے اور دو ہزار باقی شیوخ سے۔

اس بنا پر قرین قیاس یہی ہے کہ امام لؤلؤی نے امام اعظم سے یہ سب حدیثیں سنی ہونگی اور ان کو اپنے نسخہ میں روایت کیا ہوگا۔ محدث علی بن عبد المحسن دوالیبی حنبلی نے اپنے ثبت میں اس نسخہ سے ساٹھ حدیثیں نقل کی ہیں جن کو محدث کوثری نے الامتاع بسیرۃ الامامین الحسن بن زیاد وصاحبہ محمد بن شجاع میں نقل کر دیا ہے۔

محدث خوارزمی نے جامع مسانید میں اس نسخہ کو مسند ابی حنیفہ للحسن بن زیاد سے موسوم کیا ہے اور کتاب مذکور کے باب ثانی میں اس نسخہ کی اسناد بھی امام لؤلؤی تک نقل کر دی ہے، خوارزمی کی طرح دیگر محدثین بھی اس کو مسند ابی حنیفہ ہی کے نام سے روایت کرتے ہیں، خود حافظ ابن حجر عسقلانی کی مرویات میں بھی یہ نسخہ موجود تھا۔ اس نسخہ کی اسانید و اجازات کو محدث علی بن عبد المحسن الدوالیبی الحنبلی نے اپنے ثبت میں اور حافظ ابن طولون نے الفہرست الاوسط میں اور حافظ محمد بن یوسف دمشقی مصنف سیرۃ شامیہ نے عقود الجمان میں اور محدث ایوب خلوتی نے اپنے ثبت میں اور خاتمۃ الحفاظ ملا محمد عابد سندی نے حصر الشارد فی اسانید الشیخ محمد عابد میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور علامہ محدث محمد زاہد کوثری نے ان سب کو الامتاع میں جمع کر دیا ہے جو ۱۳۶۸ھ میں مصر سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔

حافظ ابن القیم کی اعلام الموقعین کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ ان کے بھی پیش نظر تھا چنانچہ انھوں نے اس نسخہ سے حسب ذیل حدیث نقل کی ہے۔

قال الحسن بن زیاد اللؤلؤی ثنا ابوحنیفۃ قال کنا عند محارب بن دثار ....

.... وکان متکئا فاستوی جالسا ثم قال سمعت ابن عمر یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) "عن محمد بن الحسن" کا اضافہ اگر اصل منقول عنہ میں موجود ہے تو یقیناً غلط ہے۔ بہرحال مطبع کے مصححین نے یہاں تصحیح کا اہتمام نہیں کیا، قلمی نوشتوں کے پڑھنے میں اسمار کی غلطی تو بالکل معمولی بات ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے متعلق تو مشہور ہے کہ وہ نہایت بدخط تھے خود ہم نے حافظ صاحب کے قلم کا لکھا ہوا اتحاف المہرہ کا نسخہ دیکھا ہے واقعی ان کے نوشتہ کو صحیح پڑھ لینا ہر شخص کا کام نہیں ہے محمد بن ابراہیم بن حبیش البغوی اور امام محمد بن شجاع الثلجی دونوں نہایت مشہور و معروف عالم ہیں، حافظ خطیب بغدادی نے ان دونوں کا مفصل تذکرہ تاریخ بغداد میں لکھا ہے اور چونکہ یہ دونوں حنفی ہیں اس لئے وہ اپنی عادت کے مطابق ان دونوں کے خلاف تعصب کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [1] مناقب الامام الاعظم للصدر الائمہ ج ۱ ص ۹۶۔

Marfat.com

يقول ليأتين على الناس يوم تشيب فيه الولدان وتضع الحوامل ما في بطونها الحديث[1]

ان حضرات کے علاوہ اور بھی بہت سے ائمہ نے امام اعظم سے کتاب الآثار کو روایت کیا ہے جن میں سے امام ممدوح کے صاحبزادے حماد بن ابی حنیفہ اور محدث محمد بن خالد وہبی کے نسخوں سے جامع مسانید میں بھی حدیثیں منقول ہیں، خوارزمی نے ان دونوں نسخوں کا ذکر مسند ابی حنیفہ کے نام سے کیا ہے اور کتاب مذکور کے باب ثانی میں اپنی اسناد بھی ان دونوں حضرات تک نقل کر دی ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ خوارزمی نے چونکہ ان نسخوں کو مسند کہا ہے اس لئے بعد کے اکثر مصنفین بھی ان کو مسند ہی کے نام سے ذکر کرنے لگے۔ متقدمین میں دستور تھا کہ وہ ایک کتاب کو متعدد ناموں سے موسوم کرتے تھے مثلاً دارمی کی تصنیف کو مسند دارمی بھی کہتے ہیں اور سنن دارمی بھی، یا ترمذی کی کتاب سنن بھی کہلاتی ہے اور جامع بھی، اسی طرح کتاب الآثار کے ان نسخوں کو کبھی علماء نے مسند کے نام سے ذکر کیا ہے اور کبھی سنن کے نام سے اور کبھی کتاب الآثار کے نام سے اور کبھی صرف نسخہ ہی لکھدیا ہے لیکن اس مجموعہ کا اصل نام کتاب الآثار ہی ہے چنانچہ ملک العلماء امام علاء الدین کاشانی نے بھی بدائع الصنائع میں اس کتاب کا ذکر آثار ابی حنیفہ ہی کے نام سے کیا ہے۔[2]

موطا: کتاب الآثار کے بعد حدیث کا دوسرا صحیح مجموعہ[3] جو اس وقت امت کے ہاتھوں میں موجود ہے وہ امام دار الہجرۃ مالک بن انس کی مشہور تصنیف موطا ہے جو اہل مدینہ کی روایات و فتاوے کا بہترین انتخاب ہے، سابق میں گزر چکا ہے کہ امام مالک نے اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں امام ابوحنیفہ کا تتبع کیا ہے چنانچہ کتاب الآثار کی طرح موطا میں بھی احادیث صحیحہ کو مبلغ اول اور آثار صحابہ و تابعین کو

---

[1] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۲۳ طبع اشرف المطابع دہلی ۱۳۱۳ھ۔ [2] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۱ ص ۳۳ طبع مصر۔ [3] اور حیات امام مالک میں جو یہ مرقوم ہے کہ

"موطا کو سب سے بڑا شرف یہ حاصل ہے کہ یہ اسلام کی پہلی کتاب ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

... کشف الظنون میں ہے کہ اول کتاب وضع فی الاسلام موطا مالک بن انس (سب سے پہلی کتاب جو اسلام میں لکھی گئی وہ موطا ہے) قاضی ابوبکر بن عربی المتوفی ۵۴۳ھ موطا کی شرح میں لکھتے ہیں هذا اول کتاب الف فی شرائع الاسلام (یہ پہلی کتاب ہے جو شریعت اسلامیہ میں لکھی گئی ہے) حضرت سفیان کہتے ہیں اول من صنف الصحیح مالک والفضل للمتقدم (سب سے پہلے مالک نے صحیح تصنیف کی)" (ص ۹۳ طبع معارف پریس اعظم گڈھ ۱۳۴۰ھ)

سو کلیۃً طور پر صحیح نہیں، کشف الظنون کی مذکورہ عبارت باوجود تلاش کے ہمیں نہ مل سکی، حضرت سفیان سے جو نقل کیا گیا ہے وہ بلا حوالہ ہے یہ الفاظ سفیان کے نہیں مغلطائی کے ہیں۔ قاضی ابوبکر بن العربی کی تصریح البتہ کشف الظنون میں موجود ہے اور غالباً وہیں سے اس کو نقل کیا گیا ہے لیکن قاضی صاحب نے اس بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ اپنی معلومات کے اعتبار سے لکھا ہے کیونکہ ان کو کتاب الآثار کا علم نہ تھا اور یہ کچھ محل تعجب نہیں بہت سی مشہور کتابیں ہیں جن کے متعلق بعض اکابر اہل علم کو سرے سے اطلاع نہ ہو سکی۔ حافظ ابو سعید علائی کا خیال ہے کہ حافظ ابو علی نیشاپوری جو علل حدیث کے مشہور امام خیال کئے جاتے ہیں صحیح بخاری سے واقف نہ تھے! اسی طرح علامہ ابن حزم کو جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ سے واقفیت نہ تھی۔

Marfat.com

مبنائے ثانی قرار دیا گیا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب مصفّٰی شرح موطا میں فرماتے ہیں:۔

بایددانست کہ استدلال بحدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چہ مسند وچہ مرسل وموقوف حضرت عمرؓ و عمل عبداللہ بن عمر واخذ بفتاوے صحابہ وتابعین مدینہ خصوصاً کہ جمع مجتمع شدہ باشند اصل مذہب مالک است۔ [51]

جاننا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سے خواہ وہ مسند ہو یا مرسل نیز حضرت عمرؓ کے اثر اور عبداللہ بن عمر کے عمل سے استدلال کرنا اور صحابہ اور تابعین مدینہ کے فتاوی سے اخذ کرنا خصوصاً جبکہ ان تابعین کی ایک جماعت کسی مسئلہ پر متفق ہو، امام مالک کے مذہب کا اصول ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی، مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

فصنف الامام مالک الموطا وتوخی فیہ القوی من حدیث اھل الحجاز ومزجہ باقوال الصحابۃ و فتاوی التابعین ومن بعدھم۔ [52]

پھر امام مالک نے موطا تصنیف کی اور حدیث اہل حجاز میں میں سے قوی روایت کو تلاش کرکے اس کے ساتھ صحابہ کے اقوال اور تابعین وعلماء مابعد کے فتاوے کو بھی درج کیا۔

موطا کو امت میں جو قبول عام حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ حافظ ذہبی نے بالکل صحیح کہا ہے کہ

ان للموطا لوقعاً فی النفوس ومھابۃ فی القلوب لایوازیھا شئی [53]

بلاشبہ موطا کی دلوں میں جو وقعت اور قلوب میں جو ہیبت ہے اس کا کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی۔

حافظ ابن حبان، کتاب الثقات میں لکھتے ہیں:

کان مالک اول من انتقی الرجال من الفقھاء بالمدینۃ واعرض عمن لیس بثقۃ فی الحدیث ولم یکن یروی الا ماصح ولا یحدث الا عن ثقۃ۔ [54]

امام مالک، فقہاء مدینہ میں پہلے شخص ہیں جنھوں نے رواۃ کے بارے میں تحقیق سے کام لیا اور جو شخص حدیث میں ثقہ نہ تھا اس سے اعراض فرمایا وہ صحیح روایات کے علاوہ نہ کوئی اور چیز روایت کرتے اور نہ کسی غیر ثقہ سے حدیث بیان کرتے تھے۔

محدثین کو موطا کی صحت کا اس درجہ یقین ہے کہ امام ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں:۔

لو حلف رجل بالطلاق علی احادیث مالک فی الموطا انھا صحاح لم یحنث۔ [55]

اگر کوئی شخص اس بات پر طلاق کا حلف اٹھائے کہ موطا میں امام مالک کی جو حدیثیں ہیں وہ صحیح ہیں تو وہ حانث نہیں ہوگا

نواب صدیق حسن خاں، اتحاف النبلاء المتقین باحیاء ماثر الفقہاء المحدثین میں ابوزرعہ کے اس قول کو نقل کرکے لکھتے ہیں:۔

"وایں وثوق واعتماد برکتب دیگر نیست" [56]

اور امام شافعی فرماتے ہیں:

ماعلی ظھر الارض کتاب بعد کتاب اللہ اصح

روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد مالک کی کتاب سے صحیح تر

---

[51] مصفّٰی ج ۱ ص ۷۔ [52] ہدی الساری فتح الباری ج ۱ ص ۴ طبع میریہ ۱۳۰۱ھ۔ [53] مقدمہ التعلیق الممجد علی موطا الامام محمد بحوالہ سیر النبلاء ذہبی۔ [54] تہذیب التہذیب ترجمہ امام مالک۔ [55] تزیین الممالک بمناقب الامام مالک از سیوطی ص ۴۴ طبع خیریہ مصر ۱۳۲۵ھ۔ [56] اتحاف النبلاء ص ۱۶۵ طبع نظامی کانپور ۱۲۸۸ھ۔

Marfat.com

من کتاب مالک۔ [51] کوئی کتاب نہیں۔

اگرچہ خود علماء شوافع ہی میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ

انما قال ذلک قبل وجود کتابی البخاری ومسلم [52]

امام موصوف کا یہ فرمانا امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں کے عالم وجود میں آنے سے پہلے تھا۔

لہٰذا اب صحیحین کے علاوہ اور کسی کتاب کے متعلق اس قسم کا دعوی کرنا صحیح نہیں [53] اور صحیحین میں بھی ان لوگوں کے خیال میں اصحیت کے اعتبار سے صحیح بخاری کا جو مقام ہے وہ صحیح مسلم کا نہیں ہے ان لوگوں کے شبہ کا اصل منشا یہ ہے کہ موطا میں مرسل، منقطع اور بلاغات ہیں جو صحیح کے لئے قادح ہیں لیکن حافظ مغلطائی فرماتے ہیں کہ

لا فرق بین الموطا والبخاری فی ذلک لوجودہ ایضا فی البخاری من التعالیق ونحوھا۔ [54]

اس بارے میں موطا اور بخاری میں کوئی فرق نہیں کیونکہ یہ چیزیں تو بخاری میں بھی ہیں چنانچہ اس میں بھی تعلیقات اور اسی قسم کی چیزیں موجود ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی، امام مغلطائی کے اس اعتراض کا یہ جواب دیتے ہیں کہ

والفرق بین ما فیہ من المنقطع وبین ما فی البخاری ان الذی فی الموطا ھو کذلک مسموع لمالک غالبا وھو حجۃ عندہ والذی فی البخاری قد حذف اسنادہ عمدا لاغراض قررت فی التعالیق۔ [55]

موطا اور بخاری دونوں کی منقطع روایات میں فرق یہ ہے کہ موطا میں اس قسم کی جو روایتیں ہیں ان میں سے اکثر کا سماع امام مالک نے اسی طرح (بصورت انقطاع ہی) کیا ہے اور وہ ان کے نزدیک حجت ہے لیکن بخاری میں اس قسم کی جو روایتیں ہیں ان کی اسناد ان وجوہ کی بنا پر جن کی تعلیقات کے سلسلے میں تشریح کی گئی عمداً حذف کی گئی ہے۔ [56]

اس پر علامہ صالح فلانی محدث نے النیہ سیوطی کے حواشی پر لکھا ہے کہ

وفیما قالہ الحافظ من الفرق بین بلاغات الموطا ومعلقات البخاری نظر فلو امعن النظر فی الموطا کما امعن النظر

حافظ ابن حجر نے بلاغات موطا اور تعلیقات بخاری میں جو فرق بیان کیا ہے وہ محل نظر ہے اگر حافظ صاحب موطا کا بھی اسی طرح گہری نظر سے مطالعہ کرتے جس طرح کہ انھوں نے

---

[51] تزیین الممالک ص ۴۳۔ [52] مقدمہ ابن صلاح طبع حلب ۱۳۵۰ء۔ [53] اس میں شک نہیں امام شافعی کا یہ قول صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے وجود سے پیشتر تھا لیکن حافظ ابوزرعہ تو امام بخاری اور امام مسلم کے ہمزمان ہیں اور ان دونوں کی کتابوں سے بخوبی واقف ہیں تاہم ان کو موطا کی احادیث کی صحت پر اس شدت سے اصرار ہے جو ابھی آپ کی نظر سے گزرا، حالانکہ صحیح مسلم کے بہت سے رواۃ اور روایات پر ان کی کڑی تنقید تاریخ ورجال کی کتابوں میں مذکور ہے۔ یہ تنقید اس درجہ وزنی تھی کہ خود امام مسلم کو بھی اس کے متعلق معذرت ہی سے کام لینا پڑا تھا۔ [54-55] تزیین الممالک ص ۴۷۔ [56] لیکن یہ نری احتمال آفرینی ہے اور معترض کو گنجائش ہے وہ یہی بات خود تعلیقات بخاری کے متعلق بھی کہدے کیونکہ موطا کی منقطع روایتیں تو متصلاً ثابت ہیں مگر تعلیقات بخاری میں بہت سی ایسی روایات موجود ہیں کہ جن کی اسانید پر خود حافظ صاحب کو بھی اطلاع نہ ہو سکی۔

Marfat.com

فی البخاری لعله انه لا فرق بینهما وما ذکرہ من ان مالکا سمعها کذٰلك فغیر مسلم لانه ذکرہا بلاغا فی روایة یحیی مثلاً او مرسلا فیرویه غیرہ عن مالك موصولاً مسندًا۔ ؎۵۱

صحیح بخاری کا کیا ہے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ واقعی ان دونوں کتابوں میں کچھ فرق نہیں ہے اور یہ جو وہ فرماتے ہیں کہ امام مالک نے ان روایات کا اسی شکل میں سماع کیا ہے سو مسلم نہیں کیونکہ موطا کی ایک حدیث مثلاً یحییٰ کی روایت میں اگر بلاغاً یا مرسلاً مذکور ہوتی ہے تو دوسرے لوگ اسی حدیث کو امام مالک سے موصولاً و مسنداً بھی روایت کرتے ہیں۔

فتح الباری کے مقدمہ میں حافظ ابن حجر نے اسی سلسلہ میں حسب ذیل تقریر کی ہے۔

"بعض ائمہ نے امام مالک کی کتاب سے امام بخاری کی کتاب کے اصح بتانے کو مشکل قرار دیا ہے کیونکہ صحت کو مشروط رکھنے اور انتہائی احتیاط اور وثوق سے کام لینے میں دونوں شریک ہیں۔ رہی یہ بات کہ صحیح بخاری میں حدیثیں زیادہ ہیں سو یہ چیز صحت کی افضلیت کو مستلزم نہیں۔

اور اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ بخاری کی اصحیت دراصل اشتراط صحت ہی کی بنا پر ہے۔ امام مالک چونکہ انقطاع اسناد کو قادح صحت نہیں خیال کرتے اسلئے وہ مراسیل، منقطعات اور بلاغات کی تخریج اصل موضوع کتاب میں کرتے ہیں اور امام بخاری انقطاع کو علت قادحہ سمجھتے ہیں لہٰذا وہ ایسی روایات کو اصل موضوع کتاب کی بجائے اور سلسلہ میں لاتے ہیں جیسے کہ تعلیقات و تراجم ہیں؛ اور اس میں شک نہیں کہ منقطع روایات اگرچہ ایک قوم کے نزدیک قابل احتجاج ہے مگر پھر بھی اس کی بہ نسبت متصل روایت جبکہ دونوں کے رواۃ عدالت اور حفظ میں شریک ہوں زیادہ قوی ہے۔

پس اس سے بخاری کی کتاب کی فضیلت عیاں ہوئی۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ امام شافعی نے جو موطا کو صحت میں افضل بتایا ہے وہ ان مجموعوں کے لحاظ سے تھا کہ جو ان کے زمانے میں موجود تھے جیسے کہ جامع سفیان ثوری اور مصنف حماد بن سلمہ وغیرہ اور ان مجموعوں پر موطا کی تفضیل بلا کسی نزاع کے مسلم ہے۔" ؎۵۲

لیکن حافظ صاحب کی یہ تقریر اگر ان دونوں کتابوں کے محض ظاہری تقابل کے اعتبار سے ہے تو بیشک صحیح ہے ورنہ حقیقت کی رو سے موطا کے تمام مراسیل، منقطعات اور بلاغات متصل، مرفوع اور مسند ہیں چنانچہ علامہ صالح فلانی لکھتے ہیں کہ

ان ابن عبد البر ذکر جمیع بلاغاته و مراسیله ومنقطعاته کلها موصولة بطرق صحاح الا اربعة وقد وصل ابن الصلاح الاربعة بتالیف مستقل وهو عندی وعلیه

ابن عبدالبر نے بجز چار روایتوں کے موطا کے تمام بلاغات مراسیل اور منقطعات کو باسانید صحیحہ موصولاً ذکر کیا ہے، اور ان چار کے اتصال پر بھی ابن صلاح نے ایک مستقل تالیف کی ہے جو میرے پاس موجود ہے اور اس پر خود ان کے قلم کی

؎۵۱ الرسالة المستطرفة لبیان مشہور کتب السنة المشرفة از محمد بن جعفر کتانی ص ۵، طبع بیروت ۱۳۳۲ھ
؎۵۲ ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ج ۱ ص ۸۔

Marfat.com

خطہ فظہر بھذا انہ لا فرق بین الموطأ والبخاری۔ ۱	تحریر بھی ہے لہذا اس سے ظاہر ہو گیا کہ موطا اور بخاری میں کچھ فرق نہیں ہے۔

لیکن صرف اتنا ہی نہیں کہ صحت کے لحاظ سے ان دونوں کتابوں میں کچھ فرق نہیں بلکہ بعض وجوہ سے موطا کو صحیحین پر ترجیح ہے۔

۱۔ موطا کی تصنیف کے وقت کبار تبع تابعین کا ایک گروہ کثیر موجود تھا، صحیحین کو یہ امتیاز حاصل نہیں۔

۲۔ سابق میں گزر چکا کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک راوی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جس روایت کو بیان کرے اس کا حافظ بھی ہو لیکن امام بخاری و مسلم کے نزدیک یہ چیز مشروط نہیں۔

۳۔ امام مالک کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ کسی بدعتی سے خواہ وہ کیسا ہی پاکباز اور راستباز ہو حدیث کی روایت کے روادار نہیں برخلاف اس کے صحیحین میں مبتدعین کی روایات (بشرطیکہ وہ ثقہ اور صادق اللہجہ ہوں) بکثرت موجود ہیں۔ محدث حاکم نیشاپوری، المدخل فی اصول الحدیث میں لکھتے ہیں:

"صحیح مختلف فیہ کی پانچویں قسم مبتدعا اور اصحاب الاہواء کی روایات ہیں جو اکثر محدثین کے نزدیک مقبول ہیں جبکہ یہ لوگ سچے اور راستباز ہوں چنانچہ محمد بن اسمعیل بخاری نے جامع صحیح میں عباد بن یعقوب رواجنی سے حدیث بیان کی ہے اور ابوبکر محمد بن اسحٰق بن خزیمہ کہتے تھے۔

حدثنا الصدوق فی روایتہ المتہم فی دینہ عباد بن یعقوب۔	ہم سے عباد بن یعقوب نے حدیث بیان کی جو اپنی روایات میں سچا اور دین میں متہم تھا۔

اسی طرح بخاری نے صحیح میں محمد بن زیاد الہانی، حریز بن عثمان رحبی سے احتجاج کیا ہے حالانکہ ان کے متعلق نصب کی شہرت تھی، نیز بخاری اور مسلم دونوں ابومعاویہ محمد بن خازم اور عبید اللہ بن موسیٰ سے احتجاج پر متفق ہیں حالانکہ یہ دونوں غالی مشہور تھے۔

لیکن مالک بن انس یہ کہتے تھے کہ اس بدعتی سے حدیث نہیں لی جائے گی جو لوگوں کو اپنی بدعت کی طرف دعوت دیتا ہو اور نہ اس شخص سے جو لوگوں سے گفتگو میں دروغ بیانی سے کام لے اگرچہ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دروغ بیانی کا الزام نہ ہو" ۲

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی موطا کو حدیث کی تمام کتابوں میں مقدم اور افضل سمجھتے ہیں انہوں نے اپنی مشہور کتاب مصفیٰ شرح موطا کے مقدمہ میں اس کی ترجیح کے دلائل اور وجوہ کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے لیکن اس سلسلہ میں محض تخمین وظن کی بنا پر شاہ صاحب کے قلم سے بعض باتیں ایسی بھی نکل گئی ہیں کہ جو خلاف واقع ہیں۔ ۳

---

۱ الرسالۃ المستطرفہ ص ۵۔ ۲ المدخل ص ۱۶ طبع حلب ۱۳۵۱ھ۔ ۳ مثلاً فضل مصنف کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

باید دانست کہ امروز در دست مردمان ہیچ کتابے نیست کہ مصنف آں از تبع تابعین باشد غیر موطا (ص ۳)	جاننا چاہئے کہ آج لوگوں کے ہاتھ میں بجز موطا کے کوئی کتاب ایسی نہیں کہ جس کا مصنف تبع تابعین میں سے ہو۔

حالانکہ امام ابویوسف اور امام محمد دونوں تبع تابعین میں سے ہیں۔ (باقی حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)

Marfat.com

موطا میں اگرچہ غیر مدنی شیوخ سے شاذ و نادر روایتیں ہیں تاہم اس کی "بلاغات" کے بارے میں حافظ جمال الدین مزی نے تہذیب الکمال میں عبداللہ بن ادریس کوفی المتوفی ۱۹۲ھ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ

"بیان کیا جاتا ہے کہ بلاغات کو امام مالک نے ابن ادریس سے سنا تھا۔"

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ) اور دونوں کی حدیث و فقہ میں متعدد تصانیف آج بھی لوگوں کے ہاتھ میں موجود ہیں اور بعض ان میں سے طبع ہو کر شائع بھی ہو چکی ہیں۔

اسی طرح ائمہ اربعہ کا موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بالجملہ ایں چار اماماں اند کہ عالم را علم ایشاں احاطہ کردہ است. امام ابوحنیفہ و امام مالک و امام شافعی و امام احمد، ایں دو امام متاخر شاگرد امام مالک بودند و مستفید از علم او، و در عصر تبع تابعین نبودند مگر ابوحنیفہ و امام مالک، آں یک شخصے است کہ رؤس محدثین مثل احمد و بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و دارمی یک حدیث از وے در کتابہائے خود روایت نکردہ اند و رسم روایت حدیث از وے بطریق ثقات جاری نشد و آں دیگر شخصے است کہ اہل نقل اتفاق دارند بر آنکہ چوں حدیث بروایت او ثابت شوند اعلیٰ صحت رسید۔

(ص ۶)

غرض یہ کل چار امام ہیں کہ جن کے علم نے دنیا کا احاطہ کر رکھا ہے، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد یہ موخر الذکر دونوں امام، امام مالک کے شاگرد اور ان کے علم سے بہرہ مند تھے، اور تبع تابعین کے زمانہ میں صرف ابوحنیفہ اور امام مالک ہوئے ہیں، سو وہ (یعنی امام ابوحنیفہ) ایک ایسے شخص ہیں کہ جن سے سرآمد محدثین نے جیسے کہ احمد بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی ہیں ایک حدیث اپنی کتاب میں روایت نہیں کی اور حدیث کی روایت کا سلسلہ ان سے بطریق ثقات جاری نہیں ہوا۔ اور وہ دوسرے (یعنی امام مالک) ایک ایسے شخص ہیں کہ اہل نقل کا اس پر اتفاق ہے کہ جب حدیث ان کی روایت سے ثابت ہو جائے تو صحت کے اعلیٰ معیار پر پہنچ جاتی ہے۔

حالانکہ (۱) امام احمد بن حنبل، امام مالک کے شاگرد نہ تھے۔ (۲) امام ابوحنیفہ تابعی ہیں اور ان کا عہد صغار تابعین کا عہد ہے۔ (۳) امام ابوحنیفہ کی روایت جامع ترمذی اور سنن نسائی دونوں کتابوں میں موجود ہے، محدث محمد طاہر پٹنی نے مجمع بحار الانوار میں تصریح کی ہے کہ اخرج لہ الترمذی والنسائی (امام ابوحنیفہ سے ترمذی اور نسائی نے تخریج کی ہے) اور مسند امام احمد میں امام اعظم کی روایت مسند بریدہ رضی اللہ عنہ میں (ج ۵ ص ۳۵۷) موجود ہے۔ (۴) یہ بھی محض بے اصل ہے کہ "امام ابوحنیفہ سے بطریق ثقات روایت حدیث کا سلسلہ جاری نہیں ہوا" خود شاہ ولی اللہ صاحب نے انسان العین فی مشائخ الحرمین میں محدث عیسیٰ جعفری مغربی کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ

مسندے برائے امام ابوحنیفہ تالیف کردہ و داں جا عنعنہ متصلہ ذکر کردہ ز حدیث از آں جا بطلان زعم کسانیکہ گویند سلسلہ حدیث امروز متصل نماندہ واضح تر می شود۔

(ص ۶ طبع احمدی دہلی)

انھوں نے امام ابوحنیفہ کی ایک ایسی مسند تالیف کی ہے جس میں اپنے سے لیکر امام موصوف تک عنعنہ متصلہ کو ذکر کیا ہے اور یہاں سے ان لوگوں کے دعویٰ کا غلط ہونا اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حدیث کا سلسلہ آج کل متصل نہیں رہا ہے۔

یہ عیسیٰ مغربی، شاہ صاحب کے استاذ الاساتذہ ہیں ۱۰۸۰ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے، شاہ صاحب ان کے متعلق فرماتے ہیں "وے استاذ جمہور اہل حرمین است" غور کیجئے اگر امام ابوحنیفہ سے حدیث کی روایت کا سلسلہ جاری نہ ہوا تو یہ حدیث کا سماع متصل امام صاحب سے لیکر شاہ صاحب کے دور تک کیسے ثابت ہو گیا۔ (باقی بر صفحۂ آئندہ)

Marfat.com

اس عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ موطا کی جتنی روایات میں بلغنی مذکور ہے وہ سب عبداللہ بن ادریس سے سنی ہوئی ہیں لیکن درحقیقت بیان بلاغات کا ذکر ہے کہ جو موطا میں حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے منقول ہیں چنانچہ حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں یعقوب بن شیبہ سے نقل کرتے ہیں کہ

قیل ان جمیع ما یرویہ مالک فی الموطا (بلغنی عن علی) انہ سمعہ من ابن ادریس ؎۱	کہا گیا ہے کہ تمام وہ روایات جن کو امام مالک، موطا میں بلغنی عن علی کہہ کر روایت کرتے ہیں وہ سب انھوں نے ابن ادریس سے سنی ہیں۔

اور قاضی عیاض، مدارک میں لکھتے ہیں کہ احمد بن عبداللہ کوفی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ امام مالک نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جس قدر روایات مرسلاً ذکر کی ہیں وہ سب انھوں نے عبداللہ بن ادریس اودی سے روایت کی ہیں۔ ؎۲

اسی طرح موطا کے باب الوفا بالامان میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک اثر عن رجل من اھل الکوفۃ (کوفہ کے ایک شخص سے) منقول ہے جس کی تعیین میں زرقانی نے سفیان ثوری کا نام لیا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ بھی عبداللہ بن ادریس ہی کی روایت ہو۔ ؎۳

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) بلکہ شاہ صاحب کی اس عبارت سے تو اور یہ ظاہر ہوا کہ یہ امام اعظم ہی کی خصوصیت ہے کہ ان کی احادیث کی روایت کا سلسلہ بسند متصل اس عہد تک جاری رہا حتی کہ جو لوگ اس زمانہ میں سلسلہ اسناد کو متصل ماننے سے انکار کرتے تھے ان کے خلاف شاہ صاحب نے اسی چیز کو دلیل میں پیش کیا ہے اور حافظ شمس الدین ذہبی نے تصریح کی ہے کہ

روی عنہ من المحدثین والفقہاء عدۃ لا یحصون (مناقب ابی حنیفہ ذہبی ص ۱۱ طبع مصر)	امام ابو حنیفہ سے محدثین و فقہاء کی اتنی بڑی تعداد نے حدیث کی روایت کی ہے کہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔

ان میں سے حافظ جمال الدین مزی نے تہذیب الکمال میں امام اعظم کے ترجمہ میں پچانوے مشاہیر علماء ثقات کو نام بنام ذکر کیا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) ؎۱ تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ عبداللہ بن ادریس۔ ؎۲ اسعاف المبطا برجال الموطا از علامہ سیوطی ص ۳۶ طبع مطبعہ حلبی مصر ۱۳۴۹ھ۔ ؎۳ یہ عبداللہ بن ادریس، امام ابو حنیفہ کے تلامذہ میں سے ہیں اور فقہاء حنفیہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے اور بعض ان مسائل فقہیہ کا بھی ذکر کیا ہے کہ جن کو یہ امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا مفصل تذکرہ لکھا ہے جو ان لفظوں میں شروع ہوتا ہے، عبد اللہ بن ادریس بن یزید بن عبد الرحمن الامام القدوۃ الحجۃ ابو محمد الاودی الکوفی احد الاعلام بڑے عابد و زاہد تھے جاہ و منصب سے ہمیشہ متنفر رہے۔ ایک بار خلیفہ ہارون الرشید نے ان کو طلب کر کے عہدۂ قضا پیش کرنا چاہا مگر انھوں نے معذرت کی کہ میں اس کا اہل نہیں اس پر خلیفہ نے بگڑ کر کہا کاش میں تیری صورت نہ دیکھتا۔ ابن ادریس نے بھی نہایت متانت سے جواب دیا کاش میں بھی تیری صورت نہ دیکھتا اور یہ کہہ کر دربار سے چلے آئے بعد کو خلیفہ نے پانچ ہزار کے توڑے ان کی خدمت میں روانہ کئے مگر انھوں نے لینے سے انکار کر دیا اور جو شخص رقم لیکر آیا اس سے نہایت زور سے چلا کر کہا کہ بس یہیں سے واپس چلے جاؤ۔ ہارون الرشید نے یہ ماجرا دیکھا تو دوبارہ پیام بھیجا (باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

موطا کا زمانۂ تالیف | حافظ ابن حزم نے تصریح کی ہے کہ امام مالک نے موطا کی تالیف یقیناً یحیٰ بن سعید انصاری کی وفات کے بعد کی ہے اور یحیٰ کی وفات ۱۴۳ھ میں ہوئی ہے[1]۔ محدث قاضی عیاض نے مدارک میں ابو مصعب سے جو امام مالک کے شاگرد خاص ہیں نقل کیا ہے کہ خلیفہ منصور عباسی نے امام مالک سے فرمائش کی تھی کہ ضع کتاباً للناس احملهم علیه (آپ لوگوں کے لئے ایک ایسی کتاب لکھیں کہ جس پر میں ان سے عمل کراؤں) امام مالک نے اس سلسلہ میں کچھ کہا تو منصور بولا ضعه فما احد

(بقیہ از صفحۂ گذشتہ) کہ آپ نے نہ ہمارا اکرام کیا اور نہ ہمارے صلہ کو قبول فرمایا اب میرا بیٹا مامون آپ کی خدمت میں آئے تو اس سے حدیثیں تو بیان فرمائیں، ابن ادریس نے جواب میں کہلا بھیجا کہ ان جاء نا مع الجماعة حدثناه (اگر وہ عام لوگوں کے ساتھ آیا تو اس سے بھی حدیثیں بیان کریں گے) چنانچہ جب حج کے موقع پر ہارون رشید کا کوفہ میں داخلہ ہوا تو اس نے قاضی ابو یوسف سے کہا کہ محدثین کو کہئے ہمارے پاس آکر حدیث شریف کا درس دیں، دو شخصوں کے علاوہ سب نے خلیفہ کی فرمائش کی تعمیل کی۔ یہ دو بزرگ عبداللہ بن ادریس اور عیسیٰ بن یونس تھے جب یہ نہ آئے تو امین و مامون دونوں شہزادے خود سوار ہو کر عبداللہ بن ادریس کی خدمت میں حاضر ہوئے ابن ادریس نے سو حدیثیں ان کے سامنے بیان کیں جب یہ روایت کر چکے تو مامون کہنے لگا عم محترم اجازت ہو تو ان حدیثوں کو زبانی سناؤں ابن ادریس نے کہا سناؤ۔ مامون نے فوراً اپنے حافظہ سے ان کو دہرا دیا۔ یہ دیکھ کر ابن ادریس بھی اس کی قوت حافظہ پر عش عش کر گئے۔ یہاں سے اٹھ کر یہ دونوں شہزادے عیسیٰ بن یونس کے یہاں پہنچے اور انھوں نے بھی ان سے حدیثیں بیان کیں جب درس ختم ہوا تو مامون نے دس ہزار کے توڑے پیش کئے لیکن ابن یونس نے قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ ولا شربة ماء (اس کے عوض تو پانی کا ایک گھونٹ بھی قبول نہیں کیا جا سکتا)

(تذکرۃ الحفاظ ترجمہ عیسیٰ بن یونس)

(حاشیہ صفحۂ ھذا) [1] توجیہ النظر از شیخ صالح جزائری ص ۱۷ طبع مصر، بحوالہ احکام ابن حزم۔

[2] ابو مصعب کے بیان میں امام مالک کی گفتگو منقول نہیں لیکن ابن سعد نے طبقات میں واقدی کے حوالہ سے خود امام مالک کی زبانی اس کو تفصیل سے نقل کیا ہے جو حسب ذیل ہے۔

منصور: میرا ارادہ ہے کہ میں آپ کی اس کتاب (یعنی موطا) کے متعلق حکم دوں کہ اس کی نقلیں لی جائیں اور مسلمانوں کے پاس ہر شہر میں اس کا ایک ایک نسخہ بھیج دیا جائے اور فرمان جاری کر دوں کہ وہ اسی کے مطابق عمل کریں اور اس سے تجاوز نہ کریں اور اس کے علاوہ جو یہ نیا علم ہے سب چھوڑ دیں کیونکہ اس علم کی اصل اہل مدینہ کی روایت اور ان کا علم ہی ہے۔

امام مالک۔ اے امیر المومنین ایسا نہ کیجئے کیونکہ لوگوں کے پاس پہلے سے اقوال پہنچ چکے ہیں، انھوں نے بھی حدیثیں سنی ہیں اور ان کو روایت کیا ہے اور ہر قوم نے صحابہ اور دیگر علماء کے اختلاف کی صورت میں اسی کو اختیار کیا ہے جو ان کے یہاں پہلے سے چلا آتا ہے اور اسی کے مطابق عمل کرنے اور دین کی ... اختیار کرتے ہیں نیز جس کے وہ معتقد ہیں اس سے ان کا ہٹانا دشوار ہے اس لئے لوگوں کو آپ ان ہی کے حال پر چھوڑ دیجئے اور ہر اقلیم والوں نے جو کچھ اپنے لئے پسند کر رکھا ہے اس کو رہنے دیجئے۔

منصور: اپنی قسم اگر آپ میرا کہنا مان جاتے تو میں یہی کرتا۔ (تزیین الممالک ص ۴۶)

حافظ ابن عبدالبر جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۱۳۲) میں اس واقعہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں وهذا غاية في الانصاف لمن فهم (یہ سمجھدار کے نزدیک انتہائی انصاف کی بات ہے)۔ جو لوگ آج کل فروعی اختلافی مسائل میں شدت برتتے ہیں ان کو امام مالک کے اس مشورہ سے سبق لینا چاہئے۔

Marfat.com

الیوم اعلم منک (آپ کتاب تصنیف فرمائیں، آج آپ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں) آخر امام موصوف نے موطا کی تصنیف شروع کی لیکن کتاب کے ختم ہونے سے پہلے منصور کی وفات ہوگئی ۵۱

اس سے معلوم ہوا کہ موطا کی تصنیف منصور کی فرمائش پر خود اس کے عہد میں شروع ہوئی اور اس کی وفات کے بعد پایہ تکمیل کو پہنچی۔ منصور نے ۶ ذی الحجہ ۱۵۸ھ میں وفات پائی اور اس کی جگہ اس کا بیٹا محمد المہدی مسند خلافت پر متمکن ہوا اور اسی کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں موطا کی تصنیف مکمل ہوئی۔

جامع سفیان ثوری | یہی زمانہ ہے جب امام سفیان ثوری نے جامع لکھی ہے بعض نے اس کا سنہ تصنیف (۱۶۰) بتایا ہے ۵۲ لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ امام زفر کا جب بصرہ آنا ہوا تھا تو ان کے سامنے جامع سفیان لائی گئی تھی اور آپ نے اسے دیکھکر یہ فرمایا تھا کہ

هذا كلامنا ينسب الى غيرنا۔ ۵۳ — یہ ہمارا کلام غیروں سے نقل کررہے ہیں۔

امام زفر کی وفات ماہ شعبان ۱۵۸ھ میں ہوئی ہے اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ اس کی تصنیف ان کی وفات سے پہلے پہلے مکمل ہو چکی تھی۔

امام زفر نے جامع سفیان کے بارے میں جو رائے ظاہر کی وہ اس کے فقہی مسائل سے متعلق ہے، امام سفیان ثوری کوفہ کے رہنے والے تھے، فقہ میں عموماً ان کا اور امام اعظم کا ایک مذہب ہے، امام ترمذی اپنی جامع میں سفیان ثوری کا مذہب نقل کرتے ہیں جو اکثر امام ابو حنیفہ کے موافق ہوتا ہے امام ابو یوسف فرمایا کرتے تھے کہ

سفيان الثوري اكثر متابعة لابي حنيفة مني ۵۴ — سفیان ثوری مجھ سے بھی زیادہ ابو حنیفہ کے تبع ہیں۔

امام ثوری اگرچہ خود بھی امام ابو حنیفہ کی مجلس درس میں حاضر ہوئے ہیں اور ان سے حدیثیں روایت کی ہیں مگر امام صاحب کی فقہ کو انھوں نے علی بن مسہر ۵۵ سے اخذ کیا ہے جو امام اعظم کے مختص تلامذہ سے شمار کئے جاتے ہیں۔ امام ثوری نے اپنی جامع کی تصنیف میں بھی زیادہ تر ان ہی سے مدد لی ہے چنانچہ امام یزید بن ہارون فرماتے ہیں کہ

كان سفيان ياخذ الفقه عن علي بن مسهر من قول ابي حنيفة، وانما استعان به و	سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ کی فقہ کو علی بن مسہر سے حاصل کرتے تھے اور ان ہی کی مدد اور مذاکرہ سے انھوں نے اپنی یہ

۵۱ تزیین الممالک از سیوطی ص ۴۳۔ ۵۲ مقدمہ تنویر الحوالک بحوالہ قوت القلوب، ۵۳ مناقب الامام الاعظم از امام حافظ الدین کردری ج ۲ ص ۱۸۳ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۲۱ھ و مناقب الامام الاعظم از محدث ملا علی قاری ص ۵۳۵ ملا علی قاری تصنیف الجواہر المضیہ کے آخر میں بطور ذیل طبع ہوئی ہے۔ ۵۴ الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء از حافظ ابن عبد البر ص ۱۲۸ طبع مصر ۱۳۵۰ھ۔ ۵۵ یہ فقہ اور حدیث دونوں کے جامع تھے۔ امام احمد بن حنبل، یحیی بن معین، ابو زرعہ، نسائی اور ابن حبان ان سب نے متفقہ طور پر ان کو ثقہ کہا ہے۔ عجلی کے الفاظ ہیں کان ممن جمع الحديث والفقه۔ ابن سعد لکھتے ہیں کان ثقة كثير الحديث، ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب، الجواہر المضیہ اور مناقب الامام اعظم مولفہ امام کردری میں ان کا مفصل ترجمہ موجود ہے۔

Marfat.com

بمذاکرتہ علی کتابہ هذا الذی سماہ الجامع[1]	کتاب جس کا نام جامع رکھا ہے تصنیف کی ہے۔

سفیان ثوری کی جامع ایک زمانہ میں محدثین میں بڑی مقبول و متداول رہی ہے چنانچہ امام بخاری نے علم حدیث کی جب تحصیل شروع کی تو سب سے پہلے جن کتابوں کی طرف توجہ کی وہ سفیان ثوری کی جامع اور عبداللہ بن مبارک اور وکیع کی تصنیفات تھیں۔ امام بخاری نے جامع سفیان کا سماع اپنے وطن ہی میں امام ابوحفص کبیر[2] سے کیا تھا۔ چنانچہ مورث خطیب بغدادی بسند نقل کرتے ہیں کہ

---

[1] مقدمہ کتاب التعلیم از علامہ مسعود بن شیبہ سندی بحوالہ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ مصنفہ امام طحاوی، اس کتاب کا قلمی نسخہ مجلس علمی کے کتب خانہ کراچی میں موجود ہے۔ [2] ان کا نام احمد بن حفص اور کنیت ابوحفص ہے، ان کے صاحبزادے محمد بن احمد بن حفص معروف بہ ابوحفص صغیر کا ترجمہ سابق میں آپ پڑھ چکے ہیں چونکہ باپ بیٹے دونوں کی کنیت ابوحفص ہے اس بنا پر باپ کو کبیر اور بیٹے کو صغیر کہا جاتا ہے۔ یہ بخارا کے ان مشاہیر ائمہ حدیث میں سے ہیں کہ جن کے دم سے وہاں علم حدیث کی گرم بازاری تھی چنانچہ حافظ شمس الدین ذہبی نے اپنے رسالہ الامصار ذوات الآثار میں بخارا کے جن اعیان محدثین کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے ان کے نام یہ ہیں:۔

"عیسیٰ بن موسیٰ غنجار، احمد بن حفص فقیہ (ابوحفص کبیر) محمد بن سلام بیکندی، عبداللہ بن محمد مسندی، ابوعبداللہ بخاری (صاحب الصحیح) صالح بن محمد جزرہ" (اعلان بالتوبیخ ص ۱۴۲)

حافظ سمعانی نے امام ابوحفص کبیر کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ

روی عنہ خلق لا یحصون (مقدمہ الجواہر المضیہ) ان سے بے شمار مخلوق نے روایت کی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کی ذات سے اقلیم ماوراء النہر میں حدیث و فقہ کی جتنی اشاعت ہوئی ان کے معاصرین میں کسی سے نہ ہوئی۔ بخارا کا ایک ایک گاؤں ان کے تلامذہ سے بھرا ہوا تھا۔ سمعانی نے لکھا ہے کہ صرف خیزاخزام میں ان کے شاگردوں کی اتنی خلقت تھی کہ جو شمار سے باہر تھی۔ حافظ عبدالقادر قرشی، سمعانی کی مذکورہ بالا تصریح کو نقل کر کے لکھتے ہیں:۔

وھذا فی قریۃ من قری بخاری (مقدمہ جواہر المضیہ)	یہ تو بخارا کے صرف ایک قریہ کا ذکر ہے۔

امام ابوحفص کبیر نے فقہ کی تعلیم امام ابویوسف اور امام محمد سے حاصل کی تھی ان کا شمار امام محمد کے کبار تلامذہ سے ہے، حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء کے چودھویں طبقہ میں ان کے صاحبزادے محمد بن احمد بن حفص کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ

وکان ابوہ من کبار تلامذۃ محمد بن الحسن انتھت الیہ ریاسۃ الاصحاب ببخارا۔	ان کے والد (امام ابوحفص کبیر) امام محمد بن حسن کے بڑے شاگردوں میں سے تھے اور بخارا میں علماء احناف کی سربراہی ان پر ختم تھی۔

امام بخاری کے والد ماجد اسمٰعیل اور امام ابوحفص کبیر کے درمیان انتہائی محبت اور خلوص کے مراسم تھے۔ اسمٰعیل نے جس وقت وفات پائی یہ ان کے پاس ہی موجود تھے اس وقت اسمٰعیل نے ان سے کہا تھا کہ

لا اعلم من مالی درھما من حرام ولا درھما من شبھۃ (مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۰ طبع میریہ مصر)۔	میں اپنے مال میں ایک درم بھی حرام یا شبہ کا نہیں پاتا۔

یہ تعلقات اسمٰعیل کی وفات کے بعد بھی دونوں خاندانوں میں بدستور قائم رہے چنانچہ امام بخاری اور ان کے صاحبزادے امام ابوحفص صغیر مدت تک طلب حدیث میں رفیق اور ہم سفر رہے ہیں۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

اخبرنی ابوالولید قال انبأنا محمد بن احمد بن محمد بن سلیمان الحافظ قال نبأنا ابو عمرو احمد بن محمد بن عمر المقری وابونصر احمد بن ابی حامد الباهلی قالا سمعنا ابا سعید بکر بن منیر یقول سمعت محمد بن اسمعیل بن ابراهیم بن المغیرة الجعفی یقول کنت عند ابی حفص احمد بن حفص اسمع کتاب ابی مع جامع سفیان فی کتاب الذی فمر ابوحفص علی حرف ولم یکن عندی ما ذکر فراجعته فقال الثانیة کذلک فراجعته الثانیه فقال کذلک فراجعته الثالثة فسکت سویعة ثم قال من هذا قالوا هذا ابن اسماعیل بن ابراهیم بن بردزبه فقال ابوحفص هو کما قال واحفظوا فان هذا یوما یصیر رجلا [۱]

محمد بن اسمعیل بن ابراہیم بن مغیرہ جعفی (امام بخاری) نے بیان کیا کہ میں ابوحفص (کبیر) احمد بن حفص کے پاس جامع سفیان کا سماع اپنے والد کی کتاب میں کر رہا تھا کہ وہ ایک حرف سے گزرے جو میرے یہاں نہ تھا میں نے ان سے مراجعت کی، انھوں نے دوبارہ وہی بتایا میں نے دوبارہ مراجعت کی پھر انھوں نے وہی بتایا آخر میں نے تیسری دفعہ مراجعت کی تو ذرا چپ رہے اور دریافت کرنے لگے کہ یہ کون ہے لوگوں نے کہا اسمعیل بن ابراہیم بن بردزبہ کا لڑکا ہے۔ فرمانے لگے اس نے صحیح بتایا۔ یاد رکھو یہ لڑکا ایک دن مرد میدان بنے گا۔

امام اسحٰق بن راہویہ سے کسی نے سوال کیا تھا کہ

ای الکتابین احسن کتاب مالک او کتاب سفیان۔

دونوں کتابوں میں کونسی کتاب زیادہ اچھی ہے، مالک کی یا سفیان کی۔

کہنے لگے کتاب مالک [۲] لیکن امام ابوداؤد سجستانی صاحب سنن فرماتے ہیں کہ

جامع سفیان الثوری، فانما احسن ما وضع الناس فی الجوامع، [۳]

لوگوں نے اس موضوع پر جتنی کتابیں لکھی ہیں، سفیان ثوری کی جامع ان سب میں اچھی ہے۔

یہ اس دور کی ان مشہور اور مہتم بالشان کتابوں کا ذکر تھا کہ جن کے مصنف اقلیم فقہ واجتہاد کے فرمانروا رہے ہیں، بعد کے دور میں جن کتابوں نے قبول عام کی سند حاصل کی ان کے مصنفین ان ہی حضرات کے

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ) ایک بار امام ابوحفص کبیر نے امام بخاری کو اس قدر مال تجارت بھیجا تھا کہ جس کو بعض تاجروں نے پانچ ہزار کے نفع سے ان سے خریدا اور بعض تاجر اس سے بھی دوگنے نفع پر لینے کو تیار تھے لیکن امام بخاری نے اپنے ارادہ کو بدلنا پسند نہ فرمایا۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی فتح الباری کے مقدمہ میں امام ممدوح کو امام بخاری کے مشائخ میں شمار کیا ہے اور ان کے حق میں امام ابوحفص کبیر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ھذا یکون لہ صیت (اس کا شہرہ ہوگا) مقدمہ ص ۴۸۲۔

امام ابوحفص کبیر کی وفات ۲۱۷ھ میں ہوئی، آپ امام شافعی کے ہم عمر تھے اور ان کے بہت بعد تک زندہ رہے۔ آپ کے زہد وعبادت کے کچھ واقعات روضۃ العلماء امام زندوستی کے باب فی زھد العلماء وبعدھم عن السلطان اور باب ما یجب علی العالم ان یستعمل العلم اولا ثم یعلم غیرہ میں مذکور ہیں۔

(حاشیہ صفحۂ ھذا) [۱] تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۱ طبع مصر ۱۳۴۹ھ۔ [۲] تزیین الممالک ص ۴۴۔ [۳] رسالۃ ابی داؤد السجستانی فی وصف تالیفہ لکتاب السنن ص ۷، طبع مصر ۱۳۴۹ھ۔

Marfat.com

خوشہ چین تھے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی، عجالہ نافعہ میں فرماتے ہیں:

وصحیح بخاری وصحیح مسلم ہر چند در بسط وکثرت احادیث دہ چند موطا باشد لیکن طریق روایت احادیث وتمیز رجال وراہ اعتبار واستنباط از موطا آموختہ اند۔ [1]	صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہر چند کہ موطا سے دس گنی ہیں، مگر حدیثوں کی روایت کا طریقہ، رجال کی تمیز اور اعتبار و استنباط کا ڈھنگ موطا ہی سے سیکھا ہے۔

اس دور کے بعض اور مصنفین

منصور کے خلیفہ ہونے سے پہلے مسلمانوں میں تصنیف وتالیف کا سلسلہ عام نہ تھا، اس کے عہد میں اس سلسلہ کو کافی ترقی ہوئی اور بہت سے علمانے مختلف علوم وفنون پر کتابیں مدون کیں چنانچہ حافظ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں طبقہ رابعہ کے ختم پر لکھتے ہیں:-

"اسی طبقہ کے دور میں دولت اسلامیہ بنی امیہ سے بنی عباس کی طرف ۱۳۲ھ میں منتقل ہوئی۔ اس انقلاب نے خون کے سیلاب بہا دیئے۔ خراسان، عراق اور جزیرہ میں ایک عالم جس کا شمار اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں نہ تیغ ہو گیا ....

..... اسی زمانہ میں بصرہ میں عمرو بن عبید عابد اور واصل بن عطاء غزال نمایاں ہوئے جنھوں نے لوگوں کو مذہب اعتزال اور قدر کی طرف دعوت دی اور خراسان میں جہم بن صفوان نمودار ہوا جو تعطیل صفات باری اور خلق قرآن کا داعی تھا اور اسی کے بالمقابل خراسان میں مقاتل بن سلیمان مفسر پیدا ہوا جس نے اثبات صفات میں اتنا غلو کیا کہ تجسیم تک نوبت پہنچا دی، آخر علماء تابعین اور ائمہ سلف ان مبتدعین کے خلاف اٹھے اور انھوں نے لوگوں کو ان کی بدعت میں مبتلا ہونے سے روکا۔

علماء کبار نے سنن کی تدوین، فروع (فقہ) کی تالیف اور عربیت (لغت ونحو وصرف) کی تصنیف شروع کی۔ پھر ہارون الرشید کے زمانے میں اس سلسلہ کی کثرت ہوئی اور بہ کثرت تصانیف مدون ہو گئیں، اب علماء کا حافظہ گھٹنے لگا اور کتابیں مدون ہو گئیں تو انھیں پر اعتماد رہ گیا اس سے پہلے صحابہ وتابعین کا علم سینوں میں تھا اور سینے ہی ان کے علم کے گنجینے تھے۔

اور حافظ سیوطی، تاریخ الخلفاء میں ۱۴۳ھ کے حوادث وواقعات کے ذیل میں حافظ ذہبی سے نقل کرتے ہیں:

"اسی عہد میں علماء اسلام نے حدیث، فقہ اور تفسیر کی تدوین شروع کی چنانچہ مکہ معظمہ میں ابن جریج نے، مدینہ منورہ میں مالک نے (انھوں نے موطا لکھی) شام میں اوزاعی نے، بصرہ میں ابن ابی عروبہ اور حماد بن سلمہ وغیرہ نے، یمن میں معمر نے کوفہ میں سفیان ثوری نے تصنیفیں کیں، ابن اسحاق نے مغازی کی تالیف کی اور ابو حنیفہ نے فقہ اور اجتہادی مسائل کو مدون کیا پھر کچھ عرصہ کے بعد

---

[1] عجالہ نافعہ ص ۵ طبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۲ھ۔ [2] شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:-

قد صنف فی زمن مالک موطاءات کثیرۃ فی تخریج احادیثہ ووصل منقطعہ، مثل کتاب ابن ابی ذئب، وابن عیینۃ والثوری ومعمر وغیرھم ممن شارک مالکا فی الشیوخ۔ (ج ۱ ص ۱۳۳ طبع منیریہ مصر)	امام مالک کے زمانے میں بہت سی موطائیں ان کی موطا کی احادیث کی تخریج اور ان کی منقطع روایات کے وصل کے سلسلہ میں تصنیف کی گئیں جیسے کہ ابن ابی ذئب، ابن عیینہ، ثوری اور معمر وغیرہ کی کتابیں ہیں، یہ لوگ امام مالک کے ساتھ ان کے شیوخ سے روایت کرنے میں شریک ہیں۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)۔

Marfat.com

ہشیم، لیث بن سعد اور ابن لہیعہ نے تصنیفات کیں، اور ان کے بعد ابن مبارک، ابو یوسف اور ابن وہب نے کتابیں لکھیں اور کثرت سے علم کی تدوین و تبویب ہوئی اور عربیت، لغت، تاریخ اور ایام عرب پر کتابیں لکھی گئیں۔ اس عصر سے پہلے ائمہ اپنے حفظ سے بتلاتے یا ان صحف صحیحہ سے کہ جو مضامین و ابواب پر مرتب نہ تھے علم کی روایت کرتے تھے۔"

فن جرح و تعدیل کی ابتداء | اسی عہد میں فن جرح و تعدیل کی ابتدا ہوئی، حافظ شمس الدین سخاوی لکھتے ہیں۔

"پہلی صدی ہجری جو صحابہ و کبار تابعین کے دور میں گزری اس میں حارث اعور اور مختار کذاب جیسے اکا دو کا شخص کو چھوڑ کر کسی ضعیف الروایہ کا تقریباً وجود نہ تھا۔ پھر پہلی صدی گزر کر جب دوسری صدی آئی تو اس کے اوائل میں اوساط تابعین کے اندر ضعفاء کی ایک جماعت ہوئی جو زیادہ تر حدیث کو زبانی یاد رکھنے اور اپنے ذہن میں اس کو محفوظ کرنے کے لحاظ سے ضعیف سمجھی گئی چنانچہ آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ موقوف کو مرفوعاً نقل کر جاتے ہیں، کثرت سے ارسال کرتے ہیں اور ان سے روایت میں غلطیاں بھی ہوتی ہیں جیسے کہ ابو ہارون عبدی وغیرہ ہیں۔

پھر جب تابعین کا آخری دور آیا یعنی ۱۵۰ھ کے قریب قریب تو ائمہ کی ایک جماعت نے توثیق و تضعیف کے لئے زبان کھولی چنانچہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ

ما رأیت اکذب من جابر الجعفی۔ [۱] میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا نہیں دیکھا۔

اور اعمش نے ایک جماعت کی تضعیف اور دوسروں کی توثیق کی اور شعبہ [۲] نے رجال کے بارے میں

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) لیکن یاد رہے کہ ان مذکورین میں سے بجز ابن ابی ذئب کے نہ تو کسی کی تالیف کا نام موطا ہے اور نہ ان میں سے کسی کے متعلق تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ اس نے کوئی کتاب موطا امام مالک کی احادیث کی تخریج اور اس کی منقطع روایات کے وصل کے لئے تصنیف کی ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] امام اعظم کے اس قول کو امام ترمذی نے اپنی جامع کے آخر میں کتاب العلل کے اندر باسناد روایت کیا ہے، حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابو یحیی الحمانی قال سمعت اباحنیفۃ یقول ما رأیت احدا اکذب من جابر الجعفی ولا افضل من عطاء بن ابی رباح (جامع ترمذی مع شرح ابن العربی ج ۱۳ ص ۳۰۹ طبع مصر) اور یہ عطاء بن ابی رباح جن کے متعلق امام اعظم فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے افضل شخص نہیں دیکھا۔ امام ممدوح کے اکابر شیوخ میں سے ہیں چنانچہ حافظ ذہبی، دول الاسلام (ج ۱ ص ۷۷، طبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۶۴ھ) میں تصریح کرتے ہیں کہ واکبر شیوخہ عطاء بن ابی رباح (کہ امام ابو حنیفہ کے شیوخ میں سب سے بڑے عطاء بن ابی رباح ہیں) امام مالک کی اسانید میں جو حیثیت مالک عن نافع عن ابن عمر کی ہے وہی حیثیت امام اعظم کی اسانید میں ابو حنیفہ عن عطاء عن ابن عباس کی ہے (ملاحظہ ہو میزان کبریٰ از امام شعرانی ص ۴۸ طبع مصر ۱۳۴۴ھ)۔ امام اعظم نے ان سے مکہ مکرمہ میں علم حدیث کی تحصیل کی تھی۔ حافظ ذہبی، مناقب ابی حنیفہ (ص ۱۱) میں لکھتے ہیں وسمع الحدیث من عطاء بن ابی رباح بمکۃ (کہ امام اعظم نے عطاء بن ابی رباح سے مکہ معظمہ میں حدیث کا سماع کیا ہے)۔

[۲] امام شعبہ کو فن رجال میں جو جلالت شان حاصل ہے اس کا اندازہ آپ اس سے لگائیے کہ ایک بار امام یحییٰ بن معین سے جو فن رجال کے مشہور امام ہیں۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

غور و فکر سے کام لیا یہ بڑے محتاط تھے اور بجز ثقہ کے تقریباً کسی سے روایت نہ کرتے تھے۔ امام مالک کا بھی یہی حال تھا۔

اور اس دور کے ان لوگوں میں سے کہ جب وہ کسی کے بارے میں کچھ کہہ دیں تو ان کی بات مان لی جاتی ہے، معمر، ہشام دستوائی، اوزاعی، سفیان ثوری، ابن الماجشون، حماد بن سلمہ اور لیث وغیرہ ہیں۔ پھر ان کے بعد دوسرا طبقہ ابن المبارک، ہشیم[ك]، ابو اسحٰق فزاری، معافی بن عمران موصلی، بشر بن المفضل اور ابن عیینہ وغیرہ کا ہے۔ پھر ان ہی کے ہمزمان ایک اور طبقہ ابن علیہ، ابن وہب اور وکیع جیسے حضرات کا ہے، بعد کو ان ہی کے دور میں دو ایسے شخص جو حدیث کے حافظ اور اس فن میں حجت گذرے ہیں تنقید رجال کے لئے اٹھے یہ یحییٰ بن سعید القطان اور عبد الرحمٰن بن مہدی تھے سو جس کو یہ دونوں مجروح کر دیں اس کی جرح مندمل نہیں ہوتی اور جس کی یہ دونوں توثیق کر دیں وہ مقبول ہے اور جس کے متعلق ان کے باہم اختلاف ہوا (اور ایسے بہت کم اشخاص ہیں) اس کے بارے میں اجتہاد سے کام لینا پڑتا ہے۔"[٢]

اس دور میں علماء کا طرز عمل

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے الانصاف فی بیان سبب الاختلاف اور حجۃ اللہ البالغہ میں اس پر نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے جو ہدیۂ ناظرین ہے، فرماتے ہیں:

"اس طبقہ کے علماء کا طرز عمل ایک دوسرے سے ملتا جلتا تھا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے خواہ وہ مرسل ہو یا مسند دونوں سے تمسک کیا جائے۔

نیز صحابہ اور تابعین کے اقوال سے استدلال کیا جائے کیونکہ ان کے علم میں یہ اقوال یا تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث منقولہ تھیں جن کو انھوں نے مختصر کر کے موقوف بنا لیا تھا (چنانچہ ابراہیم نخعی نے ایک موقعہ پر جبکہ انھوں نے یہ حدیث روایت کی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ اور مزابنہ[٣] سے منع فرمایا ہے اور ان سے کہا گیا تھا کہ کیا تمہیں اس کے سوا اور کوئی حدیث

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ) امام ابوحنیفہ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ آپ ان کی نسبت کیا خیال رکھتے ہیں فرمانے لگے وہ ثقہ ہیں میں نے کسی کو انھیں ضعیف بتاتے نہیں سنا۔ یہ شعبہ بن الحجاج ان کو لکھتے ہیں اور فرمائش کرتے ہیں کہ وہ حدیثیں بیان کریں اور شعبہ آخر شعبہ ہی ہیں۔" (الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلثۃ الفقہاء، از حافظ ابن عبد البر ص ۱۲۷)۔

(حاشیہ صفحۂ ھذا) ك خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں ایک بار ایک زندیق کو قتل کے لئے لایا گیا تو وہ کہنے لگا کہ مجھے تو تم قتل کر دو گے لیکن ان ایک ہزار حدیثوں کا کیا کرو گے جو میں نے وضع کی ہیں۔ ہارون الرشید نے فوراً جواب دیا کہ فاین انت یا عدو اللہ عن ابی اسحٰق الفزاری وابن المبارك ینخلانھا فیخرجانھا حرفاً حرفاً۔ اے دشمن خدا تو ابو اسحٰق فزاری اور ابن المبارک سے بچ کر کہاں جا سکتا ہے جو ان کو چھلنی میں چھان کر ان کا ایک ایک حرف نکال پھینکیں گے۔ (تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ امام ابو اسحٰق فزاری)۔ ٢ فتح المغیث ص ۴۷۹ طبع لکھنؤ ۱۳۰۳ھ اور الاعلان بالتوبیخ ص ۱۶۳۔ ٣ محاقلہ بروزن مفاعلہ حقل سے ہے جس کے معنی زراعت اور کاشتکاری کے ہیں اور اصطلاح فقہ میں عام طور پر زمین کو ثلث یعنی تہائی یا چوتھائی پیداوار پر دینے کیلئے اس کا استعمال ہوتا ہے اور مزابنہ زبن سے ہے جس کے معنی دفع کرنے کے ہیں اور فقہ میں اس کے معنی درخت کے خرمائے تر کو خرمائے خشک کے عوض بیع کرنے کے آتے ہیں۔

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد ہی نہیں۔ کہا تھا کہ کیوں نہیں؟ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ قال عبداللہ اور قال علقمہ مجھے زیادہ پسند ہے، اسی طرح شعبی نے جس وقت ان سے ایک حدیث کی بابت سوال کیا گیا اور کہا گیا کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کردیا جائے تو یہ جواب دیا تھا کہ نہیں مرفوع نہ کرو ہم کو یہ زیادہ محبوب ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے کسی شخص سے اس کو نقل کیا جائے کیونکہ اگر روایت میں کچھ کمی بیشی ہوگی تو وہ بعد کے شخص پر ہی رہے گی) یا پھر حکم منصوص سے ان کا استنباط یا اپنی آراء سے ان کا اجتہاد تھا۔ اور ہر صورت میں صحابہ اور تابعین اپنے طرزِ عمل کے اعتبار سے بعد کے آنے والوں سے کہیں بہتر اور کہیں زیادہ صائب الرائے نیز زمانہ کے لحاظ سے سب سے مقدم اور علم کے اعتبار سے سب سے بڑھ چڑھ کر تھے، لہٰذا سوائے اس صورت کے کہ ان کے باہم کسی مسئلہ میں اختلاف ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ان کے قول کے صریح خلاف موجود ہو ہر حال میں ان کے اقوال پر عمل کرنا لازم ہے۔

اور جس صورت میں کسی مسئلہ کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مختلف ہوتیں تو اقوال صحابہ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اگر صحابہ کسی حدیث کے منسوخ ہونے کے قائل ہوتے یا اس کو ظاہری معنی سے پھیر دیتے (یعنی اس میں تاویل سے کام لیتے) یا اس بارے میں کچھ صراحت نہ کرتے لیکن ترک حدیث پر اور اس کے بموجب عمل نہ کرنے پر متفق ہوتے تو یہ بات بھی اس حدیث میں بمنزلہ کسی علت کے ظاہر کرنے یا اس کے منسوخ ہونے یا اس کی تاویل کا حکم دینے کے تھی بہر حال ان سب صورتوں میں اس طبقہ کے علماء نے صحابہ ہی کا اتباع کیا اور یہی وجہ ہے کہ امام مالک نے "کتے کے برتن میں منہ ڈالنے" کی حدیث[۱] میں فرمایا کہ جاء ھذا الحدیث ولا ادری ما حقیقتہ (یہ روایت تو آئی ہے لیکن مجھے معلوم نہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے) امام موصوف کے اس قول کو ابن حاجب نے نقل کیا ہے۔ امام مالک کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ میں نے فقہاء کو اس پر عمل کرتے نہیں دیکھا۔

اور جب صحابہ اور تابعین کے مذاہب بھی کسی مسئلہ میں مختلف ہوتے تو ہر عالم کے نزدیک اپنے اہل شہر اور اپنے ہی اساتذہ کا مذہب پسندیدہ تھا کیونکہ وہ ان کے صحیح اور غیر صحیح اقوال سے زیادہ باخبر ہوتا اور جو اصول کہ ان اقوال کے مناسب ہوتے ان کو زیادہ محفوظ رکھتا تھا نیز اس کا دل اپنے ہی اہل شہر اور اساتذہ کے فضل و تبحر کی طرف خاص طور سے مائل ہوتا تھا چنانچہ حضرات عمر، عثمان، عائشہ، ابن عمر، ابن عباس، زید بن ثابت (رضی اللہ عنہم) اور ان کے تلامذہ جیسے سعید بن المسیب کہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کے سب سے زیادہ حافظ تھے اور عروہ اور سالم اور عکرمہ اور عطاء اور عبیداللہ بن عبداللہ اور ان جیسوں کا مذہب دیگر حضرات کے مذہب کی بہ نسبت اہل مدینہ کے

[۱] یہ حدیث اس طرح ہے کہ "جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں پیے تو اسے سات بار دھوؤ" (موطا)

Marfat.com

نزدیک زیادہ قابل اخذ تھا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضائل مدینہ کے سلسلہ میں بیان فرمایا ہے[51]۔ اور نیز اس وجہ سے بھی کہ مدینہ منورہ ہر زمانہ میں فقہاء اور علماء کا ماوی اور مجمع رہا ہے اور اسی بنا پر آپ امام مالک کو دیکھیں گے کہ وہ ان ہی کے طریقہ کو پکڑے رہتے ہیں اور امام مالک کے متعلق یہ بات بھی مشہور ہے کہ وہ اہل مدینہ کے اجماع سے تمسک کرتے ہیں اور امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے کہ "جس بات پر حرمین شریفین کا اتفاق ہو اس کو اختیار کرنا چاہیے[52]" اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کا مذہب اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور شریح اور شعبی کے فیصلے اور ابراہیم نخعی کے فتاوے اہل کوفہ کے نزدیک دوسروں کے مذہب کی بہ نسبت زیادہ لینے کے لائق تھے اور یہی وجہ ہے کہ علقمہ نے جب مسروق کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف تشریک[53] کے مسئلہ میں مائل دیکھا تو کہا کہ کیا کوئی ان میں عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے بھی زیادہ پکا عالم ہے، مسروق نے کہا نہیں لیکن میں نے زید بن ثابتؓ

[51] غالباً حدیث یوشك ان یضرب الناس اکباد الابل یطلبون العلم فلا یجدون احدا اعلم من عالم المدینة (قریب ہے کہ لوگ اونٹوں پر سوار ہو کر طلب علم کے لئے سفر کریں گے اور مدینہ کے ایک عالم سے بڑھ کر کسی کو عالم نہ پائیں گے) کی طرف اشارہ ہے چنانچہ آگے چل کر شاہ ولی اللہ صاحب نے امام مالک کا ذکر کرتے ہوئے اسی حدیث کو بیان کیا ہے اور سفیان بن عُیَینَہ اور عبدالرزاق سے تصریح نقل کی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی یہ پیشین گوئی امام مالک کے حق میں پوری اتری، جس طرح سے کہ امام سیوطی اور علامہ ابن حجر مکی وغیرہ بہت سے علماء نے تصریح کی ہے کہ حدیث لوکان العلم بالثریا لتناولہ اناس من ابناء فارس (مسند امام احمد بن حنبل ج ۲ ص ۲۹۶ و ۲۹۷) کا اولین مصداق امام ابوحنیفہ ہی کی ذات گرامی ہے اور خود شاہ ولی اللہ صاحب بھی اپنے مکتوبات میں رقمطراز ہیں کہ

روزے در حدیث لوکان الایمان عند الثریا لنالہ رجال او رجل من ھؤلاء یعنی اہل فارس وفی روایۃ لنالہ رجال من ھؤلاء بلاشک مذاکرہ کردیم، فقیر گفت امام ابوحنیفہ دریں حکم داخل است کہ خدائے تعالیٰ علم فقہ را بدست وے شائع ساخت و جمعے از اہل اسلام را بآں فقہ مہذب گردانید، خصوصاً در عصر متاخر کہ دولت ہمیں مذہب است وبس، در جمیع بلدان و جمیع اقالیم بادشاہان حنفی اند و قضاۃ واکثر مدرسان واکثر عوام حنفی (ص ۱۶۸، کلمات طیبات، یعنی مجموعہ مکاتیب خلہ صاحب وغیرہ طبع مجتبائی دہلی)

ایک روز اس حدیث پر ہم نے گفتگو کی کہ "ایمان اگر ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اہل فارس کے کچھ لوگ یا ان میں کا ایک شخص اس کو حاصل کر کے رہتا اور ایک روایت میں "کچھ لوگ" ہی کے الفاظ بغیر شک کے مذکور ہیں، فقیر (شاہ صاحب) نے کہا کہ امام ابوحنیفہ اس حکم میں داخل ہیں کہ حق تعالیٰ نے علم فقہ کی اشاعت آپ ہی کے ہاتھوں کرائی اور اہل اسلام کی ایک جماعت کی اس فقہ کے ذریعہ اصلاح فرمائی خصوصاً اس اخیر دور میں کہ دولت بس یہی مذہب ہے سارے شہروں میں اور تمام ملکوں میں بادشاہ حنفی ہیں قاضی حنفی ہیں اور اکثر مدرسین اور عوام حنفی ہیں۔

[52] عمل اہل مدینہ اور اتفاق اہل حرمین شریفین کی بابت حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن القیم کی بحث آپ سابق میں پڑھ چکے ہیں۔ [53] "تشریک" کی صورت یہ ہے کہ مالک اپنی زمین دوسرے کو بٹائی پر دیدے۔

Marfat.com

اور اہل مدینہ کو تشریک کرتے دیکھا تھا۔
پھر اگر اہلِ شہر کسی مسئلہ پر متفق ہوتے تو اس طبقہ کے علماء اس کو دانتوں سے پکڑتے تھے
چنانچہ ایسے ہی مسائل کے بارے میں امام مالکؒ فرمایا کرتے ہیں کہ السنۃ التی لا اختلاف فیہا
عندنا کذا وکذا (یعنی یہ وہ سنت ہے کہ جس کے بارے میں ہمارے یہاں کچھ اختلاف نہیں)۔
اور جو اہلِ شہر میں بھی اختلاف ہوتا تو سب سے قوی اور سب سے راجح قول کو لیتے تھے خواہ
یہ قوت کثرت قائلین سے حاصل ہوتی یا کسی قیاس قوی کی موافقت سے یا کتاب وسنت کی کسی تخریج
سے اور اسی قسم کے مسائل میں امام مالکؒ یوں فرمایا کرتے ہیں کہ ھذا احسن ما سمعت (یعنی جو
کچھ میں نے سنا ہے اس میں یہ سب سے بہتر ہے)۔
اور جب صحابہ وتابعین کے ان اقوال میں بھی کہ جو ان کے پاس محفوظ تھے مسئلہ کا جواب
نہ پاتے تھے تو ان ہی کے کلام سے اس کو نکالتے تھے اور اس کے متعلق ان کے اشارہ اور اقتضاء کو
تلاش کرتے تھے۔"

اس کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں:

والھموا فی ھذہ الطبقۃ التدوین فدوّن مالک ومحمد بن عبدالرحمن بن ابی ذئب بالمدینۃ و ابن جریج وابن عیینۃ بمکۃ والثوری بالکوفۃ و ربیع بن صبیح بالبصرۃ، وکلھم مشوا علی ھذا المنھج الذی ذکرتہ۔ ۵۳

اور اسی طبقہ میں کتابوں کی تدوین دل میں ڈالی گئی، چنانچہ امام مالک اور محمد بن عبدالرحمن بن ابی ذئب نے مدینے میں اور ابن جریج اور ابن عیینہ نے مکہ میں اور سفیان ثوری نے کوفہ میں اور ربیع بن صبیح نے بصرہ میں تصنیفیں کیں اور یہ سب حضرات اسی روش پر چلے جو میں نے بیان کی۔

اگرچہ حدیث وروایت اور فقہ واجتہاد کا سلسلہ تمام اسلامی شہروں میں جاری تھا اور ہر جگہ محدثین اہلِ روایت اور ارباب فتویٰ اور مجتہدین کی ایک جماعت موجود تھی لیکن شاہ صاحبؒ نے مدینہ اور کوفہ کا خصوصیت سے اس لئے ذکر کیا کہ ان دونوں شہروں کو اس بارے میں مرکزیت حاصل تھی، حافظ ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں بہ سند متصل امام ابن وہب کی زبانی جو امام مالک کے مختص تلامذہ میں شمار کئے جاتے ہیں نقل کیا ہے کہ ایک بار امام مالک سے کسی نے مسئلہ پوچھا آپ نے اس کا جواب دیا۔ اس پر سائل کی زبان سے یہ نکل گیا کہ اہلِ شام تو اس مسئلہ میں آپ کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا

متی کان ھذا الشان بالشام، انما ھذا الشان وقف علی اھل المدینۃ والکوفۃ۔ ۵۴

اہلِ شام کی یہ شان کب سے ہوگئی۔ یہ شان تو صرف اہلِ مدینہ اور اہلِ کوفہ کی ہے۔

چنانچہ اس دور کے جن ائمہ اجتہاد کو حق تعالیٰ کی جانب سے قبول عام کی سند عطا ہوئی اور جن کے فقہ پر

---

۵۱ اور امام محمد اس موقع پر فرماتے ہیں وھو قول ابی حنیفۃ والعامۃ من فقھائنا۔ ۵۲ اور امام محمد ایسی جگہ ھو احب الینا لکھا کرتے ہیں۔ ۵۳ الانصاف اور حجۃ اللہ "باب اسباب اختلاف الفقہاء"۔
۵۴ جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۵۸ طبع منیریہ مصر۔

Marfat.com

آج تک اسلامی دنیا کا غالب حصہ عمل پیرا چلا آتا ہے وہ ان ہی دونوں مقامات کے رہنے والے تھے، ناظرین سمجھ گئے کہ ہماری مراد امام اعظم ابوحنیفہ کوفی اور امام دارالہجرۃ مالک بن انس اصبحی سے ہے کیونکہ ان دونوں بزرگوں کے مسائل فقہیہ کی بنیاد ان ہی مذکورہ بالا اصولوں پر ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں فرماتے ہیں۔

وبعد از قرآن و حدیث مدار اسلام بر فقہ است و امہات فقہ مسائل اجماعیہ فاروق است و اگر اکثر اہل اسلام را بنظر امتحان نگاہ کنی حنفیان و مالکیان و شافعیان اند۔

اور قرآن و حدیث کے بعد اسلام کا دارومدار فقہ پر ہے اور فقہ کے بنیادی مسائل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اجماعی مسائل ہیں (یعنی جن پر آپ کے عہد خلافت میں اجماع ہوگیا تھا) اور جو اہل اسلام کی اکثریت کو جانچو تو وہ حنفی، مالکی اور شافعی ہی ہیں

اس کے بعد لکھتے ہیں:

و کسے کہ بر اصول و امہات ایں مذاہب اطلاع دارد شک نمی کند در آنکہ اصل ایں مذاہب مسائل اجماعیہ فاروق است و آں مانند امر مشترک است درمیان ہمہ آنہا۔

اور جو شخص کہ ان مذاہب کے اصول و امہات پر اطلاع رکھتا ہے اس بارے میں شک نہیں کرے گا کہ ان مذاہب کی اصل حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے اجماعی مسائل ہیں اور یہ ان تمام مذاہب کے درمیان ایک مشترک سی چیز ہے۔

بعد ازاں اعتماد بر فقہاء صحابہ از اہل مدینہ مانند ابن عمر و عائشہ و فقہاء سبعہ از کبار تابعین مدینہ و زہری و مانند آں از صغار تابعین مدینہ اصل مذہب مالک است کہ صورت خاص مذہب او ازاں پیدا شدہ۔

اس کے بعد اہل مدینہ میں سے فقہاء صحابہ جیسے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور کبار تابعین مدینہ میں سے فقہاء سبعہ اور صغار تابعین مدینہ میں سے زہری اور ان جیسے حضرات پر اعتماد امام مالک کے مذہب کی بنیاد ہے کہ جس سے ان کے مذہب کی ایک خاص صورت پیدا ہوگئی۔

و ہمچنیں اعتماد بر فتاوے عبد اللہ بن مسعود در غالب حال و بر قضایائے مرتضی در بعض احوال بآں شرط کہ اصحاب عبد اللہ بن مسعود روایت کردہ باشند و اثبات نمودہ، و بعد ازاں بر تحقیقات ابراہیم نخعی و شعبی و تخریجات ایشاں اصل مذہب ابی حنیفہ است کہ سبب آں صورت خاص مذہب او پیدا شدہ۔[1]

اور اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتاوی پر اعتماد اکثر حالات میں اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے فیصلوں پر بعض حالات میں بشرطیکہ ان فیصلوں کو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب روایت کرتے اور مانتے ہوں اور اس کے بعد ابراہیم نخعی اور شعبی کی تحقیقات اور ان کی تخریجات پر اعتماد امام ابوحنیفہ کے مذہب کی بنیاد ہے جس کی وجہ سے ان کے مذہب کی ایک خاص شکل پیدا ہوگئی۔

---

[1] قرۃ العینین ص ۱۷۱ و ۱۷۲ طبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۰ھ۔ [2] اس تقریر کی وجہ خود شاہ صاحب ہی قرۃ العینین میں یہ بیان فرماتے ہیں کہ

اہل مدینہ و اہل شام و اہل مصر از مرتضے روایت ندارند الا در غایت قلت، و اہل کوفہ روایت دارند اما بیش

اہل مدینہ، اہل شام اور اہل مصر حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے نہایت کم روایت رکھتے ہیں (باقی برصفحہ آئندہ)

امام ابوحنیفہ و امام مالک کے تلامذہ اور علم حدیث

دوسری صدی کے نصف ثانی میں امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے تلامذہ اسلامی دنیا کے چپہ چپہ پر پھیل چکے تھے اور ہر جگہ علوم اسلامیہ کی اشاعت میں مصروف تھے حافظ عبدالقادر قرشی الجواہر المضیہ کے مقدمہ میں کتاب التعلیم کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ

روی عن ابی حنیفۃ ونقل مذھبہ نحو من اربعۃ آلاف نفر۔

تقریباً چار ہزار افراد نے امام ابوحنیفہ سے حدیث کی روایت کی اور ان کے مذہب کو نقل کیا ہے۔

امام اعظم کے تلامذہ کا دائرہ اس قدر وسیع تھا کہ خلیفۂ وقت کی حدود حکومت اس سے زیادہ وسیع نہ تھیں۔ امام حافظ الدین ابن البزاز کردری نے مناقب الامام الاعظم کے خاتمہ میں امام ممدوح کے مختص تلامذہ کا تفصیلی تذکرہ لکھنے کے بعد زیر عنوان من روی عنہ الحدیث والفقہ شرقاً و غرباً بلداً بلداً (یعنی مشرق و مغرب میں جنھوں نے ان سے حدیث و فقہ کی روایت کی ہے) ان میں سے سات سو تیس مشاہیر علماء اعلام کے نام بقید نسب لکھے ہیں اور ضلع واران کو شمار کرایا ہے، چنانچہ جن اضلاع و ممالک کا اس سلسلہ میں انھوں نے نام لیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

مکہ معظمہ[1]، مدینہ طیبہ[2]، کوفہ[3]، بصرہ[4]، واسط[5]، موصل[6]، جزیرہ[7]، رقہ[8]، نصیبین[9]، دمشق[10]، رملہ[11]، مصر[12]، یمن[13]، یمامہ[14]، بحرین[15]، بغداد[16]، اہواز[17]، کرمان[18]، اصفہان[19]، حلوان[20]، استرآباد[21]، ہمدان[22]، نہاوند[23]، رے[24]، دامغان[25]، قومس[26]، طبرستان[27]، جرجان[28]، نیشاپور[29]، سرخس[30]، نسا[31]، مرو[32]، بخارا[33]، سمرقند[34]، کش[35]، صغانیان[36]، ترمذ[37]، بلخ[38]، ہرات[39]، قہستان[40]، سجستان[41]، رم[42]، خوارزم[43]۔

امام طحاوی نے بسند متصل اسد بن الفرات سے روایت کی ہے کہ

کان اصحاب ابی حنیفۃ الذین دونوا الکتب اربعین رجلاً، وکان فی العشرۃ المتقدمین ابو یوسف وزفر وداؤد الطائی واسد بن عمرو

امام ابوحنیفہ کے تلامذہ جنھوں نے کتابوں کی تدوین کی چالیس تھے، چنانچہ ان دس اشخاص میں سے کہ جو تلامذہ متقدمین میں شمار کئے جاتے ہیں یہ حضرات ہیں، امام ابو یوسف، امام زفر

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) محدثین اکثر رواۃ حضرت مرتضی مستور الحال اند غیر حفاظ، و روایت از مرتضی پیش ایشان صحیح نشدہ است الا از قبل اصحاب عبداللہ بن مسعود، عن ابن عیاش قال سمعت المغیرۃ یقول لم یکن یصدق علی علیؓ فی الحدیث عنہ الا من اصحاب عبداللہ بن مسعود اخرجہ مسلم فی مقدمۃ صحیحہ۔

(ص ۱۸۵)

اور اہل کوفہ آپ سے روایت رکھتے ہیں لیکن محدثین کے نزدیک حضرت مرتضی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرنے والے اکثر وہ لوگ ہیں جن کے حالات مخفی ہیں اور جو حافظ نہ تھے ان کے نزدیک حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی صرف وہی روایات صحیح ہوئی ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب سے آئی ہیں۔ چنانچہ ابوبکر بن عیاش سے مروی ہے کہ میں نے مغیرہ سے سنا فرماتے تھے حدیث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صرف اسی روایت کی تصدیق کی جاتی تھی کہ جو اصحاب عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے ہوتی تھی ابوبکر کے اس بیان کو امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

ویوسف بن خالد السمتی ویحیی بن زکریا بن ابی زائدہ، وھوالذی کان یکتبھا لھم ثلاثین سنة۔[۱]

امام داؤد طائی[۳]، امام اسد بن عمرو[۴]، امام یوسف بن خالد سمتی[۵] امام یحیی بن زکریا بن ابی زائدہ[۶] اور یحیی ہی تیس برس تک ان حضرات کیلئے کتابت کی خدمت انجام دیتے رہے ہیں۔[۵۲]

اسد بن فرات نے جن لوگوں کے نام گنائے ہیں ان کے علاوہ امام عبداللہ بن المبارک المتوفی ۱۸۱ھ امام حفص بن غیاث المتوفی ۱۹۴ھ اور امام وکیع بن الجراح المتوفی ۱۹۸ھ جو مشہور ائمہ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں اس زمانہ میں ان حضرات کی تصانیف کو یہ قبول عام حاصل تھا کہ امام بخاری نے سولہ سال ہی کی عمر میں ابن مبارک اور وکیع کی تصانیف کو ازبر کر لیا تھا[۵۳] اور ان سب میں خصوصیت کے ساتھ یہ چار حضرات فقہ و اجتہاد میں زیادہ نامور گزرے ہیں۔ امام زفر المتوفی ۱۵۸ھ، امام ابو یوسف المتوفی ۱۸۲ھ امام محمد المتوفی ۱۸۹ھ امام حسن بن زیاد المتوفی ۲۰۴ھ اور یہ فقہ جو امام ابو حنیفہ کے انتساب سے عام طور پر **فقہ حنفی** کہلاتی ہے درحقیقت امام ممدوح اور ان ہی چار حضرات کے اجتہادی مسائل کا مجموعہ ہے یہ چاروں حضرات بھی بڑے پایہ کے محدث اور حافظ الحدیث تھے چنانچہ امام زفر کے بارے میں

---

[۵۱] الجواہر المضیہ، ترجمہ اسد بن عمرو یوسف بن خالد۔ [۵۲] مولانا شبلی نعمانی نے اسد بن الفرات کی اس روایت کو تدوین فقہ سے متعلق خیال کیا ہے چنانچہ سیرۃ النعمان میں لکھتے ہیں:

"امام طحاوی نے بسند متصل اسد بن فرات سے روایت کی ہے کہ "ابو حنیفہ کے تلامذہ جنھوں نے فقہ کی تدوین کی چالیس تھے، جن میں یہ لوگ زیادہ ممتاز تھے، ابو یوسف، زفر، داؤد الطائی اسد بن عمرو، یوسف بن خالد السمتی، یحیی بن ابی زائدہ، امام طحاوی نے یہ بھی روایت کی ہے کہ لکھنے کی خدمت یحیی سے متعلق تھی اور وہ تیس برس تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے اگرچہ یہ صحیح ہے کہ اس کام میں کم و بیش تیس برس کا زمانہ صرف ہوا یعنی ۱۲۱ہجری سے ۱۵۰ھ تک جو امام ابو حنیفہ کی وفات کا سال ہے لیکن یہ غلط ہے کہ یحیی شروع سے اس کام میں شریک تھے یحیی ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے تھے اس لئے وہ شروع سے کیونکر شریک ہو سکتے تھے"۔

(ص ۲۰۰ طبع مفید عام آگرہ ۱۸۹۲ء۔)

مولانا نے دونوا الکتب سے فقہ کی تدوین مراد لی پھر خود ہی اس تدوین کی مدت تیس سال یعنی ۱۲۱ھ سے لے کر ۱۵۰ھ تک متعین فرمائی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس روایت کے اخیر حصہ کی صحت سے ان کو انکار کرنا پڑا، حالانکہ اس روایت میں تدوین کتب کا ذکر ہے نہ کہ تدوین فقہ کا (اور ظاہر ہے کہ یہ کتابیں موطا جامع سفیان اور صاحبین کی تصانیف کی طرح فقہ و حدیث دونوں کی جامع ہوں گی) اور اس کی بھی جو مدت متعین کی ہے (یعنی ۱۲۰ھ سے لے کر ۱۵۰ھ تک) وہ بھی غلط ہے کیونکہ تدوین فقہ کا کام امام اعظم نے حسب تصریح حافظ ذہبی ۱۴۳ہجری کے قریب شروع کیا ہے اور خود مولانا نے بھی الفاروق میں تدوین فقہ کے آغاز کی یہی تاریخ لکھی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

"۱۴۳ھ میں جب تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ کی تدوین شروع ہوئی"۔ (ص ۴ طبع فخر المطابع لکھنؤ)

[۵۳] مقدمہ فتح الباری۔

حافظ ابن حبان، کتاب الثقات کے طبقہ ثالثہ میں لکھتے ہیں کہ کان زفر متقنا حافظا[۱]، اسی طرح امام ابو یوسف کو حافظ ذہبی نے حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اور تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے اور امام محمد کے متعلق محدث دارقطنی نے باایں ہمہ شدت عصبیت اپنی کتاب غرائب مالک میں تصریح کی ہے کہ من الثقات الحفاظ اور امام حسن بن زیاد سے حافظ ذہبی نے تاریخ کبیر میں خود ان کی زبانی یہ نقل کیا ہے کہ

کتبت عن ابن جریج اثنی عشر الف حدیث کلها یحتاج الیها الفقهاء	میں نے ابن جریج سے بارہ ہزار حدیثیں لکھی ہیں اور وہ سب کی سب ایسی ہیں کہ جن کی فقہاء کو ضرورت پڑتی رہتی ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد کی متعدد تصانیف آج بھی موجود ہیں اور بعض ان میں سے چھپ کر شائع ہو چکی ہیں[۴] اور گو ان حضرات کی بلکہ تیسری چوتھی صدی تک کے متقدمین ائمہ احناف کی بہت سی تالیفات اب بالکل نایاب ہیں لیکن بعد کے ائمہ کی وہ کتابیں جن میں ان تصانیف کی تلخیص و تہذیب کی گئی ہے بحمد اللہ آج بھی موجود و متداول ہیں جیسے شمس الائمہ سرخسی (المتوفی ۴۹۰ھ) کی مبسوط اور ملک العلماء کاشانی (المتوفی ۵۸۷ھ) کی بدائع الصنائع اور شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانی (المتوفی ۵۹۳ھ) کی ہدایہ کہ ان تینوں کتابوں میں جس قدر احادیث و آثار آئے ہیں وہ اصل میں متقدمین ائمہ احناف ہی کی کتابوں سے منقول ہیں جن کو ان حضرات نے اپنے ائمہ کے اعتماد پر اختصار کے پیش نظر بلا ذکر حوالہ و سند درج کر دیا ہے۔ چنانچہ حافظ قاسم بن قطلوبغا منیۃ الالمعی فی ما فات من تخریج احادیث الہدایہ للزیلعی کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

ان المتقدمین من علمائنا رحمهم الله کانوا یملون المسائل الفقهیة وادلتها من الاحادیث النبویة باسانیدهم، کابی یوسف فی کتاب الخراج و الامالی ومحمد فی کتاب الاصل والسیر وکذا الطحاوی والخصاف والرازی والکرخی الا فی المختصرات ثم جاء من اعتمد کتب المتقدمین واورد الاحادیث فی کتب من غیر بیان سند ولا مخرج فعکف الناس علی هذه الکتب۔	ہمارے علماء متقدمین اللہ ان پر رحمتیں نازل فرمائے مسائل فقہیہ اور ان کے دلائل کا احادیث نبویہ سے اپنی اسانید کے ساتھ املا کراتے تھے جیسا کہ امام ابو یوسف نے کتاب الخراج اور امالی میں اور امام محمد نے کتاب الاصل اور کتاب السیر میں اور اسی طرح امام طحاوی، خصاف، ابوبکر رازی اور کرخی نے (اپنی اپنی تصانیف میں) کیا ہے البتہ مختصرات کی املا اس سے مستثنیٰ ہے، بعد میں وہ حضرات آئے جنھوں نے متقدمین کی کتابوں پر اعتماد کیا اور ان حدیثوں کو بغیر سند اور حوالہ کے

---

[۱] اس کتاب کے قلمی نسخے حیدرآباد دکن کے کتب خانہ آصفیہ، اور کتب خانہ سعیدیہ میں ہماری نظر سے گزرے ہیں
[۲] نصب الرایہ لتخریج احادیث الہدایہ از حافظ زیلعی ج ۱ ص ۳۰۸ و ۳۰۹ طبع مصر۔ [۳] الامتاع بسیرۃ الامامین الحسن بن زیاد وصاحبہ محمد بن شجاع ص ۵۰ طبع مصر ۱۳۶۸ھ۔ [۴] چنانچہ امام ابو یوسف کی تصانیف میں سے کتاب الخراج، کتاب الآثار (جس کو یہ امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں) اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلیٰ، الرد علی سیر الاوزاعی، چھپ گئی ہیں، کتاب الخراج، مصر میں مکرر طبع ہو چکی ہے اور بقیہ تینوں کتابیں مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن نے مولانا ابو الوفا افغانی کی تصحیح و تحشیہ کے اہتمام کے ساتھ مصر سے چھپوا کر شائع کی ہیں اور امام محمد کی تصانیف میں سے کتاب الحجج عرصہ ہوا کہ چھپ چکی ہے اور موطا اور کتاب الآثار تو متعدد بار طبع ہو چکی ہیں۔

Marfat.com

(ص ۹ طبع مصر ۱۳۶۹ھ) اپنی تصانیف میں درج کیا پھر لوگ انہی تصانیف پر متوجہ ہوگئے

حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کو اپنے ائمہ کی کتابوں پر ویسا ہی اعتماد تھا جیسا کہ امام بغوی اور شاہ ولی اللہ کو صحاح ستہ پر تھا اور جس طرح کہ امام بغوی نے مصابیح السنہ میں اور شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں ان کتابوں کی روایات کو بلا حوالہ و سند درج کر دیا ہے اسی طرح ان حضرات نے اپنے ائمہ کی روایات کو اپنی تصانیف میں جگہ دی ہے بعد کو جب فتنۂ تاتار میں اسلامی دنیا کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور بلاد عجم سے لیکر دار الخلافہ بغداد تک مسلمانوں کے جتنے علمی مراکز تھے ایک ایک کر کے تباہ و برباد ہوگئے تو متقدمین کا علمی سرمایہ بہت کچھ ضائع ہوگیا اور بہت سی کتابیں جو پہلے متداول تھیں اس فتنہ میں بالکلیہ معدوم ہوگئیں یہی وجہ ہے کہ متاخرین حفاظ حدیث کو جنھوں نے ہدایہ وغیرہ کی احادیث کی تخریج کی ہے متعدد روایات کے بارے میں یہ تصریح کرنا پڑی کہ "یہ روایت ان لفظوں میں ہم کو نہ مل سکی" کیونکہ ان ارباب تخریج نے ان روایات کو متقدمین ائمہ حنفیہ کی تصانیف میں تلاش کرنے کی بجائے محدثین مابعد کی ان کتابوں میں تلاش کیا کہ جو ان کے عہد میں متداول تھیں۔ اس سے بعض لوگوں کو صاحب ہدایہ کے متعلق قلت نظر اور ان حدیثوں کے متعلق ضعف کا شبہ ہونے لگا اور تعجب ہے کہ شیخ عبد الحق دہلوی بھی اسی غلط فہمی کا شکار ہیں چنانچہ وہ ہدایہ اور اس کے مصنف کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار ان لفظوں میں کرتے ہیں۔

وکتاب ہدایہ کہ در دیار مشہور و معتبر ترین کتابہا است نیز دریں وہم انداختہ چہ مصنف وے در اکثر بنائے کار بر دلیل معقول نہادہ و اگر حدیثے آوردہ نزد محدثین خالی از ضعفے نہ، غالباً اشتغال آں استاد در علم حدیث کمتر بودہ است ولیکن شرح شیخ ابن الہمام جزاہ اللہ خیر الجزاء تلافی آں نمودہ و تحقیق کار فرمودہ است۔ ؎۱

اور کتاب ہدایہ نے بھی کہ جو اس دیار میں مشہور اور معتبر ترین کتابوں میں سے ہے اس وہم میں (کہ مذہب شافعی بہ نسبت مذہب حنفی کے حدیث کے زیادہ موافق ہے) ڈالدیا ہے کیونکہ اس کے مصنف نے بیشتر دلیل عقلی ہی پر بنا رکھی ہے اور جو حدیث لاتے ہیں وہ محدثین کے نزدیک ضعف سے خالی نہیں ہوتی، غالباً ان کا شغل علم حدیث سے کم رہا ہے لیکن شیخ ابن الہمام کی شرح ہدایہ منہ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اس کی تلافی کردی ہے اور انھوں نے تحقیق سے کام لیا ہے۔

حالانکہ نہ تو صاحب ہدایہ کا شغل علم حدیث میں کم تھا کیونکہ وہ خود بہت بڑے محدث اور حافظ الحدیث تھے ؎۲ اور جو حدیثیں وہ بیان کرتے ہیں وہ ضعیف ہیں کیونکہ یہ سب حدیثیں اگلے ائمہ کی کتابوں سے منقول ہیں

؎۱ شرح سفر السعادت از شیخ موصوف ص ۲۳ طبع نولکشور۔ ؎۲ چنانچہ علامہ محمود بن سلیمان کفوی نے کتاب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان المختار میں (جس کا قلمی نسخہ ریاست ٹونک کے کتب خانہ میں ہماری نظر سے گذرا ہے) صاحب ہدایہ کے متعلق ان کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ کان اماما فقیہا حافظا محدثا مفسرا۔ اور حافظ عبد القادر قرشی نے الجواہر المضیہ میں لکھا ہے کہ رحل وسمع ولقی المشائخ وجمع لنفسہ مشیخۃ کتبتہا وعلقت منہا فوائد (یعنی انھوں نے طلب حدیث میں رحلت کی، حدیث کا سماع کیا، مشائخ سے ملے اور اپنا مشیخہ جمع کیا جس کو میں نے بھی نقل کیا ہے اور اس سے فوائد کو اخذ کیا ہے) مشیخہ وہ کتاب ہے جس میں مولف اپنے شیوخ کے حالات اور ان کی مرویات واجازات کو جمع کرتا ہے۔

Marfat.com

خود ہم نے متعدد روایات کو دیکھا ہے کہ حافظ زیلعی اور حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ مخرجین احادیث ہدایہ ان کے بارے میں بصراحت لکھتے ہیں کہ وہ ان کو نہ مل سکیں حالانکہ وہ روایات کتاب الآثار اور مبسوط امام محمد وغیرہ میں موجود ہیں اور یہ کچھ ہدایہ ہی کی خصوصیت نہیں خود صحیح بخاری کی تعلیقات میں بھی بہت سی ایسی روایتیں موجود ہیں کہ جن کے بارے میں حافظ ابن حجر نے یہی تصریح کی ہے جس کی اصلی وجہ وہی ائمہ متقدمین کی کتابوں کا فقدان ہے ورنہ امام بخاری یا صاحب ہدایہ کی شان اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ ان کے متعلق کسی نے اہل روایت کے بیان کرنے کا شبہ بھی ظاہر کیا ہو۔

امام اعظم کی طرح امام مالک کے تلامذہ بھی دنیائے اسلام کے مشرق و مغرب میں پھیلے ہوئے تھے چنانچہ محدث خطیب بغدادی نے رواۃ مالک میں نو سو ترانوے اشخاص کو اور حافظ قاضی عیاض نے اپنی تصنیف میں کچھ اوپر ایک ہزار تین سو شخصوں کو بقید نسب نام بنام گنایا ہے اور امام مالک سے ہر ایک کی روایت کا ذکر کیا ہے[1]۔ امام مالک کے تلامذہ میں عبد اللہ بن وہب المتوفی ۱۹۵ھ اور عبد الرحمن بن القاسم المتوفی ۱۹۱ھ اور اشہب المتوفی ۲۰۴ھ بڑے پایہ کے مصنف گزرے ہیں۔ حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ ابن وہب نے ایک لاکھ حدیثیں زبانی روایت کی ہیں اور ان کی تصانیف میں ایک لاکھ بیس ہزار حدیثیں موجود ہیں اور اس پر کمال یہ ہے کہ حسب تصریح حافظ ابن عدی کی ایک حدیث بھی ان کی تصانیف میں منکر نہیں ملتی، موضوع اور ساقط الاعتبار کا تو ذکر ہی کیا ہے[1]۔ ابن القاسم کا شمار بھی حفاظ حدیث میں ہے چنانچہ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ امام مالک کی فقہ کے بھی سب سے بڑے راوی یہی ہیں۔

غرض ابھی دوسری صدی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ علم حدیث میں بکثرت تصانیف مدون ہو کر شائع ہو چکی تھیں اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے تلامذہ نے تمام عالم اسلام کو فقہ و حدیث سے معمور کر دیا تھا اسی صدی میں فقہ حنفی اور فقہ مالکی کی تدوین ان احادیث و آثار کی روشنی میں مکمل ہوئی کہ جن پر فقہاء صحابہ و تابعین اور ارباب فتوے کا عمل در آمد چلا آتا تھا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ امام بخاری و مسلم اور دیگر مصنفین صحاح ستہ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ ارباب صحاح ستہ نے بھی بیشتر ان ہی دونوں اماموں کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ سے علم حدیث کی تحصیل کی ہے، چنانچہ خود امام ابن ماجہ کے متعلق بھی شیخ ولی الدین خطیب صاحب مشکوۃ نے الاکمال میں بجائے ان کے شیوخ حدیث کا نام لینے کے صرف اسقدر لکھنے پر اکتفا کی ہے کہ

سمع اصحاب مالک واللیث — انھوں نے امام مالک اور لیث بن سعد کے شاگردوں سے حدیث سنی ہے۔

علم حدیث تیسری صدی میں

تیسری صدی ہجری میں علم حدیث کو بڑی ترقی ہوئی اور اس فن کا ایک ایک شعبہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ محدثین اور ارباب روایت نے (اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور فرمائے) طلب حدیث میں بحر و بر کو پے سپر کیا اور دنیائے اسلام کا گوشہ گوشہ چھان مارا۔ ایک ایک شہر اور ایک ایک قریہ میں پہنچ کر تمام

---

[1] ملاحظہ ہو تزیین الممالک از حافظ سیوطی، [2] بستان المحدثین از شاہ عبد العزیز دہلوی ص ۱۵ طبع مجتبائی دہلی۔

Marfat.com

منتشر اور پراگندہ روایتوں کو یکجا کیا، مسند حدیثیں علیحدہ کی گئیں، صحت سند کا التزام کیا گیا، اسماء الرجال کی تدوین ہوئی، جرح و تعدیل کا مستقل فن بن گیا اور صحاح ستہ جیسی بیش بہا کتابیں تصنیف ہوئیں۔

گذشتہ مولفین براہ راست مشاہیر تابعین یا کبار تبع تابعین کے شاگرد تھے بدیں وجہ ان کو اسناد کے بارے میں تحقیقات کی بہت کم ضرورت پیش آتی تھی، لیکن اس صدی میں وسائط اسناد پہلے سے کئی گنے بڑھ گئے تھے لہٰذا اس دور کے محدثین کو تاریخ رجال کی طرف مستقل توجہ کرنی پڑی جس سے اسماء الرجال کا عظیم الشان فن مدون ہوا، یہ کوئی معمولی کام نہ تھا ہر روایت کے سلسلہ اسناد میں جتنے لوگوں کے نام آئے ہیں ان میں سے ہر ایک کی بابت یہ معلوم کرنا کہ کون تھا، کیسا تھا، کیا کرتا تھا، اس کا چال چلن کیسا تھا، سمجھ بوجھ کیسی تھی ثقہ تھا یا غیر ثقہ، عالم تھا یا جاہل، ذہین تھا یا غبی، حافظہ کیسا تھا، یادداشت کا کیا حال تھا، کہاں کا باشندہ تھا کس قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا، کہاں کہاں تحصیل علم کی، کن کن شیوخ سے ملا، کب پیدا ہوا اور کس وقت وفات پائی وغیرہ وغیرہ ان جزئی امور کا پتہ چلانا کتنا کٹھن کام تھا مگر محدثین کے ایک گروہ کثیر نے اس کام کے لئے اپنی عمریں وقف کردیں شہر شہر پھرے، گاؤں گاؤں میں پہنچے، راویوں سے خود جاکر ملے ان کے متعلق ہر قسم کے حالات دریافت کئے، جس کی بدولت ہر روایت کے بارے میں اسناد کے اعتبار سے قوت و ضعف، صحت و بطلان، اور اتصال و انقطاع کا فیصلہ کرنا آسان ہوگیا اور حدیث کے متعلق بہت سی نئی اصطلاحیں، مثلاً صحیح، حسن، عزیز غریب، ضعیف، مسند، مرسل، منقطع وغیرہ عالم وجود میں آئیں۔

اگلے علماء کے یہاں مسند و مرسل اور صحیح و حسن کی کوئی تفریق نہ تھی وہ سب اقسام کو یکساں قابل حجت قرار دیتے تھے لیکن اس صدی کے شروع ہی میں ارباب روایت میں حدیث مرسل[۱] کے بارے میں اختلاف

---

[۱] "حدیث مرسل" محدثین کی اصطلاح میں وہ کہلاتی ہے جس میں تابعی اپنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین جو واسطہ ہے اس کو بیان کئے بغیر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے جیسا کہ عام طور پر سعید بن المسیب، مکحول دمشقی، ابراہیم نخعی، حسن بصری اور دیگر اکابر تابعین کا معمول تھا، پھر اگر راوی نے دو راویوں کے درمیان جو شخص واسطہ تھا اس کو چھوڑ دیا۔ مثلاً ایک شخص نے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہمزمان نہ تھا قال ابوھریرۃ کہا تو ایسی روایت محدثین کے یہاں "منقطع" کہلاتی ہے اور جو ایک سے زیادہ واسطے حذف کردیئے تو اسے "معضل" کہتے ہیں اور فقہاء اور اصولیین کے یہاں ان سب صورتوں میں اس کو "مرسل" ہی کہا جاتا ہے (کتاب التحقیق شرح حسامی) مرسل کے بارے میں علامہ ابن تیمیہ کا فیصلہ حسب ذیل ہے:

والمراسیل قد تنازع الناس فی قبولها وردها واصح الاقوال ان منها المقبول والمردود ومنها الموقوف فمن علم من حاله انه لا یرسل الا عن ثقة قبل مرسله ومن عرف انه یرسل عن الثقة وغیر الثقة کان ارساله روایة عمن لا یعرف حاله فهذا موقوف، وما کان من المراسیل مخالفا لما رواه

مراسیل کے رد و قبول کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہے اور صحیح ترین قول یہ ہے کہ ان میں قابل قبول بھی ہیں اور قابل رد بھی اور وہ بھی کہ جن کے بارے میں توقف سے کام لینا پڑے گا چنانچہ جس شخص کی بابت یہ معلوم ہوگیا کہ وہ ثقہ کے علاوہ اور کسی سے ارسال نہیں کرتا اس کی مرسل قبول کی جائے گی اور جس کے بارے میں یہ پتہ چل گیا کہ وہ ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے ارسال کرتا ہے (باقی حصہ آئندہ)

Marfat.com

پیدا ہو گیا بعض نے اس کو حجت تسلیم کرنے سے انکار کیا بعض نے اس کا درجہ مسند کے بعد رکھا اور بعض نے اس کو مسند پر ترجیح دی، امام محمد بن جریر طبری فرماتے ہیں:

ان التابعين اجمعوا باسرهم على قبول المرسل ولم يأت عنهم انكاره ولا عن احد من الائمة بعدهم الى رأس المأتين۔ ؂۱

تابعین سارے کے سارے مرسل کے قبول کرنے پر متفق تھے نہ تو ان سے اور نہ ان کے بعد کسی امام سے ۲۰۰ ہجری تک اس کا انکار آیا ہے۔

مصنفین صحاح میں امام مسلم نے اپنے مقدمۂ صحیح میں تصریح کی ہے کہ مرسل روایات حجت نہیں ہیں لیکن یہ ارباب صحاح کا متفقہ مسلک نہیں ہے امام ابوداؤد فرماتے ہیں:

فاذا لم يكن مسند ضد المرسل ولم يوجد مسند فالمرسل يحتج به وليس هو مثل المتصل في القوة۔ ؂۲

جب مسند مرسل کے مخالف نہ ہو اور مسند موجود نہ ہو تو مرسل سے احتجاج کیا جائے گا اور وہ قوت میں متصل کی طرح نہیں ہے۔

بلکہ حافظ ابو الفرج بن الجوزی نے اپنی مشہور کتاب التحقیق فی احادیث الخلاف میں اور محدث خطیب بغدادی نے الجامع فی آداب الراوی والسامع میں امام احمد بن حنبل سے یہاں تک نقل کیا ہے کہ

ربما كان المرسل اقوى من المسند ؂۳

بسا اوقات مرسل روایت مسند سے بھی زیادہ قوی ہوتی ہے۔

مرسل کا انکار اگرچہ بعض ارباب روایت نے اپنے خیال میں احتیاط کے پیش نظر کیا تھا لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کو متعدد مسائل میں جہاں مرسل کے علاوہ اور کوئی روایت مسنداً ان کے علم میں نہ تھی اگلے ائمہ سے اختلاف کرنا اور فقہاء مجتہدین سے ارباب ظواہر کی مخالفت کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ متاخرین میں دار قطنی اور بیہقی بڑے نامور محدث گزرے ہیں مگر ان دونوں کی یہ کیفیت ہے کہ سند پر سند اور روایت پر روایت ذکر کرتے چلے جاتے ہیں اور اس کے ضعف کی ان کے پاس بجز اس کے کوئی دلیل نہیں ہوتی کہ اسے مرسل ثابت کریں یا موقوف کہدیں۔

اس وقت تک مصنفین عام طور پر اپنی کتابوں میں ان ہی روایات کو جگہ دیتے تھے جو اہل علم میں متداول چلی آتی تھیں اس کا بھی اہتمام تھا کہ حدیث نبوی کے ساتھ صحابہ و تابعین کے اقوال بھی درج کیے جائیں لیکن اس دور میں یہ انداز بدل گیا اب ارباب روایت نے ہر نادر نوشتے اور غیر متداول صحیفے کا کھوج لگایا تھا، حجاز

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۹۹) الثقات كان مردوداً اذا كان المرسل من وجهين كل من الراويين اخذ العلم عن شيوخ آخر فهذا يدل على صدقه فان مثل ذلك لا يتصور في العادة تماثل الخطأ فيه وتعمد الكذب۔

(منہاج السنۃ ج ۴ ص ۱۱۷)

اس کا ارسال ایسے شخص سے روایت ہے کہ جس کا حال معلوم نہیں ہے ایسی روایات میں توقف کیا جائیگا اور جو مراسیل کہ ثقات کی روایات کے خلاف ہونگے وہ رد کیے جائیں گے اور جب مرسل روایت دو سندوں سے ہو اور دونوں راویوں نے الگ الگ شیوخ سے روایت کی ہو تو یہ بات اس روایت کی صحت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ عادتاً اس طرح خطا میں یکسانی اور قصداً غلط بیانی متصور نہیں۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) ؂۱ منیۃ الالمعی از حافظ قاسم بن قطلوبغا ص ۲۷۔ ؂۲ رسالۃ ابی داؤد ص ۵۔
؂۳ شرح نقایہ از محدث ملا علی قاری ج ۱ ص ۲ طبع ہند۔

Marfat.com

عراق، شام اور مصر جملہ بلاد اسلامیہ کے افراد[1] و غرائب[2]، خاص خاص خاندانوں کی تحریری یادداشتیں جن کی روایت اسی خاندان میں محدود و منحصر تھی، اسی طرح کسی غیر مشہور صحابی کی کوئی روایت جس کو ان سے صرف ایک آدھ شخص روایت کرتا چلا آتا تھا۔ غرض تمام پریشان اور غیر متداول روایات اس عہد میں ہر طرف سے جمع کر لی گئی تھیں طرق و اسانید کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ بعض وقت تلاش و تتبع سے ایک ایک روایت کی سو سو بلکہ اس سے بھی زیادہ اسنادیں مل جاتی تھیں اس طرح تمام اقالیم کا علم روایت جو اب تک خاص خاص سینوں یا سفینوں میں منتشر اور پراگندہ تھا اس صدی میں محدثین کی کوششوں سے یکجا ہو گیا تھا۔

ان غرائب و افراد اور نوادر آثار کے جمع ہو جانے پر بہت سی ایسی روایات سامنے آئیں کہ جن پر صحابہ و تابعین اور سلف مجتہدین کا عمل نہ تھا۔ محدثین کی ایک جماعت جو درایت سے زیادہ روایت پر زور دیتی تھی ان روایات کی صحت پر مصر تھی ان کا خیال تھا کہ صحیح سند سے ایک چیز کے ثابت ہو جانے کے بعد اس پر عمل کرنے میں چون و چرا کرنا دیدہ و دانستہ حدیث کی مخالفت کرنا ہے۔ ادھر عام اہل فتوے ایسی روایات کو سلف کے عدم تعامل و عدم توارث کی بنا پر شاذ اور متروک العمل سمجھتے تھے ارباب روایت کا بڑا زور اس بات پر تھا کہ علما، صحابہ و تابعین ہمیشہ مسئلہ کے متعلق حدیث نبوی کی تلاش کرتے رہے ہیں ہاں حدیث نہ ملتی تو مجبوراً دوسرے استدلالات سے کام لیتے تھے لیکن اسی کے ساتھ ان کا یہ دستور رہا ہے کہ اگر اسی مسئلہ میں آئندہ چل کر انھیں کوئی حدیث مل جاتی تو وہ اپنے اجتہاد کو چھوڑ کر اس پر عمل پیرا ہو جاتے تھے لہذا صحابہ و تابعین کا کسی حدیث پر عمل نہ کرنا اس کی علت قادحہ نہیں بن سکتا۔ اس نظریہ کی وجہ سے محدثین اور ارباب روایت کے ایک گروہ نے ایسی تمام روایات کو معمول بہ قرار دیا اور ان مسائل میں سلف مجتہدین سے بالکل الگ رائے قائم کی اور صحابہ و تابعین کے جو فتاوے ان روایات کے خلاف ملے انھیں تسلیم نہ کرتے ہوئے صاف کہدیا کہ هم رجال ونحن رجال (وہ بھی مرد تھے اور ہم بھی مرد ہیں یعنی جس طرح انھیں اجتہاد کا حق تھا ہمیں بھی ہے)۔

مثلاً قلتین[3] کی حدیث اگلے طبقہ میں شائع نہ تھی اس دور میں اس کی اشاعت ہوئی اور بعض ارباب روایت نے اپنے مذہب کی بنا اسی حدیث پر رکھی لیکن جن علماء کے سامنے سلف کا تعامل تھا انھوں نے اس کو شاذ اور متروک العمل قرار دیا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

مثاله حديث القلتين فانه حديث صحيح روى بطرق كثيرة معظمها ترجع الى الوليد	اس کی مثال قلتین کی حدیث ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور بہت سے طریقوں سے مروی ہے جو بیشتر اس سلسلہ سند پر منتہی

---

[1] افراد، فرد کی جمع ہے، فرد اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی روایت کسی خاص فرد یا کسی خاص مقام کے افراد کے ساتھ مخصوص و منحصر ہو۔ [2] غرائب، غریب کی جمع ہے۔ غریب اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے سلسلہ سند میں کہیں نہ کہیں ایک راوی ہو۔ [3] وہ حدیث اس طرح ہے کہ جب پانی دو قلہ ہو تو نجس نہیں ہوتا؛ قُلَّہ بضم قاف و تشدید لام متعدد معانی میں مستعمل ہے جو لوگ اس روایت پر عمل کرتے ہیں وہ اس سے بڑا مٹکا مراد لیتے ہیں جس میں پانچ سو رطل یعنی سوا چھ من پختہ پانی آئے اور بعض کہتے ہیں کہ جس میں دو یا زیادہ مشکیں سما سکیں۔

Marfat.com

بن کثیرعن محمد بن جعفر بن الزبیرعن عبد اللہ او محمد بن عباد بن جعفر عن عبید اللہ بن عبد اللہ کلاھما عن ابن عمر ثم تشعبت الطرق بعد ذلک وھذان وان کانا من الثقات لکنھما لیسا ممن وسد الیھم الفتوی وعول الناس علیھم فلم یظھر الحدیث فی عصر سعید بن المسیب ولا فی عصر الزھری و لم یمش علیہ المالکیۃ ولا الحنفیۃ فلم یعملوا بہ۔ ؎۱

ہوتے ہیں ولید بن کثیر، محمد بن جعفر بن زبیر سے وہ عبد اللہ سے یا ولید سے، محمد بن عباد بن جعفر سے وہ عبید اللہ بن عبد اللہ سے پھر عبد اللہ اور عبید اللہ دونوں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پھر اس سند کے بعد اس کے بہت سے طریقے شاخ در شاخ پھیلے اور عبد اللہ و عبید اللہ اگرچہ یہ دونوں ثقات میں سے ہیں لیکن ان علماء میں نہیں کہ جن پر فتوی کا مدار اور لوگوں کا مدار اور لوگوں کا اعتماد تھا اس وجہ سے یہ حدیث نہ سعید بن المسیب کے عہد میں ظاہر ہوئی اور نہ زہری کے زمانہ میں اور نہ اس پر مالکیہ ہی چلے اور نہ حنفیہ چنانچہ ان سب لوگوں نے اس پر عمل نہ کیا۔

علامہ ابن القیم نے تہذیب سنن ابی داؤد میں اس حدیث کے متروک العمل ہونے پر بڑی سیر حاصل بحث کی ہے اور بہت سے دلائل سے اس کا ناقابل قبول ہونا بیان کیا ہے چنانچہ اس کے شذوذ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

واما الشذوذ فان ھذا الحدیث فاصل بین الحلال والحرام والطاھر والنجس وھی فی المیاہ کالاوسق فی الزکوۃ والنصب فی الزکوۃ فکیف لا یکون مشھورا شائعا بین الصحابۃ ینقلہ خلف عن سلف لشدۃ حاجۃ الامۃ الیہ اعظم من حاجتھم الی نصب الزکوۃ فان اکثر الناس لا تجب علیھم زکوۃ والوضوء بالماء الطاھر فرض علی کل مسلم فیکون الواجب نقل ھذا الحدیث کنقل نجاسۃ البول ووجوب غسلہ ومن المعلوم ان ھذا لم یروہ غیر ابن عمر ولا عن ابن عمر غیر عبید اللہ وعبد اللہ فاین نافع وسالم وایوب وسعید بن جبیر واین اھل المدینۃ وعلماؤھم عن ھذہ السنۃ التی مخرجھا

رہا شذوذ سو یہ حدیث حلال اور حرام اور پاک اور ناپاک کا فیصلہ کرنے والی ہے اور پانیوں کے بیان میں اس کی وہی حیثیت ہے جو زکوۃ کے سلسلہ میں اوسق ؎۲ اور مختلف نصابہائے زکوۃ کی ہے پھر کیوں یہ حدیث صحابہ میں مشہور اور شائع نہیں ہوئی کہ خلف اس کو سلف سے نقل کرتے چلے آتے حالانکہ امت کو نصابہائے زکوۃ سے بھی بڑھ کر اس کی شدید حاجت ہے کیونکہ زکوۃ تو اکثر لوگوں پر فرض نہیں ہوتی لیکن پاک پانی سے وضو کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے پس اس حدیث کا نقل کرنا اسی طرح واجب قرار پاتا ہے جس طرح کہ پیشاب کی نجاست اور اس کے دھونے کی فرضیت کا نقل کرنا اور یہ بات معلوم ہے کہ اس حدیث کا بجز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اور ان سے بجز عبید اللہ اور عبد اللہ کے اور کوئی راوی نہیں ہے پھر نافع، سالم، ایوب اور سعید بن جبیر کدھر چلے گئے اور اہل مدینہ اور ان کے علماء اس سنت سے کہ جس کا نکاس

؎۱ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، باب اسباب اختلاف مذاہب الفقہاء۔ ؎۲ اوسق جمع ہے وسق کی وسق ایک پیمانہ ہے جو ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع آٹھ رطل کا۔

Marfat.com

من عندهم وهم اليها أحوج الخلق لعزة الماء عندهم ومن البعيد جداً ان يكون هذه السنة عند ابن عمر ويخفى على علماء اصحابه واهل بلد ثم لا يذهب اليها احد منهم ولا يروونها ويديروها بينهم ومن انصف لم يخف عليه امتناع هذا فلو كانت هذه السنة العظيمة المقدار عند ابن عمر لكان اصحابه واهل المدينة اقول الناس بها واشدهم لها، فأى شذوذ ابلغ من هذا وحيث لم يقل بهذا التحديد احد من اصحاب ابن عمر انه لم يكن فيه عنده سنة من النبي صلى الله عليه وسلم فهذا وجه شذوذه۔

ان ہی کے یہاں سے یہ کہاں غافل ہو گئے حالانکہ خلق اللہ میں اس سنت کی سب سے زیادہ احتیاج ان ہی کو تھی کیونکہ پانی کی ان کے یہاں بڑی قلت تھی اور یہ بات بالکل بعید ہے کہ یہ سنت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ہوتی اور ان کے اصحاب میں اور ان کے شہر میں جو اہل علم تھے ان ہی سے مخفی رہتی اور ان میں سے کوئی بھی اس سنت کی طرف نہ جاتا اور نہ وہ لوگ اس کو روایت کرتے اور نہ آپس میں اس کا چرچا کرتے حالانکہ جو شخص بھی انصاف سے کام لے گا اس پر اس بات کا ناممکن ہونا مخفی نہ رہے گا پس یہ سنت عظیم المرتبت اگر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ہوتی تو ان کے اصحاب اور اہل مدینہ سب لوگوں سے زیادہ اس کے قائل ہوتے اور سب سے زیادہ اس کو روایت کرتے، سو اس سے بڑھ کر اور کیا شذوذ ہو سکتا ہے اور جبکہ اصحاب ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کوئی ایک فرد بھی اس تحدید کا قائل نہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس اس بارے میں کوئی سنت آنحضرت کی موجود نہ تھی اور یہ اس روایت کے شاذ ہونے کا بیان ہے۔

قلتین کی طرح سے آمین بالجہر کی حدیث بھی ہے چنانچہ محدث دار قطنی اس کو اپنی سنن میں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قال ابوبکر هذه سنة تفرد بها اهل الكوفة:

ابوبکر (عبداللہ بن ابی داؤد سجستانی) کا بیان ہے کہ یہ وہ سنت ہے جس کی روایت صرف اہل کوفہ نے کی ہے۔ [۱]

اور اس پر مستزاد یہ کہ خود علماء اہل کوفہ میں سے کسی کا اس روایت پر عمل بھی نہیں ہے۔ اسی طرح "خیار مجلس" [۲] کی حدیث کہ نہ اس پر فقہاء سبعہ نے عمل کیا ہے اور نہ فقہاء کوفہ نے اور حدیث "مصراۃ" [۳] کہ نہ اس پر امام اعظم کا عمل ہے نہ امام مالک کا اور دوسری وہ تمام روایات کہ جن پر عہد صحابہ و تابعین میں ائمہ فتویٰ کا عمل نہ تھا ان سب روایات کے بارے میں فقہاء اور ارباب روایت کا نقطۂ نظر بالکل جدا جدا تھا۔ فقہاء ان تمام روایات کو

---

[۱] تہذیب سنن ابی داؤد ص ۸۵ نہایت ۸۷ طبع انصاری دہلی بر حاشیہ غایۃ المقصود شرح سنن ابی داؤد۔

[۲] وہ حدیث یہ ہے کہ بائع اور مشتری دونوں کو اس وقت تک فسخ معاملہ کا اختیار ہے جبتک کہ دونوں جدا نہ ہوں۔ اس روایت کی بنا پر ایجاب و قبول اور بیع کے تمام ہو جانے کے بعد جبتک بائع و مشتری ایک جگہ بیٹھے ہیں بیع فسخ کی جا سکتی ہے۔

[۳] مصراۃ وہ دودھ کا جانور ہے کہ جس کا دودھ چند وقت نہ دوہا جائے تاکہ خریدار یہ دیکھ کر کہ یہ جانور بہت دودھ والا ہے دھوکا کھا کر زیادہ قیمت دیدے۔ اور حدیث مصراۃ یہ ہے کہ جو کوئی ایسا جانور خریدے وہ اس کے دوہنے کے بعد اختیار رکھتا ہے کہ چاہے اس کو رکھے اور چاہے واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع خرما بائع کو دے دے۔ یہ ایک صاع خرما اس دودھ کا عوض ہے جو مشتری نے نکالا ہے۔

Marfat.com

تعامل و توارث سلف کی روشنی میں جانچتے تھے اور ارباب روایت صرف صحت سند پر مدار رکھتے تھے۔

شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں:

اتفاق سلف و توارث ایشاں اصل عظیم است در فقہ۔ لہ

اور الانصاف میں ارباب روایت کا طرز عمل یہ بتلاتے ہیں:

فاذا لم یجدوا فی کتاب اللہ اخذوا بسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواء کان مستفیضا دائرا بین

پھر جب وہ کتاب اللہ میں مسئلہ نہ پاتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو لیتے خواہ وہ حدیث مشہور اور فقہاء میں

لہ چنانچہ اکابر علماء کی تصریح اس باب میں حسب ذیل ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں:

اذا جاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیثان مختلفان وبلغنا ان ابابکر و عمر عملا باحد الحدیثین وترکا الآخر کان ذلک دلیلا علی ان الحق فیما عملا بہ (التعلیق الممجد علی موطا الامام محمد نقلا عن الاستذکار لابن عبد البر، باب الوضوء مما غیرت النار)

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مختلف حدیثیں آئیں اور ہمیں یہ بات پہنچے کہ حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے ایک پر عمل کیا ہے اور دوسری کو چھوڑ دیا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ جس روایت پر انھوں نے عمل کیا وہی صحیح ہے۔

اور محدث خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں امام ممدوح سے نقل کرتے ہیں کہ

لو کان هذا الحدیث هو المعمول بہ، لعملت بہ الائمۃ ابوبکر و عمر و عثمان بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی الامام قاعدا ومن خلفہ قعودا۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۲۷ طبع مصر)

اگر حدیث معمول بہ ہوتی کہ امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو جو اس کے پیچھے ہیں وہ بھی بیٹھ کر ہی نماز پڑھیں تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے ائمہ حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم ضرور عمل کرتے۔

اور امام ابوداؤد سجستانی اپنی سنن میں لکھتے ہیں:

اذا تنازع الخبران عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینظر بما اخذ بہ اصحابہ۔ (باب لحم صید المحرم۔ باب من قال لا یقطع الصلوۃ شئ۔)

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مختلف روایتیں آئیں تو یہ دیکھا جائے گا کہ صحابہ نے کس پر عمل کیا۔

اور امام ابوبکر جصاص، احکام القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

متی روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبران متضادان وظہر عمل السلف باحدہما کان الذی ظہر عمل السلف بہ اولی بالاثبات (ج ۱ ص ۱۷)

جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے دو متضاد خبریں روایت کی جائیں اور ان میں سے ایک پر سلف کا عمل ظاہر ہو تو جس روایت پر سلف کا عمل ظاہر ہوگا اسی کا ثبوت اولیٰ ہے۔

اور علامہ محقق کمال الدین بن الہمام، شرح ہدایہ میں رقمطراز ہیں:

ومما یصحح الحدیث عمل العلماء علی وفقہ۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ، قبیل باب ایقاع الطلاق)

اور جن امور کی بناء پر حدیث کی تصحیح کی جاتی ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ علماء اس حدیث کے موافق عمل کریں۔

حضرت الاستاذ مولانا حیدر حسن خاں صاحب رحمہ اللہ شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء نے تعامل سلف کی حجیت پر ایک نہایت قیمتی اور نفیس رسالہ عربی زبان میں قلمبند فرمایا ہے جس کو ہم نے ما تمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ میں تمام و کمال نقل کر دیا ہے۔ ــه ص ۸۵ ج ۲ طبع بریلی۔

Marfat.com

الفقہاء او یکون مختصاً باھل بلد او باھل بیت او بطریق خاصۃ، وسواء عمل بہ الصحابۃ والفقہاء اولم یعملوا بہ ومتی کان فی المسئلۃ حدیث فلا یتبع فیہا خلاف اثر من الآثار ولا اجتہاد احد من المجتہدین (باب اسباب اختلاف الفقہاء)

دائر سائر ہوتی یا کسی شہر یا کسی خاندان یا کسی خاص طریقے سے مخصوص ہوتی اور خواہ اس پر صحابہ اور فقہاء کا عمل ہوتا یا نہ ہوتا، اور جب تک مسئلہ میں کوئی حدیث موجود ہوتی اس وقت تک اس مسئلہ کے خلاف نہ آثار میں سے کسی اثر کی پیروی کی جاتی اور نہ مجتہدین میں سے کسی مجتہد کے اجتہاد کی۔

غرض یہ وہ وجوہ ہیں کہ جن کی بنا پر متقدمین میں اور اس دور کے بعض ارباب روایت میں بہت سی احادیث کی تصحیح و تضعیف کے سلسلہ میں اختلاف ہوگیا۔ اسباب ظواہر نے اپنے مذہب کی بنا اسی عہد کی تحقیقات پر رکھی لیکن محققین کے نزدیک اس بارے میں صدر اول کا فیصلہ معتبر ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت الموسوم بہ المنہج القویم فی شرح الصراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

ونیز حکم بصحت وضعف احادیث در زمان متاخر برخلاف زمان سابق است چہ می تواند کہ حدیثے در زمان ایشان صحیح باشد بسبب اجتماع شرائط صحت و قبول در رواۃ کہ واسطہ بودند میان ایشان و حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس ازاں از جہت رواۃ دیگر کہ بعد ازاں آمدند ضعفے پیدا شد از حکم متاخرین محدثین ضعف حدیثے لازم نیاید ضعف وے در زمان امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مثلاً و ایں نکتہ ظاہر است واز کلامے کہ بعض محققین ذکر کردہ اند کہ حکم بتواتر و شہرت و وحدت حدیث معتبر در صدر اول است والا بسا احادیثے کہ دراں وقت از آحاد بودہ و بعد ازاں بوجود کثرت طرق برواج ایں علم و کثرت طالبان و جامعان کہ بعد ازاں پیدا شدہ بمرتبہ شہرت رسیدہ باشد استیناسے بایں معنی تواں یافت۔[1]

اور زمان متاخر میں حدیثوں کی صحت و ضعف کا حکم زمان سابق سے جدا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ایک حدیث متقدمین کے زمانہ میں صحیح ہو بسبب اس کے کہ ان راویوں میں جو متقدمین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطہ تھے صحت و قبول کے شرائط جمع تھے اور بعد کو دوسرے راویوں کی وجہ سے کہ جو ان کے بعد آئے اس میں ضعف پیدا ہوگیا، پس متاخرین محدثین کے کسی حدیث پر ضعف کا حکم لگا دینے سے لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث مثلاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے زمانہ میں بھی ضعیف ہی ہو اور یہ نکتہ ظاہر ہے اور بعض محققین کے اس بیان سے بھی جو انھوں نے ذکر کیا ہے کہ حدیث کے تواتر شہرت اور وحدت کے بارے میں صدر اول کا حکم معتبر ہے ورنہ بہت سی وہ حدیثیں کہ جو اس زمانے میں احاد تھیں اور بعد کو ان کے بہت سے طریقوں کے وجود میں آجانے کے باعث کہ جو زمانہ مابعد میں اس علم کے رواج پانے اور طالبین و مولفین کی کثرت ہو جانے سے پیدا ہوگئے شہرت کے درجہ پر جا پہنچیں گی۔ اس بات پر روشنی پڑتی ہے۔

بہرحال اس دور میں جمع روایات، تنقید احادیث، اصول روایت اور امتیاز مراتب کے سلسلہ میں بہت سی ایسی نئی چیزیں پیدا ہوئیں کہ جس کی بنا پر اس دور کے مصنفین کو حدیث کی تدوین اپنے اپنے ذوق کے مناسب نئے انداز سے کرنی پڑی، گذشتہ مولفین حدیث نبوی کے پہلو بہ پہلو آثار صحابہ و تابعین کو بھی درج کرتے تھے

[1] ص ۲۳ و ۲۴ طبع نولکشور لکھنؤ۔

Marfat.com

اس عہد میں حدیث کو آثار سے علیحدہ کر کے مسند احادیث کے جمع و استقصاء کا اہتمام کیا گیا چنانچہ ہر راوی کی تمام پریشان اور غیر مرتب روایتیں یکجا کی گئیں اور مسانید کی تصنیف کا آغاز ہوا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی، مقدمہ فتح الباری میں دوسری صدی کے مشاہیر مصنفین علم حدیث کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:

الی رأی بعض الائمۃ منھم ان یفرد حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ وذلک علی رأس المأتین فصنف عبید اللہ بن موسی العبسی الکوفی مسنداً وصنف مسدد بن مسرھد البصری وصنف اسد بن موسی الاموی مسنداً وصنف نعیم بن حماد الخزاعی نزیل مصر مسنداً، ثم اقتفی الائمۃ بعد ذلک اثرھم فقل امام من الحفاظ الا وصنف حدیثہ علی المسانید کالامام احمد بن حنبل واسحاق بن راھویہ وعثمان بن ابی شیبۃ وغیرھم من النبلاء ومنھم من صنف علی الابواب وعلی المسانید معاً کابن ابی شیبۃ۔ [۱]

یہاں تک کہ بعض ائمہ حدیث کی یہ رائے ہوئی کہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی حدیثوں کو مستقل طور پر علیحدہ جمع کیا جائے اور یہ ۲۰۰ھ کے ختم پر ہوا چنانچہ عبید اللہ بن موسیٰ عبسی کوفی، مسدد بن مسرہد بصری، اسد بن موسیٰ اموی، اور نعیم بن حماد خزاعی نزیل مصر نے ایک ایک مسند تصنیف کی، پھر اور ائمہ بھی ان ہی کے نقش قدم پر چلے اور حفاظ حدیث میں مشکل ہی سے کوئی امام رہا ہو گا کہ جس نے اپنی احادیث کو مسانید پر مرتب نہ کیا ہو، چنانچہ امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور عثمان بن ابی شیبہ اور ان جیسے دیگر اکابر نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا، اور بعض محدثین نے جیسے کہ ابوبکر بن ابی شیبہ ہیں ابواب و مسانید دونوں عنوانوں پر کتابیں لکھیں۔

ابواب و مسانید کا فرق یہ ہے کہ ابواب میں احادیث کو باب وار مضامین کے لحاظ سے مرتب کیا جاتا ہے مثلاً نماز کی علیحدہ، روزہ کی علیحدہ، زہد کی علیحدہ اور مسانید میں ہر صحابی کی جملہ مرویات کو بلا لحاظ مضمون یکجا ذکر کرتے ہیں مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جتنی روایات آئی ہیں بلا لحاظ اس امر کے کہ وہ روزہ سے متعلق ہیں یا نماز سے یا کسی اور امر سے "مسند ابی بکر الصدیق" کے زیر عنوان یکجا لکھ دی جائیں گی۔ یہ فرق تو طرز تصنیف کے اعتبار سے تھا لیکن غور کیجئے تو روایات کے اعتماد و استناد کے لحاظ سے بھی ان دونوں طریقوں میں نمایاں امتیاز نظر آئے گا۔ مصنفین ابواب کے پیش نظر وہ روایات ہوتی ہیں جن کا تعلق عمل یا عقیدہ سے ہوتا ہے اس لئے وہ عموماً ان روایات کو ذکر کرتے ہیں جو احتجاج یا استشہاد کے قابل ہوں اس کے برخلاف مصنفین مسانید کا کام صرف روایات کا جمع کر دینا ہے۔ اس لئے وہ اس بندش سے آزاد ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں صحیح غیر صحیح ہر طرح کی روایات کا انبار نظر آئے گا۔ محدث حاکم نیشاپوری، المدخل فی اصول الحدیث میں لکھتے ہیں:

"ابواب و تراجم (مسانید) کا فرق یہ ہے کہ تراجم کی صورت میں شرط یہ ہے کہ مصنف یوں عنوان کرے

ذکر ما ورد عن ابی بکر الصدیق عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث

[۱] ہدی الساری لفتح الباری ج ۱ ص ۵ و ۶ طبع میریہ مصر۔

Marfat.com

وارد ہوئی ہیں ان کا بیان۔

پھر دوسرا عنوان یہ ہوگا: ذکر ما روی قیس بن ابی حازم عن ابی بکر الصدیق۔	یعنی قیس بن ابی حازم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جو روایتیں کی ہیں ان کا بیان۔

اس صورت میں مصنف کے لئے لازمی ہے کہ قیس کے واسطے سے جس قدر روایات حضرت ابوبکر صدیق سے مل جائیں ان سب کی تخریج کرے قطع نظر اس کے کہ وہ صحیح ہوں یا سقیم۔

لیکن مصنف ابواب اس طرح عنوان قائم کرتا ہے:

ذکر ما صح وثبت عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی ابواب الطہارۃ او الصلوٰۃ او غیر ذلک من العبادات۔ ؎۵۱	یعنی طہارت یا نماز یا دیگر عبادات کے بارے میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح و ثابت ہو اس کا ذکر۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی، تعجیل المنفعہ بزوائد رجال الائمۃ الاربعہ میں ارقام فرماتے ہیں:

اصل وضع التصنیف للحدیث علی الابواب ان یقتصر فیہ علی ما یصلح للاحتجاج او الاستشہاد بخلاف من رتب علی المسانید فان اصل وضعہ مطلق الجمع۔ ؎۵۲	ابواب پر حدیث کی تصنیف کا اصول یہ ہے کہ اس کو صرف ان روایات تک محدود رکھا جائے کہ جن میں احتجاج یا استشہاد کی صلاحیت ہو، برخلاف ان لوگوں کے کہ جنھوں نے مسانید پر ترتیب کی ہے کیونکہ مسند کی تدوین کا مقصد صرف جمع روایات ہے۔

بات یہ ہے کہ اہل تراجم یعنی مصنفین مسانید و معاجم کا مقصد چونکہ تمام بکھری ہوئی روایات اور پراگندہ حدیثوں کا جمع و استقصا ہے اس لئے ایک صحابی اور ایک شیخ کی جتنی روایتیں ان کو مل جاتی ہیں وہ ان کو مسند اور معجم میں جمع کر دیتے ہیں اور چونکہ یہ ضروری نہیں کہ ہر راوی کی ہر روایت صحیح سند ہی سے منقول ہوتی چلی آئے اس لئے جس طریقہ اور جس سند سے بھی وہ روایت ان کو پہنچتی ہے وہاں سے مع اسناد نقل کر دیتے ہیں بدیں وجہ صرف صحیح روایات کی تدوین ان کے موضوع تالیف سے خارج اور ان کی شرط تصنیف کے منافی ہے ان کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ تمام کچا پکا، صحیح غیر صحیح، قوی غیر قوی، قابل قبول اور ناقابل قبول ہر طرف سے تلاش اور جستجو کر کے فراہم کر دیا جائے تاکہ کوئی روایت مدون ہونے سے رہنے نہ پائے اور جب یہ سارا ذخیرہ یکجا ہو کر سامنے آجائے تو اہل فن اصول تنقید اور قواعد روایت کے مطابق ان تمام روایات کی جانچ پڑتال کر کے ہر روایت کے بارے میں صحیح رائے قائم کر سکیں، کتب مسانید و معاجم درحقیقت طرق و اسانید کا بیش بہا دفتر ہیں جن سے حدیث کی قوت و ضعف کا بخوبی پتہ چل جاتا ہے اور یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ روایت صحت سے کس معیار پر ہے اور اس کی سند کے کتنے طریقے صحیح اور کتنے ضعیف ہیں اور اگر ضعف ہے تو کیا اس قسم کا ہے کہ چند طریقوں کے ملا لینے سے جاتا رہتا ہے اور حدیث کو قابل استناد بنا دیتا ہے

؎۵۱ ص ۴ و ۵ طبع حلب۔ ؎۵۲ ص ۳ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۲۴ء

مثلاً ایک حدیث کئی اسنادوں سے مروی ہے اور ہر اسناد میں ایک ایسا راوی موجود ہے کہ جس پر حافظہ کی کمی کا الزام ہے اس لئے کیا یہ ممکن ہے کہ اس کے جملہ طرق کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ ان میں سے ہر ایک میں جو علیحدہ علیحدہ حافظہ کی کمی تھی وہ ان سب کے متفقہ بیانات سے پوری ہوگئی، اور اسی طرح اگر وہ حدیث صحیح ہے توکیا وہ غرائب وافراد میں سے ہے یا تعدد طرق کی بنا پر اسے شہرت کا درجہ حاصل ہے یا اسے صرف عزیز کہا جائے گا۔

غرض اب تک الواب پر تصنیف کا رواج تھا۔ اب مسانید مرتب ہوئیں، محدث حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں:

"یہ مسانید جو اسلام میں تصنیف ہوئیں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مرویات ہیں ان کا سلسلہ سند معتبر اور مجروح ہر قسم کے رواۃ پر مشتمل ہے جیسے مسند عبید اللہ بن موسی اور مسند ابی داؤد سلیمان بن داؤد طیالسی، یہ دونوں پہلے شخص ہیں جنھوں نے اسلام میں تراجم رجال پر مسندیں تصنیف کیں، ان دونوں کے بعد احمد بن حنبل، اسحٰق بن ابراہیم حنظلی، ابو خیثمہ زہیر بن حرب، اور عبید اللہ بن عمر قواریری نے مسانید لکھیں، پھر تو کثرت سے تراجم رجال پر مسانید کی تخریج ہوئی، اور ان سب کے جمع کرنے میں صحیح وسقیم کے امتیاز کا کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا۔" [۱]

حاکم نے ذرا سختی کی اور سب مسانید کے بارے میں ایک عام حکم لگا دیا بلاشبہ اکثر کتب مسانید کا یہی حال ہے تاہم بعض ائمہ نے مسانید کی تدوین میں بھی انتخاب سے کام لیا ہے اور حتی الوسع قابل استناد روایات کو جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

مسند اسحٰق بن راہویہ | چنانچہ علامہ سیوطی، تدریب الراوی میں لکھتے ہیں:

واسحق یخرج امثل ماورد عن ذلک الصحابی فیما ذکرہ ابوزرعۃ الرازی [۵۲]	اور اسحٰق بن راہویہ جیسا کہ ابوزرعہ رازی نے ذکر کیا ہے جو روایت سب سے اچھی ہوتی ہے وہی اس صحابی سے نقل کرتے ہیں

مسند امام احمد | بلکہ امام احمد کا تو یہ ارادہ تھا کہ اپنی مسند کو صحیح حدیثوں کا اتنا بڑا مجموعہ بنا دیا جائے کہ اگر کبھی علماء میں کسی حدیث کی بابت کوئی اختلاف رونما ہو تو یہ کتاب اس روایت کے استناد وعدم استناد میں دستاویز کا کام دے سکے چنانچہ امام ممدوح کے صاحبزادے عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ

قلت لابی لم کرھت وضع الکتب وقد عملت المسند فقال عملت ھذا الکتاب اماما اذا اختلف الناس فی سنۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجع الیہ [۵۳]	میں نے والد بزرگوار سے عرض کیا کہ آپ کتابوں کی تصنیف کو کیوں ناپسند فرماتے ہیں حالانکہ آپ نے خود بھی مسند تالیف کی ہے فرمانے لگے کہ میں نے تو اس کتاب کو امام بنایا ہے کہ جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت میں اختلاف کریں تو اس کی طرف رجوع کیا جائے۔

[۱] المدخل فی اصول الحدیث ص ۴ طبع حلب۔ [۵۲] تدریب الراوی ص ۵۷ طبع مصر ۱۳۰۷ھ۔ [۵۳] خصائص المسند انحافظ ابوموسی مدینی ص ۸ طبع مصر ۱۳۴۷ھ

Marfat.com

اور آپ کے برادر زادہ حنبل بن اسحٰق کہتے ہیں کہ

جمعنا عمی لی ولصالح ولعبد الله وقرأ علینا المسند وما سمعه منه تاماً غیرنا وقال لنا هذا الکتاب قد جمعته وانتقیته من اکثر من سبعمائة الف وخمسین الفاً فما اختلف المسلمون فیه من حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم فارجعوا الیه فان وجدتموه فیه والا فلیس بحجة - ۵۱

عم محترم (امام احمد) نے مجھے اور (اپنے دونوں صاحبزادگان) صالح اور عبد اللہ کو جمع کر کے ہمارے سامنے مسند کی قراءت کی، ہمارے سوا اور کسی نے آپ سے اس کتاب کو بہ تمام و کمال نہیں سنا ہے اور پھر ہم سے فرمایا کہ اس کتاب کو میں نے ساڑھے سات لاکھ سے ۵۲ زائد روایتوں سے انتخاب کر کے جمع کیا ہے سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس حدیث میں مسلمانوں کا اختلاف ہو تم اس کتاب کی طرف رجوع کرو اگر اس میں وہ روایت مل جائے تو فبہا ورنہ وہ حجت نہیں۔ ۵۳

---

۵۱ مناقب احمد از ابن جوزی ص ۱۹۱ و ۱۹۲ طبع مصر ۱۳۴۹ھ وخصائص المسند ص ۹ - ۵۲ یاد رہے کہ یہ تعداد متون احادیث کی نہیں بلکہ طرق واسانید کی ہے چنانچہ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے بستان المحدثین میں اس کی تصریح بھی کر دی ہے۔ ۵۳ امام ممدوح کے اس قول کی مختلف توجیہیں کی گئی ہیں۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔

هذا القول منه علی غالب الامر والا فلنا احادیث قویة فی الصحیحین والسنن والاجزاء ما هی فی المسند، وقدر الله تعالی ان الامام قطع الروایة قبل تهذیب المسند، وقبل وفاته بثلاث عشرة سنة فتجد فی الکتاب اشیاء مکررة، ودخول مسند فی مسند وسند فی سند، وهو نادر۔

(المصعد الاحمد فی ختم المسند للامام احمد ص ۲۱)

امام موصوف کا یہ فرمانا غالب حال کے اعتبار سے ہے ورنہ ہمارے پاس صحیحین، سنن اور اجزاء میں بہت سی قوی حدیثیں موجود ہیں کہ جو مسند میں نہیں ہیں، نیز اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ امام نے مسند کی تہذیب سے پہلے اور اپنی وفات سے تیرہ سال قبل ہی حدیث کا روایت کرنا ختم کر دیا، یہی وجہ ہے کہ آپ اس کتاب میں بہت سی اشیاء کو مکرر اور ایک مسند کو دوسری مسند میں اور ایک سند کو دوسری سند میں داخل پائیں گے اور یہ ایک سند کا دوسری سند میں ملجانا نادراً ہوا ہے۔

اور حافظ شمس الدین محمد جزری لکھتے ہیں:

واما قوله "فما اختلف فیه من الحدیث رجع الیه والا فلیس بحجة" یرید اصول الاحادیث وهو صحیح فانه ما من حدیث غالباً الا وله اصل فی هذا المسند، والله تعالی اعلم (المصعد الاحمد ص ۲۰)

اور امام احمد نے جو یہ فرمایا ہے کہ "جس حدیث میں اختلاف ہو اس کتاب کی طرف رجوع کیا جائے اگر اس میں ہو تو فبہا ورنہ وہ حجت نہیں" اس سے مراد اس حدیث کی اصل ہے اور یہ صحیح ہے کیونکہ کوئی حدیث غالباً ایسی نہیں کہ جس کی اصل اس مسند میں نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اور شاہ عبد العزیز صاحب بستان المحدثین میں ارقام فرماتے ہیں کہ

راقم الحروف گوید، مراد ایشاں ہماں احادیث است کہ بدرجہ تواتر یا شہرت نرسیدہ اند والا احادیث صحیحہ مشہورہ بسیار است کہ در مسند ایشاں نیست۔

(ص ۳۰ طبع مجتبائی دہلی)

امام موصوف کی مراد ان ہی احادیث سے ہے کہ جو شہرت یا تواتر کے درجہ تک نہیں پہنچی ہیں ورنہ بہت سی مشہور صحیح حدیثیں ہیں کہ جو ان کی مسند میں نہیں ہیں۔

Marfat.com

بلاشبہ یہ کتاب ایسی ہی ہوتی لیکن کارکنان قضاء و قدر کو کچھ اور ہی منظور تھا ابھی مسند تشنۂ تکمیل ہی تھی کہ امام ممدوح نے سفر آخرت اختیار کیا اور کتاب کا مسودہ متفرق اجزاء و اوراق میں باقی رہ گیا۔ حافظ ابو الخیر شمس الدین جزری، المصعد الاحمد فی ختم مسند الامام احمد میں لکھتے ہیں:

ان الامام احمد شرع فی جمع هذا المسند فکتبه فی اوراق مفردة، وفرقه فی اجزاء منفردة علی ما تکون المسودة ثم جاء حلول المنیه قبل حصول الامنیه فبادر باسماعه لاولاده واهل بیته ومات قبل تنقیحه وتهذیبه فبقی علی حاله۔

امام احمد نے اس مسند کو جمع کرنا شروع کیا تو اس کو علیحدہ علیحدہ اوراق میں لکھا اور جدا جدا اجزا میں الگ الگ رکھا جس طرح سے کہ مسودہ ہوا کرتا ہے پھر حصول مقصد سے پہلے آپ کی وفات واقع ہوگئی، آپ نے اس کتاب کو اپنی اولاد اور اہل خاندان کو سنانے میں بڑی عجلت سے کام لیا اور اس کی تنقیح و تہذیب سے پہلے ہی آپ انتقال فرما گئے اور کتاب اسی حال میں رہ گئی۔

یہی وجہ ہے کہ باوجود اس کتاب کے اسقدر ضخیم ہونے کے کہ اس میں چالیس ہزار حدیثیں آگئی ہیں پھر بھی احادیث صحیحہ کی بہت بڑی تعداد اس میں درج ہونے سے رہ گئی ہے۔ حافظ ابن کثیر، اختصار علوم الحدیث میں لکھتے ہیں:

ان الامام احمد قد فاته فی کتابه هذا مع انه لا یوازیه کتاب مسند فی کثرته وحسن سیاقه احادیث کثیرة جدا بل قد قیل انه لم یقع له جماعة من الصحابة الذین فی الصحیحین قریبا من مائتین۔
(ص ، طبع مکہ مکرمہ ۱۳۵۳ھ)

امام احمد سے اپنی اس کتاب میں باوجود اس امر کے کہ کوئی اور مسند کثرت روایات اور حسن ادا میں اس کا مقابلہ نہیں کرتی پھر بھی نہایت کثرت سے حدیثیں چھوٹ گئی ہیں بلکہ بیان کیا گیا ہے کہ جماعت صحابہ میں دو سو کے قریب ایسے حضرات کی روایتیں اس میں موجود نہیں ہیں کہ جن سے خود صحیحین میں حدیثیں منقول ہیں۔

اسی طرح بعض غیر صحیح حدیثیں بھی کتاب میں داخل ہوگئی تھیں جن میں سے بعض کو خود امام ممدوح نے بھی مسودہ میں قلمزد کر دیا تھا چنانچہ حافظ ابو موسیٰ مدینی نے خصائص المسند میں ان میں سے بعض روایات کی نشاندہی بھی کی ہے اسی بنا پر علماء میں یہ امر زیر بحث ہے کہ آیا اب بھی مسند میں کوئی موضوع روایت موجود ہے یا نہیں۔ علامہ ابن تیمیہ نے اس بحث کا فیصلہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

وقد تنازع الناس هل فی مسند احمد حدیث موضوع فقال طائفة من حفاظ الحدیث کابی العلاء الهمدانی ونحوه، لیس فیه موضوع وقال بعضهم کابی الفرج بن الجوزی فیه موضوع، ولا خلاف بین القولین عند التحقیق فان لفظ الموضوع قد یراد به المختلق المصنوع الذی یتعمد صاحبه الکذب، وهذا

لوگوں کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا مسند احمد میں کوئی موضوع حدیث ہے یا نہیں چنانچہ حفاظ حدیث کی ایک جماعت جیسے ابو العلاء ہمدانی وغیرہ تو یہ کہتے ہیں کہ اس میں کوئی موضوع حدیث نہیں اور بعض حفاظ جیسے ابو الفرج بن الجوزی یہ کہتے ہیں کہ اس میں موضوع روایت موجود ہے اور تحقیق کرنے پر ان دونوں قولوں میں کوئی اختلاف نہیں رہتا کیونکہ لفظ موضوع سے کبھی تو جھوٹی اور گھڑی ہوئی روایت مراد

Marfat.com

مما لا یعلمان فی المسند منه شیئاً، بل شرط المسند اقوی من شرط ابی داؤد فی سننه و قد روی ابو داؤد فی سننه عن رجال اعرض عنهم فی المسند ولهذا کان الامام احمد فی المسند لا یروی عمن یعرف انه یکذب مثل محمد بن سعید المصلوب ونحوه و لکن یروی عمن یضعف لسوء حفظه فان هذا یکتب حدیثه ویعتضد به و یعتبر به۔

ویراد بالموضوع ما یعلم انتفاء خبره وان کان صاحبه لم یتعمد الکذب، بل اخطأ فیه وهذا الضرب فی المسند منه، بل وفی سنن ابی داؤد والنسائی وفی صحیح مسلم والبخاری ایضاً الفاظ فی بعض الاحادیث من هذا الباب۔ ۵۱

ہوتی ہے کہ جس کا بیان کرنے والا قصداً دروغ بیانی سے کام لیتا ہے۔" اور اس قسم کی کسی روایت کا مسند میں پتہ نہیں چلتا بلکہ مسند کی شرط ابوداؤد کی شرط سے جو انھوں نے اپنی سنن میں ملحوظ رکھی ہے زیادہ قوی ہے چنانچہ ابوداؤد نے اپنی سنن میں بہت سے ایسے لوگوں سے روایتیں درج کی ہیں کہ جن سے مسند میں اعراض کیا گیا ہے اور اسی لئے امام احمد اپنی مسند میں ایسے شخص سے روایت نہیں کرتے کہ جس کے بارے میں وہ یہ جانتے ہوں کہ وہ جھوٹ بولتا ہے جیسے کہ محمد بن سعید مصلوب وغیرہ ہیں لیکن اس شخص سے روایتیں لے لیتے ہیں کہ جو حافظہ کی خرابی کی بنا پر ضعیف سمجھا جاتا ہو کیونکہ ایسے شخص کی حدیث لکھی جاتی ہے اور دوسری روایت کی تائید اور اعتبار کے سلسلہ میں کام آتی ہے۔

اور کبھی موضوع سے مراد وہ روایت ہوتی ہے کہ جس کے ثبوت کی نفی معلوم ہو اگرچہ اس کے بیان کرنے والے نے قصداً دروغ بیانی نہ کی ہو بلکہ روایت کرنے میں چوک گیا ہو" اور ایسی روایات مسند میں موجود ہیں بلکہ سنن ابی داؤد اور سنن نسائی میں بھی ہیں اور صحیح مسلم اور صحیح بخاری تک میں بعض احادیث میں اس قسم کے الفاظ آئے ہیں۔

بہرحال مسند احمد کی اس خصوصیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ صحیح حدیثوں کا اس سے بڑا مجموعہ اور کوئی موجود نہیں بلکہ حافظ نورالدین ہیثمی نے غایۃ المقصد[۵۲] فی زوائد المسند میں تصریح کی ہے کہ

مسند احمد اصح صحیحاً من غیرہ۔ ۵۳

صحیح ہونے میں مسند احمد اوروں کی نسبت صحیح تر ہے۔

صحاح ستہ کی تدوین

مسانید کی تالیف سے جب تمام منتشر اور پراگندہ روایتیں یکجا ہوگئیں تو پھر اس دور کے محدثین نے انتخاب واختصار کا طریقہ اختیار کیا اور صحاح ستہ کی تدوین عمل میں آئی۔ امام بخاری جن کا نام مصنفین صحاح ستہ میں سرفہرست ہے بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک روز امام اسحٰق بن راہویہ کی مجلس میں حاضر تھا وہاں ہمارے اصحاب میں سے کسی کی زبان سے نکلا کہ

لو جمعتم کتاباً مختصراً لسنن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

کاش تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن کے بارے میں کوئی مختصر سی کتاب جمع کر دیتے۔

---

۵۱ المصعد الاحمد ص ۲۵ و ۲۶۔ ۵۲ اس کتاب میں حافظ ہیثمی نے مسند امام احمد سے ان تمام روایات کو جمع کیا ہے کہ جن کو ارباب صحاح ستہ میں سے کسی نے روایت نہیں کیا ہے۔ ۵۳ تدریب الراوی ص ۵۷۔

Marfat.com

یہ خطاب تمام حاضرینِ مجلس سے تھا مگر دل میں اسی کے اترا جس کی قسمت میں روزِ ازل سے یہ سعادت مقرر ہو چکی تھی امام ممدوح فرماتے ہیں:

فوقع ذلك في قلبي واخذت في جمع هذا الكتاب ۔ ۵۱

یہ بات میرے دل میں اتر گئی اور میں نے اس کتاب کو جمع کرنا شروع کر دیا۔

صحیح بخاری ادھر مسانید کی کثرت کا یہ عالم تھا، اُدھر گذشتہ دور میں ابواب پر مختلف عنوانات کے تحت بہت سی کتابیں لکھی جا چکی تھیں۔ امام بخاری نے ان تمام تصنیفات سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا اور اپنے حسنِ ذوق سے احادیث صحیحہ کا ایک نہایت عمدہ اور مختصر مجموعہ مرتب کر کے امت کے سامنے پیش کر دیا جس کا نام ہے:

"الجامع المسند الصحيح المختصر من امور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وايامه" ۵۲

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

باید دانست کہ بخاری بعد مائتین ظاہر شد، وقبل از وے علماء در فنون چند از علوم دینیہ تصانیف ساختہ بودند، امام مالک وسفیان ثوری در فقہ تصنیف کردہ بودند، وابن جریج در تفسیر، وابو عبید در غریب قرآن و محمد بن اسحق وموسی بن عقبہ در سیر، وعبد اللہ بن مبارک در زہد ومواعظ وکسائی در بدء الخلق وقصص انبیاء ویحیی بن معین وغیرہ در معرفت احوال صحابہ وتابعین وجمعے دیگر رسائل داشتند در رؤیا وادب وطب وشمائل واصول حدیث واصول فقہ ورد بر مبتدعین مثل جہمیہ، بخاری ایں ہمہ علوم مدونہ را تامل فرمود وجزئیات وکلیات را انتقاد نمود، پس قدرے از علوم کہ باحادیث صحیحہ کہ بر شرط بخاری است بطریق صراحت یا دلالت یافت در کتاب خود آورد تا بدست مسلمانان در امہات ایں علوم حجتے قاطعہ بودہ باشد کہ در آن تشکیک را مدخل نہ بود۔ ۵۳

جاننا چاہئے کہ امام بخاری دو سو سال کے بعد نمودار ہوئے اور ان سے پیشتر علماء علوم دینیہ میں مختلف فنون کے اندر تصنیفیں کر چکے تھے، چنانچہ امام مالک اور سفیان ثوری نے فقہ میں تصنیف کی تھی اور ابن جریج نے تفسیر میں اور ابو عبید نے غریب قرآن میں اور محمد بن اسحق اور موسی بن عقبہ نے سیر میں اور عبد اللہ بن مبارک نے زہد و مواعظ میں اور کسائی نے بدء الخلق اور قصص انبیاء میں اور یحیی بن معین نے صحابہ و تابعین کے حالات میں نیز متعدد علماء کے فن رؤیا، ادب، طب، شمائل اصول حدیث، اصول فقہ اور رد مبتدعین مثلاً رد جہمیہ پر رسائل موجود تھے امام بخاری نے ان تمام مدونہ علوم پر غور کیا اور جزئیات وکلیات کی تنقید کی پھر ان علوم کا ایک حصہ کہ جس کو انھوں نے بصراحت یا بدلالت ان صحیح حدیثوں میں پایا کہ جو بخاری کی شرط پر صحیح تھیں آپ اپنی کتاب میں درج کیا تاکہ ان علوم کی بنیادی چیزوں کے متعلق مسلمانوں کے ہاتھ میں ایسی حجت قاطع موجود رہے کہ جس میں تشکیک کا دخل نہ ہو۔

امام بخاری نے ان تمام مختلف فنون کو اپنی کتاب میں بالاختصار جمع کر کے جہاں اسے ایک مختصر جامع بنا لیا

۵۱ شروط الائمۃ الخمسہ از حافظ ابو بکر حازمی ص ۵۱ طبع مصر ۱۳۵۷ھ وتہذیب التہذیب ترجمہ امام بخاری۔
۵۲ مقدمہ ابن صلاح وغیرہ۔ ۵۳ مکتوبات شاہ ولی اللہ مندرجہ کلمات طیبات ص ۱۷۰ طبع مجتبائی دہلی۔

Marfat.com

وہاں ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس میں انھوں نے صرف صحیح حدیثوں کے درج کرنے کا اہتمام کیا۔ حافظ ابن عدی بسند متصل امام بخاری سے ناقل ہیں کہ

ما ادخلت فی کتابی الجامع الا ما صح وترکت من الصحیح حتی لا یطول، [1]

میں نے اپنی کتاب الجامع الصحیح میں صرف وہی حدیثیں داخل کی ہیں جو صحیح ہیں اور بہت سی صحیح احادیث کو اس لئے چھوڑ دیا کہ کتاب طویل نہ ہوجائے۔

یہ کتاب حسب تصریح امام ممدوح چھ لاکھ احادیث کا انتخاب ہے جو سولہ سال کی مدت میں پایۂ تکمیل کو پہنچی[2] غایتِ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ فرماتے ہیں "میں نے کتاب الصحیح میں کوئی حدیث اس وقت تک درج نہیں کی جب تک کہ لکھنے سے پہلے غسل کرکے دوگانہ ادا نہ کرلیا اور اس کی صحت کا یقین نہ ہوگیا" کتاب کی تصنیف کا آغاز

---

[1] مقدمہ فتح الباری ج ۱ ص ۵ طبع میریہ

[2] اگرچہ کتاب سولہ سال کی مدت میں تمام ہوگئی مگر نظرثانی اور اضافہ کا سلسلہ اخیر دم تک برابر جاری رہا۔ یہی وجہ ہے کہ فربری کے نسخہ میں جنہوں نے اس کو امام بخاری سے بعد میں سنا ہے حماد بن شاکر کے نسخہ سے دوسو اور ابراہیم بن معقل کے نسخہ سے تین سو حدیثیں زیادہ مروی ہیں (تدریب الراوی، ص ۳۰)

صحیح بخاری کے موجودہ نسخے میں جو حدیث اور ترجمۃ الباب میں بہت سے مقامات پر بے ربطی اور سوء ترتیب نظر آتی ہے اور جس کی شکایت شاہ ولی اللہ نے اپنے مکتوبات (ص ۱۷۱) میں بایں الفاظ کی ہے کہ "درعقد تراجم سوء ترتیب و تقریر او درمیان می آید . . . . . واہلِ علم را مطمح نظر مطالب علمیہ می باشد نہ تراجم و ترتیب، شعر

شیشۂ صاف از نباشد گو سفال درو باش — رندے آشام را با ایں تکلفہا چہ کار

اس کی اصل وجہ بھی یہی ہے کہ بعض مقامات پر امام ممدوح نے اضافہ کرنا چاہا تھا مگر اس کا موقع نہ مل سکا چنانچہ کہیں باب قائم کرلیا تھا مگر اس کے تحت حدیث درج کرنے کی نوبت نہ آئی کہیں حدیث لکھ لی تھی لیکن باب قائم نہ کرسکے تھے، بہرحال کتاب کے بہت سے مقامات اسی طرح تشنۂ تکمیل ہی تھے کہ امام بخاری نے اس دارفانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی بعد کو ناسخین نے اپنی صوابدید کے مطابق جن ابواب میں چاہا ان حدیثوں کو نقل کردیا۔ چنانچہ حافظ ابوالولید باجی، اپنی کتاب اسماء رجال البخاری کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ

"ہم سے حافظ ابوذر ہروی نے بیان کیا کہ ہمیں ابواسحٰق مستملی نے بتایا کہ میں نے صحیح بخاری کو اس کے اصل نسخہ سے جو فربری کے پاس موجود تھا نقل کیا تو میں نے دیکھا کہ اس میں بعض چیزیں تو ناتمام ہیں اور بعض چیزوں کی تبییض ہوچکی ہے چنانچہ بعض تراجم ابواب ایسے تھے کہ ان کے بعد کچھ درج نہ تھا اور بعض حدیثیں ایسی تھیں کہ ان پر ابواب نہ تھے، پھر ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ ملا دیا۔"

باجی کہتے ہیں کہ اس بیان کی صحت کا پتہ اس بات سے بھی چلتا ہے کہ ابواسحٰق مستملی، ابومحمد سرخسی، ابوالہیثم کشمیہنی اور ابوزید مروزی نے جو صحیح بخاری کی روایتیں کی ہیں ان سب کی روایتوں میں باہم تقدیم و تاخیر کا اختلاف ہے حالانکہ اصل نسخہ جس سے سب نے نقل کیا ایک ہی ہے، یہ اختلاف اس لئے ہوا کہ ہر ایک نے جو کچھ کتاب کے حاشیہ پر یا اس کے ساتھ کسی پرچہ پر کچھ لکھا ہوا پایا اس کو اپنے اندازے سے کہ یہ عبارت فلانی جگہ کی ہونی چاہئے اسی جگہ نقل کردیا چنانچہ یہ چیز اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ دو اور دو سے زائد ترجمۃ الباب یکجا لکھے ہوئے ہیں مگر ان میں حدیثیں نہیں ہیں۔

باجی کا بیان ہے کہ یہ چیز میں نے یہاں اس لئے ذکر کی کہ ہمارے اہل وطن ایسے معنی کے دھن میں لگے رہتے ہیں کہ جس سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں باہمی ربط قائم ہوسکے اور وہ اس سلسلہ میں بیجا تاویلات کی بلاوجہ تکلیف اٹھاتے ہیں۔"

(مقدمہ فتح الباری، ج ۱ ص ۶ طبع میریہ مصر)

Marfat.com

بیت الحرام میں ہوا، ابواب وتراجم مسجد نبوی میں منبر شریف اور روضۂ اقدس کے درمیان لکھے[۵۱]، اس محنت اور جانفشانی کے بعد کل حدیثیں جو درج کتاب ہیں ان سب کی مجموعی تعداد بشمول مکررات و معلقات و متابعات نو ہزار بیاسی ۹۰۸۲ ہے[۵۲]۔ یہ تعداد اگرچہ امام بخاری کو جس قدر صحیح حدیثیں زبانی یاد تھیں[۵۳] ان کے دسویں حصہ کے بھی برابر نہیں لیکن امام موصوف کے حسن انتخاب کا بہترین نمونہ ہے، حافظ ابو جعفر عقیلی نے تصریح کی ہے کہ امام بخاری نے جب کتاب الصحیح تصنیف فرمائی تو اسے علی بن المدینی، احمد بن حنبل اور یحیی بن معین وغیرہ کی خدمت میں پیش کیا، ان سب حضرات نے اس کتاب کی تحسین کی اور اس کے صحیح ہونے کی شہادت دی البتہ چار احادیث کی بابت اختلاف کیا لیکن عقیلی کا بیان ہے کہ ان چار کے بارے میں بھی امام بخاری ہی کا فیصلہ درست ہے اور وہ چاروں بھی صحیح ہیں[۵۴]۔

امام بخاری سے اس کتاب کو اگرچہ ہزاروں آدمیوں نے سنا تھا لیکن امام موصوف کے جن تلامذہ سے صحیح بخاری کی روایت کا سلسلہ چلا وہ یہ چار بزرگ ہیں (۱) ابراہیم بن معقل بن الحجاج النسفی المتوفی سنہ ۲۹۴ھ۔ (۲) حماد بن شاکر النسفی المتوفی سنہ ۳۱۱ھ (۳) محمد بن یوسف الفربری المتوفی سنہ ۳۲۰ھ (۴) ابو طلحہ منصور بن محمد بن علی بن قرینہ البزدوی المتوفی سنہ ۳۲۹ھ ان میں اول الذکر دونوں بزرگ مشہور حنفی عالم ہیں اور ابراہیم بن معقل ان سب میں اس حیثیت سے ممتاز ہیں کہ وہ حافظ الحدیث بھی تھے[۵۵]۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری کے شروع

---

۵۱ یہ سب تفصیل مقدمہ فتح الباری (ج ۲ ص ۴۹۰) میں مذکور ہے۔

۵۲ اور بحذف مکررات کل تعداد دو ہزار سات سو اکسٹھ ۲۷۶۱ ہے (مقدمہ فتح الباری)۔

۵۳ چنانچہ حافظ ابوبکر حازمی نے بسند متصل امام بخاری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ احفظ مائۃ الف حدیث صحیح (شروط الائمۃ الخمسہ ص ۴۸ طبع مصر) مجھے ایک لاکھ حدیثیں زبانی یاد ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہ تعداد تمام صحیح حدیثوں کی نہیں بلکہ صرف امام بخاری کی محفوظات کا شمار ہے۔

۵۴ یہ وہ حضرات ہیں جن کے بارے میں خود امام بخاری نے جزء رفع الیدین (ص ۵ طبع لاہور ۱۳۵۹ھ) میں تصریح کی ہے کہ ھؤلاء اھل العلم من اھل زمانھم۔ یہ لوگ اپنے زمانے کے علماء تھے۔ ۵۵ مقدمہ فتح الباری۔

۵۶ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں النسفی کی بجائے حماد بن شاکر النسوی لکھا ہے لیکن علامہ کوثری نے تصریح کی ہے کہ صحیح النسفی ہی ہے اسی طرح ان کی وفات کی بابت بھی حافظ صاحب یہ لکھتے ہیں کہ اظنہ مات فی حدود التسعین یعنی میرے خیال میں ان کی وفات ۲۹۰ھ کے لگ بھگ ہوئی ہے، لیکن محدث کوثری نے حافظ ابن نقطہ کی التقیید کے حوالہ سے جزماً لکھا ہے کہ ان کا سنہ وفات (۳۱۱) ہے، سید مرتضی زبیدی نے تاج العروس شرح قاموس میں ان کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے (وحماد بن شاکر بن سویہ) ابو محمد الوراق الفسوی الحنفی (الراوی صحیح البخاری عنہ) ای عن البخاری نفسہ (فصل السین من باب الواو والیاء) اس عبارت میں بھی الفسوی غلط طبع ہو گیا ہے۔ ۵۷ یہ بہت بڑے علامہ اور نہایت نامور مصنف گزرے ہیں۔ حافظ ہونے کے ساتھ فقیہ بھی تھے اور اختلاف مذاہب میں گہری بصیرت رکھتے تھے محاسن علمیہ کے ساتھ زہد و تقوی اور ورع وعفاف سے بھی متصف تھے آپ کی تصنیفات میں المسند الکبیر اور التفسیر کا ذکر خاص طور پر کیا جاتا ہے، حافظ عبد القادر قرشی نے الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ میں ان کا تذکرہ لکھا ہے اور حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے: ابراھیم بن معقل بن الحجاج الحافظ العلامۃ ابو اسحاق النسفی قاضی نسف وعالمھا ومصنف المسند الکبیر والتفسیر وغیر ذلک اور حافظ مستغفری کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کان فقیھاً حافظاً بصیراً باختلاف العلماء عفیفاً صیناً، حافظ خلیلی فرماتے ہیں ھو حافظ ثقۃ[۱]

۱ اور حافظ ابن حجر فتح الباری کے شروع میں لکھتے ہیں وکان من الحفاظ ولہ تصانیف۔ ۱۲

Marfat.com

میں اپنا سلسلۂ سندان چاروں حضرات تک بیان کردیا ہے، فربری نے امام بخاری سے کتاب الصحیح کا دوبار سماع کیا ہے ایک بار ۲۴۸ھ میں اپنے وطن فربر میں جب امام ممدوح وہاں تشریف لائے ہوئے تھے اور دوسری بار ۲۵۲ھ میں خود بخارا میں جاکر۔

صحیح مسلم | امام مسلم نے اپنی جامع صحیح کا انتخاب تین لاکھ ایسی روایات سے کیا ہے کہ جن کو انھوں نے خود براہ راست اپنے شیوخ سے سنا تھا[۱]۔ پھر جمع صحیح میں نہ صرف یہ کہ اپنی ذاتی تحقیق پر اکتفاء کی یعنی یہ نہیں کیا کہ جن حدیثوں کو خود انھوں نے صحیح سمجھا تھا نقل کردیا بلکہ مزید احتیاط کے پیش نظر صرف وہی حدیثیں درج کیں کہ جن کی صحت پر اور مشائخ وقت کا بھی اتفاق تھا چنانچہ خود ان کا بیان ہے کہ

لیس کل شیٔ عندی صحیح وضعتہ ھھنا انما وضعت ھھنا ما اجمعوا علیہ (صحیح مسلم، باب التشہد فی الصلوۃ)	ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح تھی اس کو میں نے یہاں درج نہیں کیا میں نے تو یہاں صرف ان حدیثوں کو درج کیا ہے کہ جن کی صحت پر شیوخ وقت کا اجماع ہے۔

شیخ ابن صلاح وغیرہ نے اجماع سے اجماعِ عام سمجھا اس لئے ان کو امام مسلم کے اس دعوے کی صحت کے متعلق سخت اشکال ہوا[۲]۔ لیکن امام مسلم کی مراد اجماع سے اجماع عام نہیں بلکہ اس دور کے بعض خاص مشہور شیوخ وقت کا اجماع ہے[۳]۔ چنانچہ علامہ بلقینی نے اس سلسلہ میں امام احمد بن حنبل، یحیٰی بن معین، عثمان بن ابی شیبہ اور سعید بن منصور خراسانی ان چار ائمۂ حدیث کے نام گنا کر لکھا ہے کہ امام مسلم کی مراد اجماع سے ان حضرات کا اجماع ہے[۴]۔

امام مسلم نے اس پر بھی بس نہیں کیا بلکہ جب کتاب مکمل ہوگئی تو حافظِ عصر ابوزرعہ کی خدمت میں لیجاکر

---

[۱] محدث حاکم نیشاپوری نے اس کو بالاسناد خود امام مسلم سے نقل کیا ہے، درمیانی رواۃ صرف یہ دو ہیں، حافظ ابو علی حسین بن محمد ماسرجسی اور ان کے والد (تذکرۃ الحفاظ ذہبی، ترجمہ ابو علی ماسرجسی) یہ بھی واضح رہے کہ یہ امام مسلم کی کل معلومات حدیثیہ کا شمار نہیں بلکہ صرف مسموعہ روایات کا بیان ہے ورنہ ظاہر ہے کہ علم حدیث کی سیکڑوں کتابیں جو ان کی نظر سے گذری ہوں گی اور جن کی روایات پر بطور وجادہ ان کو اطلاع ہوئی ہوگی ان کی تعداد ان سے کئی گنی نہیں تو دوگنی کے قریب قریب ضرور ہوگی۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ تعداد طرق واسانید کی ہے متون کی نہیں۔

[۲] ملاحظہ ہو مقدمہ شرح صحیح مسلم از علامہ نووی۔

[۳] اسی قسم کا اجماع وہ ہے جس کا ذکر امام اسحٰق بن راہویہ کرتے ہیں کہ میں جب عراق میں تھا تو احمد بن حنبل، یحیٰی بن معین اور دیگر اصحاب کے ساتھ نشست و برخاست رہتی، حدیثوں کا مذاکرہ چھڑتا اور ایک ایک روایت کی دو دو تین تین سندیں پیش کرتے جاتے پھر سب کے بیچ میں سے یحیٰی بن معین فرماتے کہ اور یہ سند بھی تو ہے۔ جب اسانید و طرق کا مرحلہ طے ہوچکتا تو میں کہتا کہ الیس قد صح ھذا باجماع منا (کیا یہ حدیث ہم سب کے اجماع سے صحیح نہیں ہوئی) اور سب بالاتفاق کہتے کہ جی ہاں۔ اب میں پوچھتا کہ ما تفسیرہ، ما فقھہ (اس کا مطلب کیا ہے اور اس میں فقہ کیا ہے) اس پر سب لوگ بجز احمد بن حنبل کے رک جاتے تھے۔ اس واقعہ کو ابن ابی حاتم نے حافظ احمد بن سلمہ سے اور انھوں نے خود اسحٰق بن راہویہ سے سنا ہے (ملاحظہ ہو، ترجمۃ الامام احمد من تاریخ الاسلام للذہبی ص ۱۵ طبع دار المعارف مصر ۱۳۶۵ھ)

[۴] تدریب الراوی ص ۲۸۔

Marfat.com

پیش کی جو اس دور میں علل حدیث اور فن جرح و تعدیل کے بہت بڑے امام مانے جاتے تھے اور جس روایت کے بارے میں انھوں نے کسی علت کی طرف اشارہ کیا اسے کتاب سے خارج کر دیا اس طرح پندرہ سال کی محنت شاقہ میں یہ بارہ ہزار[1] احادیث صحیحہ کا ایسا منتخب مجموعہ تیار ہوا کہ جس کے بارے میں خود مصنف نے جوش ادعا میں کہا تھا۔

لو ان اهل الحدیث یکتبون مائتی سنة الحدیث فمدارهم علی هذا المسند یعنی صحیحه[2] | محدثین اگر دو سو سال تک بھی حدیثیں لکھتے رہیں جب بھی ان کا دارومدار اسی المسند الصحیح پر رہے گا۔

مردانِ خدا کی بات بے اثر نہیں ہوتی آج دو سو برس کیا گیارہ سو برس سے اوپر گزر گئے مگر کتاب کا حسنِ قبول اسی طرح پر ہے سچ ہے ع چراغِ مقبلاں ہرگز نمیرد۔

حافظ مسلمہ بن قاسم قرطبی نے اپنی تاریخ میں صحیح مسلم کے متعلق لکھا ہے کہ

لم یضع احد فی الاسلام مثله[3] | اسلام میں کسی نے ایسی کتاب تصنیف نہیں کی۔

اور محدث قاضی عیاض نے الالماع میں ابو مروان طبنی سے نقل کیا ہے کہ میرے بعض شیوخ صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت دیتے تھے[4]، شیخ ابو محمد تجیبی نے اپنی فہرست میں امام ابن حزم ظاہری کے متعلق بھی یہی لکھا ہے کہ وہ مسلم کی کتاب کو بخاری کی کتاب پر ترجیح دیا کرتے تھے[5] اور حافظ ابن مندہ فرماتے ہیں کہ

سمعت اباعلی النیسابوری یقول فما رأیت احفظ منه ما تحت ادیم السماء اصح من کتاب مسلم[6] | میں نے ابوعلی نیشاپوری کو جن سے بڑھ کر حافظِ حدیث میری نظر سے نہیں گزرا یہ کہتے سنا ہے کہ آسمان کے تلے مسلم کی کتاب سے صحیح تر کوئی کتاب نہیں۔

حافظ ابن مندہ نے جس انداز میں ابوعلی نیشاپوری کی یہ تصریح نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

---

[1] تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ امام مسلم، یہ تعداد بشمول مکررات ہے اگر مکررات کو شمار نہ کیا جائے تو کل حدیثوں کی تعداد چار ہزار کے قریب ہوتی ہے (تدریب الراوی، ص ۳۰)۔ [2] مقدمہ شرح صحیح مسلم از نووی

[3، 4] ایضاً [5] مقدمہ فتح الباری، فصل ثانی۔

[6] حافظ ذہبی نے اس کو ابن مندہ سے باسناد متصل نقل کیا ہے (ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ، ترجمہ حافظ ابوعلی حسین بن علی نیشاپوری) واضح رہے کہ صحیح مسلم کی اصحیت کے بارے میں جیسی تصریح حافظ ابوعلی نیشاپوری سے منقول ہے ایسی صحیح بخاری کے متعلق قدماء محدثین میں کسی سے مروی نہیں البتہ محدث نووی نے شرح صحیح مسلم کے مقدمہ میں امام نسائی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

ما فی هذه الکتب کلها اجود من کتاب البخاری | ان ساری کتابوں میں بخاری کی کتاب سے زیادہ خوب کوئی کتاب نہیں۔

لیکن امام نسائی نے اجود (بہت خوب) کا لفظ استعمال کیا ہے اصح کا نہیں، ہمارے خیال میں یہ صحیح بخاری کی جامعیت اور حسن اختصار کی خوبی کا بیان ہے مگر حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ

والنسائی لا یعنی بالجودة الا جودة الاسانید | نسائی کی مراد جودت سے صرف جودت اسانید ہے۔

بے شبہ جودت سے جودت اسانید اور جودت مضامین دونوں مراد لئے جا سکتے ہیں اس لئے ناظرین کو اختیار ہے کہ وہ ہماری رائے سے اتفاق کریں یا حافظ صاحب کی بات مانیں مگر اتنا خیال رہے کہ امام نسائی نے صحیح بخاری کے رواۃ میں سے ایک جماعت کو کتاب الضعفاء والمتروکین میں داخل کیا ہے اور حدیث ابن عمر کیف بك اذا عمرت بین قوم یخبؤن رزق سنتهم هذا الحدیث کو جو حماد بن شاکر کے نسخہ میں مروی ہے موضوع بھی کہا ہے (ملاحظہ ہو التعقبات علی الموضوعات از سیوطی ص ۳۳ طبع علوی لکھنؤ ۱۳۰۳ھ)

Marfat.com

خوردان کی بھی یہی رائے ہے، یہ ابوعلی فن حدیث میں حاکم نیشاپوری صاحب المستدرک علی الصحیحین کے استاذ ہیں، حاکم نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ هو واحد عصره فی الحفظ والاتقان والورع والمذاکرة والتصنیف[1] (یہ حفظِ حدیث، مہارتِ فن، اتقان اور مذاکرہ و تصنیف میں یگانۂ روزگار رہے)

صحیح مسلم کی شہرت اگرچہ مصنف سے تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہے لیکن اس کی روایت کا سلسلہ جس بزرگ کے دم سے قائم رہا وہ مشہور فقیہ حنفی شیخ ابواسحٰق ابراہیم بن محمد بن سفیان نیشاپوری المتوفی ۳۰۸ھ[2] ہیں چنانچہ علامہ نووی مقدمہ شرح مسلم میں لکھتے ہیں:-

واما من حیث الروایة المتصلة بالاسناد المتصل فقد انحصرت طریقته فی هذه البلدان والازمان فی روایة ابی اسحٰق ابراهیم بن محمد بن سفیان عن مسلم۔	اور اسناد متصل کے ساتھ امام مسلم سے اس کی مسلسل روایت کا سلسلہ ان بلاد میں اور ان زمانوں میں صرف ابواسحٰق ابراہیم بن محمد بن سفیان کی روایت میں منحصر ہے۔

ابراہیم بن سفیان کو امام مسلم سے خاص ربط تھا اکثر حاضر خدمت رہتے ان کا بیان ہے کہ امام مسلم نے اس کتاب کی قراءت سے جو انھوں نے ہمارے لئے شروع کی تھی رمضان ۲۵۷ھ میں فراغت پائی۔ یوں بلادِ مغرب میں امام ممدوح کے ایک اور شاگرد ابومحمد احمد بن علی قلانسی سے بھی صحیح مسلم کی روایت کی جاتی تھی لیکن اس کا سلسلہ مغرب کی حدود سے آگے نہ بڑھ سکا اور جو قبول عام ابراہیم نیشاپوری کی روایت کو نصیب ہوا وہ قلانسی کی روایت کو نہ ہوسکا، علاوہ ازیں صحیح مسلم کا آخری حصہ جو تین جزء کے قریب ہے ابومحمد قلانسی نے امام مسلم سے براہ راست نہیں سنا بلکہ وہ اس کو ابراہیم کے شاگرد ابواحمد جلودی سے روایت کرتے ہیں[3]

سنن نسائی امام نسائی نے بھی اپنی سنن میں امام بخاری و مسلم کی طرح صرف صحیح الاسناد روایات ہی کو لیا ہے ان کی تصنیف بخاری و مسلم دونوں کے طریقوں کی جامع سمجھی جاتی ہے اور علل حدیث کا بیان اس پر مستزاد ہے اس کے ساتھ حسنِ ترتیب اور جودتِ تالیف میں بھی ممتاز ہے چنانچہ حافظ ابوعبداللہ بن رشید المتوفی ۷۲۱ھ فرماتے ہیں کہ

انه ابدع الکتب المصنفة فی السنن تصنیفا واحسنها ترصیفا وهو جامع	یہ کتاب علم سنن میں جس قدر کتابیں تالیف ہوئی ہیں ان سب میں تصنیف کے لحاظ سے انوکھی اور ترتیب کے اعتبار سے بہترین ہے

[1] تذکرة الحفاظ ذہبی، ترجمہ ابوعلی نیشاپوری۔

[2] یہ مشہور زاہد فقیہ ایوب بن الحسن نیشاپوری حنفی کے خواص اصحاب میں سے ہیں جنھوں نے فقہ کی تحصیل امام محمد سے کی تھی، بڑے عابد زاہد اور مستجاب الدعوات تھے، فن حدیث کی تحصیل حجاز، نیشاپور، رے اور عراق میں کی تھی، محدث حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں، کان ابراهیم بن سفیان من العباد المجتهدین، ومن الملازمین لمسلم بن الحجاج وکان من اصحاب ایوب بن الحسن الزاهد صاحب الرای یعنی الفقیه الحنفی، سمع ابراهیم بن سفیان بالحجاز ونیسابور والری والعراق، محدث نووی نے مقدمہ شرح مسلم میں ان کا ذکر ان لفظوں سے شروع کیا ہے السید الجلیل ابواسحٰق ابراهیم بن محمد بن سفیان الفقیه الزاهد المجتهد العابد حاکم نے اپنے شیخ محمد بن یزید العدل سے نقل کیا ہے کہ یہ مستجاب الدعوات تھے۔ ابوعمرو بن نجید کہتے ہیں کان من الصالحین حافظ قرشی نے بھی الجواہر المضیہ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔

[3] مقدمہ شرح مسلم از نووی ۱۲۔

Marfat.com

بین طریقی البخاری ومسلم مع حظ کثیر من بیان العلل ۔ [1]

اور یہ بخاری و مسلم دونوں کے طریقوں کی جامع ہے نیز علل حدیث کے بھی ایک خاصے حصہ کا اس میں بیان آگیا ہے۔

صحت کے بارے میں خود امام نسائی کا بیان ہے کہ

کتاب السنن صحیح کلہ [2]

"کتاب السنن" تمامتر صحیح ہے۔

اس کے رجال کی جب محدثین نے جانچ پڑتال کی تو معلوم ہوا کہ تنقید رجال اور صحت اسناد کے بارے میں امام نسائی کے شرائط امام بخاری و مسلم سے بھی زیادہ سخت ہیں چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:۔

فکم من رجل اخرج لہ ابوداؤد و الترمذی تجنب النسائی اخراج حدیثہ بل تجنب النسائی اخراج حدیث جماعۃ من رجال الصحیحین [3]

بہت سے ایسے اشخاص ہیں کہ جن سے ابوداؤد اور ترمذی نے روایتیں لی ہیں مگر امام نسائی نے ان کی روایتوں سے احتراز فرمایا ہے بلکہ امام نسائی نے تو صحیحین تک کے راویوں کی ایک جماعت سے حدیث کی تخریج میں اجتناب کیا ہے۔

اور حافظ ابوالفضل بن طاہر مقدسی، شروط الائمۃ الستہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے امام ابوالقاسم سعد بن علی زنجانی سے مکہ معظمہ میں ایک راوی کا حال دریافت کیا انھوں نے اس کی توثیق کی میں نے عرض کیا کہ امام ابوعبدالرحمن نسائی نے اس کی تضعیف کی ہے اس پر امام موصوف نے فرمایا کہ

یا بنیّ ان لابی عبدالرحمن فی الرجال شرطاً اشد من شرط البخاری ومسلم [4]

بیٹا رجال کے بارے میں ابوعبدالرحمن (امام نسائی) کی شرط بخاری و مسلم کی شرط سے بھی زیادہ سخت ہے۔

اسی بنا پر حافظ محدث امام ابوالحسن معافری المتوفی ۳۰۳ھ جو محدث دارقطنی اور حاکم کے معاصر ہیں فرماتے ہیں کہ

اذا نظرت الی ما یخرجہ اھل الحدیث فما اخرجہ النسائی اقرب الی الصحۃ مما اخرجہ غیرہ ۔ [5]

جب تم محدثین کی روایت کردہ حدیثوں پر نظر ڈالو گے تو جس حدیث کی امام نسائی نے تخریج کی ہوگی وہ دوسروں کی روایت کردہ حدیث کی بہ نسبت صحت کے زیادہ قریب ہوگی۔

اور اسی لئے مغرب کے بعض محدثین صحیح بخاری پر اس کی ترجیح کے قائل ہیں چنانچہ حافظ شمس الدین سخاوی، فتح المغیث میں لکھتے ہیں:۔

صرح بعض المغاربۃ بتفضیل کتاب النسائی علی صحیح البخاری [6]

بعض مغاربہ نے تصریح کی ہے کہ امام نسائی کی کتاب کو صحیح بخاری پر فضیلت حاصل ہے

بلکہ محدث ابن الاحمر نے تو اپنے بعض شیوخ سے یہاں تک نقل کردیا ہے کہ

انہ اشرف المصنفات کلھا وما وضع

یہ (اس فن کی) تمام تصنیفات سے بڑھ چڑھ کر ہے اور اسلام

---

[1] مقدمہ زہر الربی علی المجتبی، از سیوطی، و فتح المغیث از سخاوی۔
[2،3] مقدمہ زہر الربی۔ [4] شروط الائمۃ الستہ ص ۱۸ طبع مصر۔
[5] مقدمہ زہر الربی، از علامہ سیوطی، [6] ص ۱۲ طبع انوار محمدی لکھنؤ۔

Marfat.com

فی الاسلام مثلہ۔ [1] میں اس کے مثل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

ناقدینِ فن کے نزدیک جلالتِ علمی کے اعتبار سے امام نسائی کا پایہ امام مسلم سے بھی بڑھا ہوا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی، مقدمہ فتح الباری میں رقمطراز ہیں:

قد مہ قوم من الحذاق فی معرفۃ ذلك علی مسلم بن الحجاج، وقدمہ الدارقطنی وغیرہ فی ذلك وغیرہ علی امام الائمۃ ابی بکر بن خزیمۃ صاحب الصحیح [2]

فن رجال میں ماہرینِ فن کی ایک جماعت نے ان کو امام مسلم بن الحجاج پر بھی فوقیت دی ہے اور دارقطنی وغیرہ نے ان کو اس فن میں اور دیگر علوم حدیث میں امام الائمہ ابوبکر بن خزیمہ صاحب الصحیح پر بھی مقدم رکھا ہے۔

اور حافظ شمس الدین ذہبی، سیر اعلام النبلاء میں امام نسائی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ

ھو احذق بالحدیث وعللہ ورجالہ من مسلم والترمذی وابی داؤد، وھو جار فی مضمار البخاری وابی زرعۃ [3]

یہ مسلم، ترمذی اور ابوداؤد سے حدیث، عللِ حدیث اور علم الرجال میں زیادہ ماہر ہیں اور بخاری و ابوزرعہ کے ہمسر ہیں۔

اور علامہ تاج الدین سبکی، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں لکھتے ہیں:۔

"میں نے اپنے شیخ حافظ ابوعبداللہ ذہبی سے سوال کیا کہ آیا امام مسلم بن الحجاج حدیث کے زیادہ حافظ ہیں یا امام نسائی؟ فرمایا امام نسائی، پھر شیخ امام والد (حافظ تقی الدین سبکی) سے "اللہ ان پر رحمتیں نازل فرمائے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے اس سے موافقت کی"۔ [4]

امام نسائی سے ان کی کتاب السنن کو جن حضرات نے روایت کیا ہے ان کے اسماءِ گرامی حسب ذیل ہیں:۔

(۱) امام ممدوح کے صاحبزادے عبدالکریم (۲) حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری المعروف بابن السنی المتوفی ۳۶۴ھ (۳) ابوعلی الحسن بن خضر الاسیوطی (۴) الحسن بن رشیق العسکری (۵) حافظ ابوالقاسم حمزہ بن محمد بن علی الکنانی المتوفی ۳۵۷ھ (۶) ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن زکریا بن حیویہ (۷) محمد بن معاویہ بن الاحمر (۸) حافظ ابوعبداللہ محمد بن قاسم بن محمد بن قاسم البنانی الاموی القرطبی المتوفی ۳۲۸ھ (۹) امام ابوالحسن علی بن احمد طحاوی (۱۰) احمد بن محمد بن المہندس۔

ان رواۃ مذکورین میں امام ابوالحسن علی طحاوی المتوفی ۳۵۱ھ اکابر فقہاءِ حنفیہ میں سے ہیں اور بڑے پایہ کے محدث گزرے ہیں، یہ مشہور امام وقت ابوجعفر طحاوی کے صاحبزادے ہیں جن کی "شرح معانی الآثار" علمِ حدیث میں ایک بے مثل کتاب ہے اور نہایت مشہور و متداول ہے۔ [5]

---

[1] فتح المغیث ص ۳۳۔ [2] ہدی الساری مقدمہ فتح الباری، ج ۱ ص ۸ طبع میریہ مصر۔
[3] توضیح الافکار از محدث امیر یمانی، ج ۱ ص ۲۲۸ طبع مصر۔ [4] کتاب مذکور میں امام نسائی کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔
[5] امام ابوالحسن طحاوی کو فقہ، حدیث، لغت، نحو وغیرہ مختلف علوم میں امامت کا درجہ حاصل تھا نہایت متقی اور زاہد تھے، علامہ ابوالمحاسن ابن تغری بردی نے النجوم الزاہرہ میں ان کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے:
کان امام عصرہ بلامدافعۃ فی الحدیث و ... یہ حدیث، فقہ، اختلاف علماء، علم احکام، لغت اور نحو

(باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

یہ بھی واضح رہے کہ بالفعل جو کتاب "سنن نسائی" کے نام سے ہمارے یہاں داخل درس ہے وہ دراصل امام موصوف کی تصنیف نہیں بلکہ ان کی کتاب کا اختصار ہے جو ان کے نامور شاگرد حافظ ابوبکر بن السنی کے قلم کا مرہون منت ہے، اس مختصر کا نام المجتبیٰ ہے اور اس کو سنن صغریٰ بھی کہا جاتا ہے ۔ ۱؎

امام نسائی نے اپنی سنن میں امام ابوحنیفہ سے حسب ذیل حدیث روایت کی ہے۔ حدثنا علی ابن حجر ثنا عیسی ھو ابن یونس عن النعمان یعنی اباحنیفۃ عن عاصم عن ابی رزین عن ابن عباس قال لیس علی من اتی بھیمۃ حد، یہ روایت ابن السنی کے اختصار میں نہیں ہے لیکن ابن الاحمر، ابوعلی سیوطی اور مغاربہ کے نسخوں میں موجود ہے۔ ۲؎

سنن ابی داؤد | امام ابوداؤد سجستانی نے اپنی کتاب السنن کا انتخاب پانچ لاکھ احادیث کو سامنے رکھ کر کیا ہے، چنانچہ خود ان کا بیان ہے کہ

کتبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس مائۃ الف حدیث انتخبت منھا ماضمنتہ ھذا الکتاب، ۳؎	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ لاکھ حدیثیں لکھی ہیں جن سے ان روایات کا انتخاب کیا ہے جو اس کتاب میں درج کی ہیں۔

یہ واضح رہے کہ دیگر مصنفین صحاح کی نسبت امام ابوداؤد پر فقہی ذوق زیادہ غالب تھا، چنانچہ تمام ارباب صحاح ستہ میں صرف یہی ایک بزرگ ہیں کہ جن کو علامہ شیخ ابواسحٰق شیرازی نے طبقات الفقہاء میں جگہ دی ہے، اور امام ممدوح کے اسی فقہی ذوق کا یہ نتیجہ ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب کو صرف احادیث احکام

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ)

الفقہ واختلاف العلماء والاحکام واللغۃ والنحو وصنف المصنفات الحسان، و کان من کبار فقھاء الحنفیۃ۔	میں بلامقابلہ اپنے وقت کے امام تھے، انھوں نے نہایت عمدہ کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور یہ کبار فقہاء حنفیہ میں سے ہیں۔

حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ میں اور فاضل لکھنوی مولانا محمد عبدالحی فرنگی محلی نے التعلیقات السنیہ علی الفوائد البہیہ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) ۱؎ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سنن صغریٰ خود امام نسائی کی تالیف ہے، اس خیال کی تائید میں اس واقعہ کو پیش کیا جاتا ہے کہ امام نسائی نے جب سنن کبریٰ تصنیف فرمائی تو اس کو امیر رملہ کی خدمت میں لیجا کر پیش کیا امیر موصوف نے امام ممدوح سے دریافت کیا کہ اس میں جو کچھ ہے سب صحیح ہے۔ امام نے جواب دیا نہیں، اس پر امیر نے فرمائش کی کہ میرے لئے صرف صحیح روایات کو جمع کر دیجئے، تب امام نسائی نے اس کے لئے سنن صغریٰ تصنیف فرمائی، اس واقعہ کا ذکر علامہ ابن الاثیر نے جامع الاصول میں کیا ہے لیکن یہ واقعہ سرے سے غلط ہے چنانچہ حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں امام نسائی کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ

ان ھذہ الروایۃ لم تصح بل المجتبیٰ اختصار ابن السنی تلمیذ النسائی (توضیح الافکار ج ۱ ص ۲۲۱)	بے شبہ یہ روایت صحیح نہیں بلکہ مجتبیٰ، ابن السنی کا اختصار ہے جو نسائی کے شاگرد ہیں۔

۲؎ ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب، از حافظ ابن حجر عسقلانی، ترجمہ امام ابوحنیفہؒ ۳؎ مقدمہ تلخیص سنن ابی داؤد، از حافظ منذری، یہ کتاب مطبع انصاری دہلی میں غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داؤد کے حاشیہ پر طبع ہوئی ہے اور چونکہ غایۃ المقصود کی صرف ایک جلد طبع ہو کر رہ گئی اس لئے اس نادر کتاب کا بھی صرف ابتدائی حصہ طبع ہوا ہے جو چند ابواب سے زائد نہیں ہے۔

Marfat.com

کے لئے مختص فرمایا یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں آپ کو دیگر کتب صحاح کی طرح زہد اور فضائل اعمال وغیرہ کی حدیثیں نہیں ملیں گی اور گو اس بنا پر احادیث کے بہت سے ابواب سے یہ کتاب خالی ہے لیکن فقہی احادیث کا جتنا بڑا ذخیرہ اس کتاب میں موجود ہے صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں آپ کو نہیں ملے گا، چنانچہ امام حافظ ابوجعفر بن زبیر غرناطی المتوفی ۷۰۸ھ صحاح ستہ کی خصوصیات پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

ولابی داؤد فی حصر احادیث الاحکام و استیعابھا مالیس لغیرہ [۱]	اور احادیث فقہیہ کے حصر و استیعاب کے سلسلہ میں ابوداؤد کو جو بات حاصل ہے وہ دوسرے مصنفین صحاح ستہ کو نہیں۔

خوش قسمتی سے چند سال ہوئے کہ محدث کوثری کے تحشیہ اور تعلیق کے ساتھ امام ابوداؤد کا وہ نادر رسالہ چھپ گیا کہ جس میں انھوں نے اپنی کتاب السنن کا تفصیلی تعارف کرایا ہے، یہ اہل مکہ وغیرہ کے ایک خط کا جواب ہے جس میں انھوں نے کتاب السنن کی احادیث کے بارے میں امام موصوف سے استصواب رائے کیا تھا، ظاہر ہے کہ اس سلسلہ میں امام موصوف کے بیان کی جو اہمیت ہے وہ کسی اور چیز کی نہیں ہو سکتی کہ

ع ــــــ تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں ــــــ

چنانچہ اس رسالہ کا اقتباس ہدیہ ناظرین ہے، امام ممدوح فرماتے ہیں:۔

"آپ لوگوں نے مجھ سے یہ دریافت کیا ہے کہ آپ کو میں یہ بتاؤں کہ کتاب السنن میں جو حدیثیں ہیں آیا یہ میرے علم کے مطابق صحیح ترین حدیثیں ہیں، سو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ سب ایسی ہی ہیں، الا یہ کہ وہ حدیث دو صحیح طریقوں سے مروی ہو اور ان میں سے ایک کا راوی اسناد میں مقدم ہو، (یعنی اس کی سند عالی ہو اور اس میں واسطے کم ہوں) اور دوسرے کا حفظ میں بڑھا ہوا ہو، تو ایسی صورت میں کبھی اول الذکر طریقہ ہی کو لکھ دیتا ہوں، حالانکہ میرے خیال میں مجھے ایسی دس حدیثیں بھی اپنی کتاب میں معلوم نہیں ہوتیں اور میں نے باب میں صرف ایک یا دو حدیثیں ہی نقل کی ہیں گو اس باب کی اور صحیح حدیثیں بھی موجود تھیں کیونکہ اس صورت میں بہت کثرت ہو جاتی اور میرا مقصد یہ تھا کہ نفع جلد ہو، اور جب کسی باب میں میں نے کسی حدیث کو دو یا تین طریقوں سے دہرایا ہے تو اس سبب سے کہ اس میں کوئی بات زیادہ تھی اور کبھی اس میں دوسری احادیث کی بہ نسبت صرف ایک ہی لفظ زیادہ تھا اور بعض دفعہ میں نے ایک طویل حدیث کو مختصراً ذکر کیا ہے، کیونکہ اگر اس کو پوری نقل کرتا تو بعض سامعین کو پتہ بھی نہ چلتا اور اس میں جو فقہ کا مسئلہ تھا وہ سمجھ ہی میں نہ آتا لہٰذا اس کا اختصار کرنا پڑا۔

رہی مرسل احادیث سو ان سے گذشتہ عہد کے علماء جیسے کہ سفیان ثوری، مالک بن انس، اور اوزاعی حجت پکڑتے تھے، یہاں تک شافعی آئے اور انھوں نے ان پر کلام کرنا شروع کیا اور احمد بن حنبل وغیرہ نے اس باب میں ان ہی کی اتباع کی، اللہ ان سب کو اپنی رضا نصیب کرے، سو جب کوئی مسند روایت، مرسل روایت کے خلاف موجود نہ ہو اور

[۱] تدریب الراوی ص ۵۶، مقدمہ زہر الربیٰ علی المجتبیٰ، اور مقدمہ قوت المغتذی شرح جامع الترمذی ۱۲۰

مسند روایت نہ پائی جائے تو ایسی صورت میں مرسل روایت کو بھی مانا جائے گا لیکن وہ قوت میں متصل روایت کے برابر نہیں ہے۔

اور کتاب السنن جس کو میں نے تصنیف کیا ہے اس میں کسی متروک الحدیث شخص سے کوئی روایت نہیں ہے، اور اگر اس میں کوئی منکر روایت آگئی ہے تو میں نے اس کا منکر ہونا بیان کر دیا ہے اور ایسا اس صورت میں ہوا ہے جبکہ اس باب میں اس کے علاوہ اور کوئی روایت نہ تھی۔

اور یہ وہ حدیثیں ہیں کہ ابن مبارک اور وکیع کی کتاب میں ان میں سے بہت تھوڑی روایات ہیں، ان کی کتابوں میں زیادہ مراسیل درج ہیں اور مالک بن انس کی کتاب السنن موطا میں اور اسی طرح حماد بن سلمہ اور عبدالرزاق کی مصنفات میں ان میں سے اچھی خاصی روایتیں آگئی ہیں، تاہم جیسا کہ میرا خیال ہے ان سب حضرات کی مجموعی کتابوں میں بھی یعنی مالک بن انس، حماد بن سلمہ اور عبدالرزاق کی تصنیفات کو ملا کر بھی اس کتاب کی تہائی روایتیں نہیں ہیں[1]

اور میری کتاب میں جو حدیث ایسی تھی کہ اس میں ذرا زیادہ کمزوری تھی تو میں نے اس کو بیان کر دیا ہے اور اسی میں وہ روایت بھی آگئی کہ جس کی سند صحیح نہیں اور جس روایت کے بارے میں میں نے کچھ نہیں کہا تو وہ ٹھیک ہے اور ان میں بعض بعض سے صحت میں بڑھی ہوئی ہیں اور جو یہ کتاب میرے سوا کسی اور کی لکھی ہوتی تو پھر میں اس کے بارے میں اس سے بھی زیادہ کہتا، اور یہ ایسی کتاب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سنت بھی ٹھیک اسناد سے تمہیں ملے گی وہ اس میں موجود ہوگی الا یہ کہ وہ کوئی ایسی بات ہو کہ جو حدیث سے استنباط کی گئی ہو۔

میرے علم میں قرآن کے بعد جتنا اس کتاب کا سیکھنا لوگوں پر لازم ہے اتنا کسی اور چیز کا نہیں، اور اس کتاب کے لکھ لینے کے بعد اگر کوئی شخص علم کی کوئی اور چیز نہ لکھے تو کچھ نقصان نہیں، جب کوئی شخص اس کتاب کو دیکھے گا اور اس میں غور کرے گا اور اس کو سمجھے گا تب اس کو اس کی قدر معلوم ہوگی۔

اور یہ مسائل یعنی ثوری، مالک اور شافعی کے مسائل سو ان کی بنا ان ہی احادیث پر ہے تاہم مجھے یہ پسند ہے کہ اس کتاب کے ساتھ ساتھ صحابہ کے فتاوے کو بھی قلمبند کیا جائے، نیز کوئی ایسی کتاب بھی نقل کر لی جائے جیسی کہ سفیان ثوری کی جامع ہے کہ وہ ان سب جوامع میں جو لوگوں نے تصنیف کی ہیں سب سے اچھی ہے۔

---

[1] لیکن اس کے باوجود علامہ محمد بن ابراہیم وزیر یمانی، العواصم والقواصم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم میں (جس کا قلمی نسخہ میرے پاس موجود ہے) امام نووی سے ناقل ہیں کہ

ان ابا داؤد لم یستوعب الصحیح من احادیث الاحکام ولا معظمہ، وذلک ظاہر بل معرفتہ ضروریۃ لمن لہ ادنی اطلاع انتہی

امام ابوداؤد سب احادیث احکام بلکہ بیشتر کو بھی نہیں لائے اور یہ ایک ظاہر چیز ہے بلکہ اس کا علم تو اسے بھی ضرور ہو جاتا ہے جسے اس فن کی ذرا سی بھی خبر ہے۔

Marfat.com

اور جو حدیثیں کہ میں نے کتاب السنن میں درج کی ہیں ان میں اکثر مشہور روایات ہیں جو ہر اس شخص کے پاس موجود ہیں کہ جس نے تھوڑا بہت بھی احادیث کو لکھا ہے لیکن ان کو تمیز کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔

اور میں نے کتاب السنن میں صرف احکام ہی کو تصنیف کیا ہے، زہد اور فضائل اعمال وغیرہ کو تصنیف نہیں کیا، سو یہ چار ہزار آٹھ سو احادیث ہیں جو سب کی سب احکام پر مشتمل ہیں"[1]

سنن ابی داؤد کی افادیت کے پیش نظر امام غزالی نے تصریح کی ہے کہ علم حدیث میں صرف یہی ایک کتاب مجتہد کے لئے کافی ہے[2]، محدث زکریا ساجی کے الفاظ ہیں:۔

کتاب اللہ عزوجل اصل الاسلام وکتاب السنن لابی داؤد عهد الاسلام[3]	اصل اسلام کتاب اللہ ہے، اور فرمان اسلام سنن ابی داؤد۔

علامہ ابن حزم کا بیان ہے کہ ایک بار حافظ سعید بن سکن صاحب الصحیح المتوفی ۳۵۳ھ کی خدمت میں اصحاب حدیث کی ایک جماعت حاضر ہوئی اور انھوں نے کہا کہ ہمارے سامنے حدیث کی بہت سی کتابیں آگئی ہیں اگر شیخ اس سلسلہ میں کچھ ایسی کتابوں کی طرف ہم لوگوں کی رہنمائی کریں کہ جن پر ہم اکتفا کرسکیں تو بہتر ہے، حافظ ابن سکن نے یہ سن کر کچھ جواب نہیں دیا بلکہ اٹھ کر سیدھے اندر گھر میں تشریف لے گئے اور کتابوں کے چار بستے لاکر اوپر تلے رکھ دیئے، پھر فرمانے لگے۔

هذه قواعد الاسلام، کتاب مسلم وکتاب البخاری وکتاب ابی داؤد وکتاب النسائی۔[4]	یہ اسلام کی بنیادیں ہیں، کتاب مسلم، کتاب بخاری، کتاب ابی داؤد اور کتاب نسائی۔

اور حافظ ابوعبداللہ بن منده اپنی صحیح میں لکھتے ہیں:۔

الائمة الاربعة الذین اخرجوا الصحیح ومیزوا ثابته من سقیمه، وخطأه من صوابه هم البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی۔[5]	وہ چار ائمہ کہ جنھوں نے صحیح حدیث کی تخریج کی اور ثابت کو سقیم سے اور خطا کو صواب سے جدا کیا۔ یہ چار ہیں، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی۔

محدث حاکم نیشاپوری نے بھی سنن ابی داؤد کو صحیح بتایا ہے[6] اور حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ

کل ماسکت علیه ابوداؤد فهو صحیح عنده۔[7]	جس حدیث پر امام ابوداؤد کچھ کلام نہ کریں وہ ان کے نزدیک صحیح ہے۔

امام ابوداؤد نے کتاب السنن کی تکمیل بہت پہلے اپنے عہد شباب ہی میں کرلی تھی، یہ وہ زمانہ ہے

---

[1] ملاحظہ ہو رسالہ مذکورہ از ص ۲ تا ص ۸ طبع قاہرہ ۱۳۶۹ھ۔ [2] فتح المغیث از سخاوی ص ۲۸۔
[3] شروط الائمۃ الستہ از ابن طاہر ص ۱۷، طبقات ابن السبکی، تذکرۃ الحفاظ ذہبی، ان تینوں کتابوں میں عهد الاسلام مرقوم ہے لیکن شاہ عبدالعزیز صاحب نے بستان المحدثین میں اس کا ترجمہ "ستون اسلام" کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے اس کو عمد الاسلام پڑھا ہے۔ [4] شروط الائمۃ الستہ ص ۱۶۔
[5] تہذیب التہذیب میں عکرمہ مولی ابن عباس کا ترجمہ دیکھو۔
[6] فتح المغیث ص ۳۳۔ [7] ایضاً ص ۲۹، وتوضیح الافکار، ج ۲ ص ۱۹۷۔

Marfat.com

کہ جب ان کے شیخ امام احمد بن حنبل زندہ تھے، امام ابوداؤد نے جب یہ کتاب امام ممدوح کی خدمت میں لے جا کر پیش کی تو امام ممدوح نے اس کو پسند فرمایا اور اس کی تحسین کی[1] تصنیف ہونے کے ساتھ ہی حق تعالیٰ نے اس کتاب کو جو قبول عام بخشا وہ صحاح ستہ میں سے کسی کتاب کو نصیب نہ ہو سکا، چنانچہ امام موصوف کے شاگرد حافظ محمد بن مخلد دوری[2] المتوفی ۳۳۱ھ کا بیان ہے کہ

لما صنف السنن وقرأه على الناس صار كتابه لاهل الحديث كالمصحف يتبعونه (تہذیب التہذیب ترجمہ امام ممدوح)۔

جب انھوں نے کتاب السنن تصنیف کی اور اس کو لوگوں کے سامنے پڑھا تو محدثین کے لئے ان کی کتاب قرآن کی طرح قابل اتباع بن گئی۔

اور امام حمد بن محمد ابو سلیمان خطابی المتوفی ۳۸۸ھ اپنی مشہور کتاب معالم السنن شرح سنن ابی داؤد میں فرماتے ہیں:-

ان كتاب السنن لابي داؤد كتاب شريف لم يصنف في علم الدين كتاب مثله وقد رزق القبول من الناس كافة، فصار حكما بين فرق العلماء وطبقات الفقهاء على اختلاف مذاهبهم فلكل فيه ورد ومنه شرب وعليه معول اهل العراق واهل مصر وبلاد المغرب وكثير من مدن اقطار الارض فاما اهل خراسان فقد اولع اكثرهم بكتاب محمد بن اسمٰعيل ومسلم بن الحجاج ومن نحا نحوهما في جمع الصحيح على شرطهما في السبك والانتقاد الا ان كتاب ابي داؤد احسن رصفا واكثر فقها[3]

امام ابوداؤد کی کتاب السنن بلاشبہ ایسی عمدہ کتاب ہے کہ علم دین میں ایسی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی، اور اس نے سب لوگوں کی طرف سے سند قبولیت حاصل کی، چنانچہ یہ کتاب علماء کے تمام فرقوں اور فقہاء کے سب طبقوں میں باوجود اختلاف مذاہب کے حکم مانی جاتی ہے سب لوگ اسی کے گھاٹ پر آتے اور یہیں سیراب ہوتے ہیں اسی پر اہل عراق اہل مصر بلاد مغرب اور روئے زمین کے بہت سے شہروں کے رہنے والوں کو اعتماد ہے، البتہ اہل خراسان میں بیشتر لوگ محمد بن اسمٰعیل مسلم بن الحجاج اور ان لوگوں کی کتابوں کے دلدادہ ہیں کہ جو جمع صحیح میں ان دونوں حضرات کے قدم بقدم چلے ہیں اور جنھوں نے جانچ پرتال میں انہی شرط کو ملحوظ رکھا ہے، لیکن ابوداؤد کی کتاب ترتیب کے اعتبار سے بہت اچھی اور فقہ کے لحاظ سے بہت بڑھی ہوئی ہے

امام ابوداؤد سے ان کی کتاب السنن کو حسب ذیل حضرات نے روایت کیا ہے (۱) ابو علی محمد بن احمد بن عمرو لؤلؤی (۲) ابو الطیب احمد بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن اشنانی (۳) حافظ ابو سعید احمد بن محمد بن زیاد

[1] مقدمہ تلخیص منذری ص ۵۔ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ امام ابی داؤد۔

[2] یہ بڑے پایہ کے حافظ حدیث گزرے ہیں، محدث خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں ان کا نہایت مبسوط ترجمہ لکھا ہے اور حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے۔ الامام المفید الثقۃ محدث بغداد، حدیث میں امام ابوحنیفہ کی مسند سب سے پہلے انھیں نے تصنیف کی ہے جس کا نام جمع حدیث ابی حنیفہ ہے، خطیب بغدادی نے اس کتاب کا ذکر تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۸۸ (طبع مصر) میں کیا ہے۔

[3] معالم السنن ج ۱ ص ۶ طبع حلب۔

Marfat.com

المعروف بابن الاعرابی المتوفی ۳۴۰ھ (۴) ابوبکر محمد بن عبدالرزاق بن داسہ المتوفی بعد ۳۴۵ھ۔ امام ابوبکر جصاص حنفی صاحب احکام القرآن، سنن ابی داؤد کو ان ہی سے روایت کرتے ہیں[1]۔ (۵) ابوعمرو احمد بن علی بن الحسن بصری (۶) ابوالحسن علی بن الحسن بن عبدالانصاری۔ (۷) ابوعیسیٰ اسحاق بن موسیٰ بن سعید رملی المتوفی ۳۲۰ھ جو امام ممدوح کے وراق رہ چکے ہیں (۸) ابواسامہ محمد بن عبدالملک بن یزید الرواس (۹) ابوسالم محمد بن سعید الجلودی[2]۔ ان میں حافظ ابن الاعرابی کے نسخہ میں کچھ حدیثیں کم ہیں اس میں کتاب الفتن والملاحم اور بعض اور ابواب بھی ساقط ہیں، ابن داسہ رملی اور لؤلؤی کے نسخوں میں گو ترتیب کے اعتبار سے کچھ تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے لیکن تعداد احادیث کے لحاظ سے یہ نسخے قریب قریب ہیں، البتہ احادیث پر امام ابوداؤد نے جو کلام فرمایا ہے وہ بعض نسخوں میں زیادہ اور بعض میں کم ہے۔ ہاں ابوعلی لؤلؤی کے نسخے کو اس اعتبار سے ترجیح حاصل ہے کہ انھوں نے کتاب السنن کا سماع محرم ۲۷۵ھ میں کیا ہے جبکہ امام ابوداؤد نے اس کی آخری املاء کرائی تھی کیونکہ اسی سال بروز جمعہ ۱۶ شوال کو امام ممدوح نے آخرت کا سفر اختیار کیا ہے[3]۔

---

[1] امام جصاص مشہور اکابر حنفیہ میں سے ہیں، بہت بڑے محدث اور امام تھے، فن حدیث میں ان کو امام ابوالحسن کرخی، ابوالعباس اصم، حافظ عبدالباقی بن قانع، اور ابوعمر غلام ثعلب سے تلمذ حاصل ہے، ۳۰۵ھ میں پیدا ہوئے طلب حدیث میں مختلف ممالک کا سفر کیا، ۳۲۵ھ میں بغداد آئے اور امام کرخی سے فقہ و حدیث کی تعلیم حاصل کی، پھر اسی سلسلہ میں اہواز گئے اور وہاں سے دوبارہ بغداد آئے یہاں آکر امام کرخی کے مشورہ سے محدث حاکم نیشاپوری کے ساتھ اس فن کی تکمیل کے لئے نیشاپور تک گئے۔ یہ ابھی نیشاپور ہی میں تھے، کہ امام کرخی کا انتقال ہو گیا، نیشاپور سے ۳۴۴ھ میں بغداد کو واپسی ہوئی اور پھر یہیں کے ہو رہے بغداد میں ان کی درسگاہ تمام عالم اسلامی کا مرجع تھی نہایت زاہد اور پاکباز تھے، بارگاہ خلافت سے ان کو بار بار عہدہ قضا پیش کیا گیا لیکن انھوں نے کبھی قبول نہیں فرمایا، امام ضمیری فرماتے ہیں:

استقر التدریس ببغداد لابی بکر الرازی و انتهت الرحلة الیه، وکان علی طریق من تقدمه فی الورع والزهد والصیانة۔

بغداد میں ابوبکر رازی کے درس کا سلسلہ قائم ہوا اور علمی رحلت کی انتہا ان کے آستانہ پر ہوئی، یہ زہد و ورع اور احتیاط میں متقدمین کے طرز پر تھے۔

خطیب بغدادی کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں، کان امام اصحاب ابی حنیفة فی وقته وکان مشهوراً بالزهد، حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواہر المضیہ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں کیا ہے احمد بن علی الرازی الامام الکبیر الشان، ان کے حلقۂ درس سے بڑے بڑے اکابر ائمہ پیدا ہوئے جن میں امام ابوبکر محمد بن موسیٰ خوارزمی، امام ابوجعفر محمد بن احمد نسفی، امام ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن مہدی فقیہ جرجانی، استاذ امام قدوری، امام ابوالفرج احمد بن محمد بن عمر المعروف بابن المسلمہ، امام ابوالحسین محمد بن احمد زعفرانی امام ابوالحسین محمد بن احمد بن الطیب کماری خاص طور پر قابل ذکر ہیں، امام جصاص کی متعدد تصانیف یادگار ہیں جن میں سے عرصہ ہوا کہ احکام القرآن جو اپنے موضوع پر ایک بے نظیر کتاب ہے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے اور شرح مختصر الطحاوی کا عکسی فوٹو حضرت مولانا ابوالوفا افغانی صدر مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کی خدمت میں میری نظر سے گزرا ہے، امام ممدوح کی تمام تصنیفات آپ کے محدث اور حافظ حدیث ہونے پر شاہد عدل ہیں، مولانا اسمٰعیل شہید دہلوی نے تنویر العینین میں ان کو مجتہدین میں شمار کیا ہے، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں حسن بن رشیق کے ترجمہ میں ان کا سنہ وفات ۳۷۰ تحریر کیا ہے۔

[2] تہذیب التہذیب، ترجمہ امام ابوداؤد، [3] مقدمہ غایۃ المقصود شرح سنن ابی داؤد، واختصار علوم الحدیث از حافظ ابن کثیر۔

Marfat.com

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ امام ابوداؤد سجستانی اپنے دور کے بعض تنگ نظر ارباب روایات کی طرح ائمہ اہل الرائے کے مخالف نہ تھے بلکہ فقہاء کرام کی مساعی جمیلہ کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور بڑے ادب و احترام سے ان کا ذکر خیر کرتے تھے، چنانچہ حافظ مغرب علامہ ابن عبدالبر قرطبی لبسند متصل ان سے ناقل ہیں کہ

حدثنا عبداللہ بن محمد بن عبدالمومن بن یحییٰ رحمہ اللہ قال اخبرنا ابوبکر محمد بن بکر بن عبدالرزاق التمار المعروف بابن داسة قال سمعت اباداؤد سلیمان ابن الاشعث بن اسحاق السجستانی رحمہ اللہ یقول، رحم اللہ مالکاً کان اماماً، رحم اللہ الشافعی کان اماماً رحم اللہ اباحنیفة کان اماماً۔ ؎۱

اللہ تعالیٰ مالک پر رحمت نازل فرمائے وہ امام تھے، اللہ تعالیٰ شافعی پر رحمت نازل فرمائے وہ امام تھے، اللہ تعالیٰ ابوحنیفہ پر رحمت نازل فرمائے وہ امام تھے۔

جامع ترمذی | امام ترمذی کی کتاب امام ابوداؤد سجستانی اور امام بخاری دونوں کے طریقوں کی جامع ہے۔ ایک طرف انھوں نے اپنی کتاب میں احادیث احکام میں سے صرف ان احادیث کو لیا ہے کہ جن پر فقہاء کا عمل رہا ہے دوسری طرف اس کو صرف احکام کے لئے مختص نہیں کیا بلکہ امام بخاری کی طرح سب ابواب کی احادیث کو لے کر اپنی کتاب کو جامع بنا دیا ہے اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ علوم حدیث کی مختلف انواع کو اپنی کتاب میں اس طرح سمویا ہے کہ وہ علم حدیث کا بوقلموں زار بن گئی ہے، چنانچہ حافظ ابوجعفر بن الزبیر المتوفی ۷۰۸ھ صحاح ستہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

وللترمذی فی فنون الصناعة الحدیثیة مالم یشارکه غیره۔ ؎۲

امام ترمذی کو علم حدیث کے مختلف فنون کو جمع کرنے کے لحاظ سے جو امتیاز حاصل ہے اس میں کوئی اور ان کا شریک نہیں۔

حافظ ابن رشید المتوفی ۷۲۲ھ نے ان فنون کی حسب ذیل تفصیل دی ہے (۱) تبویب (۲) بیان فقہ (۳) علل احادیث و بیان صحیح و ضعیف (۴) بیان اسماء و کنیٰ (۵) جرح و تعدیل (۶) جن سے حدیث نقل کی ہے ان کے متعلق یہ بتلانا کہ ان میں سے کس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا ہے اور کس نے نہیں۔ (۷) راویان حدیث کا شمار۔ اس تفصیل کے بعد حافظ موصوف لکھتے ہیں کہ "یہ تو اس کتاب کے علوم کا اجمالی بیان ہے اور تفصیل میں جایا جائے تو اور بھی متعدد علوم ہیں" ؎۳

حافظ ابوالفتح بن سیدالناس فرماتے ہیں کہ منجملہ ان علوم کے جو ترمذی کی کتاب میں موجود ہیں اور جن کو ابن رشید نے ذکر نہیں کیا ہے یہ ہیں (۸) بیان شذوذ (۹) بیان موقوف (۱۰) بیان مدرج۔ ؎۳

؎۱ الانتقاء فی فضائل الثلاثة الائمة الفقہاء ص ۳۲، اور جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۶۳، محدث کوثری رحمہ اللہ نے الانتقاء کے حواشی صفحہ ۹ میں یہ بھی تصریح کی ہے کہ امام ابوداؤد نے ان حضرات ائمہ ثلاثہ کے ذکر میں جو ترتیب ملحوظ رکھی ہے وہ ان کے طبقات کے اعتبار سے نہیں بلکہ اوطان کے اعتبار سے ہے، کیونکہ امام مالک مدنی ہیں، امام شافعی مکی اور امام ابوحنیفہ کوفی۔
؎۲ و ؎۳ مقدمہ قوت علی جامع الترمذی از حافظ سیوطی۔ ۱۲

اور حافظ ابوبکر بن العربی المتوفی ۵۴۳ھ عارضۃ الاحوذی شرح ترمذی میں رقمطراز ہیں :-

"اس کتاب میں حسب ذیل چودہ علوم ہیں، احادیث کی اس طرح تدوین کہ جو عمل سے قریب تر کر دیتی ہے بیان اسناد، تصحیح وتضعیف، تعداد طرق، جرح وتعدیل، بیان اسم وکنیت رواۃ، بیان وصل وانقطاع، معمول بہ اور متروک العمل روایات کی توضیح، احادیث کتاب کے رد وقبول کے بارے میں علماء کا جو اختلاف ہے اس کا بیان، حدیثوں کی توجیہ وتاویل کے سلسلہ میں علماء کے اختلاف آراء کا ذکر، اور یہ وہ علوم ہیں کہ ان میں سے ہر ایک علم اپنی جگہ مستقل حیثیت رکھتا ہے۔" ۱؎

محدث حاکم نیشاپوری اور خطیب بغدادی نے جامع ترمذی کو صحیح کہا ہے ۲؎ اور حافظ ابوبکر بن نقطہ بغدادی المتوفی ۶۲۹ھ اپنی مشہور کتاب التقیید فی رواۃ الکتب والمسانید میں خود امام ترمذی کی زبانی ناقل ہیں کہ

صنفت هذا المسند الصحيح وعرضته على علماء الحجاز فرضوا به وعرضته على علماء العراق فرضوا به وعرضته على علماء خراسان فرضوا به ومن كان فى بيته هذا الكتاب فكانما فى بيته نبى ينطق وفى رواية يتكلم۔ ۳؎

میں نے اس المسند الصحیح (یعنی کتاب الجامع) کو تصنیف کرکے علماء حجاز کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے اس کو پسند کیا اور علماء عراق کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے اس کو پسند کیا اور علماء خراسان کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے اس کو پسند کیا اور جس کے گھر میں یہ کتاب موجود ہے اس کے گھر میں گویا پیغمبر موجود ہے کہ جو خود بول رہا ہے۔

اور حافظ ابوالفتح بن سیدالناس المتوفی ۷۳۴ھ شرح ترمذی کے مقدمہ میں حافظ یوسف بن احمد سے نقل کرتے ہیں۔

لابى عيسى فضائل تجمع وتروى وتسمع، وكتابه من الكتب الخمسة التى اتفق اهل الحل والعقد والفضل والفقه من العلماء والفقهاء واهل الحديث النبهاء على قبولها والحكم بصحة اصولها ۴؎

امام ابوعیسیٰ (ترمذی) ایسے فضائل کے حامل ہیں کہ جن کو لکھا جاتا ہے اور بیان کیا جاتا ہے اور سنا جاتا ہے اور ان کی کتاب ان پانچ کتابوں میں داخل ہے کہ جن کی قبولیت اور ان کے اصول کی صحت کے فیصلہ پر علماء فقہا اور اکابر محدثین میں سے اہل حل وعقد اور ارباب فضل ودانش نے اتفاق کیا ہے۔

اور حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی لکھتے ہیں کہ ایک بار ہرات میں امام ابواسمٰعیل عبداللہ ۵؎ بن محمد انصاری سے امام ترمذی اور ان کی جامع کا ذکر آیا تو فرمانے لگے کہ

۱؎ عارضۃ الاحوذی ص ۴، ۵ ج ۱ طبع نظامی کان پور، یہ کتاب مجموعہ شروح اربعہ ترمذی کے ساتھ اس کے حاشیہ پر طبع ہوئی ہے۔
۲؎ مقدمہ ابن صلاح، ص ۴۹ طبع حلب ۱۳۵۰ھ ۳؎ البدایۃ والنہایہ از حافظ ابن کثیر ج ۱۱ ص ۶۷ طبع مصر۔
۴؎ اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ پیر جھنڈو ضلع حیدرآباد سندھ میں میری نظر سے گزرا ہے۔ ۵؎ شیخ الاسلام عبداللہ انصاری مشہور محدث اور صوفی ہیں، امام ترمذی سے ان کو بہ دو واسطہ تلمذ حاصل ہے، سال ولادت ۳۹۶ھ اور سال وفات ۴۸۱ھ ہے، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا نہایت مبسوط ترجمہ لکھا ہے جو ان لفظوں سے شروع ہوتا ہے شیخ الاسلام الحافظ الامام الزاهد یہ ترجمہ سات صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ انھوں نے امام ابوحنیفہ کی ایک مسند بھی لکھی ہے جس کا نام ہے جمع احادیث ابی حنیفہ، اس مسند کو حافظ سمعانی ان کے بہ دو واسطہ روایت کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو الجواہر المضیہ ترجمہ نصر بن سیار)

Marfat.com

كتابه عندي انفع من كتاب البخاري ومسلم لان كتابي البخاري ومسلم لا يقف على الفائدة منهما الا المتبحر العالم وكتاب ابي عيسى يصل الى فائدته كل احد من الناس [1]

ان کی کتاب میرے نزدیک بخاری و مسلم کی کتاب سے زیادہ نافع ہے کیونکہ بخاری و مسلم کی کتابوں سے تو صرف عالم متبحر ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے، لیکن ابو عیسیٰ کی کتاب سے ہر شخص مستفید ہو سکتا ہے۔

یہ واضح رہے کہ اگرچہ امام ترمذی، امام بخاری کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں تاہم یہ شرف ان کو بھی حاصل ہے کہ خود استاد نے ان سے حدیث کا سماع کیا ہے، چنانچہ "ابواب التفسیر" سورہ الحشر میں حسب ذیل روایات لکھ کر حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن عن هارون بن معاوية عن حفص بن غياث عن حبيب بن ابي عمرة عن سعيد بن جبير عن النبي صلى الله عليه وسلم مرسلاً فرماتے ہیں:-

سمع منى محمد بن اسماعيل هذا الحديث

مجھ سے محمد بن اسماعیل نے یہ حدیث سنی ہے۔

اسی طرح "ابواب المناقب" میں حدیث "یا علی لا یحل لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد غیری و غیرك" کے متعلق لکھا ہے کہ "وقد سمع محمد بن اسمعیل منی ھذا الحدیث" اور امام بخاری نے خود ان کے سامنے اس امر کا اعتراف کیا تھا کہ

ما انتفعت بك اكثر مما انتفعت بي [2]

میں نے تم سے اس سے زیادہ نفع اٹھایا جتنا تم نے مجھ سے اٹھایا۔

بعض مواقع پر امام ترمذی نے اپنی جامع میں احادیث کی تصحیح کے سلسلہ میں امام بخاری و مسلم سے اختلاف بھی کیا ہے، چنانچہ "باب الاستنجاء بالحجرین" میں حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال خرج النبی صلے اللہ علیہ وسلم لحاجته فقال التمس لی ثلاثة احجار الخ کو نقل کرکے اور اس کے مختلف طرق بیان کرکے لکھتے ہیں کہ

هذا حديث فيه اضطراب، قال ابو عيسى سألت عبد الله بن عبد الرحمن، اى الروايات فى هذا عن ابى اسحق اصح فلم يقض فيه بشئ وسألت محمداً عن هذا فلم يقض فيه بشئ كانه رأى حديث ابى اسحق عن عبد الرحمن بن الاسود عن ابيه عن عبد الله اشبه، ووضعه فى كتابه الجامع واصح شئ فى هذا عندى حديث اسرائيل وقيس عن ابى اسحق عن ابى عبيدة عن عبد الله لان اسرائيل اثبت واحفظ لحديث ابى اسحق من هؤلاء وتابعه على ذلك قيس بن الربيع، وسمعت محمد بن المثنى يقول

اس حدیث میں اضطراب ہے، میں نے عبد اللہ بن عبد الرحمن (امام دارمی) سے پوچھا تھا کہ اس بارے میں ابو اسحق سے کونسی روایت زیادہ صحیح ہے تو وہ کچھ فیصلہ نہ کر سکے، اور محمد (امام بخاری) سے پوچھا تو انھوں نے بھی کوئی فیصلہ نہیں کیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے "ابو اسحق عن عبد الرحمن بن الاسود عن ابیہ عن عبد اللہ" والے طرق کو زیادہ مناسب سمجھا اس لئے اپنی کتاب الجامع میں اسی کو جگہ دی اور میرے نزدیک اس باب میں "اسرائیل وقیس عن ابی اسحق عن ابی عبیدۃ عن عبد اللہ" والی سند زیادہ صحیح ہے کیونکہ اسرائیل ابو اسحق کی حدیث میں ان سب سے زیادہ پکے اور سب سے زیادہ حافظ ہیں اور اس روایت میں قیس بن الربیع نے

[1] شروط الائمۃ الستہ ص ۱۶۔ [2] تہذیب التہذیب، ترجمہ امام ترمذی۔

Marfat.com

سمعت عبدالرحمن بن مهدی يقول ما فاتني الذی فاتني من حديث سفيان الثوری عن ابی اسحق الا لما اتكلت به على اسرائيل لانه كان ياتی به اتم، قال ابوعيسىٰ، وزهير فی ابی اسحق ليس بذاك لان سماعه منه باخرة، سمعت احمد بن الحسن يقول سمعت احمد بن حنبل يقول اذا سمعت الحديث من زائدة وزهير فلا تبال ان لا تسمعه من غيرهما الا حديث ابی اسحق۔

ان کی متابعت بھی کی ہے، میں نے محمد بن المثنی کو یہ بیان کرتے سنا کہ عبدالرحمن بن مہدی کہتے تھے کہ ابواسحق سے سفیان ثوری کی روایت کردہ حدیثیں جو مجھ سے چھوٹیں وہ صرف اس سبب سے کہ میں نے ان روایات کے سلسلہ میں اسرائیل پر اعتماد کیا کیونکہ وہ ان کو مکمل طور پر بیان کیا کرتے تھے اور زہیر، ابواسحق کی روایت میں کچھ اچھے نہیں ہیں کیونکہ ان کا سماع ابواسحق سے ان کی اخیر عمر میں تھا (جبکہ بڑھاپے کے سبب ابواسحق کے حواس میں انتشار ہو چکا تھا) میں نے احمد بن حسن کو بیان کرتے سنا کہ امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ تم ابواسحق کی حدیث کو چھوڑ کر پھر زائدہ اور زہیر سے جو حدیث بھی سن لو اس کو دوسرے سے سننے کی فکر نہ کرو۔

اسی طرح "باب مایقال بعد الوضوء" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل کر کے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ فاحسن الوضوء ثم قال اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله الخ اور اس کے طرق کی تفصیل بیان کر کے فرماتے ہیں :۔

هذا حديث فی اسناده اضطراب، ولا يصح عن النبی صلى الله عليه وسلم فی هذا الباب كثير شئ۔

اس حدیث کی اسناد میں اضطراب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب میں کچھ زیادہ صحت کو نہیں پہنچا۔

حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح مسلم میں مذکور ہے، اسی طرح تحقیق رجال میں بھی بعض مقامات پر امام بخاری کے مقابلہ میں امام دارمی کے قول کو ترجیح دی ہے۔[1]

حافظ ابوجعفر بن الزبیر نے اپنے برنامج میں تصریح کی ہے کہ اس کتاب کو امام ترمذی سے حسب ذیل چھ حضرات نے روایت کیا ہے (۱) ابوالعباس محمد بن احمد بن محبوب (۲) حافظ ابوسعید ہیثم بن کلیب شاشی المتوفی ۳۳۵ھ صاحب ہدایہ نے جامع ترمذی کو ان ہی کے طریق سے روایت کیا ہے[2] (۳) ابوذر محمد بن ابراہیم۔ (۴) ابو محمد حسن بن ابراہیم قطان (۵) ابوحامد احمد بن عبداللہ تاجر۔ (۶) ابوالحسن واذری۔[3]

امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب العلل کے اندر امام ابوحنیفہ سے حسب ذیل روایت نقل کی ہے۔

حدثنا محمود بن غيلان حدثنا ابو يحيى الحمانی قال سمعت ابا حنيفة يقول ما رأيت احدا اكذب من جابر الجعفی ولا افضل من عطاء بن ابی رباح۔[4]

میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا اور عطاء بن ابی رباح سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔

---

[1] ملاحظہ ہو باب ماذکر فی الشرب بنفسین"۔ [2] الجواہر المضیہ۔ [3] مقدمہ قوت المغتذی۔
[4] جامع ترمذی ج ۲ ص ۳۳۳ طبع مصر ۱۲۹۲ھ۔

Marfat.com

اس روایت کا تعلق رجال کی جرح وتعدیل سے ہے اور امام ترمذی نے اس کو سند کے طور پر نقل کیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام ممدوح کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ کا شمار ان ائمہ میں ہے کہ جن کے قول سے جرح وتعدیل کے باب میں سند پکڑی جاتی ہے۔ سلہ

صحیحین، سنن نسائی، سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی یہ پانچ کتابیں وہ ہیں کہ جن کے بارے میں حافظ ابوطاہر سلفی المتوفی ۵۷۶ھ نے تصریح کی ہے کہ

قد اتفق علی صحتھا علماء الشرق والغرب۔ | ان کی صحت پر مشرق ومغرب کے علماء کا اتفاق ہے۔

حافظ ابن سید الناس، شرح ترمذی میں ابوطاہر کے اس قول کو نقل کرکے فرماتے ہیں:۔

وھذا محمول منہ علی مالم یصرح بضعفہ فیھا مخرجہ او غیرہ۔ | ان کی یہ تصریح ان روایات سے متعلق ہے کہ جن کے بارے میں ان کے مخرج نے یا کسی اور نے ضعف کی صراحت نہ کی ہو۔

سلہ جرح وتعدیل کے باب میں امام ابوحنیفہ کے فیصلے اس قدر نپے تلے ہوتے تھے کہ محققین فن کو ہمیشہ ان کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑا، چنانچہ اسی جابر جعفی کو لے لیجئے ایک طرف امام ابوحنیفہ کا اس کے بارے میں یہ فیصلہ ہے دوسری طرف اس کی نسبت ائمہ جرح وتعدیل کی یہ رائیں ہیں۔ سفیان ثوری کا بیان ہے کہ مارأیت اورع فی الحدیث منہ (میں نے اس سے زیادہ حدیث میں محتاط نہیں دیکھا) شعبہ کہتے ہیں کان جابر اذا قال حدثنا و سمعت فھو من اوثق الناس (جابر جب حدثنا اور سمعت کہدے تو اس کا شمار اوثق الناس میں ہے) ایک دفعہ سفیان ثوری نے شعبہ سے صاف کہدیا کہ اگر تم نے جابر جعفی کے بارے میں کچھ کہا تو میں تمہارے بارے میں کہنے لگوں گا) وکیع کا قول ہے کہ تم لوگ اور جاہے کسی چیز میں شک کرو مگر اس بارے میں بالکل شک نہ کرو کہ جابر ثقہ ہے، اس سے تو ہم کو مسعر، سفیان ثوری، شعبہ اور حسن بن صالح نے حدیثیں بیان کی ہیں (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ترجمۂ جابر جعفی) ارباب نظر غور کریں کہ جابر جعفی کی توثیق کرنے والے کس شان کے اکابر ہیں۔ تاہم تحقیق کے بعد اخیر فیصلہ جو ائمہ رجال نے صادر کیا وہ یہی ہے کہ جابر جعفی کی روایت قابل اعتبار نہیں۔ اسی طرح زید بن عیاش کے بارے میں امام ابوحنیفہ اور امام مالک میں اختلاف رائے ہے۔ امام ابوحنیفہ اس کو مجہول بتاتے ہیں لیکن امام مالک نے اپنی موطا میں اس کی سند سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وہ روایت نقل کی ہے جس میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور اور چھوارہ کو باہم بیچنے سے منع فرمایا ہے (موطا، باب مایکرہ من بیع التمر) بعد کو اگرچہ بعض محدثین نے امام مالک کی تقلید میں اس روایت کو صحیح قرار دیا لیکن خود امام بخاری ومسلم نے اس بارے میں امام ابوحنیفہ کے فیصلے سے موافقت کی ہے، چنانچہ محدث حاکم نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین میں لکھتے ہیں کہ

ھذا حدیث صحیح لاجماع ائمۃ اھل النقل علی امامۃ مالک بن انس وانہ محکم فی کل مایرویہ من الحدیث اذلم یوجد فی روایاتہ الا الصحیح خصوصا فی حدیث اھل المدینۃ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ والشیخان لم یخرجاہ لما خشیا من جھالۃ زید بن عیاش۔
(تہذیب التہذیب ترجمہ زید بن عیاش)

یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ ائمہ اہل نقل کا امام مالک کی امامت پر اتفاق ہے کہ وہ جو حدیث بھی نقل کردیں اس میں پکے ہیں اس لئے کہ ان کی روایات میں بالخصوص اہل مدینہ سے جو حدیث وہ نقل کرتے ہیں اس میں سوائے صحیح روایت کے اور کوئی روایت نہیں پائی گئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور امام بخاری ومسلم نے اس روایت کی تخریج زید بن عیاش کی جہالت کے خوف سے نہیں کی۔

Marfat.com

یہ ہے عہدِ رسالت سے لے کر امام ابن ماجہ کے زمانے تک کی تاریخ تدوینِ حدیث۔ اب وقت آگیا ہے کہ امام ممدوح کی کتاب السنن پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے اور فنِ حدیث میں اس کتاب کا جو اعلیٰ مقام ہے اس کو واضح کیا جائے۔

سننِ ابنِ ماجہ

اس جلیل القدر کتاب کے متعلق سابق میں ہم بعض اکابر فن کی رائیں پیش کر چکے ہیں جس سے آپ نے اس کی اہمیت کا اندازہ لگا لیا ہوگا، یہ کتاب دو حیثیتوں کے اعتبار سے تمام صحاح ستہ میں ممتاز ہے، ایک حسن ترتیب یعنی جس خوبی اور عمدگی کے ساتھ احادیث کو باب وار بغیر کسی تکرار کے اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے دوسری کتابوں میں نہیں بیان کیا گیا، اور یہی اس کی وہ خوبی ہے کہ جس کو دیکھ کر ان کے شیخ حافظ ابوزرعہ رازی کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکل گئے تھے کہ

"اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تو فن حدیث کی اکثر جوامع اور مصنفات بیکار و معطل ہو کر رہ جائیں گی"۔

حافظ ابوزرعہ کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف صادق ہوئی اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ حدیث کی بہت سی کتابیں جو صحت اسناد اور جودت روایات کے اعتبار سے اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں وہ قبول عام حاصل نہ کر سکیں جو سنن ابن ماجہ کو حاصل ہے جیسے صحیح ابنِ حبان جس کے متعلق مورخ ابن العماد حنبلی نے تصریح کی ہے کہ

واکثر النقاد علی ان صحیحہ اصح من سنن ابن ماجۃ [۱]	اکثر ناقدینِ فن اس رائے پر ہیں کہ ان کی صحیح، سنن ابن ماجہ سے صحیح تر ہے۔

لیکن اس اصحیت کے باوجود اس کتاب کو وہ فروغ نصیب نہ ہوسکا جو سنن ابن ماجہ کو ہوا۔ خود صحاح ستہ میں سنن نسائی پر جو اس سے صحت میں کہیں فائق ہے اتنا کام نہیں ہوا اور اس کے اتنے شروح و حواشی نہیں لکھے گئے جتنے سننِ ابن ماجہ کے لکھے گئے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بستان المحدثین میں حافظ ابوزرعہ کے مذکورہ بالا بیان کو نقل کر کے فرماتے ہیں:-

وفی الواقع از حسن ترتیب و سرد احادیث بے تکرار واختصار آنچہ ایں کتاب دارد ہیچ یک از کتب ندارد۔ [۲]	اور فی الواقع ترتیب کی خوبی اور بغیر کسی تکرار کے احادیث کا لے آنا اور اختصار جیسے کتاب رکھتی ہے کوئی کتاب نہیں رکھتی۔

اور حافظ ابن کثیر الباعث الحثیث الی معرفۃ علوم الحدیث میں رقمطراز ہیں:-

وھو کتاب مفید قوی التبویب فی الفقہ [۳]	یہ مفید کتاب ہے اور مسائل فقہ کے لحاظ سے اس کی نہایت عمدہ تبویب ہے۔

---

[۱] شذرات الذہب فی اخبار من ذہب از ابن العماد، ترجمہ ابن حبان۔ [۲] بستان المحدثین، ص ۱۱۲ طبع گلزار محمدی لاہور۔ [۳] کتاب مذکور ص ۹۰ طبع مکہ مکرمہ ۱۳۵۳ھ

Marfat.com

اور حافظ ابنِ حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں :-

وکتابہ فی السنن جامع جید

ان کی کتاب سنن (احکام) میں نہایت عمدہ جامع ہے۔

دوسری نمایاں خصوصیت اس کتاب کی یہ ہے کہ یہ بہت سی ان حدیثوں پر مشتمل ہے کہ جن سے صحاح ستہ کی دوسری کتابیں یکسر خالی ہیں اور اس بنا پر اس کی افادیت ان کتابوں سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے، صحابۂ کرام میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ وہ عام طور پر ایسی حدیثیں بیان کیا کرتے تھے جو اوروں کو معلوم نہ ہوتی تھیں۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ میں ابو سعید حمیری کی زبانی منقول ہے کہ

کان معاذ بن جبل یتحدث بما لم یسمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویسکت عما سمعوا (باب النہی عن الخلاء علی قارعۃ الطریق)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ وہ حدیثیں بیان کرتے جو دیگر صحابہ نے سنی نہ تھیں اور جو دوسروں نے بھی سنی ہوتیں تو ان کے ذکر سے خاموش رہتے۔[1]

علامہ ابو الحسن سندی کی رائے میں امام ابن ماجہ کا یہ طرزِ عمل حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اتباع پر مبنی ہے چنانچہ وہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

لتکثیر الفائدۃ، وکان المصنف رحمہ اللہ تعالی تبع معاذا فی ذلک حیث اخرج من المتون فی کثیر من الابواب ما لیس فی الکتب الخمسۃ المشہورۃ وان کانت ضعیفۃ وفی الباب احادیث صحیحۃ اخرجہا اصحاب تلک الکتب فی کتبہم۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ طرزِ عمل کثرتِ افادہ کے لئے تھا اور گویا مصنف نے بھی اس سلسلہ میں ان ہی کا اتباع کیا ہے کہ بہت سے ابواب میں ان حدیثوں کو نقل کیا جو کتب خمسہ مشہورہ میں نہیں ہیں اگرچہ وہ ضعیف بھی ہیں اور اسی مضمون کی اور صحیح حدیثیں بھی موجود ہیں جن کو ان کتابوں کے مصنفین نے نقل کیا ہے۔

سننِ ابنِ ماجہ کا شمار صحاح ستہ میں

سنن ابن ماجہ میں بہت سی زائد حدیثوں کا پایا جانا ہی اس کا وہ امتیازِ خاص ہے کہ جس کو دیکھ کر بہت سے حفاظِ وقت نے صحاح کی تعداد پانچ سے بڑھا کر چھ کر دی چنانچہ آپ سابق میں پڑھ چکے ہیں کہ حافظ ابن السکن نے اسلام کی بنیادی کتابیں چار بتائی تھیں اسی طرح حافظ ابن مندہ نے بھی مخرجین صحاح میں امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، اور امام نسائی ہی کے ذکر پر اکتفا کی ہے، بعد کو حافظ ابو طاہر سلفی نے جامع ترمذی کو بھی مذکورہ بالا چاروں کتابوں کے ساتھ شمار کر کے تصریح کی کہ ان پانچوں کتابوں کی صحت پر علماء شرق و غرب کا اتفاق ہے حتی کہ شیخ ابن صلاح المتوفی سنہ ۶۴۲ھ اور علامہ نووی المتوفی سنہ ۶۷۶ھ تک نے معتمد علیہ کتابوں کے سلسلہ میں ان ہی

[1] یہ اصل میں حضرت کی انتہائی احتیاط تھی، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کو اس امر کا بڑا خیال رہتا تھا کہ روایت حدیث میں بھول چوک نہ ہونے پائے کیونکہ غلط روایت کے بیان کرنے پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دوزخ کی وعید سن چکے تھے اسی لئے بہت سے صحابہ حتی الوسع بلاضرورت حدیث بیان کرنے سے بچا کرتے تھے، یہی حال حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا تھا چنانچہ جو حدیثیں دوسرے صحابہ بھی جانتے تھے یہ ان کو بیان نہیں کرتے تھے۔

Marfat.com

پانچ کتابوں کے مصنفین کی وفیات ذکر کی ہیں[۱] اور امام ابن ماجہ کو سرے سے نظر انداز کر دیا ہے[۲]۔ لیکن متاخرین نے ان کی رائے سے موافقت نہیں کی چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطی، تدریب الراوی شرح تقریب النواوی میں علامہ نووی پر استدراک کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لم یدخل المصنف سنن ابن ماجۃ فی الاصول وقد اشتھر فی عصر المصنف وبعدہ جعل الاصول ستۃ بادخالہ فیھا۔ (ص ۳۰)

مصنف (علامہ نووی) نے سنن ابن ماجہ کو بنیادی کتابوں میں داخل نہیں کیا حالانکہ خود مصنف کے عہد میں اور ان کے بعد سنن ابن ماجہ کو داخل کرکے چھ کتابوں کا بنیادی قرار دیا جانا شہرت پذیر ہو چکا ہے۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے سنن ابن ماجہ کو کتب خمسہ کے بالمقابل جگہ دی وہ حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی المتوفی ۵۰۷ھ ہیں جنھوں نے شروط الائمۃ الستۃ اور اطراف الکتب الستۃ دو مشہور کتابیں تصنیف کی ہیں۔ پہلی کتاب عرصہ ہوا کہ مصر اور ہندوستان میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے اس کتاب میں حافظ موصوف نے ائمہ خمسہ کے ساتھ امام ابن ماجہ کی شرط پر بھی بحث کی ہے اور دوسری کتاب میں ان چھوں کتابوں کے اطراف[۳] احادیث کو جمع کیا ہے، بعد کو تمام مصنفین اطراف و رجال نے ان کی رائے سے اتفاق کیا چنانچہ حافظ سیوطی لکھتے ہیں کہ

فتابعہ اصحاب الاطراف والرجال[۴]

پھر مصنفین اطراف و رجال نے ان ہی کی متابعت کی۔

ارباب رجال میں سب سے پہلے حافظ عبد الغنی مقدسی المتوفی ۶۰۰ھ نے الکمال فی اسماء الرجال میں ان چھ کتابوں کے رجال کو یکجا مدون کیا ہے۔

اسی عہد میں حافظ ابن طاہر کے معاصر محدث رزین بن معاویہ عبدری سرقسطی مالکی المتوفی ۵۲۵ھ نے اپنی کتاب التجرید للصحاح والسنن میں کتب خمسہ کے ساتھ سنن ابن ماجہ کی بجائے موطا امام مالک کی حدیثوں کو

---

[۱] ملاحظہ ہو مقدمہ ابن صلاح، ص ۳۸۷ طبع حلب، اور علامہ نووی کی التقریب والتیسیر کی "النوع الستون" نیز خاتمۃ الاشارات الی بیان اسماء المبہمات از علامہ موصوف طبع لاہور۔

[۲] سخاوی نے فتح المغیث میں شیخ ابن صلاح کی طرف سے ابن ماجہ کو نظر انداز کرنے کی یہ وجہ بیان کی ہے۔

ھو کونہ ساذجا عما حرص علیہا اصحاب الکتب الخمسۃ من المقاصد التی یتدبرھا یتمرن المحدث خصوصا وفیہ احادیث ضعیفۃ جدا بل منکرۃ (ص ۴۲۶)

یہ ان مقاصد سے خالی ہے جن پر مصنفین کتب خمسہ نے بڑی توجہ دی ہے اور جن پر غور و تدبر سے محدث کو مشق ہوتی ہے خاص طور پر جبکہ اس میں نہایت ضعیف بلکہ منکر حدیثیں تک ہیں۔

[۳] "اطراف" کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کے شروع سرے کو اتنا بیان کرکے کہ جس سے بقیہ حدیث کی یاد دہانی ہو جائے اس کی تمام اسانید کو بالاستیعاب بیان کر دیا جائے یا ان کتابوں کا پتہ دیدیا جائے کہ جن میں یہ حدیث مروی ہے، چنانچہ اطراف الکتب الستۃ میں صحاح ستہ کی احادیث کو اسی طرح بقید حوالہ کتب جمع کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب کو صحاح ستہ کا انڈکس سمجھنا چاہئے۔ حافظ ابن طاہر نے اسی طرح کا ایک انڈکس امام ابو حنیفہ کی احادیث کا بھی تیار کیا ہے۔ جس کا نام اطراف احادیث ابی حنیفہ ہے۔ خیال ہے کہ اس کتاب میں حافظ موصوف نے امام ابی حنیفہ کی احادیث کی جملہ اسانید کو ذکر کیا ہوگا۔ [۴] تدریب الراوی ص ۳۰۔

Marfat.com

درج کیا ہے اس بنا پر بعد کے علماء میں یہ بحث پیدا ہوئی کہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب موطا کو قرار دیا جائے یا اس کی جگہ سنن ابن ماجہ کو رکھا جائے، محدث مبارک بن محمد المعروف بابن الاثیر جزری المتوفی سنہ ۶۰۶ھ نے اپنی مشہور و مقبول عام کتاب جامع الاصول میں محدث رزین ہی کی رائے کو ترجیح دی ہے اور اسی لئے اس کتاب میں ابن ماجہ کے حوالہ سے کوئی روایت درج نہیں ہے، اسی طرح حافظ ابو جعفر بن زبیر غرناطی کی تصریح ہے کہ

اولی ما ارشد الیہ ما اتفق المسلمون علی اعتمادہ وذلک الکتب الخمسۃ و الموطا الذی تقدمھا وضعا ولم یتاخر عنھا رتبۃ ۔ ؎۱

جو کچھ بتایا گیا ہے ان سب میں اولی وہ کتابیں ہیں کہ جن کے اعتماد پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اور یہ وہی کتب خمسہ ہیں اور موطا ہے جو تصنیف میں ان سے مقدم ہے اور رتبہ میں کم نہیں ہے۔

اور علامہ محدث عبد الغنی نابلسی حنفی المتوفی سنہ ۱۱۴۳ھ اپنی مشہور کتاب ذخائر المواریث فی الدلالۃ علی مواضع الحدیث کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:-

وقد اختلف فی السادس فعند المشارقۃ ھو کتاب السنن لابی عبد اللہ محمد بن ماجۃ القزوینی وعند المغاربۃ کتاب الموطا للامام مالک بن انس الاصبحی۔

چھٹی کتاب کے بارے میں اختلاف ہے اہل شرق کے نزدیک وہ ابو عبد اللہ محمد بن ماجہ قزوینی کی کتاب السنن ہے اور اہل مغرب کے نزدیک امام مالک بن انس اصبحی کی کتاب موطا۔

لیکن عام متاخرین کا فیصلہ ابن ماجہ ہی کے حق میں ہے، محدث ابو الحسن سندی لکھتے ہیں۔

غالب المتاخرین علی انہ سادس الستۃ ؎۲

عام متاخرین اسی طرف ہیں کہ یہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب ہے۔

یہ یاد رہے کہ موطا پر اس کو مقدم کرنے کی وجہ وہی اس کی مزید افادیت ہے جو بہت سی زائد حدیثوں کے درج کرنے سے اس میں پیدا ہو گئی ہے، چنانچہ حافظ سخاوی، فتح المغیث میں فرماتے ہیں:-

وقدموہ علی الموطا لکثرۃ زوائدہ علی الخمسۃ بخلاف الموطا ؎۳

ان علماء نے اس کو موطا پر اس لئے مقدم کیا کہ اس میں کتب خمسہ سے بہت سی روایتیں زائد ہیں، برخلاف موطا کے کہ اس میں ایسا نہیں ہے۔

ورنہ صحت وقوت روایات کے لحاظ سے سنن ابن ماجہ کیا صحاح ستہ کی کوئی کتاب بھی موطا کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جا سکتی، ہم موطا کی اصحیت کے متعلق سابق میں تفصیل سے بحث کر چکے ہیں، یہ پچھلوں کی صریح بے انصافی ہے کہ وہ سلف مجتہدین کی کتابوں کا مقابلہ بعد کے ان محدثین کی تصانیف سے کرتے ہیں جو فضل و کمال علم و اجتہاد اور تحقیق و تنقید کسی چیز میں ان کے برابر نہ تھے، چنانچہ سرخیل الحدیث نواب صدیق حسن خاں قنوجی مسک الختام شرح بلوغ المرام میں فرماتے ہیں:-

---

؎۱ تدریب الراوی ص ۵۶۔ ؎۲ مقدمہ شرح ابن ماجہ از سندی۔
؎۳ ص ۳۳ طبع لکھنو۔

نزد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی و من قال بقولہ اصح کتب در حدیث و فقہ موطا است پس تر بخاری پس تر مسلم، در اوائل مصفّٰی شرح موطا در ترجیح وے بر سائر کتب روے زمین اطالت بسیار کردہ و ہو الصواب۔ [1]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان حضرات کے نزدیک جو ان کے ہمنوا ہیں حدیث و فقہ میں صحیح ترین کتاب موطا ہے پھر بخاری پھر مسلم، چنانچہ شاہ صاحب نے مصفّٰی شرح موطا کے اوائل میں روئے زمین کی تمام کتابوں پر موطا کی ترجیح کے سلسلہ میں بڑی لمبی بحث کی ہے اور یہی صحیح ہے۔

بعد کے دور میں حافظ صلاح الدین خلیل بن کیکلدی علائی المتوفی ۷۶۱ھ نے اس خیال کا بھی اظہار کیا ہے کہ

ینبغی ان یکون کتاب الدارمی سادسا للخمسة بدلہ فانہ قلیل الرجال الضعفاء نادر الاحادیث المنکرة والشاذة، وان کانت فیہ احادیث مرسلة وموقوفة فهو مع ذلك اولی منہ۔ [2]

بجائے سنن ابن ماجہ کے مناسب یہ ہے کہ دارمی کی کتاب پانچوں کتابوں کے ساتھ مل کر چھٹی کتاب ہو کیونکہ اس میں ضعیف راوی کم اور منکر و شاذ حدیثیں نادر ہیں اور اگرچہ اس میں احادیث مرسلہ و موقوفہ موجود ہیں تاہم وہ سنن ابن ماجہ سے زیادہ بہتر ہے۔

حافظ صلاح الدین علائی کی ہمنوائی حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی کی ہے چنانچہ حافظ سیوطی، تدریب الراوی میں لکھتے ہیں۔

قال شیخ الاسلام ولیس دون السنن الاربعة فی الرتبة بل لو ضم الی الخمسة لکان اولی من ابن ماجة فانہ امثل منہ بکثیر۔ [3]

شیخ الاسلام (حافظ ابن حجر) کا بیان ہے کہ دارمی کی کتاب رتبہ میں سنن اربعہ سے کم نہیں ہے بلکہ اگر اس کو کتب خمسہ کے ساتھ ملا دیا جائے تو ابن ماجہ کی بہ نسبت یہ اولی ہے کیونکہ وہ سنن ابن ماجہ سے کہیں بڑھ کر ہے۔

لیکن اس تصریح کے باوجود شیخ الاسلام کا عمل اس کے برخلاف ہے چنانچہ محدث محمد بن اسماعیل امیر یمانی توضیح الافکار میں ارقام فرماتے ہیں:-

وقد الحق بالخمسة الموطا کما صنعہ ابن الاثیر فی جامع الاصول وغیرہ الحق بہا عوضا عن سنن ابن ماجة وعلی هذا بنی الحافظ المزی فی تهذیب الکمال ومن تبعہ من مختصری کتابہ کالحافظ ابن حجر والخزرجی۔ [4]

اور کتب خمسہ کے ساتھ موطا کا بھی الحاق کیا گیا ہے جیسا کہ ابن الاثیر نے جامع الاصول میں کیا ہے اور دیگر علماء نے ان کتابوں کے ساتھ موطا کی بجائے ابن ماجہ کو رکھا ہے اور اسی پر تہذیب الکمال میں حافظ مزی کی بنیاد ہے اور ان کے متبعین کی جنہوں نے تہذیب الکمال کا اختصار کیا ہے جیسے کہ حافظ ابن حجر اور خزرجی ہیں۔

پھر حافظ ابن حجر عسقلانی کا اپنی مشہور عام کتاب بلوغ المرام میں سنن دارمی کے ساتھ جو رویہ ہے وہ ایسا عجیب ہے کہ جس کی شکایت خود نواب صدیق حسن خاں نے جو ان کے معتقد خاص ہیں ان الفاظ میں کی ہے

[1] ج ۱ ص ۱۸ طبع شاہجہانی بھوپال ۱۳۰۱ھ۔ [2] فتح المغیث ص ۳۳۔ [3] تدریب الراوی ص ۵۷۔
[4] توضیح الافکار ج ۱ ص ۵۵۔

Marfat.com

وعجب است از مصنف کہ ازیں جماعہ مذکورہ اخراج حدیث کردہ ونام دارمی باوجودیکہ در جنب صحاح ستہ است وغالب دریں روایات شریک جز یک جا برزبان خامہ نبردہ۔ ؎۱

مصنف سے تعجب ہے کہ انھوں نے اس جماعت مذکورہ سے تو حدیث کی تخریج کی، پر دارمی کا نام جو صحاح ستہ کے مقابلہ کی کتاب ہے اور اکثر ان روایات میں ان کے ساتھ شریک ہے بجز ایک جگہ کے کہیں زبانِ قلم پر نہ لائے۔

اتنا ہی نہیں بلکہ حافظ مغلطائی حنفی نے سنن دارمی کو صحیح کہدیا تو حافظ موصوف نے ان پر اعتراضات کی بوچھاڑ کردی، بات اتنی تھی کہ شیخ ابن صلاح نے اپنے مقدمہ اصول حدیث میں یہ لکھ دیا تھا کہ

اول من صنف الصحیح البخاری ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل الجعفی مولاھم وتلاہ ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری من انفسھم۔ ؎۲

پہلے جس نے صحیح تصنیف کی وہ بخاری ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل ہیں کہ جو ولاءً جعفی ہیں اور ان کے بعد ابو الحسین مسلم بن الحجاج نے کہ جو نسلاً قشیری ہیں۔

اس پر حافظ مغلطائی نے اعتراض کیا کہ

ان مالکا اول من صنف الصحیح وتلاہ احمد ابن حنبل وتلاہ الدارمی۔ ؎۳

سب سے پہلے تو امام مالک نے صحیح تصنیف کی ہے ان کے پیچھے امام احمد بن حنبل نے اور ان کے پیچھے امام دارمی نے۔

جس پر حافظ ابن حجر فرماتے ہیں

واما ما یتعلق بالدارمی فتعقبہ الشیخ زین الدین بان فیہ الضعیف والمنقطع لکن بقی مطالبۃ مغلطای بصحۃ دعواہ ان جماعۃ اطلقوا علی مسند الدارمی کونہ صحیحا فانی لم ار ذلک فی کلام احد ممن یعتمد علیہ۔ ؎۴

اور دارمی کے متعلق جو مغلطائی نے کہا ہے اس پر شیخ زین الدین نے ان کی گرفت کی ہے کہ اس میں ضعیف اور منقطع روایات موجود ہیں لیکن مغلطائی سے ان کے اس دعوی کی صحت کا مطالبہ باقی رہ گیا کہ "ایک جماعت نے مسند دارمی پر صحت کا اطلاق کیا ہے" کیونکہ یہ بات کسی معتمد علیہ شخص کے کلام میں میری نظر سے نہیں گزری۔

حالانکہ خود ہی یہ لکھ رہے ہیں کہ

لم ار لمغلطای سلفا فی تسمیۃ الدارمی صحیحا الا قولہ انہ رأہ بخط المنذری وکذا قال العلائی۔ ؎۵

دارمی کو صحیح کہنے میں میں نے مغلطائی کا کوئی پیش رو نہیں دیکھا بجز اس کے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے حافظ منذری کے قلم کی یہی لکھا دیکھا تھا اور ایسا ہی علائی نے بھی کہا ہے۔

اور پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ:-

کیف ولو اطلق علیہ ذلک ممن یعتمد علیہ لکان الواقع خلافہ لما فی الکتاب المذکور

بھلا مغلطائی کا دعوی کیونکر قابل تسلیم ہو اور اگر کسی قابل اعتماد شخص کی طرف سے اس پر صحت کا اطلاق کیا بھی گیا تو

؎۱ مسک الختام ص ۱۹۔ ؎۲ ص ۱۳ طبع حلب۔ ؎۳ توضیح الافکار ج ۱ ص ۳۷ ؎۴ ایضاً ج ۱ ص ۳۹
؎۵ تدریب الراوی ص ۵۷۔

Marfat.com

من الاحاديث الضعيفة والمنقطعة و الموضوعة والموطا فى الجملة انظف احاديث واتقن رجالا منه [1]

واقعہ اس کے خلاف ہے کیونکہ کتاب مذکور میں احادیث ضعیفہ منقطعہ اور موضوعہ موجود ہیں ہاں موطا فی الجملہ احادیث کے اعتبار کر اس کو زیادہ پاکیزہ اور رجال کے لحاظ سے زیادہ محکم ہے۔

اس کے بعد ایک اور اعتراض یہ بھی کیا ہے۔

ومع ذلك كله فلست اسلم ان الدارمي صنف كتابه قبل تصنيف البخاري الجامع لتعاصرهما ومن ادعى عليه ذلك فعليه البيان [2]

اور اس سب بحث کے باوجود میں یہ بھی تسلیم نہیں کرتا کہ دارمی نے اپنی کتاب کو امام بخاری کی جامع سے پہلے تصنیف کیا ہی کیونکہ وہ دونوں معاصر ہیں اور جو دارمی کے متعلق یہ دعوی کرتا ہے اس کو ثبوت دینا چاہیے۔

لیکن علامہ امیر یمانی نے خود حافظ صاحب سے بھی یہی مطالبہ کر دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

قلت ومن ادعى تقدم تصنيف البخاري على تصنيف الدارمي فعليه البيان ايضاً [3]

میں کہتا ہوں کہ جو یہ دعوی کرے کہ بخاری کی تصنیف دارمی کی تصنیف سے مقدم ہے اس کو بھی ثبوت دینا چاہیے۔

بہر حال دارمی کی کتاب کو سنن ابن ماجہ پر فوقیت ہو یا نہ ہو لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ صحاح ستہ کی بزم میں دارمی کو بار نہ مل سکا اور مدت ہوئی کہ چھٹی کتاب کی جگہ سنن ابن ماجہ سے پر کی جا چکی ہے، چنانچہ امام ابو القاسم رافعی المتوفی ۶۲۳ھ کی یہ تصریح سابق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ

• حفاظِ حدیث امام ابن ماجہ کی کتاب کو صحیحین، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی کے برابر رکھتے اور جو روایات اس کتاب میں موجود ہیں ان سے سند پکڑتے ہیں"۔

اور مورخ ابن خلکان المتوفی ۶۸۱ھ اپنی کتاب وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان میں امام ابن ماجہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

وكتابه فى الحديث احد الصحاح الستة۔

حدیث میں ان کی کتاب صحاح ستہ کی ایک کتاب ہے۔

اور حافظ ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ الباعث الحثیث میں فرماتے ہیں۔

وابو عبد الله محمد بن يزيد ابن ماجه القزويني صاحب السنن التى كمل بها الكتب الستة والسنن الاربعة بعد الصحيحين التى اعتنى باطرافها الحافظ ابن عساكر وكذلك شيخنا الحافظ المزي اعتنى برجالها واطرافها

اور ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی اس سنن کے مصنف ہیں کہ جس سے صحاح ستہ نیز صحیحین کے بعد سنن اربعہ کی تکمیل ہو جاتی ہے جن کے اطراف سے حافظ ابن عساکر نے اعتنا کیا ہے اور اسی طرح ہمارے شیخ حافظ مزی نے بھی ان کے رجال واطراف کو جمع کیا ہے۔

اور حافظ عبد القادر قرشی، الجواہر المضیئہ کتاب الجامع میں لکھتے ہیں:-

• جب محدث کسی حدیث کے بارے میں صرف رواہ الشیخان یا رواہ الامامان کہتا ہے تو بخاری و مسلم مراد ہوتے ہیں اور جب صرف رواہ الائمۃ الستۃ کہا جاتا ہے تو بخاری مسلم

[1][2][3] توضیح الافکار ج ۱ ص ۳۹ - [4] الباعث الحثیث، ص ۹۰

Marfat.com

ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ مراد ہوتے ہیں اور جب صرف رواہ الخمسۃ کہا جاتا ہے تو بخاری مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی مراد ہوتے ہیں۔"

صحت کے اعتبار سے سنن ابن ماجہ کا درجہ

حافظ شمس الدین ذہبی لکھتے ہیں :-

سنن ابی عبد اللہ کتاب حسن لولا ما کدرہ احادیث واھیۃ لیست بالکثیرۃ۔ [۵۱]

سنن ابو عبد اللہ (ابن ماجہ) اچھی کتاب ہے، کاش اس کو چند واہی حدیثیں جو تعداد میں زیادہ نہیں خراب نہ کرتیں۔

یہ چند روایات کہ جنھوں نے سنن ابن ماجہ جیسی صاف کتاب کو گدلا اور مکدر بنا دیا ان کی تعداد کیا ہے اس کے بارے میں حافظ محمد بن طاہر مقدسی لکھتے ہیں کہ میں نے شہر رے میں ایک قدیم جزء کی پشت پر حافظ ابوحاتم المعروف بخاموش کے قلم سے یہ لکھا دیکھا ہے۔

قال ابو زرعۃ الرازی طالعت کتاب ابی عبد اللہ ابن ماجۃ فلم اجد فیہ الا قدرا یسیرا مما فیہ شئ وذکر قریب بضعۃ عشر۔ [۵۲]

ابو زرعہ رازی کا بیان ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ بن ماجہ کی کتاب کا مطالعہ کیا تو اس میں بجز تھوڑی سی مقدار کے کہ جن میں کچھ خرابی موجود ہے اور کوئی بات نہ دیکھی چنانچہ انھوں نے کچھ اوپر دس روایات ایسی ذکر کیں۔

اور حافظ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں خود امام ابن ماجہ کی زبانی یہ ناقل ہیں :-

عرضت ھذہ السنن علی ابی زرعۃ فنظر فیہ وقال اظن ان وقع ھذا فی ایدی الناس تعطلت ھذہ الجوامع او اکثرھا ثم قال لعل لا یکون فیہ تمام ثلاثین حدیثا مما فی اسنادہ ضعف۔ [۵۳]

میں نے اس سنن کو حافظ ابو زرعہ کی خدمت میں لیجا کر پیش کیا تو فرمانے لگے کہ میرے خیال میں یہ کتاب اگر لوگوں کے ہاتھوں پڑگئی تو یہ جامع یا ان میں سے اکثر تصنیفات بیکار ہو کر رہ جائیں گی پھر فرمایا کہ شاید اس میں پوری تیس حدیثیں بھی ایسی نہ ہوں کہ جن کی اسناد میں ضعف ہو۔

اور حافظ سیوطی، زہر الربی علی المجتبی کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں :-

واما ما حکاہ ابن طاھر عن ابی زرعۃ الرازی انہ نظر فیہ فقال لعلہ لا یکون فیہ تمام ثلاثین حدیثا مما فیہ ضعف فھی حکایۃ لا تصح لانقطاع سندھا، وان کانت محفوظۃ فلعلہ اراد ما فیہ من الاحادیث الساقطۃ الی الغایۃ او کان ما رأی من الکتاب الا جزءا منہ فیہ ھذا القدر وقد حکم ابو زرعۃ

ابن طاہر نے ابوزرعہ [۵۴] رازی سے جو یہ نقل کیا ہے کہ انھوں نے اس کتاب کو دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا کہ شاید اس میں پوری تیس حدیثیں بھی ایسی نہ نکلیں کہ جن میں ضعف ہو سو یہ حکایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں انقطاع ہے اور اگر یہ روایت محفوظ ہے تو شاید انھوں نے انتہائی ساقط روایات کو مراد لیا ہے یا پھر دیکھا ہی کتاب کا ایک حصہ تھا کہ جس میں ان کو اسی قدر مل سکا، اور یہ واقعہ ہے کہ

۵۱، ۵۳ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابن ماجہ۔ ۵۲ شروط الائمۃ الستۃ ص ۱۹۔

۵۴ ابوزرعہ کا یہ بیان جیسا کہ ابھی آپ کی نظر سے گزرا، ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں نقل کیا ہے اور ابن طاہر نے تو شروط الائمہ میں ان سے کچھ اوپر دس کی تعداد نقل کی ہے۔

Marfat.com

على احاديث كثيرة منه بكونها باطلة او ساقطة او منكرة وذلك محكى فى كتاب العلل لابن ابى حاتم۔

ابوزرعہ نے اس کی بہت سی حدیثوں کے متعلق باطل یا ساقط یا منکر ہونے کا فیصلہ کیا ہے جو ابن ابی حاتم کی کتاب العلل میں منقول ہے۔

اور حافظ ذہبی، سیر النبلا میں لکھتے ہیں کہ

وقول ابى زرعة لعل لا يكون فيه تمام ثلاثين حديثا مما فى سنده ضعف او نحو ذلك ان صح فانما عنى بثلاثين حديثا الاحاديث المطرحة الساقطة واما الاحاديث التى لا تقوم بها حجة فكثيرة لعلها نحو الالف[1]

اور ابوزرعہ کا یہ بیان کہ شاید اس میں پوری تیس حدیثیں بھی ایسی نہ ہوں کہ جن کی سند میں ضعف ہے اگر صحیح ہے تو ان کی مراد ان تیس حدیثوں سے نہایت گری ہوئی اور ساقط روایتیں ہیں ورنہ جن روایتوں سے کہ حجت نہیں قائم ہوتی وہ تو بہت ہیں شاید ایک ہزار کے قریب ہوں۔

غالباً یہ تیس کے قریب وہی روایتیں ہیں کہ جن کو حافظ ابن جوزی نے موضوعات میں داخل کیا ہے یا دیگر محدثین نے ان میں سے بعض روایات کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے ان روایات پر فنی نقطۂ نظر سے ہم اپنی عربی تصنیف "ما تمس اليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه" میں تفصیل سے بحث کر چکے ہیں، رہی عام ضعیف روایات سو واقعی اس کتاب میں بکثرت ہیں اور اگرچہ حافظ ابوالحجاج مزی نے اس بارے میں ایک عام حکم لگا دیا ہے کہ

كل ما انفرد به ابن ماجة فهو ضعيف

ہر وہ روایت جو صرف سنن ابن ماجہ میں ہو اور صحاح ستہ کی کسی دوسری کتاب میں نہ ہو وہ ضعیف ہے۔

لیکن یہ صحیح نہیں چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ

وليس الامر فى ذلك على اطلاقه باستقرائى وفى الجملة ففيه احاديث كثيرة منكرة۔

میرے تتبع کے مطابق علی الاطلاق ایسا نہیں ہے اگرچہ فی الجملہ اس میں بہت سی منکر حدیثیں ہیں۔

حافظ ابن حجر کی رائے میں احادیث کی بہ نسبت رجال کے بارے میں ایسا کہنا زیادہ مناسب ہے فرماتے ہیں۔

لكن حمله على الرجال اولى واما حمله على احاديث فلا يصح كما قدمت ذكره من وجود الاحاديث الصحيحة والحسان مما انفرد به عن الخمسة۔

لیکن حافظ مزی کی تصریح کو رجال پر محمول کرنا اولیٰ ہے اور حدیثوں پر محمول کرنا صحیح نہیں جیسا کہ میں نے سابق میں بتایا کہ جن روایات میں وہ ائمہ خمسہ سے منفرد ہیں ان میں صحیح حدیثیں بھی ہیں اور حسن بھی۔

لیکن ہمارے استقراء اور تتبع کے اعتبار سے احادیث ایک طرف رجال کے بارے میں بھی کلی طور پر یہ حکم لگا دینا صحیح نہیں ملاحظہ فرمایئے روایاتِ ذیل:۔

(۱) حدثنا العباس بن الوليد واحمد بن الازهر قالا حدثنا مروان بن محمد

[1] توضیح الافکار۔ ج ۱ ص ۲۲۳۔

Marfat.com

حدثنا یزید بن السمط ثنا الوضین بن عطاء عن محفوظ بن علقمۃ عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم توضأ فقلب جبۃ صوف کانت علیہ فمسح بھا وجھہ (باب المندیل بعد الوضوء وبعد الغسل) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرنے کے بعد اپنے اونی جبہ کو جو آپ کے بدن مبارک پر تھا پلٹ کر اس سے اپنے چہرۂ انور کو پونچھا۔

حافظ بوصیری نے زوائد ابن ماجہ میں اس روایت کے متعلق تصریح کی ہے کہ

اسنادہ صحیح ورواتہ ثقات | اس کی اسناد صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

حالانکہ یزید بن السمط سے سنن ابن ماجہ کے علاوہ صحاح ستہ کی کسی کتاب میں کوئی روایت منقول نہیں ہے اور اس سے اخذ روایت میں امام ابن ماجہ بقیہ ائمہ خمسہ سے متفرد ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان سے امام ابوداؤد نے کتاب المراسیل میں اور امام نسائی نے مسند مالک میں روایت لی ہے لیکن ان دونوں حضرات نے اپنی سنن میں ان سے کوئی روایت درج نہیں کی۔

(۲) حدثنا یعقوب بن حمید بن کاسب ثنا عبد العزیز بن محمد الداوردی عن عبید اللہ بن عمر عن ابراھیم بن محمد بن عبد اللہ بن جحش عن ابیہ عن زینب بنت جحش انہ کان لہ مخضب[1] من صفر قالت کنت ارجل رأس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فیہ (باب الوضوء بالصفر) یعنی حضرت ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس پیتل کا ایک بڑا برتن تھا جس کے متعلق وہ فرماتی ہیں کہ میں اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک (دھوکر) شانہ کیا کرتی تھی۔

حافظ بوصیری نے زوائد میں اس کے لئے بھی یہی فرمایا ہے کہ اسنادہ صحیح ورجالہ ثقات حالانکہ ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ بن جحش سے روایت میں امام ابن ماجہ متفرد ہیں اور بقیہ ارباب صحاح ستہ میں سے کسی نے بھی ان سے کوئی روایت نہیں لی ہے۔

(۳) حدثنا عبد الرحمن بن ابراھیم الدمشقی ثنا الولید بن مسلم ثنا الاوزاعی ثنا نھیک بن یریم الاوزاعی ثنا مغیث بن سمی قال صلیت مع عبد اللہ بن الزبیر الصبح بغلس فلما سلم اقبلت علی ابن عمر فقلت ما ھذہ الصلوٰۃ، قال ھذہ صلوتنا کانت مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر فلما طعن عمر اسفر بھا عثمان (باب وقت صلاۃ الفجر) مغیث بن سمی کا بیان ہے کہ میں نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھی جب وہ سلام پھیر چکے تو میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے عرض کیا کہ یہ کیا نماز ہے فرمانے لگے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تو ہماری یہی نماز تھی بعد کو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گھائل کر دیا گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اجالے میں پڑھنے لگے۔

اس میں بھی نہیک بن یریم اوزاعی ایک ایسے راوی ہیں کہ جن سے بجز سنن ابن ماجہ کے صحاح ستہ کی اور کسی کتاب میں کوئی روایت موجود نہیں ہے حالانکہ حافظ بوصیری اس روایت کے متعلق

---

[1] مخضب، اس بڑے برتن (ٹب، بالٹی، لگن وغیرہ) کو کہتے ہیں جس میں کپڑے دھوتے اور رنگتے ہیں۔

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ اسنادہ صحیح۔

یہ تینوں روایات ہم نے کتاب کے ابتدائی حصے سے لیکر جو "باب الاذان" تک ہے، بطور مثال ذکر کی ہیں، اس لئے انصاف یہ ہے کہ امام ابن ماجہ جن رواۃ یا احادیث کے ساتھ منفرد ہیں ان پر کلیتہً تو ضعف کا حکم صادر کر دینا صحیح نہیں ہاں اکثریت کے اعتبار سے درست ہے، حافظ شہاب الدین بوصیری المتوفی ۸۴۰ھ نے زوائد ابن ماجہ پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے جس میں ہر روایت کی اسناد کے متعلق اس کی صحت وضعف کو بیان کر دیا ہے۔ یہ کتاب اگرچہ اب ناپید ہے لیکن خوش قسمتی سے محدث ابوالحسن سندی نے اپنی شرح ابن ماجہ میں اس سے تمام ضروری چیزیں نقل کر دی ہیں۔

یہ واضح رہے کہ ضعیف روایتیں سنن ابن ماجہ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ صحاح ستہ کی دوسری کتابوں میں بھی موجود ہیں، فرق اتنا ہے کہ ان میں کم ہیں اور اس میں زیادہ ہیں اور ان کتابوں کو جو صحاح ستہ کہا جاتا ہے وہ محض تغلیباً ہے یہ مطلب نہیں کہ ان کی ہر روایت صحیح ہے چنانچہ نواب صدیق حسن خاں قنوجی، مسک الختام میں رقمطراز ہیں:۔

وایں ہر شش کتاب را اصول ستہ وصحاح ستہ وکتب ستہ وامہات ست، خوانند، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ در اشعۃ اللمعات گفتہ کتب ستہ کہ مشہور اند در اسلام گفتہ اند صحیح بخاری وصحیح مسلم وجامع ترمذی وسنن ابی داؤد وسنن نسائی وسنن ابن ماجہ است ونزد بعضے موطا است بدل ابن ماجہ وصاحب جامع الاصول موطا را اختیار کردہ ودریں کتب اقسام حدیث است از صحاح وحسان وضعاف ہمہ موجود است، وتسمیہ آں بصحاح بطریق تغلیب است۔ (ج ۱ ص ۱۷)

ان چھ کتابوں کو اصول ستہ، صحاح ستہ، کتب ستہ، اور امہات ست کہتے ہیں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اشعۃ اللمعات میں کہا ہے کہ چھ کتابیں جو اسلام میں مشہور ہیں یہ بتلاتے ہیں: صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، اور بعض کے نزدیک بجائے ابن ماجہ کے موطا ہے اور صاحب جامع الاصول نے موطا ہی کو اختیار کیا ہے اور ان کتابوں میں حدیث کی جتنی قسمیں ہیں صحیح، حسن، ضعیف سب موجود ہیں اور ان کو صحاح کہنا تغلیب کے طور پر ہے۔

بہرحال جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تصریح کی ہے:۔

کتابہ فی السنن جامع جید کثیر الابواب والغرائب وفیہ احادیث ضعیفۃ جداً۔[1]

علم سنن میں ابن ماجہ کی کتاب ایک عمدہ جامع ہے جس میں بہت سے ابواب وغرائب ہیں اور اس میں نہایت ضعیف حدیثیں بھی ہیں۔

صحاح ستہ میں سنن ابن ماجہ کا درجہ | یہ واضح رہے کہ دیگر ارباب صحاح ستہ کی طرح امام ابن ماجہ نے بھی اپنی کتاب کی ترتیب وتدوین اور احادیث کے انتخاب میں بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے کام لیا ہے متعدد جگہ غریب احادیث کی تفصیل دی ہے[2]۔ مختلف بلاد کی جو مخصوص روایات ہیں ان کی نشاندہی کی ہے

---

[1] تہذیب التہذیب۔ [2] مثال کے طور پر ملاحظہ ہوں ابواب ذیل، باب سجود القرآن، باب ماجاء فی الخطبۃ یوم الجمعۃ، باب من فاتتہ الاربع قبل الظہر، باب ماجاء فی صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ، باب الولیمۃ، باب الاقتصاد فی طلب المعیشۃ، باب کسب الحجام۔

Marfat.com

چنانچہ باب العفو عن القاتل میں حدیث ذیل کو نقل کرکے حدثنا ابو عمیر عیسی بن محمد النحاس و عیسی بن یونس والحسین بن ابی السری العسقلانی قالوا ثنا ضمرة بن ربیعة عن ابن شوذب عن ثابت البنانی عن انس بن مالک قال اتی رجل بقاتل ولیہ الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال لہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم اعف (الحدیث) لکھتے ہیں۔

قال ابن ماجۃ ھذا حدیث الرملیین لیس الا عندھم | یہ رملہ والوں کی حدیث ہے جو ان کے علاوہ اوروں کے پاس نہیں۔

اسی طرح "باب کل مسکر حرام" میں حسب ذیل دو روایتوں کو درج کرکے۔

(۱) حدثنا یونس بن عبد الاعلی ثنا ابن وھب اخبرنا ابن جریج عن ایوب بن ھانیٔ عن مسروق عن ابن مسعود ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال کل مسکر حرام (ہر نشہ آور چیز حرام ہے)

(۲) حدثنا علی بن میمون الرقی ثنا خالد بن حیان عن سلیمان بن عبد اللہ بن الزبرقان عن یعلی بن شداد بن اوس سمعت معٰویۃ یقول سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول کل مسکر حرام۔

پہلی روایت کے متعلق تصریح کی ہے کہ

قال ابن ماجۃ ھذا حدیث المصریین | یہ مصریوں کی حدیث ہے۔

اور دوسری روایت کے متعلق لکھا ہے کہ ھذا حدیث الرقیین (یہ رقہ والوں کی حدیث ہے)۔

غرض امام ممدوح نے لاکھوں احادیث کے ذخیرہ سے چار ہزار روایات کا انتخاب کرکے ان کو مختلف ابواب کے تحت پوری مناسبت کے ساتھ درج کیا ہے، تاہم چونکہ سنن ابن ماجہ میں کتب خمسہ کی بہ نسبت ضعیف حدیثیں زیادہ ہیں اس لئے اس کا درجہ صحاح ستہ میں سب سے فروتر ہے۔ محدث ابو الحسن سندی، شرح ابن ماجہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:۔

وبالجملۃ فھو دون الکتب الخمسۃ فی المرتبۃ | اور بہر حال وہ رتبہ میں کتب خمسہ کے بعد ہے۔

اور علامہ محمد بن ابراہیم المعروف بابن الوزیر یمانی تنقیح الانظار میں فرماتے ہیں:۔

واما سنن ابن ماجۃ فانھا دون ھٰذین الجامعین والبحث عن احادیثھا لازم و فیھا حدیث موضوع فی الفضائل[1] | اور رہی سنن ابن ماجہ سو وہ ان دونوں جامعوں (سنن ابی داؤد اور سنن نسائی) کے بعد ہے اور اس کی احادیث سے بحث لازم ہے اور اس میں فضائل کے اندر ایک موضوع حدیث بھی ہے۔

لیکن یہ واضح رہے کہ یہ ترجیح بحیثیت مجموعی ہے یعنی صحاح ستہ کی بقیہ کتابوں کو مجموعی حیثیت سے صحت کے لحاظ سے اس پر ترجیح حاصل ہے، یہ نہیں کہ کتب خمسہ کی ہر روایت سنن ابن ماجہ کی ہر روایت سے صحت میں زیادہ ہے کیونکہ سنن ابن ماجہ میں بہت سی حدیثیں ایسی بھی ہیں کہ جو صحت میں صحیح بخاری کی حدیثوں سے بھی اصح ہیں مثال کے طور پر حسب ذیل روایات ملاحظہ ہوں۔

[1] تنقیح الانظار متن توضیح الافکار، ج ۱ ص ۲۲۲ و ۲۲۳۔

Marfat.com

۞ (۱) حدثنا ابو مروان محمد بن عثمان العثمانی ثنا ابراهیم بن سعد عن ابیه عن حفص بن عاصم عن عبد الله بن مالك ابن بحینة قال مر النبی صلی الله علیه وسلم برجل وقد اقیمت صلاة الصبح وهو یصلی فکلمه بشی لا ادری ماهو فلما انصرف احطنا به نقول ماذا قال لك رسول الله صلی الله علیه وسلم قال قال لی یوشك احدکم ان یصلی الفجر اربعاً (باب ماجاء اذا اقیمت الصلاة فلا صلاة الا المکتوبه) یعنی عبداللہ بن مالک (جو اپنی ماں کی نسبت سے ابن بحینہ بھی کہلاتے ہیں) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے نماز صبح کی اقامت ہو چکی تھی وہ شخص نماز پڑھ رہا تھا آپ نے اس سے کچھ گفتگو کی جس کو میں نہ سمجھ سکا کہ وہ کیا تھی جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام نماز سے فارغ ہوئے تو ہم سب نے آکر اس کو گھیر لیا اور پوچھنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا فرمایا، اس شخص نے بتایا کہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ "تم میں سے کوئی فجر کی چار بھی پڑھنے لگے گا"۔ [1]

صحیح بخاری میں اسی باب کے اندر شعبہ کی روایت حسب ذیل اسناد سے منقول ہے حدثنی عبدالرحمن قال حدثنا بهز بن اسد قال حدثنا شعبة قال اخبرنی سعد بن ابراهیم قال سمعت حفص بن عاصم قال سمعت رجلا من الازد یقال له مالك بن بحینة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم (الحدیث)

لیکن شعبہ کی اسناد میں دو غلطیاں ہیں ایک یہ کہ بحینہ، عبداللہ کی والدہ کا نام ہے، مالک کی والدہ کا نہیں، دوم یہ کہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو مشہور صحابی ہیں ان کے باپ مالک سے نہیں کیونکہ وہ مشرف بہ اسلام نہیں ہوا تھا۔

۞ (۲) اسی طرح "باب احداد المرأة علی غیر زوجها" میں امام بخاری نے حسب ذیل روایت نقل کی ہے

حدثنا الحمیدی حدثنا سفیان قال حدثنا ایوب بن موسی قال اخبرنی حمید بن نافع عن زینب بنت ابی سلمة قالت لما جاء نعی ابی سفیان من الشام دعت ام حبیبة رضی الله عنها بصفرة فی الیوم الثالث فمسحت عارضیها وذراعیها وقالت انی کنت عن هذا لغنیة لولا انی سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول لایحل لامرأة تومن بالله والیوم الآخر ان تحد علی میت فوق ثلاث الا علی زوج فانها تحد

زینب بنت ابی سلمہ کا بیان ہے کہ جب شام سے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی خبر مرگ کی اطلاع آئی تو ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے زردی (اُبٹنا) منگوا کر اپنے دونوں رخساروں اور دونوں کلائیوں پر ملا اور فرمانے لگیں کہ اگر میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے یہ حدیث سنی نہ ہوتی تو مجھے اس کی ضرورت نہ تھی۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کو یہ روا نہیں کہ وہ سوائے شوہر کے اور کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، شوہر پر البتہ عورت کو چار ماہ دس

[1] حنفیہ کے نزدیک اقامت ہو جانے کے بعد صفوں میں یا صفوں کے عین پیچھے صبح کی سنتوں کا ادا کرنا مکروہ ہے انھوں نے یہ مسئلہ اسی حدیث سے نکالا ہے کیونکہ یہ شخص عین صفوں میں سنت پڑھنے لگ گیا تھا۔

[2] ملاحظہ ہو فتح الباری "باب اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلاة الا المکتوبه"۔

Marfat.com

علیہ اربعۃ اشھر و عشرا۔ | دن تک سوگ کرنا پڑے گا۔

یہ روایت اگرچہ صحیح ہے مگر اس میں جو یہ مذکور ہے کہ حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ماجد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی خبر مرگ شام سے آئی یہ غلط ہے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا انتقال ۳۱ھ یا ۳۳ھ میں مکہ معظمہ میں ہوا ہے، اسی لئے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ

ولم ارفی شئ من طرق الحدیث تقیید ذلک الا فی روایۃ سفیان بن عیینۃ ھذہ واظنہا وھما | اس حدیث کے کسی طریقہ میں سوائے سفیان بن عیینہ کی اس روایت کے مجھے یہ تفصیل نہیں ملی اور میں اسے وہم سمجھتا ہوں۔

برخلاف اس کے امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس مضمون کی جتنی حدیثیں نقل کی ہیں ان میں کوئی ایسی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔

(۳) اسی طرح صحیح بخاری باب مناقب عثمانؓ میں ولید بن عقبہ پر شراب کی حد لگانے کے سلسلہ میں یہ آتا ہے کہ

ثم دعا علیا فامرہ ان یجلدہ فجلدہ ثمانین۔ | پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہ حکم دیا کہ ولید کو کوڑے لگائیں چنانچہ انھوں نے اس کو اسی کوڑے لگائے۔

حالانکہ دوسری صحیح ترین روایات سے ثابت ہے کہ ولید کو اسی نہیں بلکہ چالیس کوڑے لگائے گئے تھے[1] مگر امام ابن ماجہ نے اس سلسلہ میں جو روایت اپنی کتاب میں درج کی ہے اس پر یہ اعتراض نہیں آتا کیونکہ اس میں کوڑوں کی تعداد کا ذکر نہیں ہے۔

تعداد ابواب واحادیث | حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں۔

• سنن ابن ماجہ میں بتیس کتابیں، پندرہ سو ابواب اور چار ہزار حدیثیں ہیں جو تھوڑی سی روایات کے علاوہ سب کی سب عمدہ ہیں۔

تلامذہ | حافظ جمال الدین مزی نے تہذیب الکمال میں امام ابن ماجہ کے تلامذہ کی فہرست میں حسب ذیل حضرات کے نام گنائے ہیں (۱) علی بن سعید بن عبداللہ الغدانی العسکری (۲) ابراہیم بن دینار الجرشی الہمدانی (۳) احمد بن ابراہیم القزوینی جد حافظ ابو یعلی خلیلی (۴) ابوالطیب احمد بن روح شعرانی۔ (۵) اسحاق بن محمد قزوینی (۶) جعفر بن ادریس (۷) حسین بن علی بن برانیاد (۸) سلیمان بن یزید قزوینی۔ (۹) محمد بن عیسی صفار (۱۰) ابوالحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ قزوینی (۱۱) ابو عمرو احمد بن محمد بن حکیم مدنی اصبہانی اور ان ناموں کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں وآخرون یعنی ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔

امام ابن ماجہ کی کتاب السنن کے مشہور راوی جیسا کہ امام رافعی نے تاریخ قزوین میں لکھا ہے یہ چار حضرات ہیں (۱) ابوالحسن بن قطان (۲) سلیمان بن یزید (۳) ابو جعفر محمد بن عیسی (۴) ابوبکر حامد ابہری، حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں راویان سنن میں سعدون اور ابراہیم بن دینار

---

[1] ملاحظہ ہو فتح الباری، باب مذکور

Marfat.com

دو شخصوں کے نام کا اور اضافہ کیا ہے۔ ان سب لوگوں میں جس شخص کی روایت کو قبول عام نصیب ہوا وہ حافظ ابوالحسن قطان ہیں۔ یہ واضح رہے کہ ان کے نسخہ میں بہت سی روایتیں خود ان کی سند سے بھی منقول ہیں چنانچہ مطبوعہ نسخوں میں جو جگہ جگہ قال ابوالحسن حدثنا آتا ہے اس سے یہی مراد ہیں، یہ ابوالحسن اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور حافظ حدیث تھے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے القطان الحافظ الامام القدوۃ ابوالحسن علی بن ابراہیم بن سلمۃ بن بحر القزوینی محدث قزوین وعالمها، فن حدیث میں ابوحاتم رازی، امام ابن ماجہ، حارث بن ابی اسامہ وغیرہ بہت سے اکابر محدثین کے شاگرد ہیں، بڑے عابد و زاہد تھے، تیس سال تک صائم الدہر رہے، افطار میں صرف روٹی اور نمک پر گذران کرتے تھے، طلب حدیث کے لئے رحلت کی اور بہت بڑی تعداد میں حدیثیں لکھیں۔ ابن فارس لغوی نے خود ان کا بیان نقل کیا ہے کہ زمانہ رحلت میں پوری ایک لاکھ حدیثیں حفظ کی تھیں، اخیر عمر میں نابینا ہوگئے تھے کہا کرتے تھے کہ یہ مجھے کثرت کلام کی سزا ملی ہے حافظ خلیلی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ابوالحسن شیخ عالم بجمیع العلوم التفسیر و الفقہ والنحو واللغۃ (ابوالحسن شیخ ہیں اور تفسیر، فقہ، نحو اور لغت تمام علوم کے عالم ہیں) ان کی ولادت ۲۵۴ھ میں اور وفات ۳۴۵ھ میں ہوئی ہے۔

شروح و تعلیقات سنن ابن ماجہ پر سنن نسائی سے زیادہ شروح و تعلیقات لکھی گئی ہیں اور بڑے بڑے حفاظ و اہل فن نے لکھی ہیں۔ ذیل میں ان اکابر کی ایک فہرست نقل کی جاتی ہے جنھوں نے خاص اس کتاب کے متعلق کوئی خدمت انجام دی ہے۔

نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
شرح سنن ابن ماجہ	امام حافظ علاء الدین مغلطائی بن قلیچ بن عبداللہ الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ	یہ سب سے پہلی اور سب سے جامع شرح ہے جو اس کتاب پر لکھی گئی، افسوس ہے کہ یہ شرح تمام نہ ہوسکی صرف ایک حصہ کی شرح ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے اس شرح کا قلمی نسخہ ریاست ٹونک کے کتب خانہ میں میری نظر سے گزرا ہے۔
شرح سنن ابن ماجہ	ابن رجب زبیری	اس شرح کا ذکر شیخ ابوالحسن سندی نے اپنے حواشی میں کیا ہے پہلے میرا خیال تھا کہ یہ ابن رجب وہی مشہور مصنف ہیں جو شیخ ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں، چنانچہ اسی بنا پر ماتمس الیہ الحاجۃ میں ان کا ترجمہ لکھا تھا لیکن سنن ابن ماجہ کے ایک قلمی نسخہ میں (جو سندھ کے مشہور مورخ سید حسام الدین راشدی کے کتب خانہ میں موجود ہے) حدیث الایمان معرفۃ

Marfat.com

نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
		بالقلب وقول باللسان وعمل بالارکان پر حسب ذیل حاشیہ ہے قال فی الدیباجة موضوع وکذا قال ابن رجب الزبیری فی شرحہ علی ھذا الکتاب، یہ محدث عبداللہ بن سالم بصری کا ایک نوٹ تھا جو انھوں نے اس حدیث پر لکھا تھا اور اس کو محدث موصوف کے شاگرد شیخ اسمٰعیل بن عطاء اللہ حلبی ثم المکی نے ان کی اصل تحریر سے اس نسخہ میں نقل کیا ہے، اس میں ابن رجب کی نسبت زبیری مذکور ہے مجھ کو یہ نسبت مشہور ابن رجب کے ترجمہ میں کسی کتاب میں نہیں ملی اسلئے یہ کوئی اور ابن رجب ہیں جو ابن رجب مشہور سے متاخر معلوم ہوتے ہیں۔
ماتمس الیہ الحاجة علی سنن ابن ماجہ	شیخ سراج الدین عمر بن علی بن الملقن المتوفی سنہ ۸۰۴ھ	علامہ ابن الملقن مشہور مصنف ہیں انھوں نے صرف زوائد کی شرح لکھی ہے یعنی ان روایات کی جو کتب خمسہ میں موجود نہیں ہیں یہ شرح سنہ ۸۰۰ھ میں لکھی گئی ہے۔
الدیباجہ فی شرح سنن ابن ماجہ	شیخ کمال الدین محمد بن موسیٰ دمیری المتوفی ۸۰۸ھ	یہ شرح پانچ جلدوں میں ہے۔
شرح سنن ابن ماجہ	حافظ برہان الدین ابراہیم بن محمد المعروف بسبط ابن العجمی المتوفی سنہ ۸۴۱ھ	یہ ایک مختصر سی تعلیق ہے۔
مصباح الزجاجہ شرح سنن ابن ماجہ	علامہ جلال الدین سیوطی المتوفی سنہ ۹۱۱ھ	یہ بھی ایک مختصر سا حاشیہ ہے، شیخ علی بن سلیمان دمنتی نے اس کا بھی اختصار کیا ہے جس کا نام نور مصباح الزجاجہ ہے یہ اختصار مصر میں طبع ہو چکا ہے۔
شرح سنن ابن ماجہ	محدث ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی حنفی المتوفی سنہ ۱۱۳۸ھ	یہ سیوطی کی شرح سے زیادہ جامع ہے اس میں مصنف نے ضبط الفاظ حل غریب اور بیان اعراب کا زیادہ اہتمام کیا ہے۔
انجاح الحاجہ بشرح سنن ابن ماجہ	شیخ عبدالغنی بن ابی سعید مجددی دہلوی حنفی المتوفی سنہ ۱۲۹۵ھ	یہ بھی ایک مختصر مگر جامع اور عمدہ شرح ہے۔
حاشیہ بر سنن ابن ماجہ	مولانا فخر الحسن گنگوہی	نہایت مشہور متداول حاشیہ ہے جو بارہا طبع ہو چکا ہے اس حاشیہ میں علامہ سیوطی اور مولانا عبدالغنی دونوں کی شرحوں کو مع مزید اضافہ کے جمع کر دیا ہے۔
مفتاح الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ	شیخ محمد علوی	یہ بھی حاشیہ ہے اور اصح المطابع لکھنؤ میں طبع ہو چکا ہے۔

Marfat.com

حافظ ذہبی نے ابن ماجہ کے ان رواۃ پر کہ جن سے صحیحین میں کوئی روایت درج نہیں ہے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام "المجرد فی اسماء رجال ابن ماجہ کلہم سوی من اخرج لہ منہم فی احد الصحیحین" ہے اس کتاب کا قلمی نسخہ دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں موجود ہے، یہ سابق میں گزر چکا ہے کہ حافظ شہاب الدین بوصیری نے زوائد احادیث ابن ماجہ کو علیحدہ ایک کتاب میں جمع کیا ہے۔

کتاب کے اختتام سے پہلے جی چاہتا ہے کہ بعض ان متفرق واقعات کا ذکر کر دیا جائے جو سنن ابن ماجہ میں مختلف احادیث کے ذیل میں درج ہیں اور جن سے اس عہد کے مسلمانوں کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث طیبہ سے جو خصوصی تعلق تھا اس کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے یہ واقعات حسب ذیل ہیں:

(۱) "باب وقت صلاۃ المغرب" میں حدیث عباد بن العوام عن عمر بن ابراهیم عن قتادۃ عن الحسن عن الاحنف بن قیس عن العباس بن عبد المطلب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تزال امتی علی الفطرۃ (الحدیث) کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ

"میں نے محمد بن یحییٰ سے سنا فرماتے تھے کہ بغداد میں لوگوں کو اس حدیث کی بابت کچھ پریشانی تھی اس لئے میں اور ابو بکر الاعین دونوں عباد بن العوام کے صاحبزادے عوام کے پاس گئے وہ اپنے والد بزرگوار کا اصل نسخہ نکال کر لائے تو اس میں یہ حدیث موجود تھی۔"

(۲) "باب ماجاء فیما یستحب من التطوع بالنہار" میں نوافل نہار کی حدیث کو روایت کر کے حبیب بن ثابت سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے اس حدیث کے راوی ابو اسحاق سبیعی کو مخاطب کر کے یہ کہا تھا کہ

ما احب ان لی بحدیثک هذا ملاء مسجدک ذهبا	مجھ سے تم نے جو یہ حدیث بیان کی اس کے بدلہ میں تمہاری مسجد کے برابر بھرا ہوا سونا لینا بھی پسند نہیں کرتا۔

(۳) "باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ علیہ وسلم" میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ان حسرت آمیز کلمات کو نقل کر کے جو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر کہے تھے لکھتے ہیں۔

قال حماد فرأیت ثابتا حین حدث بهذا الحدیث بکی حتی رأیت اضلاعه تختلف۔	حماد کا بیان ہے کہ میں نے ثابت کو دیکھا کہ جب انھوں نے یہ حدیث بیان کی تو اس قدر روئے کہ ان کی پسلیاں سکڑنے لگیں۔

(۴) "باب من طلق امرأتہ تطلیقتین" میں ابو الحسن مولی بنی نوفل کی ایک شاذ روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں

قال عبد اللہ بن المبارک لقد تحمل ابو الحسن هذا صخرۃ عظیمۃ علی عنقه	عبد اللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ اس ابو الحسن نے تو اپنی گردن پر ایک بڑی بھاری چٹان اٹھالی ہے۔

(۵) فتنۂ دجال کی ایک طویل حدیث کو روایت کر کے عبد الرحمن محاربی سے نقل کرتے ہیں کہ

ینبغی ان یدفع هذا الحدیث الی المؤدب حتی یعلمه الصبیان فی الکتاب۔	اس حدیث کو میاں جی کو دینا چاہئے تاکہ وہ مکتب کے بچوں کو اسے سکھلائیں۔

Marfat.com

الحمد للہ کتاب ختم ہوئی۔ کہنے کو یہ امام ابن ماجہ کی سوانح عمری ہے لیکن درحقیقت یہ تدوین حدیث کی تفصیلی تاریخ ہے اور مسلمانوں کی ان جانفشانیوں کا مرقع ہے جو انھوں نے خدا کے آخری پیغمبر جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ایک ایک حرف کو محفوظ کرنے کے لئے اٹھائی ہیں تاکہ امانت وحی کی ذمہ داری میں جو اس امت کے سپرد کی گئی تھی کسی قسم کا رخنہ نہ آنے پائے اور اللہ کی حجت تمام اہل ملل و ادیان پر تمام ہو جائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولیتِ عام اور شہرتِ دوام عطا فرمائے اور جو غلطیاں اور لغزشیں ہوئی ہیں ان کو معاف فرمائے، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

محمد عبد الرشید نعمانی (نزیل کراچی)

یوم یکشنبہ بعد عصر، ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ)

Marfat.com

اشاریہ

❁ اسماء رجال ———————— ۲۵۱

❁ اسماء اماکن ———————— ۳۱۷

❁ اسماء قبائل و جماعات ———————— ۳۲۹

❁ اسماء کتب ———————— ۳۳۳

Marfat.com

Marfat.com

اسماء رجال

ا

اَبانْ (م ۱۳۸ھ) — ۱۴۶

ابراہیم، علیہ السلام - ۱۲۹

ابراہیم اصبہانی - ۶۴

ابراہیم بن ابی طالب، حافظ (م ۲۹۶ھ) — ۵۱ - ۱۰۴

ابراہیم بن ادہم بن منصور عجلی، ابو اسحاق (صوفی) (م ۱۶۱/۱۶۲ھ) — ۱۷ - ۱۸ - ۱۹

ابراہیم بن اورمہ اصبہانی، حافظ ابو اسحاق (م ۲۶۶ھ) — ۳۴

ابراہیم بن بشار بن محمد المعقلی (م ۲۴۰ھ) — ۱۹

ابراہیم بن جعفر - ۶۲

ابراہیم بن خالد بن عبید صنعانی - ۱۳

ابراہیم بن خالد کلبی بغدادی، امام ابو ثور — ابو ثور

ابراہیم بن دینار الجرشی الہمدانی - ۲۴۴

ابراہیم بن دینار وراق - ۱۲۳

ابراہیم بن رستم المروزی، ابوبکر (م ۲۱۱ھ) — ۱۰

ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف، ابو اسحاق (م ۱۸۳ھ) — ۳۰ - ۲۴۳

ابراہیم بن طہمان، امام ابو سعید الہروی ثم النیشاپوری (م ۱۶۳ھ) — ۱۰۳ - ۱۰۴ - ۱۶۲

ابراہیم بن عبد اللہ بن الجنید الختلی البغدادی، حافظ (م ۲۶۰ھ) — ۳۹

ابراہیم بن عبد اللہ بن حاتم ہروی، حافظ ابو اسحاق (م ۲۴۴ھ) — ۲۶ - ۶۶

Marfat.com

ابراہیم بن عبداللہ بن محمد بن ابراہیم، ابوشیبہ۔ (۲۶۵ھ) — ۵۲

ابراہیم بن محمد بن سفیان نیشاپوری، ابواسحٰق۔ (۳۰۸ھ) — ۲۱۷

ابراہیم بن محمد بن العباس، ابواسحاق الشافعی المکی۔ (۲۳۷ھ) — ۳۵

ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن جحش۔ ۲۴۰

ابراہیم بن محمد بن عرعرہ، حافظ۔ (۲۳۱ھ) — ۹۱

ابراہیم بن محمد بن عرفہ بن سلیمان، ابوعبداللہ الازدی المعروف بنفطویہ۔ (۳۲۳ھ) — ۲۶

ابراہیم بن محمد بن یوسف بن سرج الفریابی — ۶۹

ابراہیم بن محمد الزہری الحلبی۔ ۵۹

ابراہیم بن محمد بن المستمر الہذلی الناجی العروقی، ابواسحاق البصری۔ ۵۹

ابراہیم بن معقل بن الحجاج النسفی، حافظ ابواسحاق۔ (۲۹۴ھ) — ۲۱۳۔ ۲۱۴

ابراہیم بن المنذر، حافظ ابواسحاق الحزامی الاسدی المدنی۔ (۲۳۶ھ) — ۱۳۱

ابراہیم بن موسیٰ بن یزید التمیمی، حافظ ابواسحاق الرازی الفراء المعروف بالصغیر (بعد ۲۲۰ھ) — ۴۵۔ ۸۶۔ ۸۸۔

ابراہیم حربی، حافظ ابواسحاق۔ (۲۸۵ھ) — ۶۹

ابراہیم نخعی، امام — نخعی

ابن ابی اویس، ابوعبداللہ اسمٰعیل بن عبداللہ بن عبداللہ (۲۲۶ھ / ۲۲۷ھ) — ۹۴

ابن ابی حاتم الرازی، امام ابومحمد عبدالرحمٰن — (۳۲۷ھ) —

۱۳۔ ۵۵۔ ۶۸۔ ۸۶۔ ۸۹۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۱۱۔ ۲۱۵۔ ۲۳۹

ابن ابی داؤد — عبداللہ بن ابی داؤد سجستانی

ابن ابی الدنیا، حافظ = ابوبکر بن ابی الدنیا

ابن ابی ذئب، امام ابوالحارث محمد بن عبدالرحمٰن بن المغیرہ بن الحارث۔ (۱۵۹ھ) —

۳۰۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۹۲۔

ابن ابی شیبہ — ابوبکر بن ابی شیبہ

ابن ابی عروبہ، حافظ ابوالنضر سعید۔ (۱۵۶ھ) — ۳۷۔ ۱۸۷

ابن ابی العوام، حافظ = ابوالعباس احمد بن محمد بن عبداللہ

ابن ابی لیلیٰ: امام ابوعبدالرحمٰن محمد بن عبدالرحمٰن — (۱۴۸ھ) — ۱۷

Marfat.com

ابن ابی ملیکہ ، امام ابوبکر و ابو محمد بن عبداللہ بن عبیداللہ ـــ (۱۱۷ھ) ـــ ۳۱
ابن ابی یعلی ، قاضی ابوالحسین محمد ـــ (۵۲۶ھ) ـــ ۹۰
ابن الاثیر الجزری ، علامہ ابوالحسن عزالدین علی بن محمد ـــ (۶۳۰ھ) ـــ ۱۲۵
ابن الاثیر الجزری الشافعی ، علامہ ابوالسعادات مجد الدین مبارک بن محمد ـــ (۶۰۶ھ) ـــ ۲۰ ، ۲۴ ، ۲۳۵
ابن الاحمر ، محدث ═══ محمد بن معاویہ
ابن الاخرم ، حافظ ابوعبداللہ محمد بن یعقوب بن یوسف ـــ (۳۴۴ھ) ـــ ۱۰۷-۱۰۸
ابن ادریس ═══ عبداللہ بن ادریس بن یزید بن عبدالرحمٰن
ابن اسحٰق بن یسار ، حافظ ابوبکر محمد ـــ (۱۵۱ھ) ـــ ۱۸۷-۲۱۲
ابن الاعرابی ، حافظ ═══ ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد
ابن ام عبد ═══ عبداللہ بن مسعود
ابن تغری بردی الاتابکی ، مورخ جمال الدین ابوالمحاسن یوسف ـــ (۸۷۴ھ) ـــ ۳-۱۲۵-۲۱۹
ابن تیمیہ حرانی ، حافظ تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم ابن عبدالسلام ـــ (۷۲۸ھ) ـــ
۲۹-۳۶-۳۹-۴۰-۴۱-۷۴-۸۶-۸۷-۸۸-۱۹۹-۲۱۰-۲۴۵
ابن جریج ، عبدالملک بن عبدالعزیز ـــ (۱۵۰ھ) ـــ ۳۱-۴۱-۱۱۴-۱۸۷-۱۹۲-۱۹۶-۲۱۲-۲۴۲
ابن جریر طبری ، امام ═══ طبری
ابن الجزری ═══ شمس الدین محمد بن محمد بن علی بن یوسف
ابن الجوزی ، حافظ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی ابن محمد بن علی ـــ (۵۹۷ھ) ـــ ۳-۱۶-۱۷-۱۸-۲۳-۲۶-
۲۸-۳۸-۵۱-۶۱-۶۲-۸۸-۹۱-۱۲۴-۱۴۸-۱۵۱-۱۹۶-۲۰۰-۲۰۹-۲۱۰-۲۳۹
ابن حاجب ، جمال الدین ابوعمرو عثمان بن عمر بن ابی بکر بن یونس ـــ (۶۴۶ھ) ـــ ۱۹۰
ابن حبان بستی ، حافظ ابوحاتم محمد ـــ (۳۵۴ھ) ـــ ۱۲-۱۷-۱۹-۳۵-۵۲-۵۶-۵۷-۵۸-
۶۰-۶۷-۷۱-۷۲-۷۷-۷۸-۸۴-۸۵-۱۰۲-۱۱۲-۱۳۸-۱۵۵-۱۷۷-۱۸۴-۱۹۶
ابن حجر عسقلانی ، حافظ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی ـــ (۸۵۲ھ) ـــ ۲-۴-۱۵-۱۷-۱۹-۲۳-۲۸-
۳۲-۳۶-۳۸-۴۳-۴۷-۴۸-۷۲-۸۱-۸۴-۹۲-۹۳-۹۶-۹۷-۹۹-۱۰۲-۱۰۸-۱۱۱-
۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۲۱-۱۲۴-۱۲۵-۱۳۳-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۴-۱۴۵-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۷-۱۶۰-۱۶۲-۱۶۴-
۱۶۵-۱۶۶-۱۶۸-۱۶۹-۱۸۹-۱۹۱-۱۹۸-۲۰۹-۲۰۶-۲۱۴-۲۱۶-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۳۲-

Marfat.com

۲۳۵ ـ ۲۳۶ ـ ۲۳۷ ـ ۲۳۹ ـ ۲۴۱ ـ ۲۴۴ ـ

ابن حجر مکی شافعی، علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد بن محمد بن علی ــــ (سنہ ۹۷۳ھ) ــــ ۸۱ ـ ۱۹۱

ابن حزم اندلسی، حافظ ابو محمد علی بن محمد بن سعید ــــ (سنہ ۴۵۶ھ) ــــ ۳۱ ـ ۳۶ ـ ۴۶ ـ ۴۷ ـ ۴۹ ـ
۵۳ ـ ۶۱ ـ ۱۶۷ ـ ۱۸۳ ـ ۲۱۶ ـ ۲۲۳

ابن حمید ـــ محمد بن حمید، حافظ

ابن حنبل، امام ـــ احمد بن حنبل

ابن خراش البغدادی، ابو جعفر احمد بن الحسن ــــ (سنہ ۲۴۳ھ) ــــ ۲۵

ابن خزیمہ، امام ابو بکر محمد بن اسحٰق ــــ (سنہ ۳۱۱ھ) ــــ ۵۲ ـ ۵۸ ـ ۹۲ ـ ۱۰۴ ـ ۱۰۶ ـ ۱۱۱ ـ
۱۴۵ ـ ۱۸۰ ـ ۲۱۹

ابن خسرو بلخی، محدث ابو عبد اللہ حسین بن محمد ــــ (سنہ ۵۲۲ھ) ــــ ۱۶۲ ـ ۱۶۳

ابن خلکان، قاضی شمس الدین ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر ــــ (سنہ ۶۸۱ھ) ــــ ۲ ـ ۲۸ ـ
۵۴ ـ ۸۰ ـ ۱۲۵ ـ ۱۲۶ ـ ۲۳۷

ابن داسہ رملی ـــ ابو بکر محمد بن بکر بن محمد بن عبد الرزاق

ابن راہویہ ـــ اسحٰق بن ابراہیم الحنظلی۔

ابن رجب بغدادی، شیخ زین الدین ابو الفرج ــــ (سنہ ۷۹۵ھ) ــــ ۲۴۶

ابن رجب زبیری ــــ ۲۴۵ ـ ۲۴۶

ابن رُشَید، حافظ ــــ (سنہ ۷۲۲ھ) ــــ ۲۲۶۔

ابن السرح، حافظ احمد بن عمرو بن عبد اللہ بن عمرو بن السرح الاموی مولاہم ابو الطاہر المصری ــــ
(سنہ ۲۵۰ھ) ــــ ۸۱

ابن سعد کاتب الواقدی، ابو عبد اللہ محمد ــــ (سنہ ۲۳۰ھ) ــــ ۵۶ ـ ۶۲ ـ ۶۸ ـ ۱۰۱ ـ ۱۱۷ ـ ۱۵۵ ـ
۱۸۳ ـ ۱۸۴

ابن السکن، حافظ ـــ سعید بن السکن

ابن سیرین الانصاری البصری، امام ابو بکر محمد ــــ (سنہ ۱۱۰ھ) ــــ ۴۰ ـ ۵۴ ـ ۱۵۷

ابن شُبرُمہ الضبی، ابو شبرمہ عبد اللہ ــــ (سنہ ۱۴۴ھ) ــــ ۱۴۶ ـ ۱۵۷

ابن الشرقی النیشاپوری، حافظ ابو حامد احمد بن محمد بن حسن ــــ (سنہ ۳۲۵ھ) ــــ ۱۰۴ ـ ۱۰۸ ـ ۱۱۱

Marfat.com

ابن شہاب زہری، امام ← زُہری

ابن شوذب الخراسانی، ابوعبدالرحمٰن عبداللہ ـــ (۱۵۶/۱۵۷ھ) ـــ ۲۴۲

ابن صلاح، شیخ تقی الدین ابوعمرو ابن الامام صلاح الدین النصری الکردی الشہرزوری الشافعی ـــ (۶۴۳ھ) ـــ ۲۱ - ۱۶ - ۱۷۹ - ۲۱۵ - ۲۳۲ - ۲۳۳ - ۲۳۶ -

ابن الضیاء، امام ابوالبقاء احمد بن ابی الضیاء محمد ـــ (۵۴۸ھ) ـــ ۱۶۲ - ۱۶۳

ابن طاہر مقدسی، حافظ ← ابوالفضل محمد بن طاہر قدسی

ابن الطہرانی ← محمد بن حماد الطہرانی

ابن طولون دمشقی، حافظ شمس الدین محمد بن علی بن احمد ـــ (۹۵۳ھ) ـــ ۱۱۸ - ۱۳۹ - ۱۷۵

ابن عامر، عبداللہ بن عامر بن یزید بن تمیم بن ربیعہ الیحصبی الدمشقی ـــ (۱۱۸ھ) ـــ ۱۴۱

ابن عباس ← عبداللہ بن عباس

ابن عبدالبر مالکی اندلسی، علامہ حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد ـــ (۴۶۳ھ) ـــ ۴۷ - ۶۳ - ۶۵ - ۱۱۷ - ۱۲۷ - ۱۳۶ - ۱۳۹ - ۱۴۵ - ۱۴۷ - ۱۵۵ - ۱۵۶ - ۱۷۹ - ۱۸۳ - ۱۸۴ - ۱۸۹ - ۱۹۲ - ۲۰۴ - ۲۲۳ - ۲۲۹

ابن عبدویہ وراق ـــ ۹۸

ابن عجلان، ابوعبداللہ محمد ـــ (۱۴۸/۱۴۹ھ) ـــ ۳۰

ابن عدی الجرجانی، حافظ ابواحمد عبداللہ ـــ (۳۶۵ھ) ـــ ۳۴ - ۳۸ - ۵۴ - ۶۲ - ۸۴ - ۸۵ - ۸۷ - ۱۰۱ - ۱۹۸ - ۲۱۳ -

ابن العربی المعافری، حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ بن احمد ـــ (۵۴۳/۵۴۶ھ) ـــ ۱۶۷ - ۱۸۸ - ۲۲۷

ابن عساکر، حافظ ابوالقاسم علی بن ابی محمد الحسن بن ہبۃ اللہ بن عبداللہ بن الحسین ـــ (۵۷۱ھ) ـــ ۱۱ - ۴۴ - ۶۵ - ۱۶۲ - ۱۶۳ - ۲۳۷

ابن عقبۃ الشیبانی، ابوالحسن علی بن محمد بن محمد ـــ (۳۴۳ھ) ـــ ۴۴

ابن عقدہ، حافظ ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید بن عبدالرحمٰن ـــ (۳۳۲ھ) ـــ ۲۳ - ۴۴ - ۵۱ - ۹۹ - ۱۰۵

ابن عُلَیّہ البصری، ابوبشر اسمٰعیل بن ابراہیم بن مقسم ـــ (۱۹۳ھ) ـــ ۱ - ۱۸۹

ابن العماد حنبلی، علامہ ابوالفلاح عبدالحی بن احمد بن محمد ـــ (۱۰۸۹ھ) ـــ ۳ - ۱۲۵ - ۲۳۱

Marfat.com

ابن عَون، امام ابو عون عبداللہ —— (۱۵۱ھ) —— ۹۴

ابن عُیَینہ، حافظ ابو محمد سفیان —— (۱۹۸ھ) —— ۱۱-۱۲-۱۶-۲۵-۳۱-۴۴-۵۵-۹۷-

۱۴۴-۱۸۷-۱۸۹-۱۹۱-۱۹۲-۲۴۳-۲۴۴-

ابن فارس لغوی، ابو الحسین احمد —— (۳۹۵ھ) —— ۲۴۵

ابن الفُرات، حافظ ابو مسعود احمد —— (۲۵۸ھ) —— ۳۴

ابن الفرضی، حافظ ابو الولید عبداللہ بن محمد بن یوسف —— (۴۰۳ھ) —— ۴۹

ابن الفقیہ، ابو بکر احمد بن محمد بن اسحٰق بن ابراہیم —(من علماء اواخر القرن الثالث) —— ۴

ابن فہد، حافظ تقی الدین —— (۸۷۱ھ) —— ۲۳-۲۴-۱۵۰-۱۵۱

ابن القاسم المصری، ابو عبداللہ عبدالرحمٰن —— (۱۹۱ھ) —— ۸۰-۸۱-۱۹۸

ابن القانع، حافظ == عبدالباقی بن قانع۔

ابن قتیبہ، علامہ ابو محمد عبداللہ بن مسلم —— (۲۷۶ھ) —— ۱۲۹

ابن القطان، حافظ == ابو الحسن بن القطان

ابن قطلوبغا، حافظ ابو العدل زین الدین قاسم —— (۸۷۹ھ) —— ۱۷۴ ۱۹۶

ابن القیم، حافظ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد ابن حریز —— (۷۵۱ھ) ——

۳۳-۱۶۹-۱۷۵-۱۹۱-۲۰۲

ابن کثیر دمشقی، حافظ ابو الفداء عماد الدین اسمٰعیل بن عمر —— (۷۷۴ھ) —— ۲-۴۶-۷۵-

۱۲۵-۱۲۶-۱۲۸-۱۳۷-۱۳۸-۲۱۰-۲۲۵-۲۲۷-۲۳۱-۲۳۷-۲۴۴

ابن لَہیعہ، حافظ عبداللہ —— (۱۷۴ھ) —— ۸۰-۱۸۸

ابن الماجشون، ابو عبداللہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ —— (۱۶۴ھ) —— ۱۸۹

ابن ماجہ، امام ابو عبداللہ محمد بن یزید —— (۲۷۳ھ) —— ۱-۲-۳-۴-۶-۷-۸-۹-۱۱-

۱۲-۱۳-۱۶-۱۹-۲۰-۲۶-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۳-۳۴-۳۵-۴۵-۵۰-۵۱

۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-

۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵

۸۶-۹۲-۹۳-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۴-۱۰۵-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۹-۱۲۱-

۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۵۲-۱۸۱-۱۹۸-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-

Marfat.com

۲۳۴ - ۲۳۷ - ۲۳۸ - ۲۳۹ - ۲۴۰ - ۲۴۱ - ۲۴۲ - ۲۴۳ - ۲۴۴ - ۲۴۵ - ۲۴۶ - ۲۴۷ - ۲۴۸

ابن ماکولا ، حافظ ابو نصر امیر ــــ (۴۷۵ھ) ــــ ۱۷۲

ابن مبارک ــــ عبد اللہ بن مبارک۔

ابن مدینی ، حافظ ــــ علی بن المدینی

ابن مسعود ــــ عبد اللہ بن مسعود

ابن مصفی ، حافظ ــــ محمد بن مصفی

ابن معین امام ــــ یحیی بن معین

ابن المقری ، حافظ ابو یحیی محمد بن عبد اللہ بن یزید ــــ (۲۵۶ھ) ــــ ۳۵ - ۳۸

ابن الملقن ، علامہ سراج الدین عمر بن علی ــــ (۸۰۴ھ) ــــ ۲۴۶

ابن مندہ ، حافظ ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحیی ــــ (۳۹۵ھ) ــــ ۲۳ - ۱۰۹ - ۱۴۹ - ۲۱۶ - ۲۲۳ - ۲۳۲

ابن مہران جمال رازی ، حافظ ابو جعفر محمد ــــ (۲۳۸/۲۳۹ھ) ــــ ۸۶

ابن ناصر ، حافظ ابو الفضل محمد ــــ (۵۵۰ھ) ــــ ۱۶۶

ابن ناصر الدین ، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد بن احمد بن مجاہد ــــ (۸۴۲ھ) ــــ ۳ - ۱۲۵ - ۱۵۰

ابن الندیم ، ابو الفرج محمد بن اسحاق ــــ (تقریباً ۳۸۵ھ) ــــ ۱۵۶

ابن نقطہ بغدادی ، حافظ ابو بکر معین الدین محمد بن عبد الغنی ــــ (۶۲۹ھ) ــــ ۲۱۴ - ۲۲۷

ابن نمیر ــــ محمد بن عبد اللہ بن نمیر

ابن الہمام ، امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید بن مسعود ــــ (۸۶۱ھ) ــــ ۳۹ - ۱۹۷ - ۲۰۴

ابن وارہ رازی ، حافظ ابو عبد اللہ محمد بن مسلم بن عثمان بن عبد اللہ ــــ (۲۷۰ھ) ــــ ۸۶ - ۸۸ - ۸۹ - ۹۰ - ۹۱

ابن الوزیر الیمانی ــــ محمد بن ابراہیم

ابن وہب ــــ عبد اللہ بن وہب

ابن یونس ، حافظ ابو سعید عبد الرحمن بن احمد ــــ (۳۴۷ھ) ــــ ۳۸ - ۸۲ - ۸۳ - ۱۶۲

Marfat.com

ابو احمد جلودی، شیخ محمد بن عیسیٰ ابن عمرویہ ــــ (۳۶۸ھ) ــــ ۲۱۷

ابو احمد حاکم کبیر نیشاپوری، حافظ محمد بن محمد بن احمد بن اسحاق ــ (۳۷۸ھ) ــ ۹۵-۹۶-۹۷-۹۸

ابو احمد عسکری، حافظ حسن بن عبداللہ بن سعید ــــ (۳۸۲ھ) ــ ۱۶۶

ابو الاحوص محمد بن الہیثم بن حماد البغدادی، حافظ ــــ (۲۷۹ھ) ــــ ۶۹

ابو الازہر نیشاپوری، حافظ احمد بن الازہر بن منیع بن سلیط العبدی ــــ (۲۶۳ھ)
۱۰۴-۱۰۵-۲۳۹

ابو اسامہ محمد بن عبدالملک بن یزید الرواس ــــ ۲۲۵-

ابو اسحٰق الطخری، ابراہیم بن محمد ــــ ۸۵

ابو اسحٰق السبیعی، حافظ عمرو عبداللہ الہمدانی الکوفی ــــ (۱۲۷/۱۲۸ھ) ــــ ۴۴-۲۲۸-۲۲۹-۲۴۷

ابو اسحٰق شیرازی، شیخ ابراہیم بن علی بن یوسف ــــ (۴۷۶ھ) ــــ ۷-۲۲۰

ابو اسحٰق الفزاری، حافظ ابراہیم بن محمد بن الحارث بن اسماء ــــ (۱۸۵/۱۸۶ھ) ــــ ۱۸۹

ابو اسحٰق مستملی بلخی، ابراہیم بن احمد بن ابراہیم بن داؤد ــــ (۳۷۶ھ) ــــ ۲۱۳

ابو اسحٰق ہروی، حافظ ═══ ابراہیم بن عبداللہ بن حاتم

ابو اسمٰعیل عبداللہ بن محمد انصاری ہروی، حافظ ــــ (۴۸۱ھ) ــــ ۴۳-۲۲۷

ابو امامہ، صدی بن عجلان الباہلی ــــ (۸۶ھ) ــــ ۱۱۸

ابو ایوب انصاری، خالد بن یزید ــــ (۵۱ھ) ــــ ۱۵۰

ابو بشر دولابی، حافظ محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الرازی الوراق ــــ
(۳۱۰ھ) ــــ ۳۸

ابو بکر احمد بن علی بن ثابت ═══ خطیب بغدادی

ابو بکر احمد بن محمد بن اسحٰق الدینوری المعروف بابن السنی، حافظ ــــ (۳۶۴ھ) ــــ
۲۱۹-۲۲۰

ابو بکر احمد بن منصور بن سیار بن معارک البغدادی، حافظ ═══ رمادی

ابو بکر الاعین، محمد بن ابی غیاث ــــ (۲۴۰ھ) ــــ ۲۴۷

ابو بکر بن ابی الدنیا، حافظ عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان القرشی الاموی مولاہم البغدادی ـ
(۲۸۱ھ) ــــ ۶۸-۱۱۵

Marfat.com

ابوبکر بن ابی شیبہ، حافظ عبداللہ بن محمد ——— (۲۳۵ھ) ——— ۱۲-۲۱-۲۶-۴۵-۴۶-۴۷-
۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۶۴-۶۷-۸۶-۸۸-۲۰۶

ابوبکر بن حزم، قاضی ═══ ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم

ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام ——— (۹۴ھ) ——— ۱۹-۳۰

ابوبکر بن عیّاش المقری ——— (۱۹۳ھ) ——— ۱۹۴

ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم خزرجی انصاری، قاضی ——— (۱۲۰ھ) ——— ۱۳۷-۱۵۳-۱۵۴-
۱۵۵-۱۵۶-۱۵۸

ابوبکر بن یزید ابن ماجہ ——— ۱۲۳

ابوبکر جارودی حنفی، حافظ محمد بن النضر بن سلمۃ بن الجارود بن زید ——— (۲۹۱ھ) ——— ۱۱۱-۱۱۲

ابوبکر جصاص رازی، امام احمد بن علی ——— (۳۷۰ھ) ——— ۵۶-۱۹۶-۲۰۴-۲۲۵

ابوبکر جِعابی حنفی، حافظ محمد عمر بن محمد بن سالم ——— (۳۵۵ھ) ——— ۲۳-۱۱۷

ابوبکر الحازمی، حافظ محمد بن موسیٰ بن عثمان ——— (۵۸۴ھ) ——— ۲۱۲-۲۱۴

ابوبکر حامد ابہری ——— ۲۴۴

ابوبکر صاغانی، حافظ محمد بن اسحاق بن جعفر ——— (۲۷۰ھ) ——— ۶۹

ابوبکر الصدیق، عبداللہ بن ابی قحافہ ——— (۱۳ھ) ——— ۶۶-۱۳۸-۱۴۳-۲۰۴-۲۰۶-۲۰۷-۲۴۰

ابوبکر عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد السرخسی الحنفی، امام ——— (۴۳۹ھ) ——— ۱۱۸

ابوبکر عتیق بن داؤد یمانی، امام ——— ۴۰

ابوبکر محمد بن بکر بن محمد بن عبدالرزاق بن داسہ ——— (۳۴۶ھ) ——— ۲۲۵-۲۲۶

ابوبکر محمد بن حرب ——— ۹۳

ابوبکر محمد بن موسیٰ خوارزمی، امام ——— (۴۰۳ھ) ——— ۲۲۵

ابوبکر محمد بن ہارون بن حجاج معتری ——— ۱۲

ابوبکر مہندس ——— ۳۸

ابوالتقی ہشام بن عبدالملک الیزنی الحمصی، حافظ ——— (۲۵۱ھ) ——— ۷۸

ابوتُمَیلہ مروزی، حافظ یحییٰ بن واضح ——— ۱۱۳

ابوثور، امام ابراہیم بن خالد بن ابی الیمان ——— (۲۴۰ھ) ——— ۶۳-۶۵-۶۶-۶۷

Marfat.com

ابو جعفر بن زبیر غرناطی، حافظ ـــ (۷۰۸ھ) ـــ ۲۲۱-۲۲۶-۲۲۹-۲۳۴

ابو جعفر تُستری، حافظ احمد بن یحییٰ بن زہیر ـــ (۳۱۰ھ) ـــ ۸۹

ابو جعفر دارمی، احمد بن سعید بن صخر السرخسی ثم النیسابوری ـــ (۲۵۳ھ) ـــ ۹۱-۱۰۵

ابو جعفر طحاوی، امام ـــ طحاوی

ابو جعفر عقیلی، حافظ ـــ ۲۱۴

ابو جعفر محمد بن احمد بن محمود نسفی ـــ (۴۱۴ھ) ـــ ۲۲۵

ابو جعفر محمد بن الحسین بغدادی، امام ـــ (۲۶۱ھ) ـــ ۱۶۴

ابو جعفر محمد بن علی (باقر) امام ـــ امام باقر

ابو جعفر محمد بن عیسیٰ ـــ ۲۴۴-

ابو حاتم بن حبان بُستی، حافظ ـــ ابن حبان

ابو حاتم رازی، امام حافظ محمد بن ادریس بن المنذر الحنظلی ـــ (۲۷۷ھ) ـــ ۱۱-۱۲-۱۳-
۲۱-۳۱-۳۵-۵۰-۵۸-۶۵-۷۱-۷۶-۷۸-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-
۹۳-۹۴-۹۵-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۶-۱۰۸-۱۴۴-۲۴۵

ابو حاتم المعروف بخاموش، حافظ ـــ ۲۳۸

ابو حامد احمد بن عبد اللہ بن داؤد المروزی تاجر ـــ ۲۲۹

ابو حامد اسفرائنی، علامہ احمد بن محمد بن احمد ـــ (۴۰۶ھ) ـــ ۷-۶۳

ابو حامد بن الشرقی، حافظ ـــ ابن الشرقی

ابو حامد محمد بن ہارون حضرمی، محدث ـــ (۳۲۱ھ) ـــ ۱۱۷

ابو الحجاج مزی، حافظ ـــ جمال الدین مزی

ابو [illegible]بلی، حافظ ـــ عمرو بن رافع

ابو الحسن احمد بن عبد اللہ عجلی، امام ـــ (۲۶۱ھ) ـــ ۳۹

ابو الحسن دارقطنی، حافظ ـــ دارقطنی

ابو الحسن طنافسی، حافظ ـــ علی بن محمد، ابو الحسن

. . . .

. . . .

Marfat.com

ابوالحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ قزوینی، حافظ ——— (۳۴۵ھ) - ۲ - ۲۴۴ - ۲۴۵

ابوالحسن علی بن احمد طحاوی، امام ——— (۳۵۱ھ) ——— ۲۱۹

ابوالحسن علی بن الحسن بن عبد انصاری ——— ۲۲۵

ابوالحسن علی بن عاصم بن صہیب واسطی، حافظ، مُسندِ عراق ——— (۲۰۱ھ) ——— ۲۰

ابوالحسن قطان، حافظ ——— ابوالحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ بن بحر القزوینی

ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن زکریا بن حیویہ ——— ۲۱۹

ابوالحسن المعافری، حافظ علی بن محمد بن خلف ——— (۴۰۳ھ) ——— ۲۱۸

ابوالحسن مولیٰ بنی نوفل ——— ۲۴۷

ابوالحسن نورالدین محمد بن عبدالہادی سندی، علامہ ——— (۱۱۳۸/۱۱۲۹ھ) ——— ۲-۲۳۲-۲۳۴-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۵-۲۴۶

ابوالحسن واذری ——— ۲۲۹

ابوالحسین بن المبارک ——— ۲۱

ابوالحسین عاصم بن علی بن عاصم واسطی ——— (۲۲۱ھ) ——— ۲۰ - ۲۱

ابوالحسین علی بن احمد بن عیسیٰ النہفقی ——— ۱۱۷ - ۱۱۸

ابوالحسین محمد بن احمد بن الطیب بن جعفر بن کمار الکماری ——— (۴۱۵ھ) ——— ۲۲۵

ابوالحسین محمد بن احمد بن محمد بن عبدوس بن کامل زعفرانی ——— (۳۹۳/۳۹۴ھ) ——— ۲۲۵

ابوحفص صغیر، امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن حفص بن الزبرقان ——— (۲۶۴ھ) ———
۲۲-۲۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۸۵

ابوحفص کبیر، امام احمد بن حفص ——— (۲۱۷ھ) ——— ۲۲-۱۰۸-۱۰۹-۱۷۴-۱۸۵-۱۸۶

ابوحمزہ سکری، حافظ محمد بن میمون ——— (۱۶۷/۱۶۸ھ) ——— ۱۱۲

ابوحنیفہ، امام اعظم، نعمان بن ثابت بن زوطی ——— (۱۵۰ھ) ——— ۳-۴-۶-۷-۱۰-۱۶-۱۸-
۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۷-۳۷-۳۸-۴۰-۴۴-۴۷-۴۸-۴۹-۵۱-۵۴-
۵۵-۵۶-۶۱-۶۲-۷۵-۸۰-۸۱-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۱۰۳-۱۰۴-۱۱۱-۱۱۳-۱۱۴-
۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۲۱-۱۲۶-۱۲۷-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-
۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲
۱۸۴-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۸-۲۰۳-۲۰۵-
۲۲۰-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۳

Marfat.com

ابو خیثمہ زہیر بن حرب النسائی، حافظ ——— (۲۳۴ھ) — ۶۵-۶۷-۶۸-۲۰۸-۲۲۹

ابوداؤد سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر ازدی سجستانی، امام ——— (۲۷۵ھ) ——— ۶-۷
۸-۹-۲۶-۴۵-۵۰-۵۱-۵۲-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۶۴-۶۵-۶۷-۶۸-۶۹-
۷۶-۷۷-۷۸-۸۱-۸۲-۹۲-۱۰۰-۱۰۵-۱۱۳-۱۱۹-۱۳۸-۱۴۳-۱۶۵-۱۸۱-۱۸۶-
۲۰۰-۲۰۴-۲۱۱-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۳۲
۲۳۸-۲۴۰

ابوداؤد طیالسی، حافظ سلیمان بن داؤد بن جارود ——— (۲۰۴ھ) ——— ۲۷-۳۵-۱۰۶-۲۰۸-

ابوالدرداء، عویمر (عامر) بن یزید بن قیس ——— (۳۱/۳۲ھ) ——— ۱۵-۱۶-۲۳-۴۰-۱۱۸

ابوذر محمد بن ابراہیم ——— ۲۲۹-

ابوذر ہروی، حافظ عبد بن احمد بن محمد بن عبداللہ المعروف بابن السماک ———
(۴۳۵ھ) ——— ۲۱۳

ابورجاء محمد بن سیف الازدی الحدانی ——— (تقریباً ۱۱۷ھ) ——— ۳۹

ابورزین، مسعود بن مالک الاسدی ——— (۸۵ھ) ——— ۲۲۰

ابوالزبیر المکی، امام محمد بن مسلم بن تدرس ——— (۱۲۶ھ) ——— ۱۱۸-۱۲۴

ابوزرعہ، حافظ عبیداللہ بن عبدالکریم بن یزید بن فروخ الرازی ——— (۲۶۴ھ) ——— ۱۱-۱۲-۱۳-
۴۵-۵۷-۶۲-۶۳-۶۶-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-
۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۲-۱۰۸-۱۲۷-۱۷۷-۱۷۸-۱۸۴-۲۰۸-۲۱۵-۲۱۹-
۲۳۱-۲۳۸-۲۳۹-

ابوزرعہ دمشقی، حافظ عبدالرحمن بن عمرو بن عبداللہ بن صفوان بن عمرو ——— (۲۸۱ھ) ——— ۱۳۸

ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان القرشی ——— (۱۳۰/۱۳۲ھ) ——— ۳۰

ابوزید المروزی، امام محمد بن احمد بن عبداللہ بن محمد ——— (۳۷۱ھ) ——— ۲۱۳

ابوسالم محمد بن سعید الجلودی ——— ۲۲۵

ابوسعد عبداللہ بن سعید بن حصین الکندی الکوفی، حافظ ——— اشج

ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد المعروف بابن الاعرابی، حافظ ——— (۳۴۰ھ) ——— ۲۲۴-۲۲۵

ابوسعید الاشج، شیخ الاسلام ——— اشج

Marfat.com

ابوسعید بکر بن منیر ـــ ۱۸۶

ابوسعید الحیری شامی ـــ ۲۳۲

ابوسعید الخدری، سعد بن مالک بن سنان بن عبید ـــ (سنہ ۷۴ھ) ـــ ۱۱۸ ـ ۱۲۳

ابوسعید رواس ـــ ۴۳

ابوسعید علائی، حافظ ـــ ۱۷۶

ابوسعید ہیثم بن کلیب شاشی، حافظ ـــ (سنہ ۳۳۵ھ) ـــ ۲۲۹

ابوسفیان، صخر بن حرب بن امیہ ـــ (سنہ ۳۱/۳۴ھ) ـــ ۲۴۳ ـ ۲۴۴

ابوسفیان واسطی، طلحہ بن نافع ـــ ۱۴۴

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف ـــ (سنہ ۹۴ھ) ـــ ۲۹

ابوسلیمان جوزجانی ، امام موسیٰ بن سلیمان ـــ (سنہ ۳۱۱ھ) ـــ ۱۷۴

ابوسلیمان قزوینی حنفی ـــ اسمٰعیل بن توبہ

ابوسہل قزوینی حنفی ـــ اسمٰعیل بن توبہ ابوسلیمان

ابوشاہ کلبی ـــ ۱۳۶

ابوشیبہ، ابراہیم بن عثمان بن خواستی ـــ (سنہ ۱۶۹ھ) ـــ ۲۶

ابوالشیخ بن حیان، حافظ ـــ ۱۰۲ ـ ۱۷۳

ابوطاہر السلفی، حافظ احمد بن محمد بن احمد ـــ (سنہ ۵۷۶ھ) ـــ ۱۲۸ ـ ۲۳ ـ ۲۳۲

ابوطلحہ منصور بن محمد بن علی بن قرینۃ البزدوی ـــ (سنہ ۳۲۹ھ) ـــ ۲۱۴

ابوالطیب احمد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن اشنانی ـــ ۲۲۴

ابوالطیب احمد بن روح شعرانی ـــ ۲۴۴

ابوالطیب الطبری، قاضی طاہر بن عبداللہ بن طاہر ـــ (سنہ ۴۵۰ھ) ـــ ۷

ابوالطیب فاسی ـــ ۲

ابوعاصم النبیل، امام ضحاک بن مخلد ـــ (سنہ ۲۱۲ھ) ـــ ۵۶ ـ ۷۷ ـ ۹۰

ابوالعالیہ الریاحی البصری، امام رفیع بن مہران ـــ (سنہ ۹۳ھ) ـــ ۱۶ ـ ۵۴

ابوعامر ثقفی ـــ ۱۱۸

ابوالعباس احمد بن الصلت بن المغلس الحمانی ـــ (سنہ ۳۰۸ھ) ـــ ۱۲۱

Marfat.com

ابو العباس احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابی العوام، قاضی ——— (بعد سنہ ۴۰۵ھ) ——— ۵۶-۱۶۱-

ابو العباس اصم، امام محمد بن یعقوب بن یوسف بن معقل بن سنان ——— (سنہ ۲۴۶ھ) ——— ۲۲۵-

ابو العباس السراج، حافظ محمد بن اسحاق بن ابراہیم الثقفی ——— (سنہ ۳۱۳ھ) ——— ۱۰۴

ابو العباس محمد بن احمد بن محبوب المحبوبی المروزی ——— (سنہ ۳۴۶ھ) ——— ۲۲۹

ابو عبدالرحمن سلمی، عبداللہ بن حبیب بن ربیعہ ——— (سنہ ۷۰ھ) ——— ۳۹

ابو عبدالرحمن معتری، حافظ ═══ عبداللہ بن یزید معتری

ابو عبداللہ بن الاخرم، حافظ ═══ ابن الاخرم

ابو عبداللہ بن رُشَید، حافظ ═══ (سنہ ۷۲۱ھ) ——— ۲۱۷

ابو عبداللہ بن مندہ، حافظ ═══ ابن مندہ

ابو عبداللہ بن یزید ابن ماجہ ——— ۱۲۳

ابو عبداللہ بوشنجی، محمد بن ابراہیم العبدی ——— (سنہ ۲۹۱ھ) ——— ۱۰۴

ابو عبداللہ رازی، محدث ═══ محمد بن سعید بن سابق

ابو عبداللہ محمد بن قاسم بن محمد بن قاسم البنانی الاموی القرطبی، حافظ ——— (سنہ ۳۲۸ھ) ——— ۲۱۹

ابو عبداللہ محمد بن مَخْلَد العطار، حافظ ——— (سنہ ۳۳۲ھ) ——— ۱۶۳

ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ بن مہدی فقیہہ جُرجانی، امام ——— (سنہ ۳۹۸ھ) ——— ۲۲۵

ابو عبداللہ محمد بن یزید الربعی القزوینی ═══ ابن ماجہ

ابو عُبَید قاسم بن سَلّام ——— (سنہ ۲۲۴ھ) ——— ۴۵-۶۸-۸۷-۲۱۲

ابو عَروبہ حرّانی، حسین بن محمد بن ابی معشر ——— (سنہ ۳۱۸ھ) ——— ۵۸

ابو العلاء عطار ہمدانی، حافظ حسن بن احمد ——— (سنہ ۵۶۹ھ) ——— ۱۰۲-۲۱۰

ابو علی الحسن بن الخضر الاُسیوطی ——— (سنہ ۳۶۱ھ) ——— ۲۱۹-۲۲۰

ابو علی حسین بن محمد بن احمد ماسَرجی، حافظ ——— (سنہ ۳۶۵ھ) ——— ۲۱۵

ابو علی صالح بن محمد بغدادی، حافظ ═══ صالح بن محمد جزرہ

ابو علی محمد بن احمد بن عمرو لؤلؤی ——— (سنہ ۳۳۳ھ) ——— ۲۲۴-۲۲۵

ابو علی نیشاپوری، حافظ حسین بن علی بن یزید بن داوٗد ——— (سنہ ۳۴۹ھ) ——— ۸۵-۱۰۱-۱۶۷-۲۱۱-۲۱۷

ابو عمر غلام ثعلب، محمد بن عبدالواحد اللغوی ——— (سنہ ۳۴۵ھ) ——— ۲۲۵

Marfat.com

ابوعمرو احمد بن علی بن الحسن بصری ـــ ۲۲۵

ابوعمرو احمد بن محمد بن ابراہیم بن حکیم مدنی اصبہانی ـــ (۳۳۳ھ) ـــ ۲۴۴

ابوعمرو احمد بن محمد بن عمر المقری ـــ ۱۸۶

ابوعمرو بن حمدان ـــ ۹۹

ابوعمرو بن العلاء بن عمار بن عبداللہ المقری البصری ـــ (۱۵۴ھ) ـــ ۴۱

ابوعمرو بن نجید ـــ ۲۱۷

ابوعیسیٰ اسحاق بن موسیٰ بن سعید رملی ـــ (۳۲۰ھ) ـــ ۲۲۵

ابوعیسیٰ ترمذی، امام == ترمذی

ابوالفتح بن سید الناس یعمری مصری شافعی، حافظ فتح الدین محمد بن محمد بن محمد ـــ (۷۳۴ھ)
۹۲ - ۲۲۶ - ۲۲۷ - ۲۳۰

ابوالفرج احمد بن محمد بن عمر بن الحسن المعروف بابن المسلمہ ـــ (۴۱۵ھ) ـــ ۲۲۵

ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی == ابن الجوزی

ابوالفضل زہری ـــ ۲۲

ابوالفضل عباس بن عبدالعظیم البصری الحافظ == عباس عنبری

ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی، حافظ ـــ (۵۰۷ھ) ـــ ۱۱۲ - ۱۲۶ - ۲۱۸ - ۲۲۳ - ۲۲۷
۲۳۳ - ۲۳۸

ابوالفضل نورالدین علی بن مراد موصلی عمری شافعی ـــ (۱۱۴۷ھ) ـــ ۱۷۴

ابوالقاسم ـــ ۶۷ - ۸۹

ابوالقاسم امام الدین عبدالکریم بن محمد القزوینی الرافعی الشافعی، محدث == رافعی

ابوالقاسم سعد بن علی بن محمد زنجانی، حافظ ـــ (۴۷۲ھ) ـــ ۲۱۸

ابوالقاسم سکونی ـــ ۴۴

ابوقلابہ عبدالملک بن محمد بن عبداللہ رقاشی ـــ (۲۷۶ھ) ـــ ۶۸

ابوکُریب، محمد بن العلاء بن کُریب ـــ (۲۴۳ھ / ۲۴۸ھ) ـــ ۱۷ - ۱۸ - ۵۱ - ۱۱۱

ابومِجلز، لاحق بن حُمید السدوسی ـــ (۱۰۶ھ / ۱۰۹ھ) ـــ ۱۵۷

ابوالمحاسن حسینی دمشقی، حافظ ـــ (۷۶۵ھ) ـــ ۱۵۰ - ۱۵۱

Marfat.com

ابوالمحاسن مرغینانی، امام ——— ۱۶
ابو محمد احمد بن علی قلانسی ——— ۲۱۷
ابو محمد تجیبی، شیخ ——— ۲۱۶
ابو محمد حسن بن ابراھیم قطان ——— ۲۲۹
ابو محمد حسن بن عبد الرحمٰن بن خلاد رامہرمزی، حافظ ——— (سنہ ۳۶۰ھ) ——— ۴۱-۱۶۶
ابو محمد الربیع بن سلیمان بن عبد الجبار بن کامل، حافظ ——— ربیع مرادی
ابو محمد سرخسی، عبد اللہ بن احمد بن حمّویہ ——— (سنہ ۳۸۱ھ) ——— ۲۱۳
ابو محمد عباس بن عبد اللہ بن ابی عیسٰی الترقفی الباکسائی، حافظ ——— (سنہ ۲۶۷ھ) ——— ۷۳
ابو محمد عبد الرحمٰن رازی ——— ابن ابی حاتم
ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی ——— دارمی
ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث حارثی بخاری، حافظ ——— (سنہ ۳۴۰ھ) ———
۲۲-۳۷-۸۰-۸۱-۱۱۴-۱۶۴
ابو محمد محی الدین، عبد القادر بن محمد بن محمد بن نصر اللہ بن سالم بن ابی الوفاء القرشی الحنفی ——— عبد القادر قرشی، حافظ
ابو مروان طبنی ——— ۲۱۶
ابو مروان العثمانی ——— محمد بن عثمان بن خالد الاموی
ابو مزاحم خاقانی، موسیٰ بن عبید اللہ ابن یحییٰ بن خاقان ——— (سنہ ۳۲۵ھ) ——— ۶۹
ابو مسلم کجی، حافظ ابراھیم بن عبد اللہ بن مسلم ——— (سنہ ۲۹۲ھ) ——— ۲۲
ابو مسہر الدمشقی، عبد الاعلیٰ بن مسہر ——— (سنہ ۲۱۸ھ) ——— ۷۵
ابو مصعب زہری، حافظ احمد بن ابی بکر بن الحارث العوفی المدنی ——— (سنہ ۲۴۲ھ) ——— ۳۱-۱۸۳
ابو مطیع مکحول بن الفضل النسفی ——— (سنہ ۲۱۸ھ) ——— ۲۷
ابو المظفر یوسف بن عبد اللہ، سبط ابن الجوزی ——— سبط ابن الجوزی
ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد الطبری المقری الشافعی، امام ——— (سنہ ۴۷۸ھ) ——— ۱۱۷-۱۱۸
ابو معاویہ الضریر، محمد بن خازم ——— (سنہ ۱۹۴ھ) ——— ۱۱-۱۸۰
ابو معشر منجم، جعفر بن محمد بن عمر البلخی ——— (سنہ ۲۷۲ھ) ——— ۹
ابو المغیرہ، عبد القدوس ابن الحجاج الخولانی الحمصی ——— (سنہ ۲۱۲ھ) ——— ۷۷

Marfat.com

ابو مقاتل سمرقندی، امام حفص بن سلم ——— (سنہ ۲۰۸/۲۵۸ھ) ——— ۱۶۵

ابو منصور عبدالرحمٰن بن محمد القزاز ——— ۶۲

ابو موسیٰ اشعری، عبداللہ بن قیس بن سُلَیم الیمانی ——— (سنہ ۴۴/۵۱ھ) ——— ۳۳-۳۷-۵۴

ابو موسیٰ محمد بن المثنیٰ، حافظ ═══ محمد بن المثنیٰ

ابو موسیٰ مدینی، حافظ محمد بن ابی بکر عمر بن ابی عیسیٰ ——— (سنہ ۵۸۱ھ) ——— ۲۰۸ - ۲۱۰

ابو نصر احمد بن ابی حامد الباہلی ——— ۱۸۶

ابو نُعَیم اصبہانی شافعی، حافظ احمد بن عبداللہ بن احمد ——— (سنہ ۴۳۰ھ) ——— ۳۵-۵۵-۹۱-
۱۱۶-۱۱۷-۱۴۹-۱۵۳-۱۵۶-۱۷۳

ابو ہارون عبدی، عمارہ بن جُوَین ——— (سنہ ۱۳۴ھ) ——— ۱۸۸

ابو ہریرہ ——— (سنہ ۵۷/۵۹ھ) ——— ۶-۱۳-۳۰-۱۱۸-۱۳۵-۱۳۶-۱۴۰-۱۴۴-۱۴۵-۱۹۰-۱۹۹

ابو ہمام بن ابی بدر السکونی الکوفی، حافظ ═══ ولید بن شجاع

ابو ہمام صلت بن محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی المغیرہ ——— ۹۴

ابو الہیثم کشمیہنی، محمد بن مکی بن محمد ——— (سنہ ۳۸۹ھ) ——— ۲۱۳

ابو الوفا الافغانی، مولانا ——— ۱۷۳-۱۹۶-۲۲۵

ابو الولید ——— ۱۸۶

ابو الولید الباجی، حافظ سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب بن وارث ——— (سنہ ۴۷۴ھ) ——— ۲۱۳

ابو الولید حسان بن محمد نیشاپوری، حافظ ——— (سنہ ۳۴۹ھ) ——— ۱۱۰

ابو الولید طیالسی، حافظ ہشام بن عبدالملک ——— (سنہ ۲۲۷ھ) ——— ۹۱ ۱۰۹

ابو الولید یوسف بن عبدالعزیز الاندلسی المشہور بابن الدَّبّاغ، حافظ ——— (سنہ ۵۴۶ھ) ——— ۱۴۸

ابو وہب محمد بن مزاحم مروزی ——— (سنہ ۲۰۹ھ) ——— ۱۷۲-۱۷۳

ابو یحییٰ الحمانی، عبدالحمید بن عبدالرحمٰن ——— (سنہ ۲۰۲ھ) ——— ۱۸۸

ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری، حافظ ——— (سنہ ۲۹۸ھ) ——— ۱۶۴-۱۷۵

ابو یعلیٰ خلیلی، حافظ ═══ خلیلی

ابو یعلیٰ مَوصلی، حافظ احمد بن علی بن المثنیٰ ——— (سنہ ۳۰۷ھ) ——— ۱۴-۱۲۲-۱۳۸

ابو الیمان الحمصی، الحکم بن نافع ——— (سنہ ۲۲۱/۲۲۲ھ) ——— ۷۷

Marfat.com

ابو یوسف، امام قاضی یعقوب بن ابراہیم بن حبیب ـــ (۱۸۲ھ) ـــ ۱۷-۲۳-۲۴-۲۶
۵۴-۶۱-۶۲-۶۴-۷۰-۸۱-۸۴-۸۷-۱۰۱-۱۱۶-۱۱۷-۱۶۴-۱۶۷-۱۷۳-۱۷۴-
۱۸۰-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۸-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶

ابو یوسف صیدلانی، حافظ محمد بن احمد بن محمد بن الحجاج بن میسرہ ـــ (۲۴۶ھ) ـــ ۸۴-۸۵

احمد بن ابراہیم بن کثیر، حافظ ابوعبداللہ العبدی النکری البغدادی الدورقی ـــ احمد بن ابراہیم دورقی

احمد بن ابراہیم دورقی، حافظ ـــ (۲۴۶ھ) ـــ ۶۴-۶۸-۶۹

احمد بن ابراہیم قزوینی ـــ ۲۴۴

احمد بن ابی بکر العوفی المدنی ـــ ابومصعب زہری

احمد بن الازہر بن منیع بن سلیط العبدی، حافظ ـــ ابوالازہر نیشاپوری

احمد بن اسمٰعیل، ابوحذافہ السہمی المدنی ـــ (۲۵۹ھ) ـــ ۶۹-۷۱

احمد بن بدیل بن قریش، ابوجعفر الیامی، (قاضی کوفہ) ـــ (۲۵۸ھ) ـــ ۵۲

احمد بن بکر بن سیف، ابوبکر جَیْسِیْنی ـــ ۱۷۲-۱۷۳

احمد بن ثابت الجحدری، ابوبکر البصری ـــ (بعد ۲۵۵ھ) ـــ ۵۹

احمد بن حسن ـــ ۲۲۹

احمد بن الحسن بن عبدالجبار الصوفی الکبیر ـــ ۱۳۸

احمد بن الحسن ماردانی ـــ ۹۲

احمد بن حفص، امام ـــ ابوحفص کبیر

احمد بن محمد بن حنبل، امام ابوعبداللہ ـــ (۲۴۱ھ) ـــ ۹-۱۴-۱۶-۱۷-۲۰-۳۹-۴۱-
۴۳-۴۵-۵۱-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۷-۶۹-۷۲-۷۹-۸۶-۸۷-۸۸-
۹۷-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۹-۱۳۵-۱۳۸-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۳-
۱۴۵-۱۶۰-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۸۱-۱۸۴-۲۰۰-۲۰۶-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-
۲۱۴-۲۱۵-۲۲۱-۲۲۴-۲۲۹-۲۳۶

احمد بن رستہ ـــ ۱۷۳

احمد بن زہیر، حافظ ابوخیثمہ ـــ (۲۳۴ھ) ـــ ۱۰

احمد بن سلمہ نیشاپوری، حافظ ـــ (۲۸۶ھ) ـــ ۹۱-۱۰۸-۱۰۹-۲۱۵

Marfat.com

احمد بن سنان بن اسد بن حبان القطان، حافظ ابو جعفر الواسطی ـــــ (۲۵۶ھ) ـــــ ۷۱ - ۷۲

احمد بن شعیب نسائی، امام ـــــ نسائی

احمد بن صالح مصری، حافظ ابو جعفر ـــــ (۲۴۸ھ) ـــــ ۵۱

احمد بن عاصم بن عنبسہ العبادانی، ابو صالح ـــــ ۷۰

احمد بن عبد الرحمن بن وہب، ابو عبید اللہ ـــــ (۲۶۴ھ) ـــــ ۸۱

احمد بن عبد الرحمن بن بکار، ابو الولید البسری العامری الدمشقی ـــــ (۲۴۸ھ) ـــــ ۷۰

احمد بن عبد الرحمن القرشی المخزومی الکوفی المقری ـــــ ۵۲

احمد بن عبدۃ بن موسیٰ الضبی، ابو عبد اللہ البصری ـــــ (۲۴۵ھ) ـــــ ۵۹ - ۶۰

احمد بن عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن ابی السفر الہمدانی، ابو عبیدۃ الکوفی ـــــ (۲۵۸ھ) ـــــ ۵۲

احمد بن عبد اللہ بن میمون التغلبی، ابو الحسن بن ابی الحواری الدمشقی الغطفانی الزاہد ـــــ (۲۴۶ھ) ـــــ ۷۷

احمد بن عبد اللہ بن یوسف العرعری ـــــ ۱۱۵

احمد بن عبد اللہ کوفی ـــــ ۱۸۲

احمد بن عثمان بن حکیم الاودی، ابو عبد اللہ الکوفی ـــــ (۲۶۱ھ) ـــــ ۵۲

احمد بن علی الابیوردی، ابو سہل ـــــ (۲۴۶ھ) ـــــ ۲۷

احمد بن عیسیٰ بن حسان المصری، حافظ ابو عبد اللہ العسکری المعروف بالتستری ـــــ (۲۴۳ھ) ـــــ ۴۷

احمد بن کامل بن شجرہ، قاضی ابو بکر ـــــ (۳۵۰ھ) ـــــ ۶۸

احمد بن محمد بن احمد المقری، ابو العباس ـــــ (۱۰۴۱ھ) ـــــ ۳۶

احمد بن محمد بن اسمٰعیل البخاری الاسمٰعیلی، ابو بکر ـــــ ۲۷

احمد بن محمد بن یحیٰی بن سعید القطان، ابو سعید البصری ـــــ (۲۵۸ھ) ـــــ ۵۹

احمد بن المقدام بن سلیمان العجلی، ابو الاشعث البصری ـــــ (۲۵۳ھ) ـــــ ۵۹

احمد بن منیع، حافظ ابو جعفر البغوی ثم البغدادی الاصم ـــــ (۲۴۴ھ) ـــــ ۶۴

احمد بن یوسف بن خالد المہلبی الازدی، حافظ ابو الحسن السلمی المعروف بحمدان ـــــ (۲۶۴ھ) ـــــ ۱۰۴-۱۰۵

احنف بن قیس بن معاویہ، ابو بحر ـــــ (۶۷ھ / ۷۲ھ) ـــــ ۲۴۷

ازرقی، ابو محمد احمد بن الولید بن عقبہ بن الازرق ـــــ (۲۱۲ھ) ـــــ ۳۱

ازہر بن مروان الرقاشی النواء، مولیٰ بنی ہاشم ملقب بہ فریخ البصری ـــــ (۲۴۳ھ) ـــــ ۵۹

Marfat.com

الازہری، ابوطالب محمد بن احمد ——— (۴۲۵ھ) ——— ۶۲

اُسامہ بن زید بن حارثہ بن شَراحیل کلبی ——— (۵۴ھ) ——— ۳۰

اسباط بن محمد بن عبدالرحمٰن، ابومحمد ——— (۱۹۹ھ) ——— ۱۰۶

اسحاق بن ابراہیم بن جمیل ——— ۶۴

اسحاق بن ابراہیم بن حبیب بن الشہید الشہیدی، ابویعقوب البصری ——— (۲۵۷ھ) ——— ۵۹

اسحاق بن ابراہیم بن داؤد السوّاق البصری ——— ۵۹

اسحاق بن ابراہیم الحنظلی المعروف بابن راہویہ، امام ابویعقوب ——— (۲۳۷/۲۳۸ھ) ——— ۱۰-
۸۶-۸۷-۸۸-۹۱-۹۴-۱۰۰-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۱۱-۱۱۳-۱۳۱-۱۶۶-۱۸۶-
۲۰۶-۲۰۸-۲۱۱-۲۱۵

اسحاق بن ابی اسرائیل، ابویعقوب ——— (۲۴۵/۲۴۶ھ) ——— ۲۶

اسحاق بن احمد زیرک ——— ۹۳

اسحاق بن اسمٰعیل بن عبدالاعلیٰ، ابویعقوب ——— (۲۵۸ھ) ——— ۷۹

اسحاق بن محمد قزوینی ——— ۲۴۴

اسحاق بن موسیٰ الانصاری، حافظ ابوموسیٰ الخطمی المدینی ——— (۲۴۴ھ) ——— ۳۱

اسحاق بن وہب بن زیاد العلاف، ابویعقوب الواسطی ——— (بعد ۲۵۵ھ) ——— ۷۱

اسد بن عمرو البجلی (۱۹۰ھ) ——— ۱۷-۶۱-۶۲-۱۹۴-۱۹۵

اسد بن الفرات ——— ۲۴-۱۹۴-۱۹۵

اسد بن موسیٰ اموی، حافظ ——— (۲۱۲ھ) ——— ۲۰۶

اسرائیل بن یونس بن ابی اسحٰق، ابویوسف ——— (۱۶۱/۱۶۲ھ) ——— ۱۷-۲۲۸-۲۲۹

اسمٰعیل بن ابراہیم البالسی ——— (۲۳۶ھ) ——— ۷۹

اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ جعفی، ابوالحسن (والد امام بخاری) ——— ۱۸۵

اسمٰعیل بن ابی الحارث اسد بن شاہین البغدادی، ابواسحٰق ——— (۲۵۸ھ) ——— ۷۰

اسمٰعیل بن محمد بن احمد الکشانی، ابوعلی ——— (۳۹۱ھ) ——— ۲۷

اسمٰعیل بن بشر بن منصور السلیمی، ابوبشر البصری ——— (۲۵۵ھ) ——— ۵۹-۱۱۴

اسمٰعیل بن بہرام بن یحییٰ الہمدانی ثم الخبذعی ابوشار الکوفی ——— (۲۴۱ھ) ——— ۵۲

Marfat.com

اسمٰعیل بن توبہ بن سلیمان، ابوسلیمان قزوینی حنفی ــــ (۲۴۷ھ) ــــ ۶-۱۲
اسمٰعیل بن جعفر بن ابی کثیر المدنی، ابواسحٰق ــــ (۱۸۰ھ) ــــ ۱۲-۳۰
اسمٰعیل بن حبان بن واقد الثقفی، ابواسحاق القطان الواسطی ــــ ۱۷
اسمٰعیل بن حفص بن عمر الایلی، ابوبکر الاودی البصری ــــ (۲۵۶ھ) ــــ ۵۹
اسمٰعیل بن عبدالکریم صنعانی، ابوہشام ــــ (۲۱۰ھ) ــــ ۱۴۴-۱۴۵
اسمٰعیل بن عبداللہ بن خالد القرشی العبدری، ابوعبداللہ المعروف بالسکری ــــ (بعد ۲۴۰ھ) ــــ ۷۷
اسمٰعیل بن عبداللہ بن زرارۃ، ابوالحسن الرقی ــــ (۲۲۹ھ) ــــ ۱۹
اسمٰعیل بن علیہ بن عمر بن ابی کریمہ، ابواحمد الحرانی ــــ (۲۴۰ھ) ــــ ۸۵
اسمٰعیل بن عطاء اللہ حلبی ثم المکی ــــ ۲۴۶
اسمٰعیل بن عیاش بن سلم، ابوعتبہ ــــ (۱۸۱ھ) ــــ ۷۷-۱۲۷
اسمٰعیل بن محمد المعروف بابن بردس، حافظ عماد الدین ــــ (۷۸۶ھ) ــــ ۱۵۰
اسمٰعیل بن محمد بن اسمٰعیل التیمی الطلحی الکوفی ــــ (۲۳۲ھ) ــــ ۵۲
اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری المعروف بابن بنت السدی، ابومحمد ــــ (۲۴۵ھ) ــــ ۵۲-۵۳-۱۱۱
اسمٰعیل شہید دہلوی، مولانا محمد ــــ (۱۲۴۶ھ) ــــ ۲۲۵
اسود بن ہلال المحاربی، ابوسلام ــــ (۸۴ھ) ــــ ۳۹-۴۴
اشج، ابوسعید عبداللہ بن سعید بن حصین الکندی، شیخ الاسلام ــــ (۲۵۷ھ) ــــ ۴۲-۵۰-۱۲۲
اشہب بن عبدالعزیز بن داؤد بن ابراہیم، امام ابوعمرو ــــ (۲۰۴ھ) ــــ ۱۹۱-۱۹۲-۱۹۸
اصبغ بن خلیل قرطبی ــــ (۲۷۳ھ) ــــ ۴۴-۴۹-۵۰
اصمعی، ابوسعید عبدالملک بن قریب بن عبدالملک ــــ (۲۱۴ / ۲۱۷ھ) ــــ ۸۵
اعمش، امام ابومحمد سلیمان بن مہران ــــ (۱۴۸ھ) ــــ ۱۹-۴۴-۹۲-۱۸۸
امام اعظم ــــ ابوحنیفہ
امام باقر، ابوجعفر محمد بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب ــــ (۱۱۴ / ۱۱۸ھ) ــــ ۵۴-۱۳۹
امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف الجوینی ــــ (۴۷۸ھ) ــــ ۷
ام حبیبہ بنت ابی سفیان، ام المؤمنین ــــ (۴۴ھ) ــــ ۲۴۳-۲۴۴
امیر بن ماکولا، حافظ ــــ ابن ماکولا

Marfat.com

امیر یمانی، علامہ محمد بن اسمٰعیل بن صلاح ــــ (۱۱۸۲ھ) ــــ ۱۶۰ - ۱۶۴ - ۲۱۹ - ۲۳۵ - ۲۳۶

امین، محمد بن ہارون الرشید بن المہدی، خلیفہ عباسی ــــ (۱۹۸ھ) ــــ ۱۸۳

انس بن مالک بن النضر، ابوحمزہ ــــ (۹۱/۹۲ھ) ــــ ۱۴ - ۵۴ - ۱۱۶ - ۱۱۷ - ۱۱۸ - ۱۱۹ - ۱۲۰ -
۱۲۵ - ۱۴۳ - ۱۴۶ - ۱۵۲ - ۱۵۳ - ۲۴۲

اَوزاعی، امام ابوعمرو عبدالرحمٰن بن عمرو بن یُحمد ــــ (۱۵۷ھ) ــــ ۱۹ - ۷۴ - ۷۵ - ۸۷ - ۱۵۷ -
۱۸۷ - ۱۸۹ - ۲۲۱ - ۲۴۰

ایوب بن ابی تمیمہ کیسان السختیانی، امام ابوبکر ــــ (۱۳۱ھ) ــــ ۵۴ - ۲۰۲

ایوب بن حسان الواسطی، ابوسلیمان الدقاق ــــ ۷۱

ایوب بن الحسن نیشاپوری حنفی ــــ (۲۵۱ھ) ــــ ۱۷ - ۲۱۷

ایوب بن محمد بن ایوب الہاشمی البصری المعروف بالقُلب ــــ ۵۹ - ۶۰ - ۱۲۲

ایوب بن محمد بن زیاد الوزان، ابومحمد الرقی ــــ (۲۴۹ھ) ــــ ۸۵

ایوب بن موسیٰ بن عمرو بن سعید بن العاص ــــ (۱۳۲ھ) ــــ ۲۴۳

ایوب بن ہانی الکوفی ــــ ۲۴۲

ایوب خلوتی، محدث ــــ (۱۰۷۱ھ) ــــ ۱۷۵

ب

بجینہ ــــ ۲۴۳

بخاری، امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مُغیرہ جُعفی ــــ (۲۵۶ھ) ــــ ۳ - ۴ -
۶ - ۷ - ۸ - ۹ - ۱۴ - ۲۱ - ۲۷ - ۳۱ - ۳۲ - ۳۵ - ۳۸ - ۴۳ - ۴۵ - ۴۹ - ۵۰ - ۵۱
۵۲ - ۵۴ - ۵۶ - ۶۱ - ۶۲ - ۶۷ - ۶۸ - ۶۹ - ۷۲ - ۷۶ - ۸۳ - ۸۶ - ۸۷ - ۹۰ - ۹۲
۹۳ - ۹۴ - ۹۵ - ۹۶ - ۹۷ - ۹۸ - ۹۹ - ۱۰۰ - ۱۰۱ - ۱۰۴ - ۱۰۶ - ۱۰۷ - ۱۰۸ - ۱۰۹ - ۱۱۰
۱۱۱ - ۱۱۴ - ۱۱۷ - ۱۱۹ - ۱۳۳ - ۱۴۱ - ۱۴۲ - ۱۴۳ - ۱۴۴ - ۱۵۲ - ۱۵۴ - ۱۶۰ - ۱۶۴
۱۶۵ - ۱۶۶ - ۱۶۸ - ۱۶۹ - ۱۸۰ - ۱۸۱ - ۱۸۵ - ۱۸۶ - ۱۹۱ - ۱۹۵ - ۱۹۸ - ۲۱۱ - ۲۱۲
۲۱۳ - ۲۱۴ - ۲۱۵ - ۲۱۷ - ۲۱۸ - ۲۱۹ - ۲۲۳ - ۲۲۴ - ۲۲۶ - ۲۲۸ - ۲۲۹ - ۲۳۰
۲۳۲ - ۲۳۶ - ۲۳۷ - ۲۳۸ - ۲۴۳

Marfat.com

بدرالدین زرکشی، ابوعبداللہ محمد بن بہادر بن عبداللہ ــــ (سنہ ۷۹۴ھ) ــــ ۱۹۲

بدرالدین عینی، حافظ ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد ــــ (سنہ ۸۵۵ھ) ــــ ۱۱۷

براء بن عازب بن الحارث بن عدی، ابوعمارہ ــــ (سنہ ۷۱/۷۲ھ) ــــ ۴-۴۵

برہان الدین ابراہیم بن محمد المعروف بسبط ابن العجمی، حافظ ــــ (سنہ ۸۴۱ھ) ــــ ۲۴۶

برہان الدین مرغینانی، شیخ الاسلام ابوالحسن علی بن ابی بکر ــــ (سنہ ۵۹۳ھ) ــــ ۱۹۶-۲۲۹

بُریدہ بن الحُصَیبُ الاسلمی ــــ (سنہ ۶۲ھ) ــــ ۱۱۲-۱۸۱

بسر بن عبیداللہ الحضرمی ــــ ۱۶

بسر الفاتنی (ابوالحسن بشری بن مسیس الفاتنی) ــــ سنہ ۴۳۱ھ ــــ ۲۲

بشر بن آدم بن یزید البصری الاصغر، ابوعبدالرحمٰن ــــ (سنہ ۲۵۴ھ) ــــ ۵۹

بشر بن معاذ العقدی، ابوسہل البصری الضریر ــــ (سنہ ۲۴۵ھ) ــــ ۵۹

بشر بن المفضل بن لاحق، امام ابواسمٰعیل ــــ (سنہ ۱۸۶/۱۸۷ھ) ــــ ۱۸۹

بشر بن ہلال الصواف، ابومحمد النمیری البصری ــــ (سنہ ۲۴۷ھ) ــــ ۵۹-۶۰

بشیر بن نہیک سدوسی، ابوالشعثاء ــــ ۱۴۵

بَغوی، امام ابومحمد الحسین بن مسعود بن محمد المعروف بابن الفراء ــــ (سنہ ۵۱۶ھ) ــــ ۱۹۷

بَقی بن مَخلَد، شیخ الاسلام ابوعبدالرحمٰن ــــ (سنہ ۲۷۶ھ) ــــ ۴۹-۱۲۱-۱۲۲

بقیہ بن الولید الکلاعی، ابویُحْمِد ــــ (سنہ ۱۹۷ھ) ــــ ۱۹-۷۷

بکار بن قتیبہ بن اسد، ابوبکرہ ــــ (سنہ ۲۷۰ھ) ــــ ۳

بکر بن خلف البصری، ابوبشر ــــ (سنہ ۲۴۰ھ) ــــ ۵۹-۶۰

بکر بن عبدالوہاب المدنی ــــ (بعد سنہ ۲۵۰ھ) ــــ ۳۱

بکر بن محمد بن علی زَرَنجَری، شمس الائمۃ ابوالفضل ــــ (سنہ ۵۱۲ھ) ــــ ۲۷

بکری، نورالدین ابوالحسن علی بن یعقوب بن جبریل ــــ (سنہ ۷۲۴ھ) ــــ ۸۶

بلقینی، علامہ صالح بن عمر بن رسلان ــــ (سنہ ۸۶۸ھ) ــــ ۲۱۵

بندار امام ابوبکر محمد بن بشار بن عثمان العبدی البصری، حافظ ═ محمد بن بشار

بہاؤالدین بن محمد نقشبندی بخاری، خواجہ ــــ (سنہ ۷۹۱ھ) ــــ ۷-۸

بہدلہ ــــ ۴۱

Marfat.com

بہز بن اسد، ابوالاسود ——— (سنہ ۱۹۷/۲۰۰ھ) ——— ۲۴۳
بوصیری، حافظ شہاب الدین ——— (سنہ ۸۴۰ھ) ——— ۲۴۰-۲۴۱-۲۴۷
بُوَیطی، امام ابو یعقوب یوسف بن یحیی المصری ——— (سنہ ۲۳۱/۲۳۲ھ) ——— ۲۵-۸۰
بَیہقی، امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن عبداللہ ——— (سنہ ۴۵۸ھ) ——— ۷-۸۷-۸۸-۱۰۸-۱۰۹-۱۳۸-۱۴۰-۲۰۰

ت

تاج الدین سبکی، علامہ ═══ سبکی
تاج الدین قلعی حنفی، شیخ ——— ۱۷۱
ترمذی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سَوْرَة ——— (سنہ ۲۷۹ھ) ——— ۶-۷-۸-۹-۱۷-۱۸-۱۹-۳۱-۳۵-۵۲-۵۶-۶۴-۶۶-۶۸-۶۹-۷۱-۷۹-۸۶-۸۷-۱۰۰-۱۰۵-۱۱۹-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۴-۱۴۵-۱۷۶-۱۸۱-۱۸۴-۱۸۸-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۸
تقی الدین بن دقیق العید، شیخ الاسلام محمد ابن الشیخ مجد الدین علی بن وہب ——— (سنہ ۷۰۲ھ) ——— ۱۴۹
تقی الدین سبکی، حافظ ابوالحسن علی بن عبدالکافی بن علی بن تمام ——— (سنہ ۷۵۶ھ) ——— ۲۱۹
تمیم بن المنتصر الہاشمی مولاہم الواسطی ——— (سنہ ۲۴۴ھ) ——— ۷۱

ث

ثابت ——— (والد امام ابو حنیفہ) ——— ۱۱۷
ثابت بن اسلم البنانی، امام ابو محمد ——— (سنہ ۱۱۸/۱۲۳ھ) ——— ۵۴-۲۴۲-۲۴۷
ثمامہ بن عبداللہ بن انس بن مالک ——— ۱۴۳
ثناء اللہ پانی پتی، قاضی ——— (سنہ ۱۲۲۵ھ) ——— ۷-۸
ثوری، امام ═══ سفیان ثوری

ج

جابر بن عبداللہ بن عمرو انصاری، ابو عبداللہ ——— (سنہ ۷۳ھ) ——— ۱۴-۲۷-۸۱-۱۱۸-۱۲۳-۱۴۴

Marfat.com

جابر جعفی ـــ (۱۲۷/۱۳۲ھ) ـــ ۱۸۸-۲۲۹-۲۳۰

جارود بن یزید، ابو علی ـــ ۱۱۱

جامی، ملا نور الدین عبد الرحمن بن احمد ـــ (۸۹۸ھ) ـــ ۸

جُبارۃ بن المُغلّس الحمانی، ابو محمد الکوفی ـــ (۲۴۱ھ) ـــ ۵۲-۵۳-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲

جبرئیل علیہ السلام، (روح القدس) ـــ ۱۳۳

جریر بن عبد الحمید، حافظ ابو عبد اللہ الضبی الکوفی ـــ (۱۸۸ھ) ـــ ۱۷-۸۶

جریر بن عبد اللہ بن جابر، ابو عمرو ـــ (۵۱ھ) ـــ ۴۴-۴۵

جعفر بن ادریس ـــ ۸-۱۲۲-۱۲۶-۲۴۴

جعفر بن محمد الصادق، ابو عبد اللہ ـــ (۱۴۸ھ) ـــ ۳۰

جعفر بن محمد الفریابی، حافظ ابو بکر ـــ (۳۰۱ھ) ـــ ۲۲

جعفر بن مسافر بن راشد، ابو صالح التنیسی الہذلی مولاہم ـــ (۲۵۴ھ) ـــ ۸۳-۸۴

جمال الدین ابو المحاسن یوسف ابن تغری بردی حنبلی ═ ابن تغری بردی

جمال الدین زیلعی، حافظ ═ زیلعی

جمال الدین مزی، حافظ ابو الحجاج ـــ (۷۴۲ھ) ـــ ۵۲-۵۷-۶۸-۷۰-۷۷-۸۲-۸۴
۸۸-۹۳-۱۰۱-۱۰۲-۱۱۳-۱۲۵-۱۵۰-۱۸۱-۱۸۲-۲۳۵-۲۳۷-۲۳۹-۲۴۴

جمیل بن الحسن بن جمیل الازدی العتکی الجہضمی، ابو الحسن البصری ـــ ۸۵

جُنَید بغدادی، ابو القاسم ـــ (۲۹۸ھ) ـــ ۶۵-۶۶

جہم بن صفوان ـــ (بعد ۱۲۸ھ) ـــ ۱۸۷

جوہری، حافظ ابراہیم بن سعید ابو اسحٰق الطبری ـــ (۲۴۷ھ) ـــ ۶۶

جُوَینی، عبد اللہ بن یوسف بن عبد اللہ بن یوسف بن جَیُّویہ الشافعی ـــ (۴۳۹ھ) ـــ ۷

جیون، ملا احمد ـــ (۱۱۳۰ھ) ـــ ۱۶۰-۱۶۱

چ

چلپی، مُلا کاتب مصطفیٰ بن عبد اللہ ـــ (۱۰۶۷ھ) ـــ ۴۸

چنگیز خاں، تاتاری ـــ (۶۲۴ھ) ـــ ۱۰۲

Marfat.com

ح

حاتم بن بکر بن غیلان الضبی، ابو عمرو البصری الصیرفی —— ۵۹ – ۶۰

حارث بن عبد کلال —— ۱۳۶ – ۱۳۸

حارث بن عبد اللہ الاعور، ابو زہیر —— (سنہ ۶۵ھ) —— ۱۸۸

حارث بن محمد بن ابی اسامہ —— (سنہ ۲۸۲ھ) —— ۲۰ – ۲۴۵

حارث لیثی —— ۳۹

حارثی، امام == ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث

حافظ الدین ابن البزاز کردری، امام == کردری

حاکم کبیر == ابو احمد نیشاپوری، حافظ

حاکم نیشاپوری، حافظ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ —— (سنہ ۴۰۵ھ) —— ۷ – ۸ – ۱۵ – ۱۷ – ۱۸ –
۲۹ – ۳۵ – ۳۹ – ۴۰ – ۴۴ – ۶۰ – ۶۱ – ۶۵ – ۷۱ – ۸۱ – ۹۸ – ۱۰۱ – ۱۰۵ – ۱۰۸ – ۱۱۱ –
۱۳۵ – ۱۳۸ – ۱۷۳ – ۱۸۰ – ۲۰۶ – ۲۰۸ – ۲۱۵ – ۲۱۷ – ۲۱۸ – ۲۲۳ – ۲۲۵ – ۲۲۷ – ۲۳۰

حامد بن محمد بن شعیب بلخی المؤدب، ابو العباس —— (سنہ ۳۰۹ھ) —— ۱۳۸

حبیب بن ابی عمرۃ القصاب، ابو عبد اللہ —— (سنہ ۱۴۲ھ) —— ۲۲۸

حبیب بن ثابت —— ۲۴۷

حبیش بن مبشر الثقفی، ابو عبد اللہ الفقیہ الطوسی —— (سنہ ۲۵۸ھ) —— ۷۰

حجاج بن الشاعر، ابو محمد —— (سنہ ۲۵۷ / ۲۵۹ھ) —— ۹۱

حجاج بن یوسف ابن الحکم، ابو محمد الثقفی —— (سنہ ۹۵ھ) —— ۷۱

حذیفہ بن الیمان، ابو عبد اللہ —— (سنہ ۳۶ھ) —— ۳۷ – ۷۴

حرملہ بن یحییٰ، حافظ ابو حفص التجیبی مولاہم المصری —— (سنہ ۲۴۳ھ) —— ۸۰ – ۸۲

حریز بن عثمان بن جبر رحبی، ابو عثمان —— (سنہ ۱۶۲ / ۱۶۳ھ) —— ۷۷ – ۱۸۰

حسام الدین راشدی، سید —— ۲۴۵

حسان بن زید —— ۱۲۷

حسن بصری، امام ابو سعید —— (سنہ ۱۱۰ھ) —— ۵۴ – ۱۴۳ – ۱۴۴ – ۱۵۷ – ۱۶۸ – ۱۹۹ – ۲۴۷

الحسن بن حماد بن کسیب الحضرمی، ابو علی البغدادی المعروف بسجادہ —— (سنہ ۲۴۱ھ) —— ۷۰

Marfat.com

حسن بن داؤد، ابو محمد المدنی المنکدری ـــ (۲۴۷ھ) ـــ ۳۱

الحسن بن رشیق العسکری، ابو محمد ـــ ۲۱۹-۲۲۵

حسن بن زیاد لؤلؤی، امام ابو علی ـــ (۲۰۴ھ/۲۰۹) ـــ ۱۷-۱۸-۸۹-۱۷۴-۱۷۵-۱۹۵-۱۹۶

حسن بن سفیان بن عامر بن عبد العزیز بن النعمان الشیبانی النسوی، حافظ ابو العباس ـــ (۳۰۳ھ) ـــ ۱۳۸

حسن بن صالح ـــ (۱۶۹ھ) ـــ ۲۳۰

الحسن بن عرفہ، ابو علی العبدی البغدادی المؤدب ـــ (۲۵۷ھ) ـــ ۷۰

حسن بن علی بن بحر ـــ ۷۶

حسن بن علی بن عفان العامری، ابو محمد الکوفی ـــ (۲۷۰ھ) ـــ ۵۲

حسن بن عمرو بن اُمیہ ضمری ـــ ۱۴۴

حسن بن قزعہ بن عبید الہاشمی، ابو علی ـــ (۲۵۰ھ) ـــ ۵۹

حسن بن محمد (برادر علی بن محمد طنافسی) ـــ ۱۱-۱۲

حسن بن مدرک بن بشیر السدوسی، ابو علی البصری الطحان الحافظ ـــ ۵۴

الحسن بن یحییٰ بن الجعد العبدی، ابو علی بن ابی الربیع الجرجانی البغدادی ـــ (۲۶۳ھ) ـــ ۷۰

حسین بن ابی السری متوکل بن عبد الرحمٰن بن حسان الہاشمی مولاہم العسقلانی ـــ (۲۴۰ھ) ـــ ۷۸-۲۴۲

حسین بن اسحاق تُستری ـــ (۲۹۰ھ) ـــ ۱۲

الحسین بن بیان البغدادی ـــ ۷۰-۷۱

حسین بن جنید الدامغانی القومسی ـــ ۱۰۲

حسین بن حسن بن حرب السلمی المروزی ـــ (۲۴۶ھ) ـــ ۳۵

حسین بن سلمہ بن اسمٰعیل الازدی الطحان البصری ـــ (تقریباً ۲۵۰ھ) ـــ ۵۹

الحسین بن عبد الرحمٰن، ابو علی الجرجرائی ـــ (۲۵۳ھ) ـــ ۷۳

حسین بن علی بن برانیاد ـــ ۲۴۴

حسین بن علی بن محمد طنافسی (قاضی قزوین) ـــ ۱۱

حسین بن محمد بن حاتم معروف بہ عُبَید العجلی، ابو علی ـــ (۲۹۴ھ) ـــ ۹۳

الحسین بن محمد بن شنبہ الواسطی، ابو عبد اللہ البزار ـــ ۷۱

Marfat.com

الحسین بن مہدی بن مالک الایلی، ابوسعید البصری ــــ (۲۴۷ھ) ــــ ۵۹

حسین بن واقد المروزی، ابوعبداللہ ــــ (۱۵۷/۱۵۹ھ) ــــ ۱۱۲

حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب ــــ ۲۴۳

حفص بن عبداللہ ابن راشد، امام ابوعمرو ــــ (۲۰۹ھ) ــــ ۱۰۳

حفص بن عمر بن عبدالعزیز بن صہیب الازدی، ابوعمر الدوری المقری الضریر الاصغر ــــ (۲۴۶ھ) ــــ ۷۲

حفص بن عمرو بن ربال، ابوعمر الرقاشی البصری ــــ (۲۵۸ھ) ــــ ۵۹

حفص بن غیاث بن طلق، قاضی ابوعمر ــــ (۱۹۴ھ) ــــ ۱۱-۶۷-۱۲۷-۱۹۵-۲۲۸

حکم بن ایوب ــــ ۱۷۳

حکم بن عتیبہ، حافظ ابوعمر ــــ (۱۱۳/۱۱۵ھ) ــــ ۴۴

حکیم ترمذی، ابوعبداللہ محمد بن علی بن الحسن بن بشر ــــ ۱۳۵

حلوانی، حافظ ابومحمد حسن بن علی بن محمد الخلال ــــ (۲۴۲ھ) ــــ ۳۴-۳۵

حلوانی، شمس الائمہ عبدالعزیز بن احمد بن نصر بن صالح ــــ (۴۴۸/۴۴۹ھ) ــــ ۲۷

حماد بن ابی حنیفہ النعمان ــــ (۱۷۰ھ) ــــ ۱۶۲-۱۶۳-۱۶۶

حماد بن ابی سلیمان ــــ (۱۲۰ھ) ــــ ۸۹-۱۵۸-۱۶۵

حماد بن زید ــــ (۱۷۹ھ) ــــ ۵۴-۲۴۷

حماد بن سلمہ ــــ (۱۶۷ھ) ــــ ۱۸-۴۴-۵۴-۱۴۳-۱۸۶-۱۸۹-۲۲۲

حماد بن شاکر نسفی، ابومحمد الوراق ــــ (۳۱۱ھ) ــــ ۲۱۳-۲۱۴-۲۱۶

حمدان نیشاپوری، حافظ = احمد بن یوسف بن خالد المہلبی الازدی

حمد بن محمد، ابوسلیمان خطابی ــــ (۳۸۸ھ) ــــ ۲۲۴

حمدون (محمد) بن عمارہ البغدادی، ابوجعفر البزاز ــــ (۲۶۳ھ) ــــ ۷۰-۷۱-۱۱۵

حمزہ اسدی ــــ ۴۱

حمزہ بن حبیب بن عمارہ بن اسمٰعیل الزیات، ابوعمارہ ــــ (۱۵۶/۱۵۸ھ) ــــ ۴۱

حمزہ بن محمد بن علی بن عباس الکنانی، حافظ ابوالقاسم ــــ (۳۵۷ھ) ــــ ۴۹-۲۱۹

حمید بن مسعدہ بن المبارک السامی الباہلی، ابوعلی البصری ــــ (۲۴۴ھ) ــــ ۵۹-۱۱۱

حمید بن نافع مدنی، ابوافلح ــــ ۲۴۳

Marfat.com

حُمیدی، ابوبکر عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبیداللہ بن اسامہ ——— (سنہ ٢١٩/٢٢٠ھ) ——— ٣١ - ١٠٩ - ٢٤٣

حنبل بن اسحٰق بن حنبل، ابوعلی الشیبانی ——— (سنہ ٢٧٣ھ) ——— ٢٠٩

حَنظلہ بن ابی سُفیان عبدالرحمٰن بن صفوان، حافظ ——— (سنہ ١٥١ھ) ——— ٣١

حوثرہ بن محمد بن قدید المقری، ابوالازہر البصری الوراق ——— (سنہ ٢٥٦ھ) ——— ٥٩

حیدر حسن خان ٹونکی، مولانا ——— ٢٠٤

حَیوٰۃ بن شریح، امام ابوزرعہ تجیبی مصری ——— (سنہ ١٥٨ھ) ——— ٨٠

خ

خارجہ بن زید بن ثابت انصاری ——— (سنہ ٩٩/١٠٠ھ) ——— ٢٩ - ٣٠ - ١٤٩

خالد (امیر بخارا) ——— ١٠٩

خالد بن حیّان الرّقی الخزاز ——— (سنہ ١٩١ھ) ——— ٢٤٢

خالد بن صبیح (قاضی مرو) ——— ١٠

خالد بن مَعدان بن ابی کُریب، ابوعبداللہ الکلاعی ——— (سنہ ١٠٣/١٠٤ھ) ——— ١٠

ختلی، احمد بن جعفر (محمد) بن سلم ——— (سنہ ٣٦٥ھ) ——— ٢٢

خزرجی، علامہ ═══ صفی الدین خزرجی

خصاف، امام ابوبکر احمد بن عمر ——— (سنہ ٢٦١ھ) ——— ١٩٦

خطیب بغدادی، حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن مہدی ——— (سنہ ٤٦٣ھ) ——— ١٥ - ٢٢ - ٢٥ - ٣١ - ٤٤ - ٥٧ - ٦٢ - ٦٧ - ٨٤ - ١٠١ - ١٠٥ - ١١٤ - ١١٦ - ١١٧ - ١٣٥ - ٩٢ - ١٦٥ - ١٦٦ - ١٦٧ - ١٧٥ - ١٨٥ - ١٩٨ - ٢٠٠ - ٢٠٤ - ٢٢٤ - ٢٢٥ - ٢٢٧

خَلَف بن ایوب عامری بلخی، ابوسعید ——— (سنہ ٢٠٥/٢٢٠ھ) ——— ١٧ - ١٨ - ١١٣

خلف بن خلیفہ الواسطی ——— (سنہ ١٨١ھ) ——— ١٢

خلف بن سالم ——— (سنہ ٢٣١ھ) ——— ٦٥ - ٦٧

خلف بن محمد بن عیسیٰ الخشاب القافلانی، ابوالحسین بن ابی عبداللہ الواسطی المعروف بکردوس ——— (سنہ ٢٧٤ھ) ———

خلیل بن احمد بن عبدالرحمٰن الازدی الفراہیدی البصری ——— (سنہ ١٦٤/١٧٥ھ) ——— ٥٤

Marfat.com

الخلیل بن عمرو الثقفی، ابو عمرو البزاز البغوی ـــ (۲۳۹ھ) ـــ ۷۰
خلیلی، حافظ ابو یعلیٰ خلیل بن عبد اللہ بن احمد القزوینی ـــ (۴۴۶ھ) ـــ ۲-۴-۱۲-۱۳-۱۷-
۲۳-۲۸-۳۰-۷۶-۸۲-۱۰۶-۱۱۴-۱۲۴-۲۱۴-۲۴۴-۲۴۵
خوارزمی، محدث ═══ محمد بن محمود خوارزمی

د

داؤد بن ابی العوام ـــ ۳۷
داؤد بن رُشید الہاشمی مولاہم الخوارزمی البغدادی، ابو الفضل ـــ (۲۳۹ھ) ـــ ۶۸-۷۰
داؤد بن سلیمان بن حفص العسکری، ابو سہل الدقاق السامری المعروف بہ نبان ـــ ۷۲
داؤد بن نُصَیر الطائی، امام ابو سلیمان ـــ (۱۶۵ھ) ـــ ۱۹۴-۱۹۵
داؤد بن علی بن خلف ظاہری، امام ابو سلیمان ـــ (۲۷۰ھ) ـــ ۶۳
دارقطنی، حافظ ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی ـــ (۳۸۵ھ) ـــ ۷-۱۹-۳۸-۵۵-
۵۶-۶۷-۶۹-۸۵-۸۷-۹۶-۱۰۴-۱۰۷-۱۱۶-۱۱۷-۱۳۷-۱۹۲-۱۹۳-
۱۹۶-۲۰۰-۲۰۳-۲۱۸-۲۱۹
دارمی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن الفضل بن بہرام بن عبد الصمد ـــ (۲۵۵ھ)
۷-۸-۱۴-۱۵-۱۶-۱۳۸-۱۴۶-۱۶۰-۱۷۶-۱۸۱-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۵-
۲۳۶-۲۳۷
دحیم، عبد الرحمٰن بن ابراہیم بن عمرو بن میمون الاموی، حافظ ابو سعید الدمشقی القاضی المعروف
بدحیم الحافظ ابن الیتیم ـــ (۲۴۵ھ) ـــ ۷۵-۲۴۰
دِمیاطی، حافظ ابو محمد عبد المؤمن بن خلف بن ابی الحسن بن شرف ـــ (۷۰۵ھ) ـ ۲۳
دُولابی، حافظ ابو بشر محمد بن احمد بن حماد ـــ (۳۱۰ھ) ـــ ۵۶

ذ

ذہبی، حافظ ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ـــ (۷۴۸ھ) ـــ ۱۱-۱۷-۱۸-
۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۵-۲۶-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۴-۳۵-۳۶

Marfat.com

۴۴-۴۵-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۶۱-۶۲-۶۳-
۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۱-۷۲-۷۳-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-
۸۰-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۹۱-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-
۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۷-۱۲۴-۱۲۷-۱۴۳-
۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۵-۱۵۷-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۸-۱۶۹-
۱۷۷-۱۸۲-۱۸۵-۱۸۷-۱۸۸-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۸-۲۰۹-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-
۲۱۹-۲۲۰-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۵-۲۴۷
ذہلی، امام ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن خالد بن فارس النیشاپوری ــــ محمد بن یحییٰ نیشاپوری

ر

رازی، امام ابوعبداللہ فخر الدین محمد بن عمر بن الحسین ـــ (سنہ ۶۰۶ھ) ـــ ۴۷
راشد بن سعید بن راشد القرشی، ابوبکر الرملی ـــ (بعد سنہ ۲۴۳ھ) ـــ ۷۸
رافع بن خدیج بن رافع ـــ (سنہ ۷۴ھ) ـــ ۱۳۵ - ۱۴۳
رافعی، محدث ابوالقاسم امام الدین عبدالکریم بن محمد القزوینی ـــ (سنہ ۶۲۳ھ) ـــ ۲-۴-
۱۲۳-۱۲۴-۱۲۸-۲۳۷-۲۴۴
ربیع بن سلیمان بن داوٗد الجیزی، امام ابومحمد ـــ (سنہ ۲۵۶ھ) ـــ ۸۰
ربیع بن صبیح البصری، ابوحفص ـــ (سنہ ۱۶۰ھ) ـــ ۱۹۲
ربیعۃ الرای، ابوعثمان بن ابی عبدالرحمٰن ـــ (سنہ ۱۳۶ھ) ـــ ۳۰ - ۱۶۱
ربیع مرادی، حافظ ابومحمد الربیع بن سلیمان بن عبدالجبار بن کامل مولیٰ بنی مراد المؤذن -
(سنہ ۲۷۰ھ) ـــ ۸۰-۸۲
رجاء بن مرجیٰ بن رافع الغفاری، حافظ ابومحمد السمرقندی ـــ (سنہ ۲۴۹ھ) ـــ ۶۷
رمادی، حافظ ابوالعباس فضل بن یعقوب البغدادی ـــ (سنہ ۲۵۸ھ) ـــ ۶۸
رزق اللہ بن موسیٰ الناجی، ابوبکر البغدادی الاسکافی الکلوذانی ـــ (سنہ ۲۵۶ھ) ـــ ۷۰
رزین بن معاویہ عبدری سرقسطی مالکی، محدث ـــ (سنہ ۵۲۵ھ) ـــ ۲۲۳ - ۲۲۴
رمادی، حافظ ابوبکر احمد بن منصور بن سیار بن معارک ـــ (سنہ ۲۶۵ھ) ـــ ۳-۶۴

Marfat.com

ربیع بن الفرج البزار، ابوالحسن البغدادی ــــ (۲۵۸ھ) ــــ ۷۰ - ۷۱

ز

زائدۃ بن قدامہ، امام ابوالصلت ــــ (۱۶۱ھ) ــــ ۲۲۹

زاھد کوثری، محدث ــــ کوثری

زُبیر بن بکار، حافظ ابوعبداللہ بن ابی بکر قریشی اسدی مکی ــــ (۲۵۶ھ) ــــ ۳۴

زبیر بن العوام، ابوعبداللہ ــــ (۳۶ھ) ــــ ۳۴

زر بن حبیش ــــ (۸۲ھ) ــــ ۳۹

زرقانی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف ــــ (۱۱۲۲ھ) ــــ ۱۸۲

زعفرانی، حافظ ابوعلی حسن بن محمد بن صباح البغدادی ــــ (۲۶۰ھ) ــــ ۶۳ - ۶۶

زُفر بن الہُذَیل العنبری، امام ــــ (۱۵۸ھ) ــــ ۱۷ - ۴۰ - ۵۶ - ۱۶۲ - ۱۷۳ - ۱۸۴ - ۱۹۴ -
۱۹۵ - ۱۹۶

زکریا الاشقر الاسکندرانی ــــ ۸۰

زکریا بن محمد بن احمد انصاری، شیخ الاسلام ابویحیٰی ــــ (۹۲۵ھ) ــــ ۸۰

زکریا ساجی، محدث ــــ (۲۸۲ھ) ــــ ۲۲۳

زنجویہ بن محمد ــــ ۱۰۶

زندوستی، امام ابوعلی حسین بن یحیٰی البخاری ــــ ۱۸۶

زُہری، امام ابوبکر محمد بن مسلم بن شہاب ــــ (۱۲۳ / ۱۲۵ھ) ــــ ۳۰ - ۹۲ - ۱۳۷ - ۱۳۹ - ۱۴۶ -
۱۴۷ - ۱۴۸ - ۱۵۵ - ۱۵۶ - ۱۵۷ - ۱۵۸ - ۱۶۱ - ۱۹۳ - ۲۰۲

زہیر بن حرب، حافظ ابوخیثمہ ــــ ابوخیثمہ

زہیر بن محمد بن قمیر، حافظ ابومحمد المروزی ــــ (۲۵۷ھ) ــــ ۶۷

زیاد بن ایوب بن زیاد طوسی، ابوہاشم ــــ (۲۵۲ھ) ــــ ۱۲

زیاد بن یحیٰی بن حسان الحسانی، ابوالخطاب النکری البصری ــــ (۲۵۴ھ) ــــ ۵۹

زید بن اخزم، ابوطالب الطائی البصری الحافظ ــــ (۲۵۷ھ) ــــ ۵۵

زید بن ثابت بن الضحاک ــــ (۴۵ / ۵۵ھ) ــــ ۱۴۶ - ۱۵۹ - ۱۶۹ - ۱۷۰ - ۱۹۰ - ۱۹۱

Marfat.com

زید بن عیاش، ابو عیاش ـــــ ۲۳۰

زَیلعی، امام حافظ ابو محمد جمال الدین عبد اللہ بن یوسف بن محمد ـــــ (سنہ ۷۶۲ھ) ـــــ ۴۲ - ۱۳۷ - ۱۹۶ - ۱۹۸

زینب بنت ابی سلمہ ـــــ ۲۴۳

زینب بنت جحش بن رئاب الاسدی، ام المومنین ـــــ (سنہ ۲۰ھ) ـــــ ۲۴۰

زین الدین عراقی، حافظ ═══ عراقی

س

سالم بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب ـــــ (سنہ ۱۰۶ھ) ـــــ ۲۹ - ۱۳۹ - ۱۵۶ - ۱۹۰ - ۲۰۲

سِبطِ ابن الجوزی شمس الدین ابو المظفر یوسف بن قزاوغلی بن عبد اللہ ـــــ (سنہ ۶۵۴ھ) ـــــ ۱۱۶ - ۱۱۸

سُبکی، علامہ تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب بن تقی الدین ـــــ (سنہ ۷۷۱ھ) ـــــ ۹ - ۴۲ - ۶۰ - ۶۱ - ۶۳ - ۶۵ - ۸۲ - ۹۲ - ۹۵ - ۱۰۳ - ۱۰۸ - ۱۰۹ - ۱۱۲ - ۲۱۹ - ۲۲۳

سخاوی، حافظ شمس الدین ابو الخیر محمد بن عبد الرحمن ـــــ (سنہ ۹۰۲ھ) ـــــ ۴ - ۲۸ - ۳۰ - ۴۲ - ۴۳ - ۴۸ - ۹۳ - ۹۴ - ۹۹ - ۱۲۶ - ۱۲۷ - ۱۴۹ - ۱۵۰ - ۱۵۱ - ۱۵۳ - ۱۸۸ - ۲۱۸ - ۲۲۳ - ۲۳۳ - ۲۳۴

سَرَخسی، شمس الائمہ ابو حامد محمد بن احمد بن ابی سہل ـــــ (سنہ ۴۸۳/۴۹۰ھ) ـــــ ۱۹۶

سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف، ابو اسحٰق ـــــ (سنہ ۱۲۵/۱۲۷ھ) ـــــ ۲۴۳

سعد بن ابی وقاص، ابو اسحٰق ـــــ (سنہ ۵۵ھ) ـــــ ۳۷ - ۳۹ - ۲۳۰

سعدون ـــــ ۲۴۴

سعدون مالکی ـــــ ۲۴ - ۲۵

سعید بن ابی سعید نیشاپوری ـــــ ۱۱۶

سعید بن جُبیر ـــــ (سنہ ۹۴ھ) ـــــ ۳۱ - ۴۱ - ۱۴۵ - ۲۰۲ - ۲۲۸

سعید بن زید بن عمرو بن نُفَیل، ابو الاعور ـــــ (سنہ ۵۱ھ) ـــــ ۳۹

سعید بن السکن، حافظ ابو علی ـــــ (سنہ ۳۵۳ھ) ـــــ ۲۲۳ - ۲۳۲

سعید بن سلیمان، ابو عثمان واسطی معروف بہ سَعدَوَیہ ـــــ (سنہ ۲۲۵ھ) ـــــ ۱۶

Marfat.com

سعید بن العاص بن ابی اُحیحہ بن سعید ابن العاص بن اُمیہ ـــــ (۵۹ھ) ـــ ۵
سعید بن مروان بن علی، ابو عثمان البغدادی ـــــ (۲۵۲ھ) ـــ ۱۱۲
سعید بن المسیب، ابو محمد ـــــ (۹۴ھ) ـــ ۱۶-۲۹-۳۰-۱۳۷-۱۵۷-۱۹۰-۱۹۹-۲۰۲
سعید بن منصور بن شعبہ خراسانی، ابو عثمان ـــــ (۲۲۶/۲۲۹ھ) ـــ ۳۱-۱۰۶-۲۱۵
سعید بن یحیی بن الازہر الواسطی، ابو عثمان ـــــ (۲۴۴ھ) ـــ ۷۱
سفیان بن زیاد بن آدم العقیلی، ابو سعید البصری البلدی المؤذن ـــــ ۵۹
سفیان بن سعید ثوری، امام ابو عبداللہ ـــــ (۱۶۰/۱۶۱ھ) ـــ ۱۹-۴۱-۶۵-۷۵-۸۷-۱۲۶-
۱۶۱-۱۶۴-۱۶۶-۱۶۸-۱۸۲-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۹-۱۹۲-۲۱۲-۲۲۱-
۲۲۳-۲۲۹-۲۳۰
سفیان بن عیینہ ═══ ابن عُیَینہ
سفیان بن وکیع بن الجراح الرواسی، ابو محمد الکوفی ـــــ (۲۴۷ھ) ـــ ۵۲-۵۳
سلام اللہ، شیخ ـــــ ۱۶۲-۱۶۳
سلمان الفارسی، ابو عبداللہ ـــــ (۳۲/۳۴ھ) ـــ ۶-۲۴۰
سلم بن جنادۃ بن سلم السوائی العامری، ابو السائب الکوفی ـــــ (۲۵۴ھ) ـــ ۵۲
سلم بن قیس العلوی البصری ـــــ ۱۴۶
سلمہ بن شبیب النیشاپوری، حافظ ابو عبدالرحمن الحجری المسمعی ـــــ (۲۴۶/۲۴۷ھ) ـــ ۳۵
سلیمان ابن بنت شرحبیل، ابو ایوب ـــــ (۲۳۲/۲۳۳ھ) ـــ ۷۵
سلیمان بن بلال ـــــ (۱۷۲ھ) ـــ ۳۰
سلیمان بن توبہ النہروانی، ابو داؤد البغدادی ـــــ (۲۶۱ھ) ـــ ۷۰-۷۱
سلیمان بن حرب، حافظ ابو ایوب ـــــ (۲۲۴ھ) ـــ ۲۱-۲۲
سلیمان بن خارجہ بن زید بن ثابت الانصاری ـــــ ۲۰
سلیمان بن سمرہ بن جندب الفزاری ـــــ ۱۴۴
سلیمان بن شعیب بن سلیمان الکیسانی ـــــ (۲۷۸ھ) ـــ ۱۶۷
سلیمان بن عبداللہ بن الزبرقان ـــــ ۲۴۲
سلیمان بن قیس الیشکری ـــــ ۱۴۴

Marfat.com

سلیمان بن یزید قزوینی ـــــ ۲۴۴

سلیمان بن یسار ـــــ (سنہ ۱۰۳/۱۰۹ھ) ـــــ ۲۹-۳۰

سلیمان بن طرخان التیمی، ابو المعتمر ـــــ (سنہ ۱۴۳ھ) ـــــ ۱۴۳

سلیمان ندوی، علامہ سید ـــــ (سنہ ۱۳۷۳ھ) ـــــ ۱۶۱-۱۶۳-۱۷۱

سلیمانی، حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن عمرو ـــــ (سنہ ۴۱۳ھ) ـــــ ۹۲-۶۳

سمرۃ بن جندب بن ہلال الفزاری ـــــ (سنہ ۵۹/۶۰ھ) ـــــ ۱۴۴

سمعانی، علامہ حافظ ابو سعد عبد الکریم بن محمد بن منصور ـــــ (سنہ ۵۶۲ھ) ـــــ ۲-۳-۸-۲۲-
۲۳-۲۵-۲۷-۷۳-۸۳-۱۶۶-۱۷۲-۱۸۵-۲۲۷

سمویہ ـــــ ۱۳۵

سہل بن ابی سہل، حافظ ═══ سہل بن زنجلہ

سہل بن اسحٰق بن ابراہیم المازنی، ابو ہشام الواسطی ـــــ ۷۱-۱۱۵

سہل بن زنجلہ، حافظ ابو عمرو الرازی الخیاط الاشتر ـــــ (سنہ ۲۴۰ھ) ـــــ ۸۶

سہل بن مزاحم ـــــ ۱۰

سوید بن سعید حدثانی، حافظ ـــــ (سنہ ۲۴۰ھ) ـــــ ۷۳-۱۱۱

سیبویہ، ابو بشر عمرو بن عثمان البصری ـــــ (سنہ ۱۸۰ھ) ـــــ ۵۴

سیوطی، علامہ حافظ جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمن بن الکمال ـــــ (سنہ ۹۱۱ھ) ـــــ ۷-۹-۱۱-۴۰-
۴۱-۴۳-۶۹-۹۹-۱۱۸-۱۲۵-۱۵۱-۱۵۵-۱۵۷-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۷-
۱۷۷-۱۸۲-۱۸۴-۱۸۷-۱۹۱-۱۹۸-۲۰۸-۲۱۶-۲۱۸-۲۲۶-۲۳۳-۲۳۵-
۲۳۸-۲۴۶

ش

شاذکونی، حافظ ابو ایوب سلیمان بن داود بن بشر بن زیاد ـــــ (سنہ ۲۳۴ھ) ـــــ ۵۷

شافعی، امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان ـــــ (سنہ ۲۰۴ھ) ـــــ ۱-۱۷-۲۴-۲۵-
۲۷-۳۵-۴۷-۶۳-۶۵-۶۶-۶۷-۷۵-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۷-۱۱۹-۱۶۲-
۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۱-۱۹۶-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۶

Marfat.com

شامی، حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعی ـــ (سنہ ۹۴۲ھ) ـــ ۷-۴۸-۱۷۵

شاہ پور، ذوالاکتاف ـــ ۴۰

شُبّاک ـــ ۱۴۶

شبلی نعمانی، علامہ ـــ (سنہ ۱۳۳۲ھ) ـــ ۱۶۱-۱۷۱-۱۷۲-۱۹۵

شُجاع بن مَخلَد الفلاس، ابوالفضل البغوی ـــ (سنہ ۲۳۵ھ) ـــ ۷۰

شدّاد بن اَوس بن ثابت ـــ (سنہ ۶۴ھ) ـــ ۷۹

شداد بن حکیم بلخی ـــ (سنہ ۲۱۰ھ) ـــ ۱۷۳

شداد بن عبدالرحمن، ابورَوبہ ـــ ۱۱۸

شُرحبیل بن عبد کلال ـــ ۱۳۶

شرف الدین ابوالحسن علی بن المفضّل مالکی، حافظ ـــ (سنہ ۶۱۱ھ) ـــ ۱۴۸

شُرَیح بن الحارث بن قیس، قاضی ابواُمیّہ ـــ (بعد ۷۵ھ) ـــ ۳۹-۱۹۱

شریک بن عبداللہ بن ابی شریک النخعی، ابوعبداللہ ـــ (سنہ ۱۷۷ھ) ـــ ۴۲

شعبہ بن الحجاج، امام ابوبسطام ـــ (سنہ ۱۶۰ھ) ـــ ۴۱-۶۱-۶۸-۱۴۴-۱۶۴-۱۶۶-
۱۸۸-۱۸۹-۲۳۰-۲۴۳

شعبی، امام ═ عامر شعبی

شعرانی، امام ابوالمواہب عبدالوہاب بن احمد بن علی ـــ (سنہ ۹۷۳ھ) ـــ ۶۶-۱۶۸-۱۸۸

شعیب بن ابی حمزہ (دینار)، ابوبشر ـــ (سنہ ۱۶۲ھ/۱۶۳) ـــ ۷۷

شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص ـــ ۱۴۰-۱۴۱

شَقیق بن ابراہیم بلخی، ابوعلی ـــ (سنہ ۱۹۴ھ) ـــ ۱۹

شمس الائمہ بکر بن محمد ═ بکر بن محمد بن علی زرنجری

شمس الائمہ حلوانی ═ حلوانی

شمس الدین ابن خلکان، مؤرخ ═ ابن خلکان

شمس الدین ذہبی، حافظ ═ ذہبی

شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی، حافظ ═ سخاوی

شمس الدین محمد بن علی بن احمد بن طولون دمشقی حنفی، حافظ ═ ابن طولون دمشقی

Marfat.com

شمس الدین محمد بن محمد بن علی بن یوسف المعروف بابن الجزری، حافظ ابو الخیر ــــ (۸۳۳ھ) ــــ
۲۰۹ - ۲۱۰

ص

صالح بن ابی عریب ــــ ۹۰
صالح بن احمد بن حنبل، ابو الفضل ــــ (۲۶۵ / ۲۶۶ھ) ــــ ۵۵ - ۲۰۹
صالح بن محمد بن یحیی بن سعید القطان ــــ ۵۹ - ۶۰
صالح بن محمد جزرہ، حافظ ابو علی الاسدی البغدادی ــــ (۲۹۴ھ) ــــ ۴۵ - ۵۸ - ۶۴ -
۹۴ - ۹۵ - ۱۰۴ - ۱۰۶ - ۱۸۵
صالح بن الہیثم الواسطی، ابو شعیب الصیرفی الطحان ــــ ۷۲
صالح فلانی، محدث ــــ (۱۲۱۸ھ) ــــ ۱۷۸ - ۱۷۹
صدر الائمہ، مکی ═ موفق بن احمد
صدیق حسن خاں قنوجی، نواب ابو الطیب ــــ (۱۳۰۷ھ) ــــ ۱ - ۶ - ۷ - ۸ - ۱۱۱ -
۱۷۷ - ۲۳۴ - ۲۳۵ - ۲۴۱
صفوان بن سُلیم ــــ (۱۲۴ھ) ــــ ۱۰۳
صفی الدین خزرجی، علامہ شیخ ــــ ۱۹ - ۵۲ - ۸۴ - ۸۶ - ۱۰۲ - ۱۰۵ - ۱۱۰ - ۲۳۵
صلاح الدین خلیل بن کیکلدی علائی، حافظ ابو سعید ــــ (۷۶۱ھ) ــــ ۲۳۵ - ۲۳۶
صیدنانی، حافظ ــــ ابو یوسف صیدلانی۔
صَیمَری، محدث ابو عبد اللہ حسین بن علی بن محمد ــــ (۴۳۶ھ) ــــ ۲۱ - ۵۶ - ۶۲ -
۸۴ - ۱۶۶ - ۲۲۵

ض

ضحاک بن مخلد النبیل ═ ابو عاصم النبیل
ضمرۃ بن ربیعہ، ابو عبد اللہ ــــ (۲۰۲ھ) ــــ ۲۴۲

Marfat.com

ط

طاؤس بن کیسان، ابو عبدالرحمٰن ——— (م ۱۰۶ھ) ——— ۱۵۷

طاہر بن صالح جزائری، شیخ ——— (م ۱۳۳۸ھ) ——— ۱۸۳

طبرانی، حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب ——— (م ۳۶۰ھ) ——— ۳۸ - ۱۳۵ - ۱۳۸ - ۱۷۳

طبری، امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید ——— (م ۳۱۰ھ) ——— ۶۳ - ۶۸ - ۲۰۰

طحاوی، امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ ——— (م ۳۲۱ھ) ——— ۳ - ۵۶ - ۸۱ - ۸۸ - ۱۶۷ - ۱۷۴ - ۱۸۵ - ۱۹۴ - ۱۹۵ - ۱۹۶

طلیحہ بن خویلد بن نوفل اسدی ——— (م ۲۱ھ) ——— ۴

ع

عائشہ بنت عجرد ——— ۱۱۶

عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر صدیق، ام المومنین ——— (م ۵۸ھ) ——— ۳۰ - ۳۹ - ۶۶ - ۱۵۴ - ۱۵۵ - ۱۷۰ - ۱۹۰ - ۱۹۳

عاصم بن سلیمان الاحول، ابو عبدالرحمٰن ——— (م ۱۴۲/۱۴۳ھ) ——— ۱۵۷

عاصم بن ابی النجود، ابو بکر الاسدی ——— (م ۱۲۷/۱۲۸ھ) ——— ۳۹ - ۴۱ - ۲۲۰

عاصم بن علی = ابو الحسین عاصم بن علی بن عاصم واسطی

عاصم بن کلیب بن شہاب ——— (م ۱۳۷ھ) ——— ۱۱۸

عامر بن شراحیل شعبی، امام ابو عمرو ——— (م ۱۰۳/۱۱۰ھ) ——— ۱۶ - ۳۷ - ۴۴ - ۱۳۸ - ۱۴۴ - ۱۴۶ - ۱۴۷ - ۱۵۷ - ۱۵۸ - ۱۵۹ - ۱۹۰ - ۱۹۱ - ۱۹۳

عبّاد بن العوّام بن عمر بن عبداللہ. ابو سہل ——— (م ۱۸۳/۱۸۷ھ) ——— ۲۴۷

عبّاد بن الولید بن خالد الغبری، ابو بدر البغدادی ——— (م ۲۵۸ھ) ——— ۷۰

عباد بن یعقوب الرواجنی الاسدی، ابو سعید الکوفی ——— (م ۲۵۰ھ) ——— ۵۲ - ۵۳ - ۱۸۰

عُبادۃ بن الصامت، ابو الولید ——— (م ۳۴ھ) ——— ۳۳ - ۷۴ - ۷۹

Marfat.com

عباس بحرانی بن یزید بن ابی جبیب البصری (عباسویہ) معروف بہ عبدی ـ (سنہ ۲۵۸ھ) ـــــ ۵۵

عباس بن جعفر، ابو محمد بن ابی طالب البغدادی ـــــ (سنہ ۲۵۸ھ) ـــــ ۷۰

عباس بن عبدالعظیم عنبری، ابوالفضل البصری الحافظ ـــــ (سنہ ۲۴۶ھ) ـــــ ۵۵

عباس بن عبداللہ بن ابی عیسیٰ الترقفی الباکسائی، حافظ ابو محمد ═══ ابو محمد عباس بن عبداللہ بن ابی عیسیٰ

عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم، ابوالفضل ـــــ (سنہ ۳۲ھ) ـــــ ۲۴۷

عباس بن عثمان بن محمد البجلی، ابوالفضل الدمشقی الراہبی المعلم ـــــ (سنہ ۲۳۹ھ) ـــــ ۷۷

عباس بن عزیز القطان ـــــ ۸۰

عباس بن مُصعَب المَرَوزِی ـــــ ۲۶

عباس بن الولید بن صبح الخلال السلمی، ابوالفضل الدمشقی ـــــ (سنہ ۲۴۸ھ) ـــــ ۷۷-۲۳۹

عباس دوری بن محمد بن حاتم، حافظ ابوالفضل ـــــ (سنہ ۲۷۱ھ) ـــــ ۶۲-۶۸

عَبدان بن احمد اہوازی، حافظ ابو محمد ـــــ (سنہ ۳۰۶ھ) ـــــ ۱۲۲

عَبدان بن عثمان مروزی، حافظ ابو عبدالرحمن ـــــ (سنہ ۲۲۰/۲۲۲ھ) ـــــ ۹۴-۱۱۳

عبدالباقی بن قانع بن مرزوق بن واثق، ابوالحسین الاموی الحافظ ـــــ (سنہ ۳۵۱ھ) ـــــ ۵۶-۲۲۵

عَبد بن حُمَید بن نصر، ابو محمد ـــــ (سنہ ۲۴۹ھ) ـــــ ۲۰

عبدالتواب مُلتانی، مولوی ـــــ ۵۰

عبدالحق محدث دہلوی، شیخ ابوالمجد ـــــ (سنہ ۱۰۵۲ھ) ـــــ ۹۷-۲۰۵-۲۴۱

عبدالحمید بن بَیان، ابوالحسن السکری العطار الواسطی ـــــ (سنہ ۲۴۴ھ) ـــــ ۷۲

عبدالحمید بن جعفر بن عبداللہ، ابوالفضل ـــــ (سنہ ۱۵۳ھ) ـــــ ۹۰

عبد ربہ بن خالد بن عبدالملک النمیری، ابوالمغلس البصری ـــــ (سنہ ۲۴۲ھ) ـــــ ۵۹

عبدالرحمن بن ابراہیم الدمشقی ═══ دحیم

عبدالرحمن بن ابی حاتم ═══ ابن ابی حاتم

عبدالرحمن بن الاسود بن یزید بن قیس ـــــ (سنہ ۱۹۹ھ) ـــــ ۲۲۸

عبدالرحمن بن بشر بن الحکم العبدی، ابو محمد النیسابوری ـــــ (سنہ ۲۶۰ھ) ـــــ ۱۰۴-۱۱۲-۲۴۳

عبدالرحمن بن زاذان ـــــ (عبدالرحمن بن زیاد) ـــــ ۱۱۸

عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود الہذلی ـــــ (سنہ ۷۹ھ) ـــــ ۱۴۵

Marfat.com

عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسلم، ابومحمد ابن القزاز الجزری الملقب بعبویہ ـــ ۵۹

عبدالرحمن بن عبدالوہاب العمی البصری الصیرفی ـــ ۵۹

عبدالرحمن بن عمر، ابوالحسین المعروف بابن حمۃ الخلال ـــ (م ۳۹۷ھ) ـــ ۶۲

عبدالرحمن بن عمر بن یزید بن کثیر الزہری، ابوالحسن الاصبہانی الازرق الملقب بہ رستہ ـ (م ۲۴۶ھ) ـــ ۱۰۱

عبدالرحمن بن مہدی، حافظ ابوسعید ـــ (م ۱۹۸ھ) ـــ ۱۳-۱۰۲-۱۰۹-۱۶۴-۱۸۹-۲۲۹

عبدالرحمن بن محمد المحاربی ـــ (م ۱۹۵ھ) ـــ ۲۴۷

عبدالرزاق بن ہمام بن نافع، حافظ ابوبکر ـــ (م ۲۱۱ھ) ـــ ۱۳-۳۵-۵۵-۶۷-۹۲-۱۰۰-
۱۰۶-۱۹۱-۲۲۲

عبدالسلام بن حرب بن سلم، حافظ ابوبکر ـــ (م ۱۸۷ھ) ـــ ۳۱

عبدالسلام بن عاصم الجعفی الہسنجانی الرازی ـــ ۱۰۰

عبدالسلام حنفی، مولانا = سلام اللہ، شیخ

عبدالصمد بن فضل ـــ ۱۱۴

عبدالعزیز بن ابی رزمہ، ابومحمد ـــ (م ۲۰۶ھ) ـــ ۳۷-۳۸

عبدالعزیز بن محمد دراوردی، امام ابومحمد ـــ (م ۱۸۷/۱۸۹ھ) ـــ ۱۵۶-۱۶۱-۲۴۰

عبدالعزیز بن مسلم القسملی، ابوزید ـــ (م ۱۶۷ھ) ـــ ۱۵۴

عبدالعزیز بن منیب بن سلام بن الضریس، ابوالدرداء المروزی ـــ (م ۲۶۷ھ) ـــ ۱۱۳

عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ ـــ (م ۲۳۹ھ) ـــ ۱-۲-۱۷۱-۱۸۷-۱۹۸-۲۰۹-۲۲۳-۲۳۱

عبدالغنی بن ابی سعید مجددی دہلوی حنفی، شیخ ـــ (م ۱۲۹۵/۱۲۹۶ھ) ـــ ۲۴۶

عبدالغنی بن اسمٰعیل نابلسی حنفی، محدث ـــ (م ۱۱۴۳ھ) ـــ ۲۳۴

عبدالغنی بن عبدالواحد مقدسی، حافظ ابومحمد ـــ (م ۶۰۰ھ) ـــ ۲۳۳

عبدالقادر القرشی، حافظ ابومحمد محی الدین ـــ (م ۷۷۵ھ) ـــ ۱۲-۱۶-۱۷-۲۱-۲۲-
۲۳-۲۹-۴۱-۴۸-۵۱-۵۶-۶۰-۸۶-۸۷-۱۰۱-۱۰۳-۱۱۱-۱۱۷-۱۲۱-۱۲۷-
۱۶۹-۱۷۲-۱۷۳-۱۸۲-۱۸۵-۱۹۴-۱۹۷-۲۱۴-۲۱۷-۲۲۰-۲۲۵-۲۳۷

عبدالقدوس بن محمد، ابوبکر الحجابی المعولی العطار البصری ـــ ۵۹

Marfat.com

عبدالکریم بن احمد بن شعیب نسائی ——— ۲۱۹

عبداللہ الاستاذ = ابومحمد عبداللہ حارثی بخاری (جامع مسند امام ابوحنیفہ)

عبداللہ بن ابی اوفی الاسلمی ——— (۸۶ھ) ——— ۱۱۶

عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم ——— (سنہ ۱۳۰/۱۳۵ھ) ——— ۱۵۵

عبداللہ بن ابی حبیبہ المدنی ——— ۱۱۸

عبداللہ بن ابی داؤد السجستانی، حافظ ابوبکر ——— (۳۱۶ھ) ——— ۴۱-۴۲-۴۳-۵۰-
۵۸-۱۰۶-۲۰۳

عبداللہ بن ابی نجیح، ابویسار ——— (۱۳۱/۱۳۲ھ) ——— ۳۱

عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان البہرانی، ابوعمرو الدمشقی المقری ——— (۲۴۲ھ) ——— ۷۷

عبداللہ بن احمد ابن حنبل، ابوعبدالرحمن ——— (۲۹۰ھ) ——— ۴۳-۶۲-۸۸-
۱۲۲-۲۰۸-۲۰۹

عبداللہ بن احمد بن معدان ——— ۴۱

عبداللہ بن ادریس بن یزید بن عبدالرحمن، امام ابومحمد الاودی الکوفی ——— (۱۹۲ھ) ———
۱۱-۹۷-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳

عبداللہ بن اسحق، ابومحمد الجوہری الحافظ الملقب بہ بدعہ ——— (۲۵۷ھ) ——— ۵۵

عبداللہ بن اسحق بن محمد الناقد، ابوجعفر الواسطی ——— ۷۰

عبداللہ بن اُنیس الجہنی، ابویحیی ——— (۵۴ھ) ——— ۱۴

عبداللہ بن بریدہ بن الحصیب، ابوسہل ——— (۱۱۵ھ) ——— ۱۵-۱۱۲

عبداللہ بن الجراح بن سعد التیمی، حافظ ابومحمد القہستانی ——— (۲۳۷ھ) ——— ۱۰۵

عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی، ابوالحارث ——— (۸۶ھ) ——— ۱۱۶-۱۱۷

عبداللہ بن الحکم بن ابی زیاد القطوانی، ابوعبدالرحمن الکوفی ——— (۲۵۵ھ) ——— ۵۲

عبداللہ بن دینار البہرانی، ابومحمد ——— ۱۵۳-۱۵۴

عبداللہ بن الزبیر بن العوام، ابوخبیب ——— (۷۳ھ) ——— ۴۱-۲۰۲-۲۴۰

عبداللہ بن سالم، ابومحمد الکوفی القزاز المعروف بالمفلوج ——— (۲۳۵ھ) ——— ۵۳

عبداللہ بن سالم بصری، محدث ——— ۲۴۶

Marfat.com

عبداللہ بن شداد بن الہاد، ابو الولید ــــ (۸۲ یا ۸۳ھ) ــــ ۸۱
عبداللہ بن طاہر بن الحسین، ابو العباس ــــ (۲۳۰ھ) ــــ ۹۴
عبداللہ بن عامر بن براد الاشعری، ابو عامر الکوفی ــــ ۵۳
عبداللہ بن عامر بن زرارۃ، ابو محمد الکوفی ــــ (۲۳۷ھ) ــــ ۵۳
عبداللہ بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم، ابو العباس ــــ (۶۸ھ) ــــ ۳۲-۵۴-۱۲۲-
۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۶۵-۱۶۹-۱۷۰-۱۸۸-۱۹۰-۲۲۰
عبداللہ بن عبد الرحمٰن، امام ابو محمد ═══ دارمی
عبداللہ بن محمد بن عبد العزیز بغوی، ابو القاسم ــــ (۳۱۷ھ) ــــ ۱۳۸
عبداللہ بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب، ابو عبد الرحمٰن ــــ ۱۳۹
عبداللہ بن عبد المومن بن عثمان الارجی الواسطی الطویل ــــ ۷۲
عبداللہ بن عکیم، ابو معبد ــــ ۱۳۹
عبداللہ بن عمر بن الخطاب، ابو عبد الرحمٰن ــــ (۷۴ھ) ــــ ۱۱۸-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۶-
۱۶۹-۱۷۰-۱۷۵-۱۷۷-۱۸۸-۱۹۰-۱۹۳-۲۰۲-۲۰۳-۲۱۶-۲۴۰
عبداللہ بن عمران بن ابی علی الاسدی، ابو علی الاصبہانی ــــ ۱۰۰
عبداللہ بن عمرو بن العاص، ابو محمد ــــ (۶۵ھ) ــــ ۱۳۵-۱۳۶-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲
عبداللہ بن کثیر بن المطلب القرشی، ابو معبد ــــ (۱۲۰ھ) ــــ ۳۱-۴۱
عبداللہ بن مالک ابن بحینہ ازدی، ابو محمد ــــ ۱-۲۴۳
عبداللہ بن المبارک بن واضح، امام ابو عبد الرحمٰن ــــ (۱۸۱ھ) ــــ ۱۲-۱۸-۲۶-۲۷-
۲۹-۳۰-۸۱-۱۰۳-۱۱۲-۱۶۱-۱۶۴-۱۶۵-۱۸۵-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۵-۲۱۲-
۲۲۲-۲۴۷
عبداللہ بن المثنیٰ بن عبداللہ بن انس، ابو المثنیٰ ــــ ۱۴۳
عبداللہ بن محمد بن ابراہیم ابن ابی شیبہ، حافظ ابو بکر ــــ (۲۳۵ھ) ــــ ۲۶
عبداللہ بن محمد بن رمح بن المہاجر التجیبی، ابو سعید المصری ــــ (۲۵۵ھ) ــــ ۸۳
عبداللہ بن محمد بن عبد الرحمٰن بن المسور الزہری البصری ــــ (۲۵۶ھ) ــــ ۵۹
عبداللہ بن محمد بن عبداللہ مسندی، حافظ ابو جعفر ــــ (۲۲۹ھ) ــــ ۸۵

Marfat.com

عبداللہ بن محمد بن عبدالمؤمن بن یحیی ـــــ ۲۲۶

عبداللہ بن محمد بن عبید، حافظ ـــــ ابوبکر بن ابی الدنیا

عبداللہ بن محمد بن عقیل، ابو محمد ـــــ (بعد ۱۴۰ھ) ـــــ ۱۴

عبداللہ بن محمد بن وہب الدینوری، حافظ ابو محمد ـــــ (۳۰۸ھ) ـــــ ۸۹ - ۲۴۲

عبداللہ بن محمد بن یزید ابن ماجہ ـــــ ۱۲۳

عبداللہ بن مسعود بن غافل، ابو عبدالرحمن ـــــ (۳۲ھ) ـــــ ۱۶ - ۲۳ - ۳۷ - ۳۹ - ۴۰ - ۴۱ - ۴۴ - ۴۵ - ۴۶ - ۷۴ - ۱۴۵ - ۱۵۸ - ۱۵۹ - ۱۶۵ - ۱۶۹ - ۱۷۰ - ۱۸۲ - ۱۹۱ - ۱۹۳ - ۱۹۴ - ۲۲۸ - ۲۴۲

عبداللہ بن معاویہ بن موسیٰ الجمحی، ابو جعفر البصری ـــــ (۲۴۳ھ) ـــــ ۵۹

عبداللہ بن نُمَیر الخارفی، حافظ ابو ہشام ـــــ (۱۹۹ھ) ـــــ ۵۱

عبداللہ بن ہاشم بن حیان ـــــ (۲۵۵ یا ۲۵۹ھ) ـــــ ۱۰۴

عبداللہ بن وہب بن مسلم، امام ابو محمد ـــــ (۱۹۷/۱۹۹ھ) ـــــ ۱۱ - ۷۲ - ۸۰ - ۸۲ - ۱۴۴ - ۱۸۸ - ۱۸۹ - ۱۹۲ - ۱۹۸

عبداللہ بن یزید، حافظ ابو عبدالرحمن المقری مکی ـــــ (۲۱۳ھ) ـــــ ۳ - ۳۱ - ۳۵ - ۵۹ - ۱۶۶

عبداللہ دیلمی، ابو بسر ـــــ ۹۵

عبداللہ سندھی، شیخ ـــــ ۱۷۲

عبدالملک بن مروان بن الحکم بن ابی العاص، ابو الولید ـــــ (۸۶ھ) ـــــ ۷۵

عبدہ بن عبداللہ بن عبدہ الخزاعی الصفار، ابو سہل البصری ـــــ (۲۵۸ھ) ـــــ ۵۹

عبدالوارث بن عبدالصمد العنبری البصری ـــــ (۲۵۲ھ) ـــــ ۵۹

عبدوس نیشاپوری، حافظ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن مالک ـــــ (۲۸۲/۲۸۳ھ) ـــــ ۱۶۵

عبدالوہاب بن الضحاک بن ابان السلمی العرضی، ابو الحارث الحمصی ـــــ (۲۴۵ھ) ـــــ ۷۸

عبید بن اسباط بن محمد، ابو محمد الکوفی ـــــ (۲۵۰ھ) ـــــ ۵۳

عبیداللہ بن الجہم الانماطی البصری ـــــ (بعد ۲۴۹ھ) ـــــ ۵۹ - ۶۰

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، ابو عبداللہ ـــــ (۹۸ھ) ـــــ ۲۹ - ۳۰ - ۱۹۰

عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب ـــــ ۲۰۲

Marfat.com

عبید اللہ بن علی ــــ (سنہ ۹۰ھ) ــــ ۱۵

عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب، ابو عثمان ــــ (سنہ ۱۴۷ھ) ــــ ۳۰ ـ ۲۴۰

عبید اللہ بن عمر بن میسرہ قواریری، ابو شعیب ــــ (سنہ ۲۳۵ھ) ــــ ۲۰۸

عبید اللہ بن موسیٰ العبسی، حافظ ابو محمد ــــ (سنہ ۲۱۳ھ) ــــ ۱۸۰ ـ ۲۰۶ ـ ۲۰۸

عبید اللہ بن یوسف الجبیری، ابو حفص البصری ــــ (سنہ ۲۵۰ھ) ــــ ۵۹

عَبیدہ بن عمرو السلمانی المرادی ــــ (سنہ ۷۲ھ) ــــ ۴۴

عثمان بن ابی شَیبَہ، حافظ ابو الحسن ــــ (سنہ ۲۳۹ھ) ــــ ۲۶ ـ ۵۰ ـ ۱۲۱ ـ ۲۰۶ ـ ۲۱۵

عثمان بن اسمٰعیل بن عمران الہذلی، ابو محمد الدمشقی ــــ ۷۷

عثمان ابن خرزاذ، حافظ ابو عمرو ــــ (سنہ ۲۸۱ھ) ــــ ۹۱

عثمان بن سعید بن خالد دارمی، حافظ ابو سعید ــــ (سنہ ۲۸۰ھ) ــــ ۱۰۴ ـ ۱۳۸

عثمان بن عفان بن ابی العاص، امیر المومنین ابو عمرو ــــ (سنہ ۳۵ھ) ــــ ۴ ـ ۳۰ ـ ۳۶ ـ ۹۲ ـ
۱۴۲ ـ ۱۹۰ ـ ۲۰۴ ـ ۲۴۰ ـ ۲۴۴

عجلی، حافظ ابو الحسن احمد بن عبد اللہ بن صالح ــــ (سنہ ۲۶۱ھ) ــــ ۲۱ ـ ۵۶ ـ ۸۶ ـ ۱۰۱ ـ ۱۸۴

عدنی، حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن ابی عمر ــــ (سنہ ۲۴۳ھ) ــــ ۳۵

عدی بن حاتم بن عبد اللہ الطائی ــــ (سنہ ۶۸ھ) ــــ ۳۷

عراقی، حافظ ابو الفضل زین الدین عبد الرحیم بن الحسین ؒ ــــ (سنہ ۸۰۶ھ) ــــ ۴۲ ـ ۹۴ ـ ۱۱۶ ـ
۱۱۷ ـ ۲۳۶

عُروہ بن الزبیر بن العوام، ابو عبد اللہ ــــ (سنہ ۹۴ھ) ــــ ۲۹ ـ ۳۰ ـ ۱۹۰

عصمۃ بن الفضل النمیری، ابو الفضل النیساپوری ــــ (سنہ ۲۵۰ھ) ــــ ۱۱۲

عطاء بن ابی رَباح المکی، ابو محمد ــــ (سنہ ۱۱۴ھ) ــــ ۳۱ ـ ۱۱۸ ـ ۱۵۷ ـ ۱۶۸ ـ ۱۸۸ ـ
۱۹۰ ـ ۲۲۹

عطیۃ بن سعد بن جنادہ العوفی، ابو الحسن ــــ (سنہ ۱۱۱ھ) ــــ ۱۱۸

عَفّان بن مسلم الصَّفّار، حافظ ابو عثمان ــــ (سنہ ۲۲۰ھ) ــــ ۴۱ ـ ۴۲

عُقبہ بن عامر جُہَنی ــــ (سنہ ۵۸ھ) ــــ ۱۵

عقبہ بن مُکرَم بن افلح العمی، حافظ ابو عبد الملک ــــ (سنہ ۲۴۳ھ) ــــ ۵۶ ـ ۵۷

Marfat.com

عِکرِمہ البربری، مولیٰ ابن عباس، ابوعبداللہ ــــ (سنہ ۱۰۵/۱۰۸ھ) ــــ ۱۴۴-۱۹۰-۲۲۳

العلاء ابن سالم الطبری، ابوالحسن الواسطی ثم البغدادی الحذاء ــــ (سنہ ۲۵۸ھ) ــــ ۷۰

العلاء بن عبدالجبار، ابوالحسن ــــ (سنہ ۲۱۲ھ) ــــ ۱۵۴

علاؤالدین ابوعبداللہ مُغلطائی بن قلیج بن عبداللہ الحنفی، حافظ ــــ (سنہ ۷۶۲ھ) ــــ ۱۵۹-
۱۶۰-۱۶۳-۱۶۷-۱۶۸-۲۳۶-۲۴۵

علاؤالدین علی بن محمد خطیب الناصریہ، شیخ ابوالحسن ــــ (سنہ ۸۴۳ھ) ــــ ۴

علاؤالدین کاشانی، امام ابوبکر ــــ (سنہ ۵۸۷ھ) ــــ ۱۷۶-۱۹۶

علائی، حافظ ═══ صلاح الدین خلیل بن کیکلدی

عَلقَمہ بن قیس بن عبداللہ، ابوشِبل ــــ (سنہ ۶۱/۶۲ھ) ــــ ۳۹-۴۴-۱۹۰-۱۹۱

علقمہ بن عمرو بن الحصین التیمی الدارمی العطاردی، ابوالفضل الکوفی ــــ (سنہ ۲۵۶ھ) ــــ ۵۳

علی بن ابی طالب، امیرالمؤمنین ابوالحسن ــــ (سنہ ۴۰ھ) ــــ ۱۵-۲۹-۳۰-۳۳-۳۶-
۳۷-۳۹-۴۰-۴۴-۷۴-۹۲-۱۱۷-۱۴۲-۱۷۰-۱۸۲-۱۹۱-۱۹۳-
۱۹۴-۲۲۸-۲۴۴

علی بن اسحٰق بن ابراہیم الکسائی ــــ ۱۲

علی بن الجَعد جوہری، حافظ ابوالحسن ــــ (سنہ ۲۳۰ھ) ــــ ۹۸-۱۶۵

علی بن حُجر بن ایاس بن مُقاتل، ابوالحسن ــــ (سنہ ۲۴۴ھ) ــــ ۲۲۰

علی بن الحسن بن شقیق، ابوعبدالرحمٰن ــــ (سنہ ۲۱۵ھ) ــــ ۱۱۳

علی بن الحسن الہرثمی الرازی ــــ ۱۰۰-۱۱۵

علی بن الحسین بن ابراہیم العامری، ابوالحسن بن اشکاب البغدادی ــــ (سنہ ۲۶۱ھ) ــــ ۷۰

علی بن الحسین بن الجنید ــــ ۵۱

علی بن داؤد بن یزید التمیمی القنطری، ابوالحسن بن ابی سلیمان البغدادی الادمی ــــ (سنہ ۲۶۲ھ) ــــ ۷۰

علی بن سعید بن بشیر الرازی، ابوالحسن ــــ (سنہ ۲۹۷/۲۹۹ھ) ــــ ۱۲

علی بن سعید بن جریر بن ذکوان النسائی، ابوالحسن ــــ (سنہ ۲۵۷ھ) ــــ ۱۱۲-۱۱۵

علی بن سعید بن عبداللہ الغدالی العسکری ــــ (سنہ ۳۰۰ھ) ــــ ۲۴۴

علی بن سلمۃ بن عقبہ القرشی اللبقی النیسابوری، ابوالحسن ــــ (سنہ ۲۵۲ھ) ــــ ۱۱۲

Marfat.com

علی بن سلیمان الدمنتی البجموی المالکی، شیخ ـــ (بعد ۱۳۰۰ھ) ـــ ۱۲۴-۲۴۶
علی بن عاصم ـــ ابوالحسن علی بن عاصم بن صہیب واسطی
علی بن عبدالمحسن دوالیبی حنبلی، محدث ـــ (۱۳۶۲ھ) ـــ ۱۷۵
علی بن عمرو بن الحارث الانصاری، ابوہبیرۃ البغدادی ـــ (۲۵۹ھ) ـــ ۷۰
علی بن محمد بن ابی الخصیب القرشی ابوشار الکوفی ـــ (۲۵۸ھ) ـــ ۵۳
علی بن محمد بن اسحٰق، حافظ ابوالحسن الطنافسی ـــ (۲۳۳ھ) ـــ ۹-۱۱
علی بن المدینی، حافظ ابوالحسن ـــ (۲۳۴ھ) ـــ ۲۱-۴۵-۵۷-۸۶-۹۶-۹۷-
۱۰۶-۱۴۴-۲۱۴
علی بن مسہر، حافظ ابوالحسن ـــ (۱۸۹ھ) ـــ ۱۸۴
علی بن المنذر بن زید الاودی، ابوالحسن الکوفی الطریقی ـــ (۲۵۶ھ) ـــ ۱۶-۵۳
علی بن میمون الرقی، ابوالحسن العطار ـــ (۲۴۵ھ) ـــ ۸۵-۲۴۲
علی بن ہاشم بن مرزوق الہاشمی، ابوالحسن الرازی ـــ ۱۰۰
عمادالدین ابن کثیر، حافظ ـــ ابن کثیر
عمار بن خالد بن یزید الواسطی التمار، ابوالفضل ـــ (۲۶۰ھ) ـــ ۷۲
عمار بن طالوت بن عباد الجحدری البصری ـــ ۶۰
عمار بن یاسر بن عامر بن مالک، ابوالیقظان ـــ (۳۷ھ) ـــ ۳۷-۴۴
عمران بن حصین بن عبید، ابونجید ـــ (۵۲ھ) ـــ ۵۴
عمران بن عبدالرحیم بن ابی الورد ـــ ۱۶۳
عمران بن موسیٰ بن حبان اللیثی، ابوعمرو البصری القزاز ـــ (بعد ۲۴۰ھ) ـــ ۶۰
عمر بن ابراہیم العبدی، ابوحفص ـــ ۲۴۷
عمر بن ابی ربیعہ المخزومی، ابوالخطاب ـــ (۱۰۰ھ) ـــ ۱۴۷-۱۴۸
عمر بن حفص السدوسی ـــ ۲۱
عمر بن الخطاب، امیرالمومنین ابوحفص ـــ (۲۳ھ) ـــ ۱۶-۳۰-۳۷-۳۹-۴۰-
۷۴-۸۰-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۶-۱۶۵-۱۷۰-۱۷۷-۱۸۲-
۱۹۰-۱۹۳-۲۰۴-۲۲۹-۲۴۰

Marfat.com

عمر بن شبہ بن عبیدہ، حافظ ابو زید النمیری البصری ——— (۲۶۲ھ) ——— ۵۷

عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن الحکم، امیر المؤمنین ابو حفص ——— (۱۰۱ھ) ——— ۱۳۷-۱۳۹-
۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸

عمر بن ہارون بن یزید بن جابر البلخی، ابو حفص ——— (۱۹۴ھ) ——— ۱۱۳

عمرہ بنت عبدالرحمٰن ——— (۹۸ھ / ۱۰۶) ——— ۱۵۴-۱۵۵

عمرو بن ابی عاصم الضحاک بن مخلد ——— (۲۴۲ھ) ——— ۷۷

عمرو بن ابی عمرو ——— ۱۷۴

عمرو بن الحارث بن یعقوب الانصاری، ابو امیہ ——— (۱۴۸ھ) ——— ۸۰

عمرو بن حزم بن زید الانصاری الخزرجی، ابو الضحاک ——— (۵۱ھ) ——— ۱۳۶-۱۳۷

عمرو بن رافع، حافظ ابو حجر بجلی ——— (۲۳۷ھ) ——— ۶-۱۲

عمرو بن سواد بن الاسود العامری السرحی، ابو محمد المصری ——— (۲۴۵ھ) ——— ۸۳

عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص، ابو ابراہیم ——— (۱۱۸ھ)
۱۳۷-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲

عمرو بن العاص بن وائل، ابو محمد ——— (۴۳ھ) ——— ۳۳-۸۰-۱۴۰

عمرو بن عبداللہ بن حنش الاودی الکوفی، ابو عثمان ——— ۵۳

عمرو بن عُبید عابد المعتزلی، ابو عثمان ——— (۱۴۲ / ۱۴۴ھ) ——— ۱۸۷

عمرو بن عثمان بن سعید بن کثیر الحمصی، حافظ ابو حفص ——— (۲۵۰ھ) ——— ۷۷-۷۸

عمرو بن علی الصیرفی الفلاس، حافظ ابو حفص ——— (۲۴۹ھ) ——— ۵۱-۴۵-۵۷-۱۱۱

عوام بن عباد بن العوام الواسطی ——— ۲۴۷

عوف بن ابی جمیلہ اعرابی، ابو سہل ——— (۱۴۶ھ) ——— ۱۷

عون بن عبداللہ بن عتبہ، ابو عبداللہ ——— (بعد ۱۲۰ھ) ——— ۱۱۸

عیاض، قاضی ابو الفضل ——— (۵۴۴ھ) ——— ۱۸۲-۱۸۳-۱۹۸-۲۱۶

عیسیٰ بن احمد عسقلانی، ابو یحییٰ ——— (۲۶۸ھ) ——— ۱۱۳

عیسیٰ بن حماد التجیبی، ابو موسیٰ المصری ——— (۲۴۸ھ) ——— ۸۳

عیسیٰ بن محمد بن اسحاق، ابو عمیر بن النحاس الرملی ——— (۲۵۸ھ) ——— ۷۸-۲۴۲

Marfat.com

عیسیٰ بن مریم علیہما السّلام ـــــ ۸۳

عیسیٰ بن موسیٰ غنجار، ابو احمد ـــــ (۱۸۶ھ) ـــــ ۱۸۵

عیسیٰ بن یونس بن ابان الجرار، ابو موسیٰ الرملی ـــــ (۲۶۴ھ) ـــــ ۸۷-۲۴۲

عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحٰق السَّبیعی، حافظ ابو عمرو ـــــ (۱۸۷ھ/۱۹۱) ـــــ ۱۸۳-۲۲۰

عیسیٰ جعفری مغربی، محدّث ـــــ (۱۰۸۰ھ) ـــــ ۱۸۱

غ

غزالی، امام ابو حامد محمد بن محمد بن احمد ـــــ (۵۰۵ھ) ـــــ ۷-۲۲۳

غیاث بن جعفر الشامی الرحبی ـــــ ۷۷

ف

فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ـــــ (۱۱ھ) ـــــ ۲۴۷

فتح بن عمرو ورّاق ـــــ ۱۰

فخر الحسن گنگوہی، مولانا ـــــ ۲۴۶

فَرَبْرِی، ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن مَطَر بن صالح ـــــ (۳۲۰ھ) ـــــ ۲۷-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵

فِریابی، حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن واقد بن عثمان ـــــ (۲۱۲ھ) ـــــ ۹۴

فسوی ═══ یعقوب بن سفیان

فَضالہ بن عُبَید الانصاری، ابو محمد ـــــ (۵۳ھ) ـــــ ۱۵

فضل بن دُکَین (عمرو بن حماد بن زُہیر بن درہم)، حافظ ابو نُعَیم ـــــ (۲۱۹ھ) ـــــ

فضلان بن صالح ـــــ ۱۰۲

الفضل بن سہل بن عبد اللہ، ابو عبد اللہ ذو الریاستین ـــــ (۲۰۲ھ) ـــــ ۱۰

فضل بن الصباح البغدادی، ابو العباس السمسار ـــــ (۲۴۵ھ) ـــــ ۷۰

فضل بن عباس بن عبد المطلب ـــــ (۱۸ھ) ـــــ ۱۱۸

الفضل بن العباس الرازی معروف بہ فضلک الصائغ، حافظ ابو بکر ـــــ (۲۷۰ھ) ـــــ ۸۹-
۱۰۶-۱۰۷

Marfat.com

الفضل بن موسیٰ السینانی ، ابوعبداللہ المروزی ——— (م ۱۹۱/۱۹۲ھ) ——— ۱۲ - ۱۱۲

فضل بن یعقوب البصری، ابوالعباس المعروف بالجزری ——— (م ۲۵۶ھ) ——— ۶۰

فضلک الرازی، حافظ ——— الفضل بن العباس

الفُضیل بن عیاض، امام ابوعلی التیمی الیربوعی ——— (م ۱۸۷ھ) ——— ۳۱

فلاس، حافظ ——— عمرو بن علی فلاس

فہد بن عوف (زید)، ابوربیعہ ——— (م ۲۱۹ھ) ——— ۵۵

فیروزآبادی، علامہ مجدالدین ابوطاہر محمد بن یعقوب بن محمد ——— (م ۸۱۷ھ) ——— ۲ - ۳۶

ق

قاسم بن اصبغ، حافظ ابومحمد القرطبی ——— (م ۳۴۰ھ) ——— ۲۳ - ۴۹

قاسم بن زکریا بن دینار القرشی، ابومحمد الطحان الکوفی ——— (م ۲۳۵ھ) ——— ۵۳

القاسم بن عباد ——— ۱۶۴ - ۱۶۵

قاسم بن قطلوبغا، حافظ زین الدین ابوالعدل ——— (م ۸۷۹ھ) ——— ۴۸ - ۲۰۰

قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق، ابومحمد ——— (م ۱۰۶/۱۰۹ھ) ——— ۲۹ - ۳۰ - ۶۶ - ۱۵۴ - ۱۵۵

قاسم بن محمد بن عباد الازدی، ابومحمد البصری ——— ۷۰

قتادہ بن دعامہ، ابوالخطاب ——— (م ۱۱۷/۱۱۸ھ) ——— ۳۸ - ۳۹ - ۴۱ - ۵۴ - ۱۴۳ -
۱۴۴ - ۱۴۷ - ۱۵۲ - ۲۴۷

قتیبہ بن سعید بن جمیل، ابورجاء ——— (م ۲۴۰ھ) ——— ۵۲ - ۱۱۳

قُدوری، امام ابوالحسین احمد بن محمد ——— (م ۴۲۸ھ) ——— ۲۲۵

قفال، ابوبکر محمد بن علی بن اسمٰعیل الشاشی ——— (م ۳۶۵ھ) ——— ۸۲

قیس بن ابی حازم البجلی، ابوعبداللہ ——— (م ۹۸ھ) ——— ۲۰۷

قیس بن الربیع الاسدی، ابومحمد ——— (م ۱۶۵/۱۶۸ھ) ——— ۱۷ - ۲۲۸

ک

کاشانی، امام ——— علاءالدین کاشانی

Marfat.com

کبشہ بنت عبد الرحمن ـــــ ۱۵۵

کثیر بن سلیم ، ابو سلمہ ـــــ ۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱

کثیر بن عُبید بن نمیر المَذحجی ، ابو الحسن الحمصی الحذاء المقرئ ـــ (سنہ ۲۵۰ھ) ـــــ ۷۸

کثیر بن قیس شامی ـــ ۱۵

کثیر بن مُرۃ الحضرمی ، ابو القاسم ـــــ (سنہ ۸۰ھ) ـــــ ۹۰

کرابیسی ، ابو علی الحسین بن علی بن یزید البغدادی ـــــ (سنہ ۲۴۵ھ) ـــــ ۶۳

کرخی ، امام ابو الحسن عبید اللہ بن الحسین ـــــ (سنہ ۳۴۰ھ) ـــــ ۱۹۶-۲۲۵

کردری ، علامہ حافظ الدین محمد بن محمد المعروف بابن البزاز ـــــ (سنہ ۸۲۷ھ) ـــــ ۳-۱۸-
۱۸۴-۱۹۴

کرمانی ، شمس الدین محمد بن یوسف بن علی ـــــ (سنہ ۷۸۶ھ) ـــــ ۳۲

کِسائی ، ابو الحسن علی بن حمزہ الاسدی ـــــ (سنہ ۱۸۹ھ) ـــــ ۱۴۱-۲۱۲

کفوی ، علامہ محمود بن سُلیمان ـــــ (سنہ ۹۹۰ھ) ـــــ ۲۴-۱۹۷

کمال الدین احمد بن الحسن البیاضی ، علامہ ـــــ (سنہ ۱۰۹۸ھ) ـــــ ۱۶۵

کمال الدین محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ دمیری ، ابو البقاء ـــ (سنہ ۸۰۸ھ) ـــــ ۲۴۶

کوتکین بن ساتکین ـــــ ۹۲

کوثری ، محدث محمد زاہد ـــــ (سنہ ۱۳۷۱ھ) ـــــ ۱۷-۲۴-۴۲-۴۷-۴۸-۵۷-۱۱۸-
۱۵۱-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۷۵-۲۱۴-۲۲۱-۲۲۶

کوسج ، حافظ ابو یعقوب اسحٰق بن منصور بن بہرام المروزی ـــ (سنہ ۲۵۱/۲۵۴ھ) ـــــ ۱۰۵

ل

لالکائی ، حافظ ابو القاسم ہبۃ اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی ـــــ (سنہ ۴۱۸ھ) ـــــ ۶۴-۸۶

لیث بن سعد بن عبد الرحمن ، امام ابو الحارث ـــــ (سنہ ۱۷۵ھ) ـــــ ۲۱-۴۷-۸۰-۸۱-
۸۴-۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۸

م

ماجہ ـــــ ۲-۴-۶

Marfat.com

مالک بن القشب ـــــ ۲۴۳
مالک بن انس اصبحی، امام ابو عبداللہ ـــــ (۱۷۹ھ) ـــــ ۹-۱۶-۲۴-۲۵-۲۹-۳۰-
۴۱-۴۷-۴۹-۵۰-۶۵-۶۹-۷۳-۷۵-۸۱-۸۷-۱۱۸-۱۲۶-۱۴۶-۱۵۴
۱۵۵-۱۵۶-۱۵۸-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۷-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۶
۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰ـــ
۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۸-۲۰۳-۲۰۴-۲۱۲-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۶-۲۳۰-
۲۳۴-۲۳۶
مامون اصغر ═══ الواثق باللہ
مامون الرشید عباسی، ابو العباس عبداللہ ـــــ (۲۱۸ھ) ـــــ ۹-۱۰-۱۱-۲۱-
۲۲-۶۳-۱۲۲-۱۸۳
المتوکل علی اللہ عباسی، ابو الفضل جعفر ـــــ (۲۴۶/۲۴۷ھ) ـــــ ۲۶-۱۲۲
مجاہد بن جبر، ابو الحجاج ـــــ (۱۳۲ھ) ـــــ ۳۱-۱۴۰
مجاہد بن موسیٰ الخوارزمی، ابو علی الختلی ـــــ (۲۴۴ھ) ـــــ ۷۱
مجزاۃ بن سفیان الثقفی البصری ـــــ ۶۰
محارب بن دثار السدوسی، ابو مطرف ـــــ (۱۱۶/۱۲۱ھ) ـــــ ۷۵
محب بن الشحنہ ـــــ ۴
محرز بن سلمہ المکی العدنی ـــــ (۲۳۴ھ) ـــــ ۳۵
محفوظ بن علقمہ، ابو جنادہ ـــــ ۲۴۰
محمد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ـــــ (۱۱ھ) ـــــ ۶-۷-۸-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶
۱۷-۲۹-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۷-۳۹-۴۶-۴۷-۴۸-۵۴-۶۵-۶۶
۷۴-۷۶-۸۱-۸۸-۸۹-۹۰-۱۰۹-۱۱۲-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-
۱۲۳-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-
۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۷-۱۴۸-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۸-
۱۵۹-۱۶۴-۱۶۷-۱۶۸-۱۷۵-۱۷۷-۱۸۰-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۹-۲۰۳
۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۱-۲۱۲-۲۲۰-۲۲۲-۲۲۶-۲۲۸-

Marfat.com

۲۲۹-۲۳۰-۲۳۲-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۷-۲۴۸

محمد، امام ـــــ محمد بن حسن شیبانی

محمد بحرانی، حافظ ابوعبداللہ محمد بن معمر بن ربعی القیسی البصری ـــــ (۲۵۶ھ) ـــــ ۵۸

محمد بن ابان بلخی، حافظ ابوبکر المعروف محمدویہ ـــــ (۲۴۴ھ) ـــــ ۱۱۳-۱۱۴

محمد بن ابراہیم بن جیش بغوی ـــــ (۳۳۰ھ) ـــــ ۱۷۴-۱۷۵

محمد بن ابراہیم بن العلاء الشامی الدمشقی، ابوعبداللہ الزاہد ـــــ ۷۷

محمد بن ابراہیم المعروف بابن الوزیر الیمانی، علامہ ـــــ (۸۴۰ھ) ـــــ ۱۳۷-۲۲۲-۲۴۲

محمد بن ابی خالد، ابوبکر قزوینی طبری ـــــ ۱۳

محمد بن احمد بن بلال شطوی، ابوبکر (۳۱۰ھ) ـــــ ۵۰

محمد بن احمد بن الجراح، ابوعبدالرحیم الجوزجانی ـــــ (۲۴۵ھ) ـــــ ۱۱۲-۱۱۵

محمد بن احمد بن حفص، امام ـــــ ابوحفص صغیر

محمد بن احمد بن سلیمان الحافظ ـــــ ۱۸۶

محمد بن ادریس ـــــ شافعی

محمد بن اسحٰق بن عون البکائی ثم العامری، ابوبکر الکوفی ـــــ (۲۶۴ھ) ـــــ ۵۳

محمد بن اسحٰق مسوحی، حافظ ـــــ ۵۵

محمد بن اسمٰعیل امیریمانی، علامہ ـــــ امیریمانی

محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بخاری، امام ـــــ بخاری

محمد بن اسمٰعیل بن ابی ضرار الضراری، ابوصالح الرازی ـــــ ۱۰۰

محمد بن اسمٰعیل بن البختری الحسانی، ابوعبیداللہ الواسطی الضریر ـــــ (۲۵۸ھ) ـــــ ۷۰

محمد بن اسمٰعیل بن سمرۃ الاحمسی، ابوجعفر الکوفی السراج ـــــ (۲۶۰ھ) ـــــ ۵۳

محمد بن الاسود قزوینی ـــــ ۱۲۳

محمد بن بشار، بندار، حافظ ابوبکر ـــــ (۲۵۲ھ) ـــــ ۵۷-۵۸-۹۰

محمد بن ثعلبہ السدوسی البصری ـــــ ۶۰

محمد بن ثواب بن سعید الہباری، ابوعبداللہ الکوفی ـــــ (۲۶۰ھ) ـــــ ۵۳

محمد بن جابر بن بجیر بن عقبہ المحاربی، ابوبجیر الکوفی ـــــ (۲۵۶ھ) ـــــ ۵۳

Marfat.com

محمد بن جریر طبری، امام = طبری

محمد بن جعفر بن الزبیر بن العوام ---- (سنہ ۱۲۰ھ) ---- ۲۰۲

محمد بن جعفر بن محمد بن اعین ---- ۳

محمد بن جعفر السمنانی القومسی، ابو جعفر بن ابی الحسین ---- ۱۰۲

محمد بن جعفر الکتانی ---- (سنہ ۱۳۴۵ھ) ---- ۱۷۹

محمد بن الحارث بن راشد بن طارق الاموی، ابو عبداللہ المعروف بہ صدرہ ---- (سنہ ۲۴۱ھ) ---- ۸۳

محمد بن حرب = ابو بکر محمد بن حرب

محمد بن حسان بن فیروز الشیبانی الازرق، ابو جعفر البغدادی ---- (سنہ ۲۵۷ھ) ---- ۷۰

محمد بن الحسن الشیبانی، امام ابو عبداللہ ---- (سنہ ۱۸۹ھ) ---- ۹ - ۱۲ - ۱۷ - ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ -
۲۵ - ۲۶ - ۶۳ - ۷۰ - ۸۴ - ۱۰۱ - ۱۰۹ - ۱۵۳ - ۱۶۳ - ۱۶۹ - ۱۷۰ - ۱۷۱ - ۱۷۲ -
۱۷۴ - ۱۷۵ - ۱۸۰ - ۱۸۵ - ۱۹۲ - ۱۹۵ - ۱۹۶ - ۲۱۷

محمد بن حماد الطہرانی، حافظ ابو عبداللہ الرازی ---- (سنہ ۲۷۱ھ) ---- ۱۰۰

محمد بن حمید بن حیان التیمی، حافظ ابو عبداللہ الرازی ---- (سنہ ۲۴۸ھ) ---- ۸۶ - ۹۳ - ۱۰۰

محمد بن الحنفیہ (محمد بن علی بن ابی طالب) ---- (سنہ ۸۱ھ) ---- ۱۴۲

محمد بن خالد بن خداش المہلبی مولاہم، ابو بکر الضریر البصری ثم البغدادی ---- ۷۰

محمد بن خالد بن عبداللہ الواسطی الطحان ---- (سنہ ۲۴۰ھ) ---- ۷۲

محمد بن خالد بن محمد وہبی، محدث ابو یحییٰ ---- (قبل سنہ ۱۹۰ھ) ---- ۱۷۶

محمد بن خلاد بن کثیر الباہلی، ابو بکر البصری ---- (سنہ ۲۴۰ھ) ---- ۶۰

محمد بن خلف بن عمار العسقلانی، ابو نصر ---- (سنہ ۲۶۰ھ) ---- ۷۸

محمد بن رافع بن ابی رافع النیسابوری، حافظ ابو عبداللہ ---- (سنہ ۲۴۵ھ) ---- ۱۰۳

محمد بن رُمح بن المہاجر بن محرر بن سالم التجیبی، حافظ ابو عبداللہ المصری ---- (سنہ ۲۴۲ھ / ۲۴۳) ---- ۸۲

محمد بن زہیر بن محمد بن قمیر ---- ۶۷

محمد بن زیاد ---- ۱۹

محمد بن زیاد بن عبیداللہ الزیادی، ابو عبداللہ البصری الملقب بہ یؤیؤ ---- (سنہ ۲۵۰ھ) ---- ۶۰

محمد بن زیاد الالہانی، ابو سفیان ---- ۱۸۰

Marfat.com

محمد بن سعید بن سابق، ابو عبد اللہ رازی ——— (۲۱۶ھ) ——— ۶
محمد بن سعید بن غالب البغدادی، ابو یحیی العطار (القطان) الضریر ——— (۲۶۱ھ) ——— ۷۰-۱۱۵
محمد بن سعید بن یزید بن ابراہیم التستری، ابو بکر البصری ——— ۶۰
محمد بن سعید بن حسان مصلوب ——— ۲۱۱
محمد بن سلام البیکندی، حافظ ابو عبد اللہ ——— (۲۲۵ھ) ——— ۱۸۵
محمد بن سلمہ بن عبد اللہ بن ابی فاطمۃ المرادی، ابو الحارث المصری الفقیہ ——— (۲۴۸ھ) ——— ۸۳
محمد بن سلیمان بن ہشام الیشکری، ابو جعفر الشطوی البغدادی الخزاز المعروف باخی ہشام ——— (۲۶۵ھ) ——— ۷۰-۷۱
محمد بن سماعہ بن عبید اللہ بن ہلال التیمی، حافظ ابو عبد اللہ الکوفی ——— (۲۳۳ھ) ——— ۸۴
محمد بن سہل بن عسکر، حافظ ابو بکر ——— (۲۵۱ھ) ——— ۱۰۶
محمد بن شاذان الواسطی ——— ۷۲
محمد بن شجاع الثلجی، حافظ ابو عبد اللہ ——— (۲۶۶ھ) ——— ۱۷۴-۱۷۵
محمد بن الصباح بن سفیان الجرجرائی، ابو جعفر التاجر ——— (۲۴۰ھ) ——— ۷۳-۱۱۱
محمد بن طاہر مقدسی، حافظ = ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی
محمد بن طریف بن خلیفہ البجلی، ابو جعفر الکوفی ——— (۲۴۲ھ) ——— ۵۳
محمد بن عباد بن آدم الہذلی، ابو عبد اللہ البصری ——— (۲۶۸ھ) ——— ۶۰
محمد بن عباد بن جعفر ——— ۲۰۲
محمد بن عبادہ بن البختری الواسطی، ابو عبد اللہ ——— ۷۲
محمد بن عبد الاعلی الصنعانی القیسی، ابو عبد اللہ البصری ——— (۲۴۵ھ) ——— ۶۰
محمد بن عبد الرحمن ابن ابی ذئب، امام = ابن ابی ذئب
محمد بن عبد الرحمن بن الحسن الجعفی، ابو بکر الکوفی ——— (۲۶۰ھ) ——— ۷۷
محمد بن عبد الرحمن بن الحکم بن ہشام الاموی امیر الاندلس ——— (۲۷۳ھ) ——— ۴۹
محمد بن عبد الرحمن بن سعد بن زرارۃ ——— (۱۲۴ھ) ——— ۱۱۸
محمد بن عبد العزیز بن ابی رزمۃ الیشکری، ابو عمرو المروزی ——— (۲۴۱ھ) ——— ۱۱۳
محمد بن عبد اللہ بن حفص بن ہشام بن زید بن انس بن مالک الانصاری البصری ——— ۶۰

Marfat.com

محمد بن عبد اللہ بن سابور النجار الرقی ——— ۸۵

محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم مالکی، ابو عبد اللہ ——— (۲۶۸ھ) ——— ۴۷

محمد بن عبد اللہ بن عبید الہلالی، ابو مسعود البصری ——— ۶۰

محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص ——— ۱۴۰

محمد بن عبد اللہ بن المثنیٰ بن عبد اللہ بن انس بن مالک، ابو النضر ——— (۲۱۵ھ) ——— ۱۴۳

محمد بن عبد اللہ بن نُمیر، حافظ ابو عبد الرحمن الہمدانی الخارفی الکوفی ———
(۲۳۴ھ) ——— ۱۹-۵۱-۶۷-۱۲۱

محمد بن عبد اللہ بن یزید العدوی، ابو یحییٰ المقری المکی == ابن المقری

محمد بن عبد الملک بن ابی الشوارب محمد بن عبد اللہ القرشی الاموی، ابو عبد اللہ الاُبلی البصری
(۲۴۴ھ) ——— ۶۰-۱۱۱

محمد بن عبد الملک بن زنجویہ البغدادی، حافظ ابو بکر غزال ——— (۲۵۸ھ) ——— ۶۹

محمد بن عبد الملک بن مروان الواسطی، ابو جعفر الدقیقی ——— (۲۶۶ھ) ——— ۷۲

محمد بن عبید بن ابی اُمیہ الطنافسی، ابو عبد اللہ ——— (۲۰۵ھ) ——— ۱۱

محمد بن عبید بن عتبہ الکندی، ابو جعفر الکوفی ——— ۵۳

محمد بن عبید بن محمد العامری الکوفی المعروف بالحوت ——— ۵۳

محمد بن عبید بن میمون المدنی التبان ——— ۳۱

محمد بن عثمان بن خالد الاموی، ابو مروان العثمانی المدنی ——— (۲۴۱ھ) ——— ۳۵-۲۴۲

محمد بن عثمان بن کرامۃ العجلی الکوفی، ابو جعفر ——— (۲۵۶ھ) ——— ۵۳

محمد بن عزیز بن عبد اللہ بن زیاد الدیلمی، ابو عبد اللہ العقیلی ——— (۲۶۷ھ) ——— ۷۵

محمد بن عقیل بن خویلد، ابو عبد اللہ النیسابوری ——— (۲۵۷ھ) ——— ۱۱۲

محمد بن العلاء بن کریب الہمدانی الکوفی، ابو کریب == ابو کریب محمد بن العلاء

محمد بن علی بن طرخان البلخی، حافظ ——— (۲۹۲/۲۹۸ھ) ——— ۱۱۳

محمد بن علی قہرمان ——— ۱۲۳

محمد بن عمر بن علی المقدمی، ابو عبد اللہ البصری ——— ۶۰

محمد بن عمر بن ہیاج الہمدانی الصائدی، ابو عبید اللہ الکوفی ——— (۲۵۵ھ) ——— ۵۲

Marfat.com

محمد بن عمر بن الولید الکندی، ابوجعفر الکوفی ــــ (۲۵۶ھ) ــــ ۵۳
محمد بن عمرو بن بکر بن سالم التیمی العدوی، ابوغسان الرازی الطیالسی المعروف بزنیج ــ (۲۴۱ھ) ــــ ۱۰۰
محمد بن عمرو بن ابی عمر المقری ــــ ۱۱۵
محمد بن عیسےٰ صفار ــــ ۲۴۴
محمد بن فراس الضبعی، ابوہریرۃ الصیرفی البصری ــــ (۲۴۵ھ) ــــ ۹۰
محمد بن قیس الہمدانی المرہبی ــــ ۱۱۸
محمد بن المؤمل العبسی، ابوالقاسم البصری ــــ (۲۵۰ھ) ــــ ۹۰
محمد بن المثنیٰ بن عبید، حافظ ابوموسیٰ ــــ (۲۵۲ھ) ــــ ۵۸ - ۲۲۸ - ۲۲۹
محمد بن المثنیٰ السمسار ــــ ۵۵
محمد بن محمد بن مرزوق الباہلی البصری، ابوعبداللہ ــــ (۲۴۸ھ) ــــ ۹۰
محمد بن محمود خوارزمی، امام ابوالمؤید ــــ (۶۵۵ھ) ــــ ۲۳ - ۱۱۸ - ۱۶۳ - ۱۶۵ - ۱۶۱ - ۱۷۳ - ۱۷۴ - ۱۷۵ - ۱۷۶
محمد بن مخلد بن حفص العطار الدوری، حافظ ابوعبداللہ ــــ (۳۳۱ھ) ــــ ۲۲۴
محمد بن مزاحم مروزی، ابووہب ═══ ابووہب
محمد بن مسلم بن شہاب ═══ زُہری
محمد بن مسلم بن عثمان ═══ ابن وارہ
محمد بن مصفی بن بہلول القرشی، حافظ ابوعبداللہ الحمصیؒ ــــ (۲۴۶ھ) ــــ ۷۷
محمد بن معاویہ بن الاحمر ــــ ۲۱۸ - ۲۱۹ - ۲۲۰
محمد بن المغیرہ ــــ ۱۷۳
محمد بن المنہال الضریر، حافظ ابوعبداللہ ــــ (۲۳۱ھ) ــــ ۹۱
محمد بن موسیٰ بن عمران القطان، ابوجعفر الواسطی ــــ ۷۲
محمد بن میمون الخیاط البزاز، ابوعبداللہ المکی ــــ (۲۵۲ھ) ــــ ۳۵
محمد بن النضر بن سلمہ بن الجارود بن زید، حافظ ابوبکر الجارودی ═══ ابوبکر جارودی
محمد بن ہارون بن ابراہیم الربعی، ابوجعفر البغدادی البزاز المعروف بابی نشیط ــ (۲۵۸ھ) ــــ ۷۱ - ۱۱۵
محمد بن الولید بن عبدالحمید القرشی البسری الملقب بحمدان البصری ــــ (بعد ۲۵۰ھ) ــــ ۹۰

Marfat.com

محمد بن یحیٰی بن عبد الکریم الازدی، ابو عبد اللہ بن ابی حاتم البصری ــــ (۲۵۲ھ) ــــ ۷۱
محمد بن یحیٰی بن عبد اللہ بن خالد بن فارس نیشاپوری، امام ابو عبد اللہ ذہلی ــــ (۲۵۸ھ) ــــ ۲۰۔
۳۴-۵۱-۹۱-۹۲-۹۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۴
۲۴۷
محمد بن یزید بن عبد الملک الاسفاطی، ابو عبد اللہ البصری الاعور ــــ ۶۰
محمد بن یزید بن محمد العجلی، ابو ہشام الرفاعی الکوفی ــــ (۲۴۸ھ) ــــ ۵۳
محمد بن یزید الربعی القزوینی ــــ ابن ماجہ
محمد بن یزید العدل ــــ ۲۱۷
محمد بن یعقوب ــــ ۶۲
محمد بن یعقوب الفرجی ــــ ۱۰۰
محمد بن یوسف بن الخضر بن عبد اللہ حلبی حنفی المعروف بابن الابیض ــــ (۶۱۴ھ) ــــ ۳۰
محمد بن یوسف صالحی شافعی، حافظ ــــ شامی (مصنف سیرۃ شامیہ)
محمد بن یونس بن موسیٰ، ابو العباس ــــ (۲۸۶ھ) ــــ ۱۲
محمد زاہد کوثری ــــ کوثری
محمد طاہر پٹنی، محدث ــــ (۹۸۶ھ) ــــ ۱۸۱
محمد عابد سندی، محدث ــــ (۱۲۵۷ھ) ــــ ۱۷۵
محمد عبد الحی فرنگی محلی، مولانا ابو الحسنات ــــ (۱۳۰۴ھ) ــــ ۲۲-۱۰۹-۲۲۰
محمد علوی، شیخ ــــ ۲۴۶
محمد المہدی عباسی (محمد بن ابی جعفر المنصور) ــــ (۱۶۹ھ) ــــ ۱۸۴
محمود بن خالد بن ابی خالد یزید السلمی، ابو علی الدمشقی ــــ (۲۴۹ھ) ــــ ۷۷
محمود بن خداش الطالقانی، ابو محمد ــــ (۲۵۰ھ) ــــ ۷۱
محمود بن سلیمان کفوی، علامہ ــــ کفوی
محمود بن غیلان مروزی، حافظ ابو احمد ــــ (۲۳۹ھ) ــــ ۱۱۳-۱۸۸
مختار بن ابی عبید الثقفی کذاب ــــ (۶۷ھ) ــــ ۱۸۸
مذکور بن سلیمان الواسطی ــــ ۴۱

Marfat.com

مُرادی، علامہ ابوالفضل محمد خلیل بن علی بہاء الدین محمد ـــ (۱۲۰۶ھ) ـــ ۱۷۴

مزار بن حمویہ الثقفی، حافظ ابو احمد الہمدانی ـــ (۲۵۴ھ) ـــ ۱۰۲

مرتضیٰ زبیدی، علامہ سید ابوالفیض محمد بن محمد بن عبدالرزاق ـــ (۱۲۰۵ھ) ـــ ۱-۲-۲۱۴

مرغینانی، امام = ابوالمحاسن مرغینانی

مَروان بن الحکم بن ابی العاص ـــ (۶۵ھ) ـــ ۱۴۳-۱۴۶

مروان بن محمد بن حسان الطاطری ـــ (۲۱۰ھ) ـــ ۷۵-۲۳۹

مُزَنی، ابوابراہیم اسمٰعیل بن یحییٰ ـــ (۲۶۴ھ) ـــ ۸۰-۸۲

مِزّی، حافظ ابوالحجاج جمال الدین = جمال الدین مزّی

المستعین باللہ، ابوالعباس احمد بن محمد ابن الخلیفہ المعتصم باللہ ـــ (۲۵۲ھ) ـــ ۵۸

مستغفری، حافظ ابوالعباس جعفر بن محمد بن المعتز ـــ (۴۳۲ھ) ـــ ۲۱۴

مسدد بن مسرہد بصری، حافظ ابوالحسن ـــ (۲۲۸ھ) ـــ ۲۰۶

مسروق بن الاجدع الکوفی، ابوعائشہ ـــ (۶۳ھ) ـــ ۱۹۱-۲۴۲

مسروق بن المرزبان بن مسروق الکندی، ابوسعید بن ابی النعمان الکوفی ـــ (۲۴۰ھ) ـــ ۵۳

مِسعر بن کِدام بن ظُہیر بن عُبَیدہ، حافظ ابوسلمہ ـــ (۱۵۳/۱۵۵ھ) ـــ ۱۶۶-۲۳۰

مسعود بن شیبہ سندی، علامہ ـــ ۱۶۷-۱۸۵

مسلم بن ابراہیم فراہیدی بصری، حافظ ابوعمرو ـــ (۲۲۲ھ) ـــ ۲۶-۵۴

مسلم بن الحجاج القشیری، امام ابوالحسین ـــ (۲۶۱ھ) ـــ ۶-۷-۸-۹-۳۱-۳۵-۴۵-
۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۵-۵۶-۶۴-۶۵-۶۷-۷۲-۷۳-۸۱-۸۲-۸۳-۸۶-
۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۱-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۴-
۱۱۷-۱۱۹-۱۶۴-۱۷۸-۱۸۰-۱۸۱-۱۹۴-۱۹۸-۲۰۰-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-
۲۱۹-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۸-۲۳۰-۲۳۲-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸

مُسلم بن خالد زَنجی، ابوخالد ـــ (۱۸۰ھ) ـــ ۳۱

مسلم بن کیسان الاعور، ابوعبداللہ ـــ ۱۱۸

مَسلَمہ بن قاسم اندلسی، حافظ ـــ (۳۵۳ھ) ـــ ۳۸-۶۸-۹۲-۹۶-۹۷-۱۰۰-۱۲۱-۲۱۶

مَسلَمہ بن مُخلّد انصاری ـــ (۶۲ھ) ـــ ۱۵

Marfat.com

مسیّب بن شریک ــــ (۱۸۵/۱۸۶ھ) ــــ ۸۴

مُصعَب بن عبداللہ بن مصعب الزّبیری، ابوعبداللہ المدنی ــــ (۲۳۶ھ) ــــ ۲۶-۷۱

مُطَیّن، حافظ ابوجعفر محمد بن عبداللہ بن سلیمان الحضرمی الکوفی ــــ (۲۹۷ھ) ــــ ۱۲۱-۱۲۲

معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس، ابوعبدالرحمٰن ــــ (۱۸ھ) ــــ ۳۳-۳۹-۴۴-۷۰-۹۰-۲۳۲

مُعافی بن عمران موصلی، ابومسعود ــــ (۱۸۴ھ) ــــ ۱۸۹

معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب، ابوعبدالرحمٰن ــــ (۶۰ھ) ــــ ۳۳-۷۵-۲۴۲

معتصم باللہ محمد، ابواسحٰق ابن ہارون الرشید عباسی ــــ (۲۲۷ھ) ــــ ۱۱-۲۱-۹۳-۷۰-۱۲۲

المعتضد باللہ، ابوالعباس احمد عباسی ــــ (۲۸۹ھ) ــــ ۶۸-۷۲

المعتمد علی اللہ، ابوالعباس احمد ابن المتوکل علی اللہ عباسی ــــ (۲۷۹ھ) ــــ ۹۲-۱۲۲

معلی بن خالد رازی ــــ ۸۴

مُعلّٰی بن منصور رازی، حافظ ابویعلٰی ــــ (۲۱۱ھ) ــــ ۱۰۱

مَعمَر بن راشد، حافظ ابوعروہ ــــ (۱۵۳ھ) ــــ ۱۵۶-۱۸۷-۱۸۹

معن بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود ــــ ۱۴۵

معن بن عیسٰی بن یحیٰی، ابویحیٰی ــــ (۱۹۸ھ) ــــ ۳۱

مُغلطائی، حافظ ═ علاء الدین ابوعبداللہ مغلطائی

مغیث بن سمی الاوزاعی، ابوایوب ــــ ۲۴۰

مغیرہ بن الحکیم الصنعانی ــــ ۱۴۰

مغیرہ بن مقسم، حافظ ابوہشام ــــ (۱۳۳/۱۳۶ھ) ــــ ۲۰-۱۹۴

مقاتل بن سلیمان بن بشیر، ابوالحسن ــــ (۱۵۰ھ) ــــ ۱۸۷

مَکحُول دمشقی، امام ابوعبداللہ ــــ (۱۱۲/۱۱۸ھ) ــــ **۱۵۶**-۱۵۷-۱۵۸-۱۹۹

مکّی بن ابراہیم بلخی، حافظ ابوالسکن ــــ (۲۱۵ھ) ــــ **۱۱۳**-۱۱۴-۱۶۶

مُلّا علی قاری، نورالدین ــــ (۱۰۱۴ھ) ــــ ۲۲-۱۷۱-۱۷۲-۱۸۴-۲۰۰

مِندَل بن علی العنزی، ابوعبداللہ ــــ (۱۶۷/۱۶۸ھ) ــــ ۱۲۱

منذر بن شاذان، ابوعمرو ــــ ۸۹

مُنذِری، حافظ زکی الدین ابومحمد عبدالعظیم بن عبدالقوی ــــ (۶۵۶ھ) ــــ ۲۲۰-۲۳۶

Marfat.com

منصور، ابوجعفر عبداللہ بن محمد العباسی ——(م ۱۵۸ھ)—— ۱۶-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۷

منصور بن المعتمر الکوفی، حافظ ابوعتاب ——(م ۱۳۲ھ)—— ۴۴

منصور فقیہہ —— ۱۰۰

مُورِّق بن مشمرج، ابو معتمر ——(م ۱۰۳/۱۰۸ھ)—— ۱۵۲

موسیٰ، علیہ السّلام —— ۱۳-۱۲۹

موسیٰ بن ابراہیم بن حیان قنزوینی —— ۱۳

موسیٰ بن ابی عائشہ، ابوالحسن —— ۸۱

موسیٰ بن اسحٰق انصاری، قاضی ابوبکر ——(م ۲۹۷ھ)—— ۵۱-۹۱

موسیٰ بن داؤد الضّبّی، ابوعبداللہ ——(م ۲۱۶/۲۱۷ھ)—— ۱۶۵

موسیٰ بن عبدالرحمٰن بن سعید الکندی المسروقی، ابوعیسیٰ الکوفی ——(م ۲۵۸ھ)—— ۵۳

موسیٰ بن عقبہ بن ابی عیّاش المدنی، ابومحمد ——(م ۱۴۱ھ)—— ۲۱۲

موسیٰ بن مروان، ابوعمران التّمّار البغدادی ——(م ۲۴۰ھ)—— ۸۵

موسیٰ بن ہارون بن موسیٰ بن حیان تمیمی —— ۱۳

موفق بن احمد بن محمد مکی، صدر الائمہ ابوالمؤید ——(م ۵۶۸ھ)—— ۱۰-۱۱-۱۶-۱۸-۱۹-۲۰-۲۷-۳۸-۴۰-۴۴-۸۰-
۸۱-۸۹-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۷-۱۱۸-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۷۵

المؤیّد بن محمد بن علی الطّوسی النیسابوری، ابوالحسن ——(م ۶۱۷ھ)—— ۱۰۴

میسرہ عائذی —— ۴

میمون بن علی بن میمون المیمونی، ابوالقاسم —— ۲۷

میمونہ بنت الحارث، ام المؤمنین ——(م ۵۱ھ)—— ۳۰

ن

نافع، ابوعبداللہ مولیٰ عبداللہ بن عمر بن الخطاب ——(م ۱۱۶/۱۲۰ھ)—— ۱۱۸-۱۸۸-۲۰۲

نافع بن عبدالرحمٰن بن ابی نعیم، ابورویم ——(م ۱۶۹ھ)—— ۳۰-۴۱

نجم الدین عمر بن فہد، حافظ ——(م ۸۸۵ھ)—— ۱۵۰

نخعی، امام ابوعمران ابراہیم بن یزید بن قیس ——(م ۹۵ھ)—— ۴۴-۱۴۷-۱۹۸-
۱۸۹-۱۹۱-۱۹۳-۱۹۹

نسائی، امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی ابن سنان بن بحر ——(م ۳۰۳ھ)—— ۶-۷

Marfat.com

۹-۱۲-۱۹-۳۱-۳۴-۳۸-۵۲-۵۴-۵۵-۵۶-۵۸-۶۷-۶۸-۶۹
۷۲-۷۶-۷۷-۷۸-۸۲-۸۳-۸۴-۸۶-۸۷-۹۲-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۱۱
۱۱۳-۱۱۹-۱۲۲-۱۳۸-۱۳۹-۱۸۱-۱۸۴-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰
۲۲۳-۲۳۲-۲۳۸-۲۴۰

نصر بن سیّار بن صاعد، ابوالفتح ـــ (۵۷۲ھ) ـــ ۲۲۷

نصر بن عبدالرحمن بن بکار الناجی، ابوسلیمان الکوفی الوشاء ـــ (۲۴۸ھ) ـــ ۵۳

نصر بن علی الازدی، حافظ ابوعمرو الجہضمی البصری ـــ (۲۵۰ھ) ـــ ۳۹-۵۸

نصر بن محمد بن سلیمان بن ابی ضمرۃ، ابوالقاسم السلمی الحمصی ـــ ۷۸

نضر بن شمیل، علامہ ابوالحسن ـــ (۲۰۳ھ) ـــ ۱۰-۵۴

نضر بن محمد المروزی ـــ (۱۸۳ھ) ـــ ۳۷

نُعَیم بن حمّاد بن معاویہ خزاعی ـــ (۲۲۸/۲۲۹ھ) ـــ ۲۰۶

نعیم بن عبد کلال ـــ ۱۳۶

نُفَیلی، ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن علی بن نفیل ـــ (۲۳۴ھ) ـــ ۹۲

نُہیک بن مریم اوزاعی ـــ ۲۴۰

نوح بن اسد بن سامان ـــ ۱۸

نُوح بن قیس البصری، ابوروح ـــ (۱۸۳ھ) ـــ ۳۹

نوح قونوی، علامہ ـــ ۱۱۸

نورالدین ہیثمی، حافظ ابوالحسن ـــ (۸۰۷ھ) ـــ ۲۱۱

نَوَوِی، امام ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف ـــ (۶۷۶/۶۷۷ھ) ـــ ۲-۳-۸-۳۶-۲۱۵
۲۱۶-۲۱۷-۲۲۲-۲۳۲-۲۳۳

ھ

ہارون (مستملی عاصم بن علی) ـــ ۲۱

ہارون بن اسحٰق بن محمد بن الہمدانی، حافظ ابوالقاسم الکوفی ـــ (۲۵۸ھ) ـــ ۵۲

ہارون بن سعید بن الہیثم الایلی، ابوجعفر ـــ (۲۵۳ھ) ـــ ۵۳

Marfat.com

ہارون بن معاویہ بن عبید اللہ ــــ ۲۲۸

ہارون بن موسیٰ بن حیان تمیمی، ابو موسیٰ ــــ (سنہ ۲۴۸ھ) ــــ ۱۳

ہارون حمّال، حافظ ابو موسیٰ بن عبد اللہ بن مروان البغدادی البزاز المعروف بالجمال ــــ (سنہ ۲۴۳ھ) ــــ ۶۹

ہارون الرشید، ابو جعفر بن محمد المہدی العباسی ــــ (سنہ ۱۹۳ھ) ــــ ۵-۱۲-۳۱-۸۴-۱۷۰-
۱۸۲-۱۸۳-۱۸۷-۱۸۹

ہاشم بن القاسم بن شیبہ بن اسمٰعیل بن شیبہ، ابو محمد الحرانی ــــ (سنہ ۲۶۰ھ) ــــ ۸۵

ہبۃ اللہ بن زاذان ــــ ۲

ہبۃ اللہ طبری ــــ لالکائی

ہدیّہ بن عبد الوہاب المروزی، ابو صالح ــــ (سنہ ۲۴۱ھ) ــــ ۱۱۳

ہشام بن ابی عبد اللہ دستوائی، ابو بکر ــــ (سنہ ۱۵۲/۱۵۴ھ) ــــ ۱۸۹

ہشام بن خالد بن یزید الازرق، ابو مروان الدمشقی السلامی ــــ (سنہ ۲۴۹ھ) ــــ ۷۷

ہشام بن عبد الملک الیزنی الحمصی، حافظ ابو التقی ــــ ابو التقی

ہشام بن عُروہ بن الزبیر بن العوام، ابو المنذر ــــ (سنہ ۱۴۵/۱۴۶ھ) ــــ ۳۷-۹۱

ہشام بن عمّار، شیخ الاسلام ابو الولید السُلمی الدمشقی ــــ (سنہ ۲۴۵ھ) ــــ ۷۵-۷۶

ہشام بن محمد بن السائب کلبی ــــ (سنہ ۲۰۴/۲۰۶ھ) ــــ ۱۴۹

ہُشیم بن بَشیر الواسطی، ابو معاویہ ــــ (سنہ ۱۸۳ھ) ــــ ۹۲-۶۱-۶۶-۶۷-۱۸۸-۱۸۹

ہمام بن مُنبّہ بن کامل یمانی، ابو عقبہ ــــ (سنہ ۱۳۱ھ) ــــ ۱۴۵

ہنّاد بن السّری بن مصعب، حافظ ابو السری التمیمی الدارمی ــــ (سنہ ۲۴۳ھ) ــــ ۵۱

و

الواثق باللہ، ابو جعفر ہارون بن المعتصم محمد عباسی ــــ (سنہ ۲۳۲ھ) ــــ ۹۳-۱۲۲

واصل بن عبد الاعلیٰ بن ہلال الاسدی، ابو القاسم الکوفی ــــ (سنہ ۲۴۴ھ) ــــ ۵۳

واصل بن عطاء غزال، ابو حذیفہ البصری ــــ (سنہ ۱۳۱ھ) ــــ ۱۸۷

واقدی، ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن واقد ــــ (سنہ ۲۰۷ھ) ــــ ۳۱-۱۱۷-۱۴۹-۱۸۳

ورش، قاری ابو سعید عثمان بن سعید ــــ (سنہ ۱۹۷ھ) ــــ ۸۳

Marfat.com

الوضین بن عطاء بن کنانہ ——— (۱۴۷/۱۴۹ھ) ——— ۲۴۰

وکیع بن الجراح بن ملیح، امام ابوسفیان ——— (۱۹۶/۱۹۸ھ) ——— ۱۱-۵۲-۵۵-۱۱۴-۱۶۴-
۱۶۵-۱۸۵-۱۸۹-۱۹۵-۲۲۲-۲۳۰

ولید بن شجاع، حافظ ابوہمام بن ابی بدر السکونی الکوفی ——— (۲۴۳ھ) ——— ۵۲

ولید بن عقبہ بن ابی معیط، ابو وہب ——— ۵-۲۴۴

ولید بن عمرو الضبعی، ابوالعباس البصری ——— ۶۰

ولید بن کثیر المخزومی، ابومحمد ——— (۱۵۱ھ) ——— ۲۰۱-۲۰۲

ولید بن مسلم، ابوالعباس الدمشقی ——— (۱۹۵ھ) ——— ۷۴-۲۴۰

ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان الاموی ——— (۱۲۶ھ) ——— ۱۵۶

ولی الدین خطیب، شیخ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ——— ۱۹۸

ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ ——— (۱۱۷۶ھ) ——— ۷-۸-۲۲-۲۵-۲۹-۳۶-۱۵۸-
۱۷۰-۱۷۱-۱۷۷-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۷-۱۸۹-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۷-
۲۰۱-۲۰۴-۲۱۲-۲۱۳-۲۳۵

وہب بن زمعہ، ابوعبداللہ ——— ۳۷

وہب بن منبہ بن کامل، ابوعبداللہ ——— (۱۱۰/۱۱۶ھ) ——— ۱۴۴

ی

یاقوت حموی رومی، علامہ ابوعبداللہ ——— (۶۲۶ھ) ——— ۴-۵-۴۴-۵۱-۷۳-۷۸-
۷۹-۸۰-۸۳-۹۲-۱۰۳-۱۱۳-۱۲۵

یحییٰ بن ابی طالب جعفر بن الزبرقان ——— (۲۷۵ھ) ——— ۲۱

یحییٰ بن اکثم، قاضی ——— (۲۴۳ھ) ——— ۱۰۳

یحییٰ بن ایوب الغافقی، ابوالعباس ——— (۱۶۸ھ) ——— ۸۰

یحییٰ بن حبیب بن عربی الحارثی البصری، ابوزکریا ——— (۲۴۸ھ) ——— ۶۰

یحییٰ بن حسان بن حیان، ابوزکریا ——— (۲۰۸ھ) ——— ۸۳

یحییٰ بن حکیم، حافظ ابوسعید البصری المقوم ——— (۲۵۶ھ) ——— ۵۸

Marfat.com

یحییٰ بن حماد — (۲۱۵ھ) — ۵۵

یحییٰ بن خدام العنبری، ابوزکریا السقطی البصری — (۲۵۲ھ) — ۹۰

یحییٰ بن خلف الباہلی، ابوسلمۃ البصری المعروف بالجوباری — (۲۴۲ھ) — ۶۰

یحییٰ بن داؤد بن میمون الواسطی — (۲۴۴ھ) — ۷۲

یحییٰ بن دُرُست الہاشمی البصری، ابوزکریا — ۹۰

یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ، ابوسعید — (۱۸۲/۱۸۳ھ) — ۱۹۵

یحییٰ بن زکریا طرائفی — ۱۲۳

یحییٰ بن سعید بن قیس انصاری، ابوسعید — (۱۴۳/۱۴۶ھ) — ۳۰ - ۳۷ - ۴۳ - ۱۶۱ - ۱۸۳

یحییٰ بن سعید بن فروخ القطان، حافظ ابوسعید — (۱۹۸ھ) — ۵۵ - ۵۷ - ۵۹ - ۱۴۴ - ۱۶۴ - ۱۶۶ - ۱۸۹

یحییٰ بن عثمان بن سعید بن کثیر بن دینار القرشی، ابوسلیمان الحمصی — (۲۵۵ھ) — ۷۷ - ۷۸

یحییٰ بن عثمان بن صالح القرشی السہمی، حافظ ابوزکریا المصری — (۲۸۲ھ) — ۸۳

یحییٰ بن الفضل العنبری، ابوزکریا البصری المعروف بالخرقی — (۲۵۶ھ) — ۹۰

یحییٰ بن معلی بن منصور، ابوزکریا رازی — ۱۰۰

یحییٰ بن معین، امام ابوزکریا — (۲۳۳ھ) — ۹ - ۱۷ - ۱۸ - ۱۹ - ۳۹ - ۴۱ - ۴۵ - ۵۲ - ۶۲ - ۶۵ - ۶۷ - ۶۸ - ۶۹ - ۷۲ - ۷۵ - ۷۹ - ۸۶ - ۸۷ - ۹۷ - ۱۰۱ - ۱۰۶ - ۱۰۹ - ۱۱۴ - ۱۱۶ - ۱۱۷ - ۱۴۱ - ۱۵۷ - ۱۶۵ - ۱۶۷ - ۱۶۸ - ۱۸۴ - ۱۸۸ - ۲۱۲ - ۲۱۴ - ۲۱۵

یحییٰ بن یحییٰ بن بکیر بن عبدالرحمٰن، حافظ ابوزکریا — (۲۲۶ھ) — ۱۰۳

یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر اللیثی مصمودی، ابومحمد — (۲۳۴ھ) — ۲۵ - ۱۷۹

یحییٰ بن یزداد العسکری، ابوالصقر الوراق — ۷۲

یحییٰ بن یعمر اللیثی البصری، ابوسلیمان — (۸۹ھ) — ۱۱۲

یزید، ابوخالد — ۱۳

یزید بن السمط، ابوالسمط — (تقریباً ۱۶۰ھ) — ۲۴۰

یزید بن عبداللہ بن یزید الیامی، ابومحمد — (۲۴۰ھ) — ۳۵

Marfat.com

یزید بن ہارون، حافظ ابو خالد ـــ (۲۰۶ھ) ـــ ۲۱-۳۵-۱۶۶-۱۸۴

یزیدی، علامہ ـــ ۶۳

یعقوب بن ابراہیم الدَّوْرَقی، حافظ ابو یوسف العبدی ـــ (۲۵۲ھ) ـــ ۶۴-۶۹

یعقوب بن حُمَید بن کاسب، حافظ ـــ (۲۴۱ھ) ـــ ۳۵-۲۴۰

یعقوب بن سفیان فَسَوی، حافظ ابو یوسف ـــ (۲۷۷ھ) ـــ ۱۹-۲۷-۱۳۷-۱۳۸

یعقوب بن شیبہ بن الصَّلت، حافظ ابو یوسف السدوسی ـــ (۲۶۲ھ) ـــ ۲۰-۳۴-۹۷-۱۰۱-۱۸۲

یعلیٰ بن شداد بن اوس بن ثابت، ابو ثابت ـــ ۲۴۲

یعلیٰ بن عبید الطنافسی، ابو یوسف ـــ (۲۰۹ھ) ـــ ۱۱

یوسف بن ابی یوسف، امام ـــ (۱۹۲ھ) ـــ ۱۷۳-۱۷۴

یوسف بن احمد، حافظ ـــ ۲۲۷

یوسف بن حسن بن عبد الہادی حنبلی، علامہ ـــ (۹۰۹ھ) ـــ ۱۵۱

یوسف بن حماد المَعْنی، ابو یعقوب البصری ـــ (۲۴۵ھ) ـــ ۹۰

یوسف بن خالد بن عمر سمتی، امام ابو خالد ـــ (۱۸۹ھ) ـــ ۱۹۵

یوسف بن صبیح ـــ ۸۳

یوسف بن موسیٰ بن راشد القطان، ابو یعقوب الکوفی ـــ (۲۵۳ھ) ـــ ۷۱

یوسف بن یعقوب الصفار، ابو یعقوب ـــ (۲۳۱ھ) ـــ ۱۶۴

یونس بن عبد الاعلیٰ، حافظ ابو موسیٰ الصدفی المصری ـــ (۲۶۴ھ) ـــ ۸۰-۸۳-
۹۲-۲۴۲

یونس بن عبید اللہ، ابو عبد اللہ ـــ (۱۳۴ھ) ـــ ۵۴

Marfat.com

Marfat.com

اسمار اماکن

ا

آبہ ـــــ ۸۶
آذربائجان ـــــ ۴-۱۱-۲۸
آرمینیہ ـــــ ۲۸
آصفیہ حیدر آباد دکن، کتب خانہ ـــــ ۴۲-۱۶۹-۱۷۲-۱۷۳-۱۹۶
ابہر ـــــ ۴-۲۸
احمدی دہلی، مطبع ـــــ ۱۷۱-۱۸۱
اخمیم ـــــ ۸۰
اردن ـــــ ۷۶
استرآباد ـــــ ۱۹۴
اسکندریہ ـــــ ۲۸-۱۰۰
اسوان ـــــ ۸۰
اشبیلیہ ـــــ ۲۸
اشرف المطابع دہلی، مطبع ـــــ ۳۴-۱۶۹-۱۷۶
اشیاصح ـــــ ۱۱
اصبہان (اصفہان) ـــــ ۲۸-۲۹-۳۴-۴۱-۵۵-۸۶-۱۰۱-۱۹۴
اصح المطابع لکھنو، مطبع ـــــ ۲۴۶
افریقہ ـــــ ۹-۲۸
افغانستان ـــــ ۹
انبار ـــــ ۷۲

Marfat.com

اندلس ـــــ ۲۸-۴۹-۷۵-۱۲۱

انصاری دہلی، مطبع ـــــ ۲۰۳-۲۲۰

انوار احمدی الہ آباد، مطبع ـــــ ۱۰۸

انوار محمدی لکھنؤ، مطبع ـــــ ۴۲-۲۱۸

اہواز ـــــ ۲۸-۲۹-۶۴-۸۵-۱۹۴-۲۲۵

ایران ـــــ ۴-۹-۲۸-۸۵-۱۰۰

ایشیائے کوچک ـــــ ۹

ایلہ ـــــ ۲۹-۷۹

ب - پ

باکسایا ـــــ ۲۹-۷۳

بالس ـــــ ۲۸-۲۹-۷۹-۸۴

بانکی پور ـــــ ۱۶۲

بجایہ ـــــ ۲۸

بجیلہ، محلہ ـــــ ۴۴

بحر قلزم ـــــ ۷۹

بحر مصر ـــــ ۸۳

بحرین ـــــ ۹۰-۱۴۳-۱۹۴

بخارا ـــــ ۸-۲۷-۲۸-۴۳-۹۴-۱۰۸-۱۰۹-۱۸۵-۱۹۴-۲۱۵

بدر ـــــ ۱۳۵

برلن ـــــ ۱۴۵

بریلی ـــــ ۲۰۴

بسطام ـــــ ۲۸

بصرہ ـــــ ۵-۱۰-۱۴-۱۷-۲۸-۲۹-۳۳-۳۹-۴۰-۴۳-۴۴-۵۳-۵۴-۵۵-
۵۷-۵۸-۵۹-۶۱-۶۸-۷۱-۷۹-۹۰-۹۱-۱۰۵-۱۵۳-۱۵۷-۱۶۵-۱۶۹-۱۸۴
۱۸۷-۱۹۲-۱۹۴

Marfat.com

بطحا ـــــ ۸

بغداد ـــــ ۹-۱۱-۲۱-۲۲-۲۶-۲۸-۲۹-۳۰-۳۶-۳۸-۴۰-۴۳-۴۵-۵۱-۵۳-۵۵-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۲-۷۳-۷۶-۸۴-۸۵-۸۸-۹۱-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۳-۱۰۷-۱۹۴-۱۹۷-۲۲۴-۲۲۵-۲۴۷

بغشور ـــــ ۶۴

بقیع ـــــ ۱۴۷

بلخ ـــــ ۱۷-۱۸-۲۸-۲۹-۱۰۳-۱۱۳-۱۱۵-۱۹۴

بلنسیہ ـــــ ۲۸

بہنسا ـــــ ۸۰

بیت المقدس ـــــ ۲۸-۲۹-۷۸-۷۹

بیروت ـــــ ۱۷۹

پاکستان ـــــ ۱۷۲

پیر جھنڈو ضلع حیدرآباد سندھ، کتب خانہ ـــــ ۴۲-۹۹-۱۹۲-۱۹۶-۲۲۷

ت - ٹ - ث

ترقف ـــــ ۷۳

ترکستان ـــــ ۹-۷۹

ترمذ ـــــ ۱۹۴

تستر ـــــ ۲۸

تکریت ـــــ ۷۲

تکیہ اخلاصیہ ـــــ ۱۵۱

تلمسان ـــــ ۲۸

تنیس ـــــ ۲۹-۸۳

تہامہ ـــــ ۲۸

التوفیق دمشق، مطبع ـــــ ۱۵۱

ٹونک ـــــ ۱۷۲-۱۹۷-۲۴۵

Marfat.com

ثریا ــــــ ۱۹۱

ج - چ

جامع حمص ــــــ ۷۸
جامع دمشق ــــــ ۷۶
جامع عمرو بن العاص ــــــ ۸۲
جامع قزوین ــــــ ۵
جامع کوفہ ــــــ ۱۵۸
جبال ــــــ ۲۸
جُرجان ــــــ ۲۸-۱۹۴
جرجرایا ــــــ ۲۹-۷۳
جزیرہ ــــــ ۱۷-۲۸-۳۹-۴۰-۴۳-۸۴-۸۵-۸۸-۱۰۵-۱۰۶-۱۸۷-۱۹۴
جوسیہ ــــــ ۳۱
جیلان ــــــ ۲۸
چین ــــــ ۶۳

ح

حجاز ــــــ ۹-۱۲-۱۷-۲۲-۲۳-۲۸-۲۹-۴۳-۷۶-۷۹-۱۰۳-۱۶۵-۱۶۹
۲۰۰-۲۱۷-۲۲۷
حدیثہ ــــــ ۲۹-۷۳
حرّان ــــــ ۲۸-۲۹-۸۴-۸۵
حرمین شریفین ــــــ ۱۶-۲۹-۳۲-۳۸-۸۸-۱۰۶-۱۹۱
حسینیہ مصر، مطبع ــــــ ۴۲-۱۱۲
حلب ــــــ ۴-۱۸-۷۹-۹۴-۱۵۱-۱۶۲-۱۷۸-۱۸۰-۲۰۷-۲۰۸-۲۲۴
۲۲۷-۲۳۳-۲۳۶
حلبی مصر، مطبع ــــــ ۱۸۲
حلوان ــــــ ۳۴-۴۱-۱۹۴

Marfat.com

حمص ـــــ ۲۸-۲۹-۳۱-۷۷-۷۸-۹۰
حیدرآباد، دکن ـــــ ۳۸-۱۱۶

خ

خراسان ـــــ ۵-۷-۹-۱۶-۱۸-۲۲-۲۳-۲۸-۳۴-۳۹-۴۰-۵۴-۸۸-۹۲-
۹۳-۹۴-۹۶-۹۷-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۶۲-
۱۸۷-۲۲۷
خوارزم ـــــ ۲۸-۱۹۴
خوزستان ـــــ ۸۵
خیریہ مصر، مطبع ـــــ ۱۷۷
خیزاخزا ـــــ ۱۸۵

د

دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، مطبع ـــــ ۳-۲۳-۲۸-۳۸-۴۷-۹۴-۱۱۸-۱۴۹-
۱۶۱-۱۶۳-۱۶۵-۱۶۷-۱۸۴-۱۸۸-۲۰۷
دارالکتب المصریہ، مطبع ـــــ ۳۹-۱۷۳
دارالمعارف مصر، مطبع ـــــ ۲۱۵
دارالنجاریین ـــــ ۱۰۷
دامغان ـــــ ۲۸-۲۹-۱۰۲-۱۹۴
دجلہ ـــــ ۵۴-۷۲-۸۴-۸۸
دمشق ـــــ ۴-۱۵-۲۸-۲۹-۳۱-۴۱-۴۷-۷۴-۷۵-۷۶-۹۰-۹۵-۱۵۰-۱۵۱-
۱۵۶-۱۹۴-۲۴۷
دمیاط ـــــ ۸۳
دہلی ـــــ ۸-۲۹-۶۳-۱۷۰
دورق ـــــ ۶۴
دولاب ـــــ ۳۸
دیلم ـــــ ۱۲۸

Marfat.com

دینور ــــ ۲۸

ر - ز

رحبہ غسان ــــ ۲۲
رحبۃ النخل، بغداد ــــ ۲۱
رَقّہ ــــ ۲۸ - ۲۹ - ۷۹ - ۸۴ - ۹۰ - ۱۹۴
رم ــــ ۱۹۴
رملہ ــــ ۲۹ - ۷۸ - ۹۰ - ۱۹۴ - ۲۲۰
رہا ــــ ۲۸ - ۸۴
روضۂ اقدس ــــ ۲۱۴
روم ــــ ۱۹
رَیّ ــــ ۴ - ۱۱ - ۱۲ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۸ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۸ - ۹۲ - ۹۴ - ۹۸ - ۱۰۰ - ۱۰۱ - ۱۰۲ - ۱۰۶ - ۱۱۱ - ۱۹۴ - ۲۱۷ - ۲۳۸
زرنجبر (زرنگر) ــــ ۲۷
زعفرانیہ ــــ ۶۶ - ۶۷
زنجان ــــ ۲۸

س

سامرّا ــــ ۲۹ - ۵۷ - ۶۳ - ۷۲
سجستان ــــ ۲۸ - ۱۹۴
سرخس ــــ ۱۰۵ - ۱۹۴
سرّمن رای ＝ سامرّا
السعادۃ مصر، مطبع ــــ ۱۳۷
سعیدیہ حیدرآباد دکن، کتب خانہ ــــ ۵۰ - ۱۹۶
سمرقند ــــ ۲۸ - ۶۷ - ۱۹۴
سِمنان ــــ ۲۸ - ۲۹ - ۱۰۲
سِندھ ــــ ۹ - ۲۴۵

Marfat.com

سیستان ــــــ ۱۱

ش

شارع منار ــــــ ۲۲
شاشس ــــــ ۲۸
شام ــــــ ۹ - ۱۴ - ۱۷ - ۱۸ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۴ - ۳۸ - ۳۹ - ۴۰ - ۷۳ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۶ - ۷۷ - ۷۸ - ۷۹ - ۸۵ - ۸۸ - ۱۰۰ - ۱۰۵ - ۱۰۶ - ۱۵۰ - ۱۵۶ - ۱۵۷ - ۱۶۹ - ۱۸۷ - ۲۰۱ - ۲۲۳ - ۲۴۴
شاہجہانی بھوپال، مطبع ــــــ ۲۳۵
شیراز ــــــ ۲۸

ص

صالحیہ، دمشق ــــــ ۱۵۱
صدیقی بریلی، مطبع ــــــ ۷ - ۱۵۸
صعید، مصر ــــــ ۸۰
صغانیان ــــــ ۱۹۴
صفر ــــــ ۱۱

ط - ظ

طائف ــــــ ۱۲ - ۱۴۴
طبرستان ــــــ ۱۱ - ۱۹۴
طرسوس ــــــ ۹۷ - ۹۰
طہران ــــــ ۸۵ - ۱۰۰
طوس ــــــ ۲۸
طیخارستان ــــــ ۱۱
ظاہریہ دمشق، کتب خانہ ــــــ ۹۵ - ۱۴۸ - ۱۵۱ - ۲۴۷

ع - غ

عجم ــــــ ۶ - ۷ - ۸ - ۱۵۲ - ۱۹۷

Marfat.com

عراق ـــ ۹ - ۱۲ - ۱۵ - ۱۷ - ۲۰ - ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ - ۲۵ - ۲۸ - ۳۴ - ۳۸ - ۵۱
۵۴ - ۶۱ - ۷۱ - ۷۴ - ۸۵ - ۸۸ - ۹۰ - ۹۳ - ۹۴ - ۹۵ - ۱۰۰ - ۱۰۳ - ۱۰۴ -
۱۶۵ - ۱۶۹ - ۱۸۷ - ۲۰۱ - ۲۱۵ - ۲۱۷ - ۲۲۷

عراق عجم ـــ ۴ - ۸۵ - ۱۰۱ - ۱۰۲

عرب ـــ ۱۴ - ۶۳ - ۱۵۲ - ۱۸۸

عرج ـــ ۳۸

عریش مصر ـــ ۱۵

عسقلان ـــ ۲۹ - ۷۸ - ۱۰۰

عسکر ـــ سامرّا

عکبرا ـــ ۶۹

علوی لکھنؤ، مطبع ـــ ۱۷۰ - ۲۱۶

عین زربہ ـــ ۶۶

غرناطہ ـــ ۲۸

ف

فارس ـــ ۶ - ۷ - ۸ - ۲۸ - ۸۵ - ۱۹۱

فاس ـــ ۲۸

فخر المطابع لکھنؤ، مطبع ـــ ۱۹۵

فرات ـــ ۷۳ - ۸۴

فربر ـــ ۲۱۵

فرغانہ ـــ ۱۱

فرما ـــ ۸۳

فریاب ـــ ۲۸ - ۷۹

فسطاط ـــ ۸۰ - ۸۲

فلسطین ـــ ۷۹

Marfat.com

ق

قاهره ــــ ۳۹-۲۲۳
قدسی مصر، مطبع ــــ ۱۲۳
قرطبه ــــ ۲۸
قزوین ــــ ۲-۴-۵-۶-۱۱-۱۲-۱۳-۲۸-۵۲-۱۰۶-۱۲۲-۲۶-۱۲۸-۲۴۵
قسطنطنیه ــــ ۵۰
قصرِ مامون ــــ ۲۲
قفط ــــ ۸۰
قہستان ــــ ۲۸-۱۰۶-۱۹۴
قوص ــــ ۸۰
قومس ــــ ۲۸-۱۰۲-۱۹۴
قیروان ــــ ۲۸

ک۔گ

کابل ــــ ۱۱
کراچی ــــ ۲۱
کرمان ــــ ۲۸-۱۹۴
کش ــــ ۱۹۴
کوفہ ــــ ۵-۱۱-۱۷-۱۸-۲۰-۲۴-۲۵-۲۸-۲۹-۳۳-۳۶-۳۷-۳۸-
۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۵۱-۵۲-۶۲-۷۱-۷۶-۸۶-۹۱-۱۰۵-
۱۱۳-۱۵۷-۱۶۵-۱۶۹-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۷-۱۹۲-۱۹۴-۲۰۳
گلزارِ محمدی لاہور، مطبع ــــ ۲۳۱

ل

لاہور ــــ ۲۱۴-۲۳۳
لکھنؤ (ہند) ــــ ۳۰-۱۸۹-۲۳۴
لیڈن، یورپ ــــ ۳-۱۶۶-۱۷۲

Marfat.com

م

ماوراء النہر ۔۔۔ ۷-۸-۲۳-۱۰۹-۱۸۵

مجتبائی دہلی، مطبع ۔۔۔ ۲-۹-۳۶-۶۳-۱۵۶-۱۶۰-۱۸۷-۱۹۱-۱۹۳-۱۹۸-
۲۰۹-۲۱۲

مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد دکن ۔۔۔ ۱۷۳-۱۹۶-۲۲۵

مجلس دائرۃ المعارف ۔۔۔ دائرۃ المعارف حیدر آباد

مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدر آباد دکن ۔۔۔ ۳۹-۴۴

مجلس علمی کراچی، کتب خانہ ۔۔۔ ۲۱-۱۶۶-۱۶۷-۱۸۵

محمدی لاہور، مطبع ۔۔۔ ۱-۱۷۱

مدرسۂ نظامیہ، حیدر آباد دکن ۔۔۔ ۱۵۱

مدینۂ طیبہ، مدینۃ الرسول ۔۔۔ ۱۵-۱۶-۱۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-
۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۴-۱۳۵-۱۳۷-۱۳۹-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۶-۱۵۳-
۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۶۲-۱۶۹-۱۷۷-۱۸۷-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴

مدینۃ المنصور ۔۔۔ ۲۶

مراکش ۔۔۔ ۲۸

مرسیہ ۔۔۔ ۱۴۸

مرو ۔۔۔ ۱۰-۲۸-۲۹-۹۷-۱۰۳-۱۱۲-۱۹۴

مروروز ۔۔۔ ۶۴

مسجد جریر بن عبداللہ ۔۔۔ ۴۴

مسجد ابن عقبہ (مسجد حمزہ بن حبیب الزیات) ۔۔۔ ۴۴

مسجد رُصافہ ۔۔۔ ۲۶

مسجد کوفہ ۔۔۔ ۴۰

مسجد نبوی ۔۔۔ ۲۱۴

مصر ۔۔۔ ۲-۳-۴-۵-۷-۹-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۴-۲۵-۲۶-۲۸-۲۹-
۳۴-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۵-۴۷-۴۸-۵۱-۵۲-۶۲-

Marfat.com

۶۳-۷۵-۷۶-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۶-۸۸-۹۰-۱۰۹-۱۱۶-۱۱۸-
۱۲۴-۱۳۵-۱۳۷-۱۵۷-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۸-۱۷۳-
۱۷۵-۱۷۶-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۶-۱۸۸-۱۹۴-۱۹۶-۱۹۷-۲۰۱-۲۰۴-
۲۰۶-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۲-۲۱۴-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۴-۲۲۷-۲۲۹-۲۳۳-۲۴۶

مصطفائی، مطبع — ۸۱

مصیصہ — ۶۶

معارف اعظم گڑھ، مطبع — ۱۷۱-۱۷۶

مغرب، بلاد — ۳۸-۲۱۷-۲۱۸-۲۲۴-۲۲۶

مفید عام آگرہ، مطبع — ۱۶۱-۱۷۱-۱۹۵

مکہ معظمہ — ۱۶-۱۷-۲۸-۲۹-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-
۴۴-۸۰-۱۱۴-۱۳۶-۱۴۳-۱۴۶-۱۶۹-۱۷۱-۱۸۷-۱۸۸-۱۹۲-۱۹۴-
۲۱۰-۲۱۴-۲۱۸-۲۳۱-۲۴۴

ملتان — ۵۰-۱۳۸

منبج — ۲۸

منبر شریف — ۲۱۴

منیریہ مصر، مطبع — ۳۶-۴۷-۴۸-۱۱۷-۱۲۷-۱۷۰-۱۸۷-۱۹۲

موصل — ۲۸-۸۴-۸۵-۱۹۴

میریہ مصر، مطبع — ۱۴-۱۷-۲۷-۲۹-۳۲-۴۳-۷۴-۸۱-۹۳-۱۷۷-۱۸۵-
۲۰۶-۲۱۳-۲۱۹

میمنیہ مصر، مطبع — ۱۴۳-۱۴۵

ن

نجد — ۲۸

ندوۃ العلماء، دار العلوم — ۲۰۴

نسا — ۱۹۴

نسف — ۲۱۴

Marfat.com

نصیبین ــــ ۱۹۴

نظامی کانپور، مطبع ــــ ۱-۱۵-۱۱۱-۱۷۷-۲۲۷

نہاوند ــــ ۱۹۴

نہروان ــــ ۷۳

نولکشور لکھنو، مطبع ــــ ۳۹-۱۹۷-۲۰۵

نیشاپور ــــ ۱۷-۲۸-۲۹-۳۵-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۱۱-۱۱۲-۱۹۴
۲۱۷-۲۲۵

و-ھ

واسط ــــ ۲۰-۲۹-۴۰-۷۱-۷۳-۱۹۴

وہط ــــ ۱۴۰

ہرات ــــ ۲۸-۹۴-۹۹-۱۰۳-۱۰۴-۱۹۴-۲۲۷

ہسنجان ــــ ۱۰۰

ہمدان ــــ ۵-۲۸-۲۹-۵۵-۱۰۲-۱۹۴

ہندوستان ــــ ۵۰-۱۷۰-۱۷۲-۲۰۰-۲۳۳

ی

یثرب ــــ ۸

یمامہ ــــ ۴۰-۱۹۴

یمن ــــ ۱۷-۲۸-۳۹-۴۰-۱۰۰-۱۰۵-۱۰۶-۱۳۶-۱۸۷-۱۹۴

یورپ ــــ ۱۵۱

یوسفی، مطبع ــــ ۱۰۹

Marfat.com

اسمار قبائل وجماعات

ا

آلِ صبیح ـــــ ۱۰

آلِ عمر بن الخطاب ـــــ ۱۳۷

آلِ عمرو بن حزم ـــــ ۱۳۷

آلِ نُعم ـــــ ۱۴۷-۱۴۸

احناف ـــــ ۲۷-۳۸-۸۰-۱۰۱-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۱-۱۱۲-۱۲۱-۱۲۷-۱۷۰-۱۷۲-۱۸۲
۱۸۵-۱۹۱-۱۹۳-۱۹۶-۲۰۲-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۵-۲۴۳

اساورۂ بصرہ ـــــ ۵

اصحابِ صُفّہ ـــــ ۱۴

انصار ـــــ ۱۳۵

اہلِ اندلس ـــــ ۳۶

اہلِ بخارا ـــــ ۹۴-۹۵-۱۰۹

اہلِ بدر ـــــ ۳۹

اہلِ بصرہ ـــــ ۴۳-۱۴۳-۱۵۷

اہلِ بغداد ـــــ ۶۵

اہلِ بلخ ـــــ ۱۷

اہلِ الجزیرہ ـــــ ۸۵

اہلِ حجاز ـــــ ۲۵-۴۶-۱۵۷-۱۷۷

اہلِ حرمین ـــــ ۳۲-۱۸۱

Marfat.com

اہلِ خراسان ـــــ ۹۵ - ۲۲۴

اہلِ رقہ ـــــ ۲۴۲

اہلِ رملہ ـــــ ۲۴۲

اہلِ الرّی ـــــ ۳۸ - ۹۲

اہلِ سمرقند ـــــ ۱۶۵

اہلِ السنۃ والجماعۃ ـــــ ۹۲ - ۱۱۰

اہلِ شام ـــــ ۷۴ - ۷۵ - ۹۹ - ۱۹۲ - ۱۹۳

اہلِ عراق ـــــ ۴۱ - ۴۷ - ۴۹ - ۶۵ - ۱۶۹ - ۲۲۴

اہلِ فارس ـــــ ۷ - ۸ - ۱۹۱

اہلِ قزوین ـــــ ۵ - ۱۲۵

اہلِ کوفہ ـــــ ۲۵ - ۳۶ - ۳۷ - ۴۱ - ۴۳ - ۴۴ - ۶۲ - ۷۵ - ۱۵۷ - ۱۵۸ - ۱۶۲ - ۱۹۱ -
۱۹۲ - ۱۹۳ - ۱۹۴ - ۲۰۳

اہلِ مدینہ ـــــ ۳۰ - ۳۱ - ۳۲ - ۳۴ - ۴۳ - ۴۴ - ۴۹ - ۷۵ - ۱۵۶ - ۱۵۸ - ۱۶۹ - ۱۷۶ -
۱۸۳ - ۱۹۰ - ۱۹۱ - ۱۹۲ - ۱۹۳ - ۲۰۲ - ۲۰۳ - ۲۳۰

اہلِ مصر ـــــ ۱۹۳ - ۲۲۴ - ۲۴۲

اہلِ مکہ ـــــ ۳۲ - ۳۵ - ۴۳ - ۴۴ - ۷۵ - ۱۳۶ - ۱۶۹ - ۲۱۸ - ۲۲۱

اہلِ نجران ـــــ ۱۳۶

اہلِ نیشاپور ـــــ ۱۰۷

اہلِ واسط ـــــ ۲۰

اہلِ یمن ـــــ ۱۳۶ - ۱۳۸

ب ـــ ت

بنو اُمیہ ـــــ ۷۴ - ۱۸۷

بنو تغلب ـــــ ۴

بنو تمیم ـــــ ۱۸

بنو تیم اللہ ـــــ ۴

Marfat.com

بنوخزاعہ ـــــ ۱۳۶
بنودارم بن مالک بن حنظلہ ـــ ۸
بنوربیعہ بن نزار ـــــ ۲ - ۴
بنوعباس ـــــ ۹ - ۱۸۷
بنوعبدالقیس ـــــ ۶۴
بنولیث ـــــ ۱۳۶
بنومروان ـــــ ۱۵۳
بنونمر ـــــ ۶۴
تاتار ـــــ ۹۱ - ۱۰۲ - ۱۰۴ - ۱۱۳ - ۱۹۷

ج-ح-خ

جہمیہ ـــــ ۲۶ - ۱۰۷ - ۲۱۲
جہینہ ـــــ ۳۹
حمراء الدیلم ـــــ ۵
خوارج ـــــ ۱۱۰ - ۱۵۲

د-ذ

دیلم ـــــ ۵
ذی رُعین ـــــ ۱۳۶

ر-ز

ربیعۃ الازد ـــــ ۳
ربیعہ بن نزار ═══ بنوربیعہ بن نزار
روافض ۱۰۷
روافض ، (عبیدمین) ـــــ ۸۰
زنگی ـــــ ۵۵
زہرو بن حویہ ـــــ ۵

Marfat.com

س ۔ ش

سلجوق ــــ ۱۱۲
شہدار بدر ــــ ۳۵
شوافع ــــ ۲۷ ۔ ۸۲ ۔ ۱۱۹ ۔ ۸ ۔ ۱۷ ۔ ۱۹۳
شیعہ ۹۲ ۔ ۱۵۲

ظ ۔ ع ۔ ق

ظواھر ــــ ۴۷ ۔ ۲۰۵
عرب ــــ ۳ ۔ ۴۱ ۔ ۶۷ ۔ ۱۲۰ ۔ ۱۳۱ ۔ ۱۳۲ ۔ ۱۳۴ ۔ ۱۴۶ ۔ ۱۴۷ ۔ ۱۵۲
قدریہ ــــ ۱۵۲ ۔ ۱۸۷
قریش ــــ ۳۴ ۔ ۱۳۵

م

مالکیہ ــــ ۴۷ ۔ ۴۹ ۔ ۱۹۳ ۔ ۲۰۲
مرجیہ ــــ ۱۰۴ ۔ ۱۰۷ ۔ ۱۱۰
مشارقہ (اہل مشرق) ــــ ۲۳۴
معافر ــــ ۱۳۶ ۔ ۱۳۸
معتزلہ ــــ ۲۹ ۔ ۶۳ ۔ ۱۱۰ ۔ ۱۸۷
مغاربہ ــــ ۴۷ ۔ ۲۱۸ ۔ ۲۲۰ ۔ ۲۳۴

ن ۔ ھ

نصاریٰ ــــ ۷۹
نواصب ــــ ۱۰۷
ھمدان ــــ ۱۳۶ ۔ ۱۳۸

Marfat.com

اسماء کتب

۱

اتحاف المہرۃ باطراف العشرۃ ، حافظ ابن حجر عسقلانی ـــــ ۱۷۵

اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء والمحدثین ، نواب صدیق حسن خاں ـ ۱ ـ ۷ ـ ۱۱۱ ـ ۱۷۷

الاتقان فی علوم القرآن ، علامہ سیوطی ـــــ ۴۱ ـ ۱۲۵

الاثمار الجنیہ فی طبقات الحنفیہ ، ملا علی قاری محدث ـــ ۲۲

الاجوبۃ المنیفہ عن اعتراضات ابن ابی شیبہ علی ابی حنیفہ ، حافظ قاسم بن قطلوبغا ـــــ ۴۸

احقاق الحق ـــــ ۱۶۱

احکام فی اصول الاحکام ، حافظ ابن حزم ـــ ۱۸۳

احکام القرآن ، امام ابوبکر جصاص رازی ـــــ ۵۶ ـ ۲۰۴ ـ ۲۲۵

اخبار ابی حنیفہ ، قاضی ابو العباس احمد بن محمد بن عبد اللہ بن ابی العوام ـــــ ۱۶۱

اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ، امام طحاوی ـــــ ۱۸۵

اخبار الحفاظ ، علامہ ابن الجوزی ـــــ ۱۴۸

اخبار مدینہ ، حافظ عمر بن شبّہ ـــــ ۵۷

اختصار علوم الحدیث ، حافظ ابن کثیر دمشقی ـــــ ۲۱۰ ـ ۲۲۵

اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلی ، امام ابو یوسف ـــــ ۱۹۶

الادب المفرد ، امام بخاری ـــــ ۱۴

الارشاد فی علماء البلاد ، حافظ خلیلی ـــــ ۱۳ ـ ۷۶ ـ ۸۲

ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ـــ ۷ ـ ۱۵۸ ـ ۱۵۹ ـ ۲۰۴

الاستذکار لمذاہب ائمۃ الامصار وفیما تضمنہ الموطا من المعانی والآثار ، حافظ ابن عبد البر ـــ ۲۰۴

Marfat.com

الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، حافظ ابن عبد البر ـــــ ۱۳۶

اسعاف المبطا برجال الموطا، علامہ سیوطی ـــــ ۱۸۲

اسماء الحفاظ، حافظ ابو الولید یوسف بن عبد العزیز الاندلسی المشہور بابن الدباغ ـــــ ۱۴۸

اسماء رجال البخاری، حافظ ابو الولید باجی ـــــ ۲۱۳

اشارات المرام من عبارات الامام، علامہ کمال الدین احمد بیاضی ـــــ ۱۶۵

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ فارسی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی ـــــ ۲۴۱

اطراف احادیث ابی حنیفہ، حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی ـــــ ۲۳۳

اطراف الکتب الستہ، حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی ـــــ ۲۳۰

الاعتماد فی شرح الاعتقاد، حافظ عبد القادر قرشی ـــــ ۲۴

اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین، حافظ شمس الدین محمد بن علی بن احمد بن طولون ـــــ ۱۳۹

اعلام الموقعین عن رب العالمین، حافظ ابن القیم ـــــ ۳۳-۳۴-۱۶۰-۱۷۵-۱۷۶

الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ، حافظ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی ـــــ ۴-۲۸-۵۷-
۶۳-۸۰-۹۴-۹۹-۱۲۶-۱۲۷-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۸۵-۱۸۹

اقوام المسالک فی بحث روایۃ مالک عن ابی حنیفہ وروایۃ ابی حنیفہ عن مالک، محدث محمد زاہد کوثری
۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳

اکمال الاکمال ـــــ ۱۹۲

الاکمال، حافظ امیر بن ماکولا ـــــ ۱۷۲

الاکمال فی اسماء الرجال، شیخ ولی الدین خطیب ـــــ ۱۵۷-۱۹۸

الفیۃ الحدیث، علامہ سیوطی ـــــ ۱۷۸

الالماع فی ضبط الروایۃ وتقیید السماع، محدث قاضی عیاض ـــــ ۲۱۶

امالی، امام ابو یوسف ـــــ ۱۹۶

الامتاع بسیرۃ الامامین الحسن بن زیاد وصاحبہ محمد بن شجاع، محدث زاہد کوثری ـــــ ۱۷۵-۱۹۶

الامصار ذوات الآثار، حافظ شمس الدین ذہبی ـــــ ۲۸-۱۸۵

الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ـــــ ۲۲

الانتصار لمذہب ابی حنیفہ، حافظ ابو بکر جعابی ـــــ ۱۱۷

Marfat.com

الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح، سبط ابن الجوزی ــــ ۱۱۶-۱۱۸
الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء، علامہ حافظ ابن عبد البر ــــ ۶۳-۶۵-۱۶۸-۱۸۴-۱۸۹-۲۲۶
انجاح الحاجہ بشرح سنن ابن ماجہ، شیخ عبد الغنی بن ابی سعید مجددی دہلوی حنفی ــــ ۲۴۶
الانساب، حافظ ابو سعد سمعانی ــــ ۲-۳-۸-۲۲-۲۳-۲۷-۸۳-۱۶۶-۱۷۲
انسان العین فی مشائخ الحرمین فارسی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ــــ ۱۷۱-۱۸۱
الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ــــ ۱۸۹-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۴
اوہام الہدایہ، حافظ عبد القادر قرشی ــــ ۲۴
الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار، حافظ ابن حجر عسقلانی ــــ ۱۲۰

ب

الباعث الحثیث الی معرفۃ علوم الحدیث، حافظ ابن کثیر ــــ ۲۳۱-۲۳۷
بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، امام علاء الدین کاشانی ــــ ۱۶۷-۱۹۶
البدایہ والنہایہ، حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقی ــــ ۲-۲۸-۴۶-۷۵-۱۲۵-۱۲۸-۲۲۷-۲۴۴
بدیعۃ البیان فی وفیات الاعیان، حافظ ابن ناصر الدین ــــ ۱۵۰
برنامج، حافظ ابو جعفر بن الزبیر غرناطی ــــ ۲۲۹
البستان فی فضائل (مناقب) النعمان، حافظ عبد القادر قرشی ــــ ۲۴
بستان المحدثین، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ــــ ۱-۱۷۱-۱۹۸-۲۰۹-۲۲۳-۲۳۰-۲۳۱
بلوغ الامانی ــــ ۲۵
بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام، حافظ ابن حجر عسقلانی ــــ ۲۳۵

ت

تاج العروس من شرح جواہر القاموس، سید محمد مرتضیٰ زبیدی ــــ ۱-۲-۲۱۴
تاریخ ابن ماجہ ــــ ۱۱۵-۱۲۲-۱۲۶-۱۲۷
تاریخ، ابو الحسن احمد بن عبد اللہ عجلی ــــ ۳۹

Marfat.com

تاریخ، احمد بن عبداللہ کوفی ـــــ ۱۸۲

تاریخ اصبہان، حافظ ابونعیم اصفہانی ـــــ ۱۵۳-۱۷۳

تاریخ بصرہ، حافظ عمر بن شبہ ـــــ ۵۷

تاریخ بغداد، ابوبکر خطیب بغدادی ـــــ ۲۲-۲۵-۶۴-۸۴-۱۱۴-۱۱۶-۱۱۷-۱۶۵-۱۶۶
۱۷۵-۱۸۶-۲۰۴-۲۲۴

تاریخ الخلفاء، علامہ سیوطی ـــــ ۹-۱۱-۶۳-۱۵۵-۱۵۶-۱۸۷

تاریخ دمشق، حافظ ابن عساکر ـــــ ۱۱-۴۷-۷۵

تاریخ ذہبی ـــــ ۲۶-۱۵۱-۱۹۶

تاریخ قزوین، امام ابن ماجہ ـــــ ۱۲۷

تاریخ قزوین، محدث ابوالقاسم رافعی ═══ التدوین فی اخبار قزوین

تاریخ قزوین، حافظ خلیلی ═══ الارشاد فی علماء البلاد

تاریخ کبیر، امام بخاری ـــــ ۶۱-۹۴-۹۸-۹۹-۱۵۲

تاریخ کبیر، حافظ ذہبی ═══ تاریخ ذہبی

تاریخ مرو ـــــ ۲۶

تاریخ، حافظ مسلمہ بن قاسم قرطبی ـــــ ۲۱۶

تاریخ نیشاپور، حاکم نیشاپوری ـــــ ۱۷-۱۸-۱۱۱

تانیب الخطیب علی ما ساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفہ من الاکاذیب، محدث محمد زاہد کوثری ـــــ ۱۱۸

التبیان لبدیعۃ البیان، حافظ ابن ناصر الدین ـــــ ۱۵۰

تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ، حافظ سیوطی ـــــ ۱۱۶-۱۱۸-۱۶۰-۱۶۱

التجرید للصحاح والسنن، محدث رزین بن معاویہ عبدری سرقسطی مالکی ـــــ ۲۳۳

تحفۃ الاحرار فارسی، مثنوی عارف جامی ـــــ ۸

التحقیق فی احادیث الخلاف، حافظ ابوالفرج ابن الجوزی ـــــ ۲۰۰

تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، حافظ سیوطی ـــــ ۴۰-۴۳-۴۵-۴۷-۱۵۷-
۱۶۳-۱۶۷-۲۰۸-۲۱۱-۲۱۳-۲۱۵-۲۱۶-۲۲۱-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶

التدوین فی اخبار قزوین، محدث ابوالقاسم رافعی ـــــ ۲-۴-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۸-۲۴۴

Marfat.com

تذکرۃ الحفاظ، حافظ شمس الدین ذہبی ——— ۱۱-۱۲-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۶-۲۷-۳۱-۳۵-
۳۸-۴۵-۴۶-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۶۱-۶۳-۶۴
۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۱-۷۲-۷۳-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۸۲-۸۳-
۸۴-۸۶-۸۸-۸۹-۹۰-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-
۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۷-۱۲۴-۱۲۷-۱۲۸-۱۴۳-۱۴۸-۱۴۹
۱۵۰-۱۵۱-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۶۱-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۷
۱۸۹-۱۹۶-۱۹۸-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۷-۲۳۸-۲۴۵

تذکرۃ الحفاظ، حافظ نجم الدین عمر بن فہد ——— ۱۵۰

تذکرۃ الحفاظ وتبصرۃ الایقاظ، علامہ یوسف بن حسن بن عبد الہادی حنبلی ——— ۱۵۱

ترتیب المدارک وتقریب المسالک لمعرفۃ اعلام مذہب مالک، قاضی عیاض ——— ۱۸۲-۱۸۳

ترجمۃ الامام احمد من تاریخ الاسلام للذہبی ——— ۲۱۵

تزیین الممالک بمناقب الامام مالک، علامہ سیوطی ——— ۱۶۲-۱۶۳-۱۷۷-۱۷۸-۱۸۳-
۱۸۴-۱۸۶-۱۹۸

تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ، حافظ ابن حجر عسقلانی ——— ۲۳-۴۷-۱۷۴-۲۰۷

التعقبات علی الموضوعات، حافظ سیوطی ——— ۲۱۶

التعلیقات السنیہ علی الفوائد البہیہ، مولانا محمد عبد الحی فرنگی محلی ——— ۲۲۰

التعلیق الممجد علی موطا الامام محمد، مولانا محمد عبد الحی فرنگی محلی ——— ۱۷۷-۲۰۴

تفسیر آدم بن ابی ایاس العسقلانی ——— ۱۲۵

التفسیر، حافظ ابراہیم بن معقل ——— ۲۱۴

تفسیر ابن ابی حاتم ——— ۱۲۵

تفسیر ابن جریر طبری ——— ۶۳-۱۲۵-۱۲۶

تفسیر ابن مردویہ الاصفہانی ——— ۱۲۵

تفسیر ابن المنذر النیسابوری ——— ۱۲۶

تفسیر ابوبکر بن ابی شیبہ ——— ۱۲۵

تفسیر ابو الشیخ بن حبان الاصفہانی (تفسیر ابن حبان) ——— ۱۲۵

Marfat.com

تفسیر اسحٰق بن راہویہ ـــــ ۱۲۵

تفسیر، امام ابن ماجہ ـــــ ۶۸-۷۰-۷۱-۹۳-۱۰۰-۱۱۲-۱۱۵-۱۲۵-۱۲۷

تفسیر حاکم ـــــ ۱۲۵

تفسیر روح بن عبادہ ـــــ ۱۲۵

تفسیر سفیان بن عیینہ ـــــ ۱۲۵

تفسیر سُنَید ـــــ ۱۲۵

تفسیر، شجاع بن مخلد الفلاس ـــــ ۷۰

تفسیر شعبہ بن الحجاج ـــــ ۱۲۵

تفسیر عبد بن حُمَید ـــــ ۱۲۵

تفسیر عبد الرزاق ـ (مطالع انوار التنزیل = رموز الکنوز) ـــــ ۱۲۵

تفسیر مظہری، قاضی ثناء اللہ پانی پتی ـــــ ۷-۸

تفسیر وکیع بن الجراح ـــــ ۱۲۵

تفسیر یزید بن ہارون السلمی ـــــ ۱۲۵

تقدمہ نصب الرایہ، محدث کوثری ـــــ ۴۲

تقریب التہذیب، حافظ ابن حجر عسقلانی ـــــ ۱۰۲-۱۲۵

التقریب والتیسیر لمعرفۃ سنن البشیر والنذیر، امام نووی ؒ ـــــ ۲۲۳

تقیید العلم، خطیب بغدادی ـــــ ۱۳۵

التقیید فی رواۃ الکتب و المسانید، حافظ ابوبکر بن نقطہ بغدادی ـــــ ۲۱۴-۲۲۷

التقیید والایضاح لما اطلق و اغلق من مقدمۃ ابن الصلاح، حافظ زین الدین عراقی ـــــ ۹۴

تلخیص سنن ابی داود، حافظ منذری ـــــ ۲۲۰-۲۲۴

تلخیص کتاب الاستغاثۃ المعروف بالردّ علی البکری ـــــ ۸۷

التمہید لما فی الموطأ من المعانی والاسانید، حافظ ابن عبد البر ـــــ ۱۵۵

تنقیح الانظار فی علوم الآثار، علامہ محمد بن ابراہیم المعروف بابن الوزیر الیمانی ـــــ ۱۳۷-۱۳۸-۲۴۲

تنویر الحوالک علیٰ موطأ مالک، علامہ جلال الدین سیوطی ـــــ ۱۵۵-۱۵۹-۱۶۰-۱۸۴

تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین، مولانا اسمٰعیل شہید دہلوی ـــــ ۲۲۵

Marfat.com

تہذیب الاسماء الواقعۃ فی الہدایہ والخلاصہ، حافظ عبدالقادر قرشی ــــ ۲۴

تہذیب الاسماء واللغات، امام نووی ــــ ۲-۳

تہذیب التہذیب، حافظ ابن حجر عسقلانی ــــ ۲-۱۲-۱۳-۱۸-۱۹-۲۱-۲۶-۲۷-۲۸
۳۱-۳۵-۴۵-۵۰-۵۱-۵۲-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۶۴-۶۶-۶۷-۶۸-
۶۹-۷۱-۷۲-۷۳-۷۶-۷۸-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۸-۹۰-۹۳-۹۴-
۹۵-۹۶-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۵-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۴-
۱۲۷-۱۳۶-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۴-۱۴۵-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۷-۱۷۷-۱۸۴-
۲۱۲-۲۲۰-۲۲۳-۲۲۵-۲۲۸-۲۳۰-۲۳۲-۲۳۹-۲۴۱-۲۴۴

تہذیب سنن ابی داؤد، علامہ ابن القیم ــــ ۲۰۲-۲۰۳

تہذیب الکمال، حافظ ابوالحجاج جمال الدین مزی ــــ ۵۲-۵۷-۶۸-۷۷-۸۲-۸۸-
۹۳-۱۰۱-۱۰۲-۱۱۵-۱۲۵-۱۵۰-۱۸۱-۱۸۲-۲۳۵-۲۴۴

توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس، حافظ ابن حجر عسقلانی ــــ ۱۷

توجیہ النظر الی اصول علم الاثر، شیخ طاہر بن صالح جزائری ــــ ۱۸۳

توضیح الافکار شرح تنقیح الانظار فی علوم الآثار، علامہ محمد بن اسمٰعیل امیر یمانی ــــ ۱۳۷-۱۶۰
۱۶۴-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۳-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۹

ث

ثبت، محدث ایوب خلوتی ــــ ۱۷۵

ثبت، محدث علی بن عبدالمحسن دوالیبی حنبلی ــــ ۱۷۵

ج

جامع الاصول لاحادیث الرسول، علامہ مبارک بن محمد ابن الاثیر جزری ــــ ۲۲۰-۲۲۴-
۲۳۵-۲۴۱

جامع بیان العلم وفضلہ وما ینبغی فی روایتہ وحملہ، حافظ ابن عبدالبر مالکی اندلسی ــــ ۴۷
۴۸-۱۱۷-۱۲۷-۱۳۶-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۵۶-
۱۸۳-۱۹۲-۲۲۶

جامع ترمذی ــــ ۶-۱۴-۱۶-۱۷-۱۹-۳۱-۱۰۵-۱۱۹-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۸ ــــ

Marfat.com

۱۳۹ - ۱۴۰ - ۱۴۱ - ۱۴۲ - ۱۴۳ - ۱۴۴ - ۱۶۹ - ۱۷۶ - ۱۸۱ - ۱۸۴ - ۱۸۸ -
۲۲۶ - ۲۲۷ - ۲۲۸ - ۲۲۹ - ۲۳۰ - ۲۳۲ - ۲۴۱

جامع سفیان ثوری ـــــ ۱۷۹ - ۱۸۴ - ۱۸۵ - ۱۸۶ - ۱۹۵ - ۲۲۲

الجامع فی آداب الراوی والسامع، حافظ خطیب بغدادی ـــــ ۲۰۰

جامع مسانید الامام الاعظم، محمد بن محمود الخوارزمی ـــــ ۲۳ - ۱۱۸ - ۱۶۳ - ۱۶۵ -
۱۷۳ - ۱۷۴ - ۱۷۵ - ۱۷۶

جزء رفع الیدین، امام بخاری ـــــ ۲۱۴

جزء القراءۃ، امام بخاری ـــــ ۵۲

جمع احادیث ابی حنیفہ، امام ابو اسمٰعیل عبداللہ بن محمد انصاری ـــــ ۲۲۷

جمع حدیث ابی حنیفہ، حافظ محمد بن مخلد دوری ـــــ ۲۲۴

الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، حافظ عبدالقادر قرشی ـــــ ۱۲ - ۱۶ - ۱۷ - ۱۸ - ۲۱ - ۲۲ -
۲۳ - ۲۴ - ۲۷ - ۳۰ - ۳۷ - ۴۱ - ۴۸ - ۵۱ - ۵۶ - ۷۰ - ۸۶ - ۸۷ - ۱۰۱ - ۱۰۳ -
۱۰۴ - ۱۱۱ - ۱۲۱ - ۱۲۷ - ۱۶۷ - ۱۶۹ - ۱۷۳ - ۱۸۲ - ۱۸۴ - ۱۸۵ - ۱۹۴ - ۱۹۵ -
۱۹۷ - ۲۱۴ - ۲۱۷ - ۲۲۰ - ۲۲۵ - ۲۲۷ - ۲۲۹ ۲۳۷

ح

حاشیہ بر سنن ابن ماجہ، مولانا فخر الحسن گنگوہی ـــــ ۲۴۶

الحاوی فی بیان آثار الطحاوی، حافظ عبدالقادر قرشی ـــــ ۲۴

حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ـــــ ۳۶ - ۱۷۰ - ۱۸۷ - ۱۸۹ - ۱۹۲ - ۱۹۷

حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی، محدث کوثری ـــــ ۱۷

حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرہ، حافظ جلال الدین سیوطی ـــــ ۷۹

حصر الشارد فی اسانید الشیخ محمد عابد، ملا محمد عابد سندی ـــــ ۱۷۵

الحطہ بذکر الصحاح الستہ، نواب صدیق حسن خاں ـــــ ۱

حلیۃ الاولیاء، حافظ ابونعیم اصفہانی ـــــ ۱۱۶

حیات امام مالک اردو، علامہ سید سلیمان ندوی ـــــ ۱۶۱ - ۱۷۱ - ۱۷۶

Marfat.com

خ

خاتمۃ الاشارات الی بیان اسماء المبہمات ، علامہ نووی ــــــ ۲۳۳

خصائص المسند ، حافظ ابو موسیٰ مدینی ــــــ ۲۰۸ - ۲۰۹ - ۲۱۰

خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ، علامہ صفی الدین خزرجی ــــــ ۱۲ - ۱۹ - ۵۲
۸۴ - ۸۶ - ۱۰۲ - ۱۰۵ - ۱۰۶ - ۱۱۰

خلق افعال العباد ، امام بخاری ــــــ ۵۱

الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم النعمان ، علامہ ابن حجر مکی شافعی ــــــ ۸۱

د

الدر السحابہ فی من دخل مصر من الصحابۃ ، حافظ جلال الدین سیوطی ــــــ ۷۹

الدر المنظم ، علامہ نوح قونوی ــــــ ۱۱۸

الدر المنیفہ فی الرد علی ابن ابی شیبہ فیما اوردہ علی ابی حنیفہ ، حافظ عبد القادر قرشی ــــــ ۲۴ - ۴۸

دول الاسلام ، حافظ ذہبی ــــــ ۱۸۸

الدیباجہ فی شرح سنن ابن ماجہ ، شیخ کمال الدین محمد بن موسیٰ دمیری ــــــ ۲۴۶

ذ

ذخائر المواریث فی الدلالۃ علی مواضع الحدیث ، محدث عبد الغنی نابلسی حنفی ــــــ ۲۳۴

ذیل تاریخ بغداد ، حافظ سمعانی ــــــ ۲۷

ذیل التبیان ، حافظ ابن حجر عسقلانی ــــــ ۱۵۰ - ۱۵۱

ذیل تذکرۃ الحفاظ ، حافظ ابو المحاسن حسینی دمشقی ــــــ ۱۵۰

ذیل طبقات الحفاظ ، حافظ جلال الدین سیوطی ــــــ ۱۵۱

ذیول تذکرۃ الحفاظ (حسینی ، ابن فہد و سیوطی) تصحیح و تعلیق محدث کوثری ــــــ ۴۷ - ۱۵۱

ر

الرحمۃ الغیثیہ فی الترجمۃ اللیثیہ ، حافظ ابن حجر عسقلانی ــــــ ۸۱

الرد علی سیر الاوزاعی ، امام ابو یوسف ــــــ ۱۹۶

الرد علی الشافعی فیما خالف فیہ الکتاب والسنہ ، محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم مالکی ــــــ ۴۷

الرد علی من رد علی ابی حنیفہ وافتخر بہ وجعلہ بابا فی کتابہ ، حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ ــــــ ۴۸

Marfat.com

رسالۃ ابی داؤد السجستانی فی وصف تالیفہ لکتاب السنن ـــــ ۱۶۴ - ۱۸۶ - ۲۰۰ - ۲۲۱

الرسالہ، امام شافعی ـــــ ۶۷

الرسالۃ المستطرفہ (المستطرده) لبیان مشہور کتب السنۃ المشرفۃ، محمد بن جعفر کتانی ـــــ ۱۷۹-۱۸۰

الرقیات، امام محمد بن الحسن الشیبانی ـــــ ۸۴

رواۃ مالک، خطیب بغدادی ـــــ ۱۶۲-۱۹۸

روضۃ العلماء، امام زندوستی ـــــ ۱۸۶

ز

زھر الربی علی المجتبیٰ، علامہ سیوطی ـــــ ۹۹-۲۱۸-۲۲۱-۲۳۸

الزھرہ ـــــ ۱۱۱

زوائد سنن ابن ماجہ علی کتب (الحفاظ) الخمسۃ، حافظ شہاب الدین احمد بوصیری ـــــ ۲۴۰-۲۴۱

زیادات، حافظ شمس الدین سخاوی ـــــ ۱۵۰

س

سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر، علامہ مرادی ـــــ ۱۷۴

سنن ابن ماجہ ـــــ ۵-۱۱-۱۶-۳۱-۳۵-۳۷-۴۵-۴۶-۵۳-۵۹-۶۸-۷۳-۷۸-
۷۹-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۹۳-۱۰۰-۱۰۲-۱۰۵-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۹-
۱۲۱-۱۲۵-۱۲۷-۱۳۹-۱۴۱-۱۷۶-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-
۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۷

سنن ابی داؤد ـــــ ۱۵-۱۶-۴۵-۴۶-۱۱۹-۱۲۸-۱۳۵-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۱-۱۴۳-
۱۸۶-۲۰۴-۲۱۱-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۳۰-۲۳۷-
۲۴۱-۲۴۲

سنن ابی مسلم کجی ـــــ ۲۲

سنن بیہقی ـــــ ۱۳۸

سنن ترمذی = جامع ترمذی

سنن دارقطنی ـــــ ۱۱۷-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۲۰۳

Marfat.com

سنن دارمی ـــ ۱۴-۱۵-۱۶-۱۳۵-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۵۳-
۱۷۶-۲۳۵-۲۳۶

سنن صغریٰ == المجتبیٰ

سنن نسائی ـــ ۱۰۵-۱۲۸-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۱-۱۴۳-۱۸۱-۲۱۱-۲۱۷-
۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۳-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۷-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۵

سیر اعلام النبلاء، حافظ ذہبی ـــ ۱۰۸-۱۰۹-۱۲۵-۱۷۷-۱۸۵-۲۱۹-۲۲۰-۲۳۹

سیرۃ شامیہ، حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعی شامی ـــ ۷-۴۸-۱۷۵

سیرۃ النعمان (ح)، علامہ شبلی نعمانی ـــ ۱۶۱-۱۷۱-۱۷۲-۱۹۵

السیر الکبیر، امام محمد بن الحسن الشیبانی ـــ ۱۰-۱۹۶

ش

شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، علامہ ابن العماد حنبلی ـــ ۳-۵-۱۲۵-۲۳۱

شرح الفیہ الحدیث، حافظ عراقی ـــ ۴۲

شرح بخاری، شیخ الاسلام زکریا انصاری ـــ ۸۰

شرح ترمذی (النفح الشذی فی شرح الترمذی)، حافظ ابو الفتح ابن سید الناس ـــ
۲۲۷-۲۳۰

شرح الخلاصہ، حافظ عبد القادر قرشی ـــ ۲۴

شرح زرقانی علی موطا امام مالک ـــ ۱۶۲-۱۶۳

شرح سفر السعادت فارسی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی ـــ ۱۹۷-۲۰۵

شرح سنن ابن ماجہ، ابن رجب زبیری ـــ ۲۴۵

شرح سنن ابن ماجہ، علامہ ابو الحسن محمد بن عبد الہادی سندی ـــ ۲-۱۲۸-
۲۳۴-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۶

شرح سنن ابن ماجہ، حافظ برہان الدین ابراہیم بن محمد المعروف بسبط ابن العجمی ـــ ۲۴۶

شرح سنن ابن ماجہ، امام حافظ علاء الدین مغلطائی بن قلیج بن عبد اللہ الحنفی ـــ ۲۴۵

شرح صحیح مسلم، امام نووی ـــ ۸-۳۶-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷

شرح مختصر الطحاوی، امام ابو بکر جصاص ـــ ۲۲۵

Marfat.com

شرح معانی الآثار، امام طحاوی ـــــ ۸۰-۱۱۷-۲۱۹

شرح نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر، حافظ ابن حجر عسقلانی ـــــ ۱۹

شرح نقایہ مختصر الوقایہ، محدث ملا علی قاری ـــــ ۲۰۰

شروط الائمۃ الخمسۃ، حافظ ابوبکر حازمی ـــــ ۲۱۲-۲۱۴

شروط الائمۃ الستۃ، حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی ـــــ ۱۲۲-۱۲۳-۲۱۸-۲۲۳-۲۲۸-
۲۳۳-۲۳۸

ص

صادقہ، عبداللہ بن عمرو بن العاص ـــــ ۱۴۰

صحیح ابن حبان ـــــ ۱۳۸-۲۳۱

صحیح ابن خزیمہ ـــــ ۲۱۹

صحیح ابن سکن ـــــ ۲۲۳

صحیح ابن مندہ ـــــ ۲۲۳

صحیح بخاری (الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ) ـــــ ۱۴
۱۶-۲۷-۳۲-۳۵-۴۵-۵۱-۵۵-۵۸-۶۴-۷۶-۹۳-۹۶-۹۷-
۱۰۵-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۷-۱۱۹-۱۳۶-۱۴۰-۱۴۲-۱۴۳-۱۵۹-۱۶۳-۱۷۶-
۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۵-۱۸۷-۱۹۸-۲۱۱-۲۱۴-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۸-
۲۲۳-۲۲۸-۲۳۵-۲۳۶..۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴

صحیح مسلم ـــــ ۱۳-۳۵-۴۵-۴۶-۵۱-۵۸-۶۵-۷۲-۸۳-۹۶-۱۱۰-۱۱۴-۱۳۳
۱۳۴-۱۴۲-۱۶۳-۱۷۸-۱۸۷-۱۹۴-۲۰۰-۲۱۱-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۲۳-
۲۲۸-۲۲۹-۲۳۵-۲۴۱۔

صحیحین (صحیح بخاری وصحیح مسلم) ـــــ ۶-۱۲۸-۱۳۴-۱۴۵-۱۶۸-۱۷۸-۱۸۰-۲۰۹-۲۱۸-
۲۳۰-۲۳۷-۲۴۷

صحیفہ، ہمام بن منبہ یمانی ـــــ ۱۴۵

ض

الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع، حافظ سخاوی ـــــ ۴۸

Marfat.com

ط

طبقات ابن سعد ـــــ ۴۰-۴۱-۱۸۳

طبقات الحفاظ ، حافظ ابن حجر عسقلانی ـــــ ۱۵۰

طبقات الحفاظ ، حافظ جلال الدین سیوطی ـــــ ۱۵۱

طبقات الحفاظ ، شیخ الاسلام تقی الدین بن دقیق العید ـــــ ۱۴۹

طبقات الحفاظ ، امام ذہبی ═══ تذکرۃ الحفاظ

طبقات الحنابلہ ، ابن ابی یعلی ـــــ ۹۰

طبقات الحنفیہ ، علامہ کفوی ـــــ ۲۴

طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ، علامہ تاج الدین سبکی ـــــ ۹ -۴۲ -۴۷ -۶۱ -۶۳ -۶۵ -۶۶
-۸۲ -۹۲ -۹۵ -۱۰۰ -۱۰۳ -۱۰۸ -۱۰۹ -۱۱۲ -۲۱۹ -۲۲۳

طبقات الفقہاء ، علامہ شیخ ابواسحٰق شیرازی ـــــ ۲۲۰

طبقات الکبریٰ (لواقح الانوار فی طبقات السادۃ الاخیار) ، امام شعرانی ـــــ ۶۶

طبقات المحدثین باصبہان والواردین علیہا ، حافظ ابوالشیخ بن حیان ـــــ ۱۷۳

الطرق والوسائل الی معرفۃ احادیث خلاصۃ الدلائل ، حافظ عبدالقادر قرشی ـــــ ۲۴

ع

عارضۃ الاحوذی شرح ترمذی ، حافظ ابوبکر ابن العربی ـــــ ۱۸۸ - ۲۲۷

عبر فی اخبار من غبر ، حافظ شمس الدین ذہبی ـــــ ۱۲۴

عجالۂ نافعہ فارسی ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ـــــ ۱ -۲ -۱۸۷

عقود الجمان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان ، حافظ محمد بن یوسف دمشقی ـــــ ۸ -۴۸ -۱۷۵

علل حدیث الزہری ، امام ذہلی ـــــ ۱۰۷

العنایہ فی تخریج احادیث الہدایہ ، حافظ عبدالقادر قرشی ـــــ ۲۴

العواصم والقواصم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم ، علامہ محمد بن ابراہیم وزیر یمانی ـــــ ۲۲۲

عون الباری لحل ادلۃ البخاری ، نواب صدیق حسن خان ـــــ ۶ - ۷

عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر ، حافظ ابوالفتح بن سید الناس یعمری ـــــ ۶۲

Marfat.com

غ

غایۃ المقصد فی زوائد المسند، حافظ نور الدین ہیثمی ــــــ ۲۱۱
غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داؤد ــــــ ۲۰۳-۲۲۰-۲۲۵
غرائب مالک، دارقطنی ــــــ ۱۹۶

ف

الفاروق اردو، علامہ شبلی نعمانی ــــــ ۱۹۵
فتاویٰ، قفال ــــــ ۸۲
فتح الباری بشرح صحیح البخاری، حافظ ابن حجر عسقلانی ــــــ ۱۴-۱۵-۳۲-۱۳۳-۱۴۰-
۱۴۴-۱۵۳-۲۱۴-۲۴۳-۲۴۴
فتح القدیر (للعاجز الفقیر) شرح ہدایہ، امام کمال الدین بن الہمام ــــــ ۳۹-۲۰۴
فتح المغیث فی شرح الفیۃ الحدیث، حافظ شمس الدین سخاوی ــــــ ۳۰-۴۲-۴۳-۱۸۹-
۲۱۸-۲۱۹-۲۲۳-۲۲۳-۲۳۴-۲۳۵
فضائل اہل اندلس، حافظ ابن حزم اندلسی ــــــ ۴۹-۵۳
الفہرست، ابن الندیم ــــــ ۱۵۶
فہرست، شیخ ابو محمد تجیبی ــــــ ۲۱۶
الفہرست الاوسط، حافظ ابن طولون ــــــ ۱۱۸-۱۷۵
الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ، مولانا محمد عبدالحی فرنگی محلی ــــــ ۲۲-۲۳-۲۴-۱۰۹

ق

القاموس المحیط (والقابوس الوسیط الجامع لما ذہب من کلام العرب شماطیط)، علامہ مجد الدین فیروز آبادی
۲-۳۶
قرآن مجید ــــــ ۱۱-۱۳-۳۳-۳۴-۳۶-۳۷-۳۹-۴۱-۵۰-۶۴-۶۷-۶۸-
۷۴-۷۵-۸۳-۹۴-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۳-۱۲۲-۱۲۵-۱۲۸-۱۲۹-
۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۴۲-۱۴۶-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۱-۱۶۸-۱۷۷-
۱۹۳-۲۰۴-۲۱۲-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴

Marfat.com

قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ــــ ۳۶-۱۷۰-۱۹۳
قوۃ القلوب (فی معاملۃ المحبوب و صف طریق المرید الی مقام التوحید)، ابو طالب مکی ــــ ۱۸۴
قوۃ المغتذی شرح جامع الترمذی، حافظ جلال الدین سیوطی ــــ ۲۲۱-۲۲۶-۲۲۹

ک

کاشف (فی اسماء الرجال)، علامہ ذہبی ــــ ۱۵۱
کامل التواریخ، علامہ ابو الحسن عز الدین علی بن محمد ابن الاثیر الجزری ــــ ۱۲۵
کتاب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان المختار، علامہ محمود بن سلیمان کفوی ــــ ۱۹۷
کتاب الآثار، امام ابو حنیفہ ــــ ۱۱۸-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۹۸
کتاب الآثار، امام ابو حنیفہ: بروایت امام ابو یوسف ــــ ۵۴-۱۷۳-۱۷۴-۱۹۶
کتاب الآثار، امام ابو حنیفہ: بروایت امام حسن بن زیاد لولوی ــــ ۱۷۴-۱۷۵
کتاب الآثار، امام ابو حنیفہ: بروایت امام زفر بن الہذیل ــــ ۱۷۲-۱۷۳
کتاب الآثار، امام ابو حنیفہ: بروایت امام محمد بن الحسن الشیبانی ــــ ۱۶۳-۱۶۹-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۴-۱۹۶
کتاب اربعین الطبقات، حافظ شرف الدین ابو الحسن علی بن المفضل ــــ ۱۴۸
کتاب الاستغاثہ، علامہ ابن تیمیہ ــــ ۸۶
کتاب الاسماء والصفات، امام بیہقی ــــ ۱۰۸-۱۰۹
کتاب الاسماء والکنیٰ، امام مسلم ــــ ۹۵-۹۷
کتاب الاصل، امام محمد ــــ ۱۹۶
کتاب التحقیق شرح حسامی، عبد العزیز ابن احمد البخاری ــــ ۱۹۹
کتاب التعلیم، علامہ مسعود بن شیبہ سندی ــــ ۱۷۶-۱۸۵-۱۹۴
کتاب التمییز، امام ابو جعفر محمد بن الحسین بغدادی ــــ ۱۶۴
کتاب التوحید (واثبات الصفات)، امام ابن خزیمہ ــــ ۵۸
کتاب الثقات، حافظ ابن حبان ــــ ۱۲-۱۷-۱۹-۳۵-۵۳-۵۶-۵۷-۶۰-۶۷-۶۱-۷۲-۷۷-۷۸-۸۴-۸۵-۱۰۲-۱۱۲-۱۵۵-۱۷۷-۱۹۶

Marfat.com

کتاب الجرح والتعدیل، امام ابن ابی حاتم ——— ۹۳-۹۴-۹۸-۹۹

کتاب الحج، امام محمد بن الحسن الشیبانی ——— ۱۹۶

کتاب الحفاظ، علامہ ابن الجوزی ——— ۱۵۱

کتاب الخراج، امام ابو یوسف ——— ۱۹۶

کتاب خطأ البخاری، امام ابن ابی حاتم ——— ۹۴

کتاب الرد علی اہل الاہواء، امام ابوحفص صغیر ——— ۱۰۹

کتاب الرد علی اللفظیہ، امام ابوحفص صغیر ——— ۱۰۹

کتاب السنن، حافظ حلوانی ——— ۳۴

کتاب السنن، حافظ سہل بن زنجلہ ——— ۸۶

کتاب السنن، امام مکحول دمشقی ——— ۱۵۶

کتاب الصلہ، حافظ مسلمہ بن قاسم اندلسی ——— ۹۲-۹۶

کتاب الضعفاء الصغیر، امام بخاری ——— ۳۸

کتاب العلل، ابن ابی حاتم ——— ۲۳۹

کتاب العلل، علی بن المدینی ——— ۹۶

کتاب العین، خلیل بصری ——— ۵۴

کتاب فی المؤلفۃ قلوبہم، حافظ عبدالقادر قرشیؒ ——— ۲۴

کتاب الکنیٰ، حافظ ابواحمد حاکم نیشاپوری ——— ۹۵

کتاب الکنیٰ والاسماء، حافظ ابوبشر دولابی ——— ۳۸-۳۹

کتاب المدبج، دارقطنی ——— ۱۶۳

کتاب المراسیل، امام ابوداؤد سجستانی ——— ۱۳۸-۲۴۰

کتاب النوادر، داؤد بن رشید ——— ۷

کشف الآثار الشریفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ، حافظ ابو محمد عبداللہ حارثی بخاری ——— ۲۲

کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، ملا کاتب چلپی ——— ۲-۴۶-۴۸-۱۲۷-۱۴۸-
۱۵۰-۱۷۴-۱۷۶

الکفایہ فی معرفۃ اصول علم الروایہ، حافظ ابوبکر خطیب بغدادی ——— ۱۹۷

Marfat.com

کلمات طیبات (مجموعہ مکاتیب فارسی)، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ـــــ ۱۹۱-۲۱۲-۲۱۳
الکمال فی اسماء الرجال، حافظ عبدالغنی مقدسی ـــــ ۲۳۳

ل

لحظ الالحاظ بذیل طبقات الحفاظ، حافظ تقی الدین محمد بن فہد ـــــ ۲۳-۲۴-۱۵۰
لسان المیزان، حافظ ابن حجر عسقلانی ـــــ ۲۳-۴۸-۴۹-۵۰-۶۲-۹۴-۱۱۶-۱۶۴
لمحات النظر فی سیرۃ الامام زفر، محدث کوثری ـــــ ۵۶
اللؤلؤیات، ابو مطیع مکحول بن الفضل النسفی ـــــ ۲۷

م

ماتمس الیہ الحاجۃ علی سنن ابن ماجہ، شیخ سراج الدین عمر بن علی بن الملقن ـــــ ۲۴۶
ماتمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ، مولانا محمد عبدالرشید نعمانی ـــــ ۲۰۴-
۲۳۹-۲۴۵
مارواہ الاکابر عن مالک، حافظ ابو عبداللہ محمد بن مخلد العطار ـــــ ۱۶۳
المبسوط، امام سرخسی ـــــ ۱۹۶
المبسوط، امام محمد بن الحسن الشیبانی ـــــ ۱۹۸
المجتبیٰ فی مختصر السنن الکبریٰ، حافظ ابوبکر بن السنی ـــــ ۲۲۰
المجرد فی اسماء رجال ابن ماجہ کلہم سوی من اخرج لہ منہم فی احد الصحیحین، حافظ ذہبی ـــــ ۲۴۷
مجمع بحار الانوار (مجمع البحار فی غرائب التنزیل و لطائف الاخبار)، محدث محمد طاہر پٹنی ـــــ ۱۸۱
مجموعہ شروح اربعہ ترمذی ـــــ ۲۲۷
المحدث الفاصل بین الراوی والواعی، حافظ ابو محمد حسن بن خلاد رامہرمزی ـــــ ۴۱-۱۶۶
محلی شرح موطا، شیخ سلام اللہ ـــــ ۱۶۲-۱۶۳
المختصر فی علوم الحدیث، حافظ عبدالقادر قرشی ـــــ ۲۴
مدارک، محدث قاضی عیاض ═══ ترتیب المدارک
المدخل، امام بیہقی ـــــ ۱۴۰
المدخل فی اصول الحدیث، محدث حاکم نیشاپوری ـــــ ۱۸۰-۲۰۶-۲۰۸
مراتب الدیانۃ، حافظ ابن حزم اندلسی ـــــ ۴۷

Marfat.com

المستدرک علی الصحیحین، امام ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری ——— ٣٩-٩٨-١٣۵-١٣٨-٢١٧-٢٣٠
مسک الختام شرح بلوغ المرام فارسی، نواب صدیق حسن خان قنوجی ——— ٢٣۴-٢٣٦-٢۴١
مسند ابن ابی شیبہ ——— ۴٦
مسند ابن خسرو ——— ١٧٣
مسند ابی داوٗد (سلیمان بن داوٗد) طیالسی ——— ٢٧-٢٠٨
مسند ابی یعلیٰ موصلی ——— ١۴-١٢٢-١٣٨
مسند، احمد بن منیع ——— ٦۴
مسند اسحٰق بن راہویہ ——— ٢٠٨
مسند امام ابو حنیفہ، ابن خسرو ——— ١٦٢-١٦٣
مسند امام ابو حنیفہ، ابن الضیاء ——— ١٦٢-١٦٣
مسند امام ابو حنیفہ، ابو محمد عبداللہ حارثی بخاری ——— ٢٢-٢٣
مسند امام احمد بن حنبل ——— ٦-١۴-١٦-۴٣-١٣۵-١٣٨-١۴٠-١۴٣-١۴۵-١٨١-١٩١-٢٠٨-٢٠٩-٢١٠-٢١١
مسند، حافظ جوھری ——— ٦٦
مسند، حافظ رمادی ——— ٦۴
مسند، حافظ یعقوب دورقی ——— ٦٩
مسند دارمی = سنن دارمی
مسند عبیداللہ بن موسیٰ ——— ٢٠٨
مسند عدنی ——— ٣۵
مسند علی، امام نسائی ——— ١٢
المسند الکبیر، حافظ ابراہیم بن معقل بن الحجاج النسفی ——— ٢١۴
مسند مالک، امام نسائی ——— ١٠۵-٢۴٠
مسند یعقوب بن سفیان ——— ١٣٨

Marfat.com

مشکل الآثار ، امام طحاوی ـــــ ۳

مشکوٰۃ المصابیح ، شیخ ولی الدین خطیب ـــــ ۱۴-۱۶-۸۱-۱۵۷-۱۹۸

مصابیح السنہ ، امام بغوی ـــــ ۱۹۷

مصباح الزجاجہ شرح سنن ابن ماجہ ، علامہ جلال الدین سیوطی ـــــ ۲۴۶

المصعد الاحمد فی ختم مسند الامام احمد ، حافظ ابوالخیر شمس الدین محمد ابن الجزری ـــــ
۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱

مصفیٰ شرح موطأ ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ـــــ ۲۵-۲۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۷-۱۸۰-۲۳۵

مصنف ابن ابی شیبہ ـــــ ۴۶-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۱۳۸-۱۳۹

مصنف حماد بن سلمہ ـــــ ۱۷۹

معالم السنن شرح سنن ابی داؤد ، امام احمد بن محمد ابو سلیمان خطابی ـــــ ۲۲۴

معجم البلدان ، علامہ یاقوت حموی رومی ـــــ ۴-۵-۸-۴۴-۵۱-۷۳-۷۸-۷۹-۸۰-۸۳-
۸۵-۹۲-۹۸-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۳-۱۱۳-۱۲۵

معجم الشیوخ ، سمعانی ـــــ ۲۷

معجم الصحابہ ، حافظ عبدالباقی بن قانع ـــــ ۵۶

معجم الصغیر ، حافظ طبرانی ـــــ ۱۷۳

معجم الکبیر ، حافظ طبرانی ـــــ ۱۳۵

المعجم المفہرس ، حافظ ابن حجر عسقلانی ـــــ ۱۱۸

معرفۃ علوم الحدیث ، ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری ـــــ ۱۵-۱۶-۱۸-۳۹-۴۰-۴۵-۶۰-
۶۱-۷۱-۸۱-۱۷۳

مفتاح الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ ، شیخ محمد علوی ـــــ ۲۴۶

مقدمہ ابن صلاح ـــــ ۱۸-۱۹-۱۶۲-۱۷۸-۲۱۲-۲۲۷-۲۳۳-۲۳۶

مقدمہ فتح الباری (ھدی الساری) ، حافظ ابن حجر عسقلانی ـــــ ۲۷-۴۳-۹۳-۹۴-
۹۶-۹۹-۱۱۲-۱۷۷-۱۷۹-۱۸۵-۱۸۶-۱۹۵-۲۰۶-۲۱۲-۲۱۴-
۲۱۶-۲۱۹

مناقب ابی حنیفہ ، حافظ ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری ـــــ ۱۶۴

Marfat.com

مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ ، حافظ شمس الدین ذہبی ــــ ۱۷ - ۲۴ - ۲۵ - ۶۲ - ۸۶ - ۱۶۶ - ۱۶۸ - ۱۸۲ - ۱۸۸

مناقب الامام ابی حنیفہ ، محدث صیمری ــــ ۲۱ - ۱۶۶

مناقب الامام احمد بن حنبل ، حافظ ابن الجوزی ــــ ۱۶ - ۱۷ - ۲۶ - ۵۱ - ۶۱ - ۶۲ - ۸۸ - ۲۰۹

مناقب الامام الاعظم ، صدر الائمہ موفق بن احمد مکی ــــ ۱۰ - ۱۶ - ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - ۲۷ - ۳۸ - ۴۰ - ۴۴ - ۸۰ - ۸۱ - ۸۹ - ۱۱۳ - ۱۱۴ - ۱۱۷ - ۱۱۸ - ۱۶۴ - ۱۶۵ - ۱۶۶ - ۱۷۵

مناقب الامام الاعظم ، علامہ حافظ الدین ابن البزاز کردری ــــ ۳ - ۱۸ - ۱۸۴ - ۱۹۴

مناقب الامام الاعظم ، محدث ملا علی قاری ــــ ۱۸۴

مناقب الشافعی ، امام رازی ــــ ۴۷

منتخب کنز العمال ، المتقی الہندی ــــ ۱۳۵ - ۱۳۶

المنتظم فی تاریخ الملوک والامم ، حافظ ابن الجوزی ــــ ۳ - ۱۸ - ۲۸ - ۳۸ - ۹۱ - ۱۲۴

منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض قول الشیعۃ والقدریہ ، علامہ ابن تیمیہ ــــ ۲۹ - ۳۶ - ۳۷ - ۳۹ - ۴۰ - ۷۴ - ۸۸ - ۲۰۰

المنہج القویم فی شرح الصراط المستقیم ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی ــــ شرح سفر السعادت

منیۃ الالمعی فی مافات من تخریج احادیث الہدایہ للزیلعی ، حافظ قاسم بن قطلوبغا ــــ ۱۹۶ - ۲۰۰

مواہب ــــ ۱۶۳

موطا ، ابن ابی ذئب ــــ ۱۸۸

موطا ، امام مالک ــــ ۹ - ۲۵ - ۳۱ - ۴۶ - ۴۷ - ۴۹ - ۷۰ - ۷۳ - ۸۱ - ۱۳۸ - ۱۶۰ - ۱۶۱ - ۱۶۲ - ۱۶۳ - ۱۶۴ - ۱۶۸ - ۱۶۹ - ۱۷۰ - ۱۷۱ - ۱۷۲ - ۱۷۶ - ۱۷۷ - ۱۷۸ - ۱۷۹ - ۱۸۰ - ۱۸۱ - ۱۸۲ - ۱۸۳ - ۱۸۴ - ۱۸۶ - ۱۸۷ - ۱۸۸ - ۱۹۰ - ۱۹۵ - ۲۲۲ - ۲۳۰ - ۲۳۳ - ۲۳۴ - ۲۳۵ - ۲۳۷ - ۲۴۱

مؤطا ، امام مالک : بروایت امام محمد ــــ ۲۴ - ۲۵ - ۱۵۳ - ۱۷۱ - ۱۷۲ - ۱۹۶

میزان الاعتدال فی نقد الرجال ، حافظ شمس الدین ذہبی ــــ ۱۷ - ۱۸ - ۲۵ - ۳۸ - ۴۴ - ۴۹ - ۵۰ - ۵۲ - ۵۵ - ۵۸ - ۶۲ - ۷۲ - ۷۶ - ۷۷ - ۷۸ - ۸۳ - ۸۸ - ۱۰۱ - ۱۰۴ - ۱۶۳

Marfat.com

المیزان الکبریٰ ، امام عبدالوہاب شعرانی ـــــ ۱۶۸-۱۸۸

ن

النجوم الزاھرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ، جمال الدین ابوالمحاسن ابن تغری بردی ـــــ ۳
۱۲۵-۲۱۹

نصب الرایہ لتخریج احادیث الہدایہ، حافظ جمال الدین زیلعی ـــــ ۴۲-۱۳۷-۱۹۶

نظم تذکرۃ الحفاظ، حافظ اسمٰعیل بن محمد المعروف بابن بروس ـــــ ۱۵۰

نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب ، علامہ احمد بن محمد المقری ـــــ ۳۶-۴۹-۵۴

النکت الطریفہ فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبہ علی ابی حنیفہ، علامہ محمد زاہد کوثری ـــــ ۴۸

النکت علی (کتاب علوم الحدیث) لابن الصلاح ، بدر الدین زرکشی ـــــ ۱۶۲

النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح ، حافظ ابن حجر عسقلانی ـــــ ۹۹-۱۶۲

نور الانوار ، ملا جیون ـــــ ۱۷۰

نور مصباح الزجاجہ علی سنن ابن ماجہ، شیخ علی بن سلیمان الدمنتی البجعوی ـــــ ۱۲۴-۲۴۶

نیل الامانی فی سیرۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی ، محدث کوثری ـــــ ۱۷-۲۴

نیل الاوطار من اسرار منتقی الاخبار، شوکانی ـــــ ۷

و-ھ

الوفیات ، حافظ عبدالقادر قرشی ـــــ ۲۴

وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ابن خلکان ـــــ ۲-۳-۲۸-۵۴-۸۰-۱۲۵-
۲۳۷

ہدایہ (شرح بدایۃ المبتدی) شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانی ـــــ ۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸

ہدی الساری لفتح الباری مقدمہ شرح صحیح البخاری، حافظ ابن حجر عسقلانی ـــــ مقدمہ فتح الباری

Marfat.com

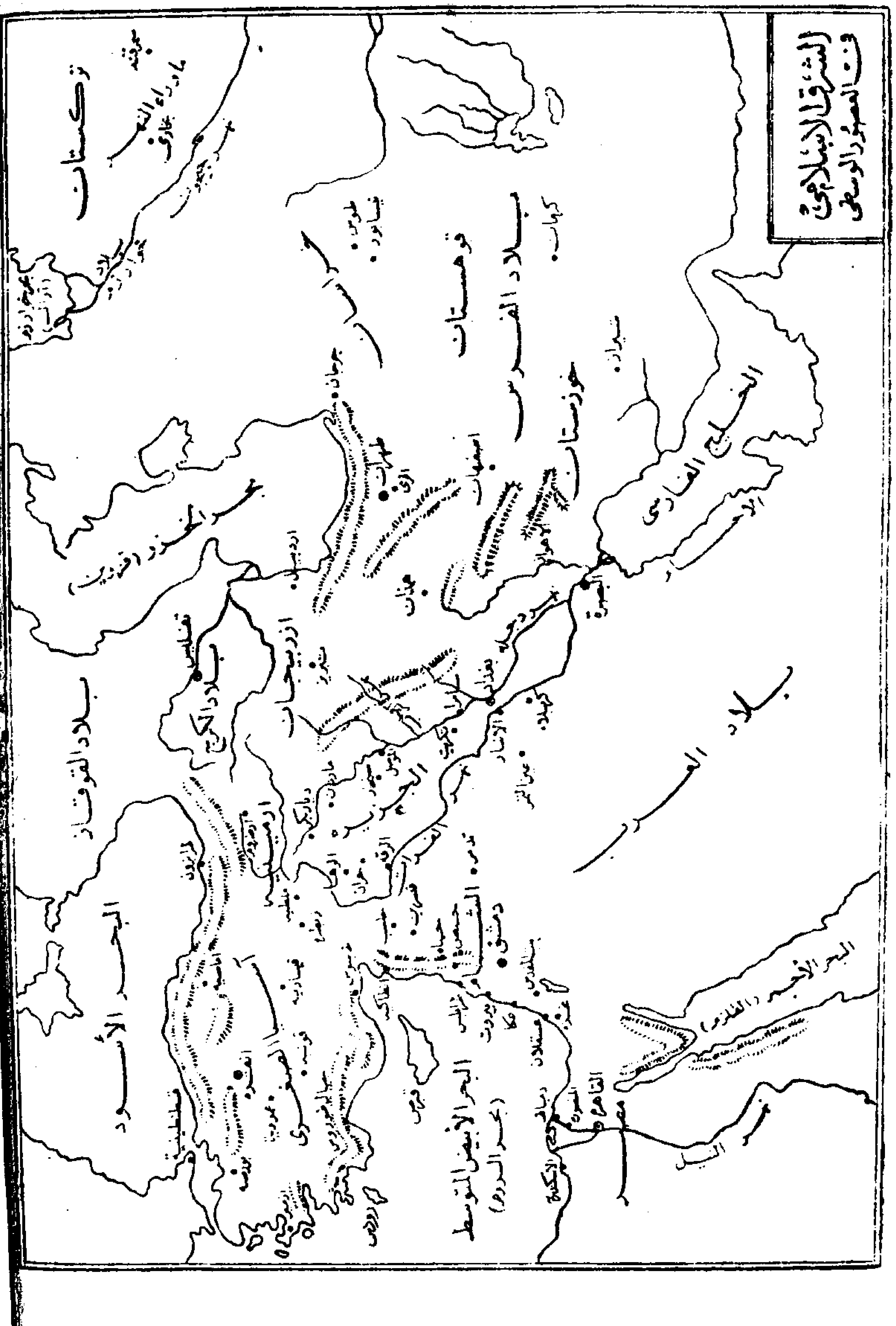
الشرق الإسلامي في العصور الوسطى
تركستان
ما وراء النهر
خراسان
قوهستان
بلاد الفرس
خوزستان
بحر الخزر (قزوين)
الخليج الفارسي
بلاد العرب
أذربيجان
بلاد الكرج
بلاد القوقاز
أرمينية
الجزيرة
البحر الأسود
البحر الأبيض المتوسط (بحر الروم)
البحر الأحمر (القلزم)
نهر النيل
نهر دجلة
نهر الفرات
بغداد
البصرة
الأهواز
أصفهان
شيراز
كرمان
همذان
الري
جرجان
نيسابور
طوس
تفليس
تبريز
الموصل
الرقة
حران
حلب
حمص
دمشق
بيت المقدس
غزة
عسقلان
عكا
بيروت
طرابلس
أنطاكية
قبرص
القاهرة
الإسكندرية
دمياط
قونية
بروصة
القسطنطينية

Marfat.com

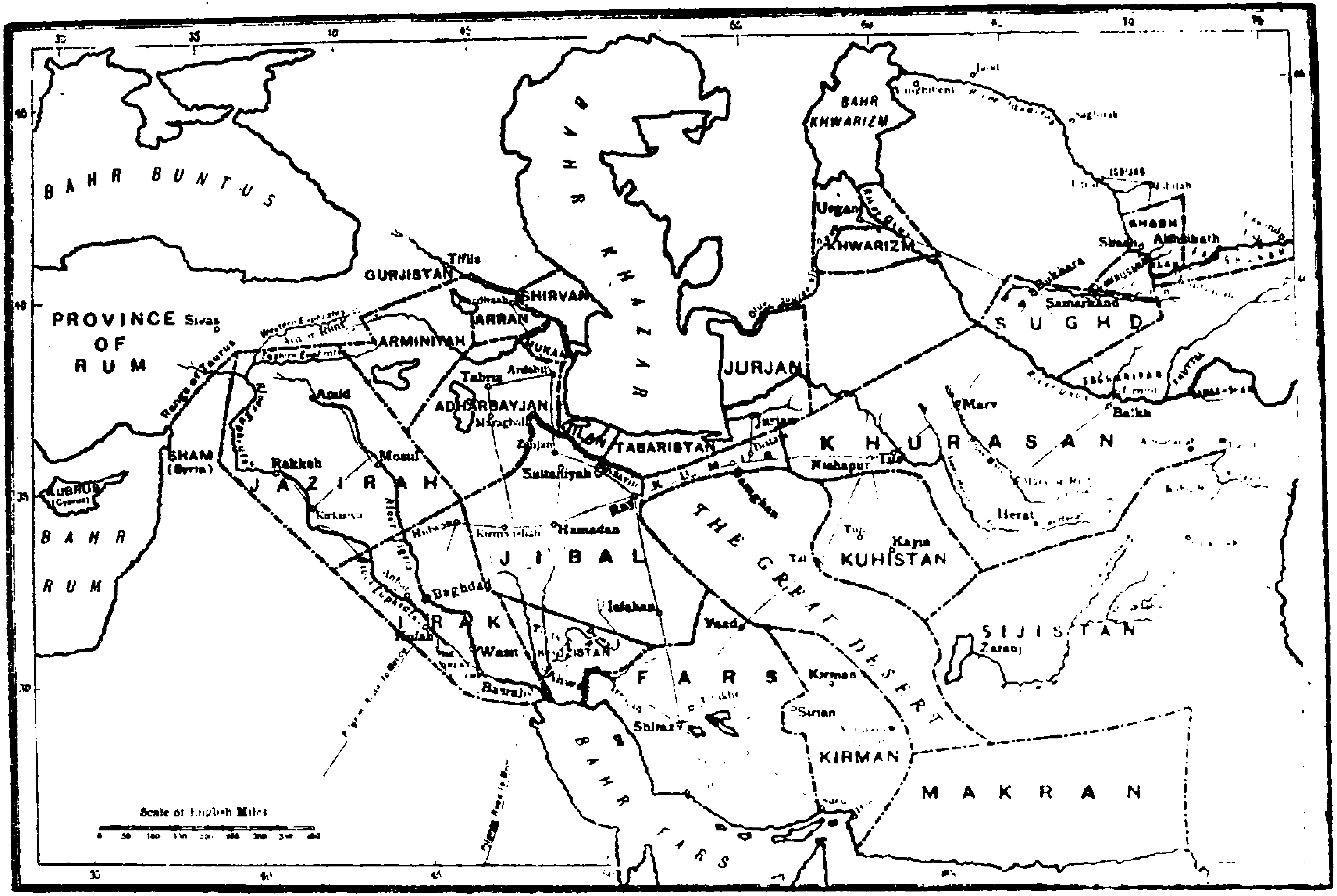

THE PROVINCES OF THE ABBASID CALIPHATE SHOWING THE CHIEF HIGH ROADS

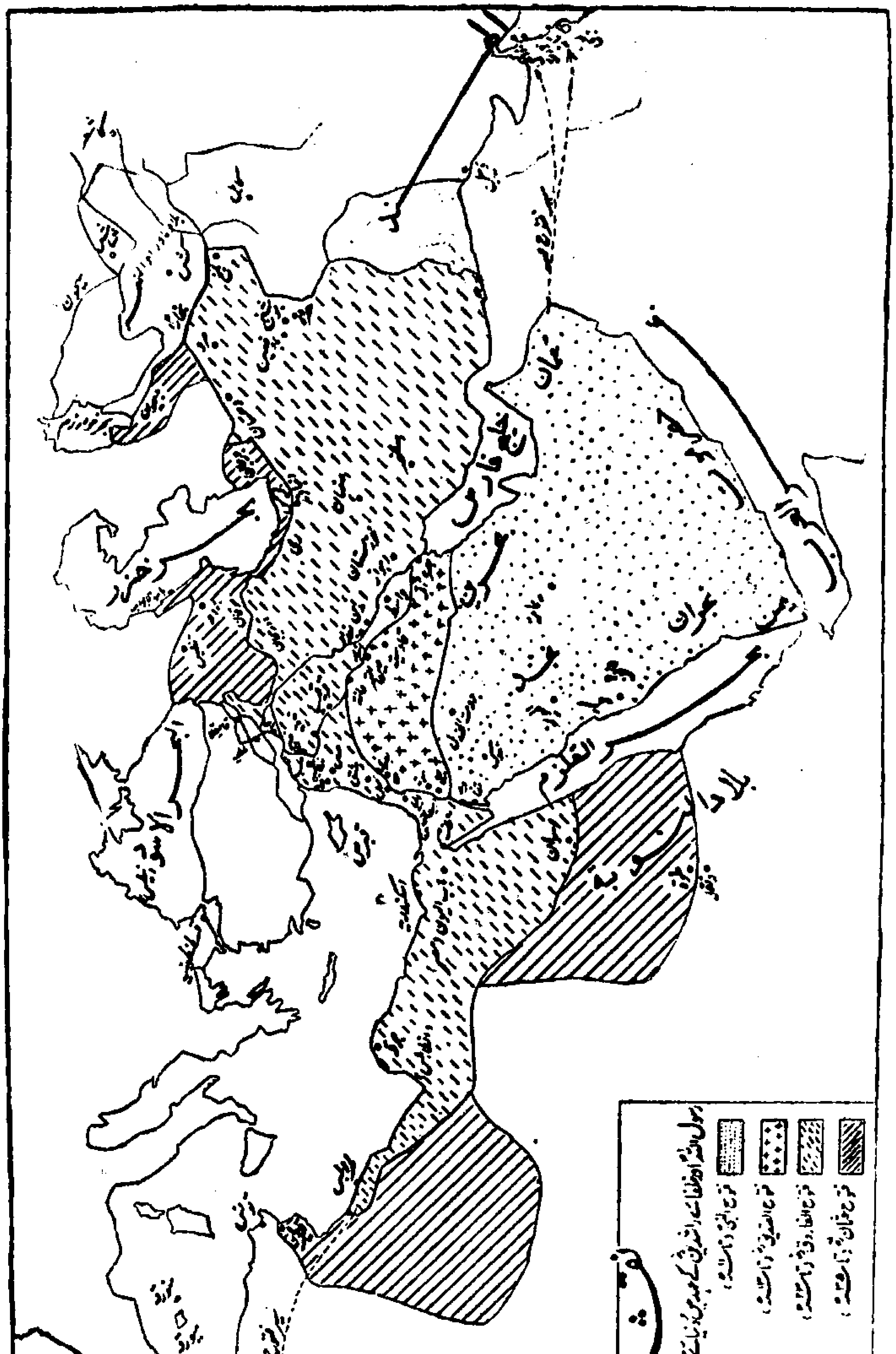

Marfat.com

صحّت نامہ

اِس کتاب کی بعض کاپیاں پُرانی ہوجانے کے باعث قدرے خراب ہوگئی تھیں، مطالعہ سے قبل اغلاط درست فرمالیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۶	جبسا	جیسا
۲	۱۶	مغرب	معرب
۲	۲۶	مرتصی	مرتضی
۳	۱۲	مون	مولی
۳	۲۶	فال	قال
۳	آخری	علامہ کردی	علامہ کردری
۴	۱۱	افلیم	اقلیم
۴	۱۶	فزوین	قزوین
۵	۵	ولیدبن عتبہ	ولیدبن عقبہ
۶	۵	سنہ ۲۱۰ھ	سنہ ۲۱۶ھ
۱۲	۲۳	ابو کرمحمد بن حجاج مقری	ابوبکرمحمد بن ہارون بن حجاج مقری
۲۱	۲۷	محدث صمیری	محدث صیمری
۲۱	۲۹	مناقب صمیری	مناقب صیمری
۲۳	۱۵	سنہ ۶۶۵ھ	سنہ ۶۵۵ھ
۲۳	۱۸	امام ابویوسف	امام ابوحنیفہ
۲۹	۳	جراجرایا	جرجرایا
۳۱	۲۸	فضیل ابن عیینہ	فضیل، ابن عیینہ
۴۲	۹	راتنا	رأینا
۴۲	۲۳	مطبوعہ	مطبوعہ مصر
۴۲	۲۵	فتاوے	فتاویٰ
۴۵	آخری	ابواسحٰق الرازی القراء	ابواسحٰق الرازی الفراء
۵۰	۱۱	تذکرۃ الحفاظ میں کنیت	ابوسعد ہے اور تہذیب التہذیب میں ابوسعید
۵۰	۲۱	ابی بلر	ابی بکر
۵۲	۲۴	العاری ابومحمد	العامری ابومحمد
۵۲	۲۴	الرفاسی	الرواسی
۵۲	۲۵	سنہ ۱۴۷ھ	سنہ ۲۴۷ھ
۵۶	۱	امام ابوعاصم النبال	امام ابوعاصم النبیل
۵۷	۱۲	سنہ ۲۶۳ھ	سنہ ۲۶۲ھ
۵۸	۹	الغزی	العزی
۵۹	۱۵	سنہ ۵	سنہ ۲۵۰ھ
۵۹	۲۳	ابن الفزز	ابن الغزر
۵۹	۲۴	العمری	العمی
۶۶	۱۷	الطری	الطبری
۶۹	۱۵	سنہ ۲۷۶	سنہ ۲۷۹
۷۱	۱	النحزاز	الخزاز
۷۱	۸	حمدان	حمدون
۷۲	۵	محمدبن شان	محمدبن شاذان
۷۲	۱۳	معتصم باللہ	معتضد باللہ
۷۸	۹	سنہ ۹۴۸ھ	سنہ ۵۴۸ھ

Marfat.com

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۱	۲	ضعیفه	ضیعه
۸۱	۲۲	امام ایوسف	امام ابویوسف
۸۱	۲۵	له فراءۃ	له قراءته
۸۳	۲۰	عمر بن عبدالعزیز	مولیٰ عمر بن عبدالعزیز
۸۳	آخری	البذلی	الہذلی
۸۶	۲۹	سنہ ۱۱۰ھ	سنہ ۱۸۰ھ
۸۷	حاشیہ دو ۱۱	اسحٰق بن باہویہ اور اسی طرح	اسحٰق بن راہویہ اور ابو عبیدہ اور اسی طرح
۹۰	۱۱	الخنظلی	الحنظلی
۹۰	۱۳	سنہ ۱۰۹ھ	سنہ ۲۰۹ھ
۹۱	۱۵	کرفہ	کوفہ
۹۱	۲۲	عثمان بن خرزاد	عثمان بن خرزاذ
۹۲	۱۰	الدهلی شهد له مشائخه	الذهلی شهد له مشائخه
۹۲	۱۱	بالتبحر فی معہ فة	بالتبحر فی معرفة
۹۲	۲۰	ابن خریمہ	ابن خزیمہ
۹۲	۲۲	نسائی ابر ابن ماجہ کو تلمذ	نسائی اور ابن ماجہ کو تلمذ
۹۲	۲۶	تفرب	تقرب
۹۴	۱۳	الاعلان بالنوخ	الاعلان بالتوبیخ
۹۴	حصہ اردو ۱۴	برو	جزو
۹۴	۲۶	حافظ عرقی	حافظ عراقی
۹۵	۶	سنہ ۲۷۸ھ	سنہ ۳۷۸ھ
۹۶	۱۸	بلہ	بلکہ
۱۰۰	۲۶	علی بن احسن	علی بن الحسن
۱۰۰	۲۷	روایت کی ہے۔	روایت کی ہے (۴)
			علی بن ہاشم ابن مرزوق الہاشمی، ابو الحسن الرازی
۱۰۰	۲۷	(۴)	(۵)
۱۰۰	۲۸	(۵)	(۶)
۱۰۰	۲۹	سنہ ۲۴۱ھ۔ (۶)	سنہ ۲۴۱ھ۔ (۷)
۱۰۶	۱۲	زیانت	دیانت
۱۰۶	۱۶	رنگ	ڈنگ
۱۰۷	۲	ابن الاحزم	ابن الاخرم
۱۰۷	۳	فصور	قصور
۱۰۷	۱۸	دار البحاریین	دار النجاریین
۱۰۸	۱۹	الاحزم	الاخرم
۱۰۸	۲۰	لایاکننی	لایساکننی
۱۰۸	۲۱	امام بحاری	امام بخاری
۱۰۹	۱۷	طیالسی حمیدی	طیالسی و حمیدی
۱۱۰	۴	عفادت	متفاوت
۱۱۰	۱۷	سنہ ۳۴۴ھ	سنہ ۳۴۹ھ
۱۱۶	۲۱	وراتے	فرماتے
۱۱۷	۲	ابوالحن	ابوالحسین
۱۱۷	۱۰	الانتصار،	الانتصار
۱۱۸	۲۶	عن ابی امامۃ عن ابی امامۃ	عن ابی امامة
۱۲۱	۱۴	مطین ابن نمیر	مُطیّن، ابن نمیر
۱۲۱	۲۷	مناسب	مناقب
۱۲۵	۳	سنہ ۳ھ	سنہ ۱ھ
۱۲۷	۵	حسان بن زیاد	حسان بن زید

Marfat.com

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۸	۱۹	دکھایا	دکھایا
۱۳۵	۲۷	حکیم، ترمذی	حکیم ترمذی
۱۳۷	۸	منداول	متداول
۱۳۸	۵	نسوی	نسوی
۱۳۸	۶	الوزرعہ	ابوزرعہ
۱۳۸	۷	ابوحاتم	ابوحاتم
۱۳۹	۶	جہنیہ	جہینہ
۱۳۹	۱۸	السائلین	السائلین
۱۴۰	۱۹	عبداللہ بن عمر	عبداللہ بن عمرو
۱۴۲	۵	عبداللہ بن عمر	عبداللہ بن عمرو
۱۴۳	۱۸	اپنے	اپنے والد
۱۴۳	۲۰	مشہور حماد	مشہور راوی حماد
۱۴۳	۲۰	جن میں حماد	جن میں حماد کی یہ
۱۴۶	۵	مسلم بن قیس	سلم بن قیس
۱۴۸	۱۹	باابن الدتاغ	باابن الدباغ
۱۵۰	۷	باابن بروس	باابن بردس
۱۵۱	۲۸	مجموعہ تذکرۃ الحفاظ	مجموعہ ذیول تذکرۃ الحفاظ
۱۵۶	۱۰	معمہ	معمر
۱۶۱	۱۸	تبیض الصحیفہ	تبییض الصحیفہ
۱۶۱	۱۴	بدی	یدی
۱۶۲	۱۸	بن	ان
۱۶۲	۲۴	راہد	زاہد
۱۶۳	۶	دارقطنی	دارقطنی
۱۶۳	۱۳	ماروا، الاکبر	ماروا، الاکابر
۱۶۳	۲۲	لابی الضیاء	لابن الضیاء
۱۶۳	عربی حصہ ۲۹	غبرالدارقطنی	غبرالدارقطنی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۴	۱۵	اسابید	اسانید
۱۶۴	۱۶	اوال	اقوال
۱۶۴	۱۶	حلف	سلف
۱۶۴	۲۱	کتاب التبر	کتاب التمیز
۱۶۴	۳۰	سنہ	۵۲ھ
۱۶۹	۱۰	ابن القیم	ابن القیم
۱۷۰	۱۷	منے	بنے
۱۷۰	۲۰	ننائے	بنائے
۱۷۰	۲۴	رون	مدون
۱۷۱	۱	والدماجد پیروی	والدماجد کی پیروی
۱۷۲	۲۰	سیرۃ النسان	سیرۃ النعمان
۱۷۲	۲۲	بحط	بخط
۱۷۲	۲۴	برولتہ	بروایۃ
۱۷۴	۱۲	سلک الدر	سلک الدرر
۱۷۹	۲۸	محمد بن جعفر کتابی	محمد بن جعفر کتانی
۱۸۲	۲۱	برحال	برجال
۱۸۳	۱۸	شیخ صالح	شیخ طاہر بن صالح
۱۸۴	۲۵	ملاعلی قاری تصنیف	ملاعلی قاری کی تصنیف
۱۸۹	۲۸	۵۲ھ	۵۳ھ
۱۹۰	۱۱	اورجس	اورجس ۳۰
۱۹۴	۱۳	وامغان ۲۵	دامغان ۲۵
۲۱۳	۲۶	کشیہینی	کشمیہنی
۲۱۷	۲۶	المجنہدین	المجتہدین
۲۲۸	۲۱	لشئ	بشئ
۲۴۶	۱۸	شیخ دمشق	شیخ علی بن سلیمان دمشقی

Marfat.com

سلفِ صالحین کی عمدہ تفاسیر کا لُبِّ لُباب، وہ مستند اور معرکۃ الآرا، عام فہم بے نظیر تفسیر جو گذشتہ ایک صدی سے اسلامیانِ ہند، پاکستان میں مقبولِ خلائق ہے۔

تفسیر حقانی

تالیف:۔ فخر المفسرین عمدۃ المتکلمین علامہ ابو محمد عبد الحق حقانی دہلویؒ

اس تفسیر میں جملہ مذاہب کے حالات، مخالفین اسلام کے اعتراضات کے مدلل جوابات، مصطلحات ونکات قرآن فقہی مسائل کا استنباط، ترکیب نحوی وشانِ نزول قصص و واقعاتِ اُمم سابقہ، وغیرہ جملہ فوائد ضروریہ پر علمی وتحقیقی مباحث کے دریا بہائے گئے ہیں۔

ناشر:۔ میر محمد کتب خانہ مرکزِ علم وادب آرام باغ کراچی

Marfat.com